الرسالة القشيرية
فی علم التصوف
مصنف
امام ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری
۳۷۶ھ ۴۶۵ھ
مترجم
شاہ محمد چشتی
تدوین وترتیب
محمد محسن
www.maktabah.org

الرِّسَالَةُ القُشَيْرِيَّةُ
فِي عِلْمِ التَّصَوُّفِ

الرّسالة القشيريّة

في علمِ التصوّف

مصنّف

امام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیریؒ

۳۷۶ھ ۴۶۵ھ

مترجم
شاہ محمد چشتی

تدوین و ترتیب محمد محسن

ادارہ پیغام القرآن

۴۰۔ اردو بازار ۰ لاہور ☎ 042-7323241

نام کتاب .... رسالہ قشیریہ

مصنف .... امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم .... شاہ محمد چشتی

اہتمام اشاعت .... محسن فقری

سن اشاعت 2007ء

طابع .... اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت .... -/275 روپے

حُسنِ ترتیب

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے دین متین کی خدمت جس صورت میں بھی ممکن ہو باعثِ سعادت دارین ہوتی ہے اور ایک ایماندار کے لئے یہی کچھ حاصل زندگی ہوتا ہے۔

دنیا میں بے شمار کام ایسے ہیں جو باعثِ سعادت بن سکتے اور بنتے ہیں۔ بہت خوش قسمت ہے وہ شخص، مرد ہو یا خاتون، بچہ ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب، تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ جو کسی بھی باعثِ سعادت کام میں دخیل ہو جاتا ہے۔ ان تمام باعثِ سعادت کاموں میں سرفہرست دینی کام ہے یعنی خدمتِ قرآن حدیث، اس کام کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو بے مقصد شمار ہو۔

الحمدللہ ملک بھر میں ایسے ان گنت حضرات موجود ہیں جو اس فرض منصبی کو نبھانے میں شب و روز ایک کئے ہوئے ہیں۔ اگر ملک میں کچھ دینی چاشنی دکھائی دیتی ہے تو اس کی بناء انہی لوگوں کی سعی مشکور ہے۔ اس وقت تفسیر قرآن پر کام ہو رہا ہے، احادیث پر تیزی سے تحقیق و تدقیق جاری ہے اور پھر اسلام کے ان دو ماخذ ہائے لایزالی و تاثیری کی رہنمائی میں عقائد، فقہ، تاریخ اور تصوف وغیرہ پر مسلسل اور بڑھ چڑھ کر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ کسی کے پاس دین سے عدمِ واقفیت کی کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔

آپ کا یہ ادارہ ''پیغام القرآن'' بھی اللہ کے فضل و کرم سے خدمتِ اسلام کے لئے اپنے آپ کو وقف کر چکا ہے۔ انشاء اللہ فقری برادران مستقبل قریب میں آپ کے سامنے نایاب گوہر ہائے اسلام پیش کرنے میں پیچھے نہیں رہیں گے۔

اولیاء اللہ نے راہِ حق کے متلاشیوں کی راہنمائی کے لیے متعدد کتابیں لکھی ہیں جن سے اب تک خلق خدا روحانی فیوض و برکات حاصل کرتی رہی ہے ان کے کہے ہوئے الفاظ سے راہ حق کے متلاشیوں نے سلوک کی منازل کو طے کیا۔ سر دست ہم شہیر آفاق امام قشیری رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصوف کی اہم کتاب ''رسالہ قشیریہ'' کا نہایت سلیس اور عمدہ ترجمہ پیش کر رہے ہیں جو انشاء اللہ ہماری عرصہ دراز کی خواہش کا عکاس ہوگا۔ مترجم نے پوری کوشش کی ہے کہ ترجمہ نہایت آسان لفظوں میں کیا جائے۔ مترجم کی سادگی کی طرح ممکن حد تک نہایت

سادہ ہے۔

اس کتاب کے موضوعات بہت آسان فہم ہیں۔ کتاب کی ابتداء میں صوفیاء کے عقائد کو قرآن اور حدیث سے سمجھایا گیا ہے پھر تصوف کی اصطلاحات کو بیان کیا گیا اور بزرگوں کے حالات بھی دیئے گئے ہیں۔ کتاب کا طرز بیان انتہائی آسان فہم، دلکش اور عمدہ ہے۔ باب کا آغاز قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہیں پھر شیوخ کے اقوال اور افعال سے اسے مزین کرتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دُعا ہے کہ وہ اس ترجمے کو قبول فرمائے اور اس کی ذات ہم سے ایسے کام کرواتی رہے۔ آمین

والسلام

محسن فقری

ادارہ پیغام القرآن

اظہارِ مقصد

برادرانِ گرامی قدر! علمائے تصوف، علومِ الٰہیہ ونبویہ سے متعلق علوم کے درجات میں تیسرے اور اعلیٰ درجے سے تعلق رکھتے ہیں، پہلے درجہ میں محدثین، دوسرے میں فقہاء اور تیسرے درجے میں یہ اہل حقائق لوگ آتے ہیں۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلوق سے متعلق علوم سے انہی تین طبقات کا تعلق ہے اور ہر ایک طبقہ اپنے اپنے فرائض منصبی بلاکم وکاست نبھاتا چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ نبھاتا چلا جائے گا۔ محدثین حضرات نے حتی المقدور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث تلاش کرنے میں کوتاہی روا نہیں رکھی خواہ انہیں میلوں ہی کا سفر کیوں نہ کرنا پڑا ہو اور خواہ کسی بھی دشواری سے گزرنا نہ پڑا ہو، فجزاہم اللہ خیراً۔ یہ ذخیرہ جمع ہو جاتا ہے تو فقہاء کے سامنے آجاتا ہے۔ فقہاء کرام تمام ذخیرۂ احادیث سامنے رکھ کر خداداد صلاحیتوں کے بل بوتے پر اس میں غور وفکر شروع کیا، ایک ایک حدیث پر توجہ دی، اس کے ہر پہلو پر نظر دوڑائی اور پورے ذخیرۂ احادیث کو کتاب اللہ کے سامنے رکھ کر پرکھنا شروع کیا اور قرآن کو امت کے لئے قابل عمل بنانے کے سعی شروع کی، آیات قرآنیہ کی وضاحت احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں بیان کرتے چلے گئے، اسی دوران ان کے سامنے بے شمار ایسی احادیث بھی آئیں جو خود باہم متصادم اور قرآن سے بظاہر ٹکرائی تھیں چنانچہ ان پاکباز حضرات نے تصادم کے حل کے لئے ایسے اصول مرتب کردیئے جن کی بناء پر یہ تصادم کافور ہوگیا اور قرآن کریم رہتی دنیا تک کے لئے قابل عمل بن گیا، فقہاء نے اس سلسلے میں جو کاوشیں کیں اور لائق تحسین ومحیر العقول کارنامے سرانجام دیئے، اس کی اہمیت کا اندازہ بہت عرصہ قبل سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ایک ہزار عبادت گزار کے مقابلے میں ایک فقیہ شخص شیطان پر بہت زیادہ بھاری ہوتا ہے) فجزاہم اللہ خیراً۔

مقبولانِ بارگاہِ خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو طبقات کے بعد طبقۂ صوفیہ کا مقام آتا ہے، یہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تین علوم میں سے دو قابل عمل علوم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں اور قرآن وحدیث کے اسرار کی واقفیت کی بناء پر اہل حقائق شمار ہوتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہیں ان کی وجہ سے رزق ملتا ہے، اور انہی کی وجہ سے بارشیں ہوتی ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (بہت سے ایسے لوگ نظر آئیں گے، جن کے بال بکھرے ہوں گے، غبار آلود ہوں گے، لوگوں کے دروازوں سے انہیں دھکے تک دیئے جائیں گے لیکن اگر یہ اللہ کو کسی بات کی قسم دے دیں گے تو اللہ تعالیٰ وہ قسم پوری فرمادے گا)۔

پیش نظر کتاب ''رسالہ قشیریہ'' میں اسی علم تصوف کا ذکر ہے اور اسی پاکباز طبقے کا ذکر ہوا ہے یہ رسالہ روئے زمین پر پڑھا

جانے والا ہے اور ہزار سال سے زیادہ عرصہ گزرا کہ اپنا سکہ جمائے ہوئے ہے' ادارہ پیغام القرآن والوں نے اس کے ترجمہ کی فرمائش کی تو میں زیر بار سا آ گیا لیکن اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسل کا نام لے کر اپنے با کرامت استاذِ گرامی حضرت فقیہہ اعظم مفتی ابوالخیر محمد نوراللہ نعیمی رحمہ اللہ (صاحب فتاویٰ نوریہ) کے روحانی اکتساب کے سہارے ترجمہ شروع کر دیا جو الحمد اللہ اٹھائیس دنوں میں مکمل ہو گیا۔ آپ اس رسالہ کو مدینہ منورہ میں قیام کے دوران پڑھاتے رہے تھے اور میرے یقین کے مطابق اس طبقہ سے گہرا تعلق رکھتے تھے۔ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ۔

حضرت قشیری رحمہ اللہ کے قدرے حالات کے لئے میں نے حضرت فقیہ اعظم کے لختِ جگر حضرت صاحبزادہ مفتی محمد محبّ اللہ نوری مدظلہ سے درخواست کی تو انہوں نے بے حساب مصروفیات کے باوجود نہایت اشتیاق دکھاتے ہوئے مستند حالات تحریر فرما دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت فرمائے اور ان کی علمی، تحریری و تقریری کاوشوں کو قبول فرمائے۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

جناب عالم فقری صاحب کے صاجزادگان بالخصوص محمد محسن صاحب سے پر امید ہوں کہ ترجمہ کو خوبصورت طور پر شائع کریں گے۔ رسالہ کا ہر ذی ہوش قاری اسے پڑھ کر اپنی زندگی میں تبدیلی لاتے ہوئے مقبولِ بارگاہِ خدا اور رسول کا شرف حاصل کر سکے گا۔ انشاء اللہ۔

شاہ محمد چشتی سیالوی
(فاضلِ درس نظامی)
محلّہ محمود پورہ قصور
0492772040

27 مارچ 2007ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام قشیریؒ ---ایک تعارف

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں جن باکمال مشاہیر کا دنیائے علم وفضل میں نام روشن ہوا، ان میں امام قشیری علیہ الرحمہ کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز ہے---علوم وفنون میں جامعیت ومہارت، تصوف وطریقت اور باطنی وروحانی امور پر عبور، ذکاوت و فطانت، نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی میں اپنی نظیر آپ تھے---

نام ونسب

نامِ نامی، اسم گرامی ''عبدالکریم''، کنیت ''ابوالقاسم'' اور لقب ''زین الاسلام'' ہے---

آپ کے ہم عصر خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) نے نسب یوں بیان کیا ہے:

''عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ هُوَازِن بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ طَلْحَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ اَبُو الْقَاسِمِ الْقُشَيْرِيُّ النِّيْسَابُوْرِیّ''---[۱]

ذہبی (م۷۴۸ھ) نے آپ کو امام، زاہد، قدوہ، استاذ، صوفی اور مفسر کے القاب سے یاد کیا ہے---[۲]

آپ کے آباء واجداد عرب سے ہجرت کر کے خراسان کے گردونواح میں آباد ہو گئے تھے[۳] خراسان کا دارالحکومت نیشاپور تھا، اس کے قریب استوا نامی ایک بڑا قصبہ تھا، جس میں ربیع الاوّل ۳۷۶ھ میں آپ کی ولادت ہوئی[۴] اسی نسبت سے آپ کو نیشاپوری کہا جاتا ہے اور قشیر بن کعب سے منسوب عرب کے ایک بڑے قبیلے سے خاندانی تعلق کی بنا پر قشیری کہلائے---[۵]

آپ والد کی جانب سے قشیری اور والدہ کی جانب سے سلمی[۶] ہیں---آپ کے ماموں ابوعقیل سلمی علاقہ استوا کے سرکردہ زمینداروں میں سے تھے---[۷]

تعلیم وتربیت

امام ابوالقاسم قشیری علیہ الرحمہ کے سر سے باپ کا سایہ بچپن میں ہی اٹھ گیا تھا، چناں چہ آپ ابوالقاسم الیمانی کے پاس جا پہنچے اور ان سے ادب اور عربی زبان پڑھی، اسی طرح دیگر حضرات سے بھی استفادہ کیا---[۸]

بچپن ہی سے حساس طبع واقع ہوئے، انھوں نے دیکھا کہ حکومت کی طرف سے گاؤں پر بھاری ٹیکس (لگان) عائد ہے، جس سے زمین دار اور علاقہ کے لوگ پریشان ہیں، تو آپ نے یہ عزم کر لیا کہ نیشاپور جا کر حساب میں مہارت حاصل کروں گا اور محکمہ استیفاء میں

ملازمت اختیار کر کے گاؤں والوں کو بھاری لگان سے نجات دلاؤں گا---چناں چہ آپ نیشاپور جا پہنچے---[۹]

گھر سے دنیوی مفاد کے لیے نکلے تھے، تب انھیں دنیاداروں سے میل جول رکھنا پسند تھا[۱۰] مگر منشائے الٰہی یہ تھا کہ انھیں دین کا امام بنایا جائے، چناں چہ نیشاپور پہنچے تو اتفاقاً وہاں کے جلیل القدر عالم، امام اور صاحب کشف وکرامت بزرگ، شیخ ابوعلی حسن بن علی الدقاق نیشاپوری (م ۴۰۶ھ) کی مجلس سے گزر ہوا، شیخ دقاق کا اثر آفرین کلام دل میں یوں گھر کر گیا کہ حساب سیکھنے اور سرکاری ملازمت کا خیال محو ہو گیا---[۱۱]

شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی فراست سے ان میں نجابت کے آثار ملاحظہ کیے تو اپنی بلند ہمتی سے انھیں اپنا گرویدہ بنالیا---[۱۲]

چوں کہ تصوف وطریقت کی اساس شریعت ہے، اس لیے شیخ نے حکم دیا کہ پہلے دینی علوم حاصل کرو، چناں چہ آپ کے مشورہ سے قشیری، ابوبکر محمد بن ابوبکر طوسی کے درس میں شامل ہو گئے اور ان سے فقہ پڑھی، علم اصول کے ماہر امام استاذ ابوبکر بن فورک سے علم اصول میں مہارت حاصل کی، یہاں تک کہ ان کے تلامذہ میں اپنے علم وفضل کے لحاظ سے سب سے ممتاز مقام حاصل کیا---اصول فقہ بھی انھی سے پڑھا---ابن فورک کی وفات کے بعد استاذ ابواسحاق اسفرائنی کے حلقہ درس میں شریک ہو گئے، کافی دن گزرے تو استاذ نے محسوس کیا کہ قشیری صرف درس سنتے ہیں، علمی افادات کو ضبط تحریر میں نہیں لاتے، اس طرح تو اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں---ایک دن امام قشیری کو سمجھایا کہ یہ علم محض سماعت سے حاصل نہیں ہوتا، اسے جب تک ضبط تحریر میں نہ لایا جائے، محفوظ نہیں رہتا---یہ سنتے ہی قشیری نے جو کچھ استاذ ابواسحاق سے سنا تھا، من وعن ان کے سامنے دہرا دیا، تب استاذ پر ان کی علمی لیاقت، مقام ومرتبت اور قدر ومنزلت آشکارا ہوئی اور فرمایا:

"مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس مقام پر پہنچ چکے ہو، تمھیں شریک درس ہونے کی حاجت نہیں ہے، میری تصانیف کا مطالعہ ہی تمہارے لیے کافی ہے"---

امام قشیری نے اپنے دونوں اساتذہ امام اسفرائنی اور ابن فورک کے طریقوں سے رہنمائی لے کر ایک جامع طریق وضع کیا، اس کے بعد آپ نے قاضی ابوبکر بن طیب کی کتب کا مطالعہ کیا---[۱۳]

امام قشیری عقائد میں اشعری (حضرت ابوالحسن اشعری کے پیروکار) تھے اور فقہ میں شافعی المذہب تھے، جیسا کہ ان کے معاصر خطیب بغدادی تحریر کرتے ہیں:

وَ کَانَ یَعْرِفُ الْاُصُوْلَ عَلٰی مَذْھَبِ الْاَشْعَرِیِّ وَ الْفُرُوْعَ عَلٰی مَذْھَبِ الشَّافِعِیِّ---[۱۴]

بیعت

امام قشیری دیگر اساتذہ سے مستفیض ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت شیخ ابوعلی دقاق کی مجالس میں بھی باقاعدہ شریک ہوتے رہے اور یوں علمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ طریقت وتصوف اور معرفت وحقیقت کی منازل بھی طے ہوتی رہیں اور ظاہری علوم سے فراغت کے بعد فقر ودرویشی کی راہ اختیار کی---شیخ دقاق کے دست حق پرست پر بیعت تھے[۱۵] اپنے شیخ کی زبانی اپنا سلسلہ طریقت بیان کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

كَانَ الْاُسْتَاذُ اَبُوْ عَلِی یَقُوْلُ: اَخَذْتُ هٰذَا الطَّرِیْقَ عَنِ النَّصرِ آبَاذِیّ وَ النَّصر آبَاذِیُّ عَنِ الشِّبْلِیِّ وَ الشِّبْلِیُّ عَنِ الْجُنَیْدِ وَ الْجُنَیْدُ عَنِ السَّرِیّ وَ السَّرِیُّ عَنْ مَعْرُوْفِ الْکَرْخِیّ وَ مَعْرُوْف الْکَرْخِیُّ عَنْ دَاوٗدَ الطَّائِیّ وَ دَاوٗدُ الطَّائِیُّ لَقِیَ التَّابِعِیْنَ---[۱۶]

''استاذ ابوعلی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے طریقِ تصوف نصر آبادی سے حاصل کیا، انھوں نے شبلی سے، ابوبکر شبلی نے جنید بغدادی سے، جنید بغدادی نے سری سقطی سے، انھوں نے معروف کرخی سے اور معروف کرخی نے داؤد طائی سے حاصل کیا، جب کہ داؤد طائی کی ملاقات تابعین سے تھی''---

شیخ ومرشد کا ادب

امام قشیری کو اپنے شیخ ومرشد سے بڑی عقیدت ومحبت تھی، رسالہ قشیریہ میں ان کا ذکر والہانہ انداز میں کرتے ہوئے ہر جگہ ان کے ساتھ استاذ کا اضافہ کرتے ہیں---

فقرودرویشی کی راہ میں ادب کو بڑی اہمیت حاصل ہے، منزلِ مراد تک وہی پہنچتے ہیں جو ادب آشنا ہوں، جب کہ بے ادب باطنی وروحانی نعمتوں سے محروم رہتے ہیں---امام قشیری نے بھی صاحبانِ طریقت کی راہ اپناتے ہوئے پاسِ ادب ہمیشہ لازم رکھا---چناں چہ شیخ سے عقیدت کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''ابتدائی دور میں جب بھی شیخ کے ہاں جانے کا ارادہ کرتا، اس دن روزہ رکھتا، پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہوتا---بارہا ایسا بھی ہوا، مدرسہ کے دروازے تک پہنچ جاتا مگر شرم وحیا کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکتا اور وہیں سے لوٹ آتا اور اگر کبھی ہمت کر کے اندر داخل ہو جاتا تو بدن پر کپکپی کی کیفیت طاری ہو جاتی، ایسے میں اگر مجھے سوئی بھی چبھو دی جاتی تو شاید اسے محسوس نہ کر پاتا---اگر کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یا کسی اشکال کے بارے میں استفسار کرنا ہوتا تو حاضری کے وقت لب کشائی کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، شیخ ومرشد از خود ان مسائل کی تشریح فرما دیتے---یہ معاملہ میرے ساتھ کئی بار ہوا، میں اکثر سوچا کرتا کہ اگر بالفرض اللہ تعالیٰ اس وقت اپنی مخلوق کی طرف کوئی رسول بھیج دے تو کیا میرے لیے اس سے بڑھ کر تعظیم ممکن ہوگی؟ میرے تصور میں بھی یہ بات نہ آتی کہ ایسا ممکن بھی ہو سکتا ہے''---[۱۷]

امام قشیری پر ان کے شیخ استاذ ابوعلی دقاق کی خاص نظرِ عنایت تھی، روحانی قرب کے علاوہ رشتہ داری کا تعلق بھی ہو گیا، شیخ دقاق نے ان کی لیاقت وقابلیت کے پیش نظر اپنی صاحبزادی فاطمہ کا عقد قشیری سے کر دیا تھا[۱۸] حالاں کہ ان کے اپنے رشتہ داروں میں صالح نوجوانوں کی کمی نہ تھی---[۱۹]

قشیری کہتے ہیں کہ اس قدر قرب کے باوجود کیا مجال کہ کبھی کسی قسم کے اعتراض کا دل میں خیال بھی پیدا ہوا ہو، یہاں تک کہ ان

کاوصال ہوگیا---[۲۰]

شیخ دقاق کی وفات کے بعد امام عبدالرحمٰن سلمی کی صحبت اختیار کی، یہاں تک کہ اہل خراسان نے ان کے علم وفضل کی بناپر انھیں استاذ تسلیم کرلیا---[۲۱]

جامعیت

امام قشیری نے اکابر اساتذہ کی صحبت اور اپنی خداداد ذہانت وقابلیت سے وہ کمال حاصل کیا کہ باید وشاید---وہ جامع شخصیت کے مالک تھے، ان کی ذات میں اس قدر گوناگوں اور متنوع علوم وفنون جمع ہوگئے تھے کہ کسی فرد واحد میں اتنے علوم کا جمع ہوجانا بظاہر ممکن دکھائی نہیں دیتا---وہ بلاشبہہ اس شعر کے مصداق تھے:

لَیْسَ عَلَی اللّٰہِ بِمُسْتَنْکَر
اَنْ یَجْمَعَ الْعَالَمَ فِیْ وَاحِدٖ

''اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے بعید نہیں کہ وہ تمام مخلوق کی خوبیاں ایک شخص میں جمع کردے''----

حافظ ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) ان کی جلالتِ شان یوں بیان کرتے ہیں:

كَانَ اِمَامًا ، فَقِيهًا ، اُصُولِيًّا ، مُفَسِّرًا ، كَاتِبًا ، ذَا فَضَائِلَ جُمَّة---[۲۲]

''قشیری امام، فقیہ، اصولی، مفسر، کاتب اور گوناگوں اوصاف حسنہ سے متصف تھے''---

امام سبکی (م ۷۷۱ھ) رقم طراز ہیں:

كَانَ فَقِيهًا بَارِعًا، اُصُولِيًّا، مُحَقِّقًا، مُتَكَلِّمًا، سَنِيًّا مُحَدِّثًا، حَافِظًا، مُفَسِّرًا، مُقَنِّنًا، نَحْوِيًّا، لُغَوِيًّا، اَدِيبًا، كَاتِبًا، شَاعِرًا، مَلِيحَ الْخَطِّ جِدًّا، شُجَاعًا، بَطَلًا، لَهٗ فِي الْفُرُوسِيَّةِ وَ اسْتِعْمَالِ السِّلَاحِ الْآثَارُ الْجَمِيلَةُ، اَجْمَعَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَنَّهٗ سَيِّدُ زَمَانِهٖ وَ قُدْوَةُ وَقْتِهٖ وَ بَرَكَةُ الْمُسْلِمِينَ فِي ذٰلِكَ الْعَصْرِ---[۲۳]

''آپ یگانہ روزگار فقیہ، اصولی، محقق، متکلم، عالی مرتبت محدث، حافظ، مفسر، مقنن، نحوی، ماہر لغات، لغت و زبان پر دسترس رکھنے والے ادیب، کاتب اور شاعر تھے، خط میں بہت خوب صورتی اور نفاست تھی، بہادر، دلیر، گھڑسواری اور اسلحہ کے استعمال کے ماہر تھے (اور اس سلسلے میں ان مٹ نقوش ثبت کیے) آپ کے ہم عصر اس بات پر متفق ہیں کہ وہ اپنے زمانہ کے سردار اور امام وقت تھے، اہل اسلام کے لیے ان کا وجود سراسر باعث خیر وبرکت تھا''---

الغرض علوم وفنون کا کوئی ایسا قابل ذکر شعبہ نہ تھا جس میں آپ کو یدطولیٰ حاصل نہ ہو---

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی گواہی

امام قشیری کے معاصر اور طریقت وتصوف کے تاج دار حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز آپ کے علم وفضل کی جامعیت وہمہ گیریت کی یوں شہادت دیتے ہیں:

استاذ امام و زین الاسلام عبد الکریم ابوالقاسم بن ہوازن القشیری ﷺ اندر زمانِ خود بدیع بود و قدرش رفیع و منزلت بزرگ و معلوم است اہلِ زمانہ را از روزگار او و انواعِ فضلش اندر ہر فن، وی را لطائف بسیار ست---[۲۴]

''استاذ وامام، زینتِ اسلام عبد الکریم بن ہوازن قشیری ﷺ اپنے زمانے میں نادر الوجود اور رفیع القدر بزرگ ہیں، اہلِ زمانہ آپ کے علم وفضل، مقام ومرتبے اور محامد ومناقب سے پوری طرح آگاہ ہیں، ہر فن میں آپ کے بیان کردہ علمی لطائف ونکات بے شمار ہیں''----

قشیری کے ایک اور ہم عصر علی بن حسن الباخرزی (م ۴۶۷ھ) اپنی تصنیف ''دمیة القصر''میں بیان کرتے ہیں:

خَارِجٌ فِیْ اِحَاطَتِہٖ بِالْعُلُوْمِ عَلَی الْحَدِّ الْبَشَرِیِّ---[۲۵]

''آپ کے علوم کا احاطہ کرنا انسانی بساط سے باہر ہے''---

فقر وتصوف

علومِ ظاہری سے فراغت پا کر خانقاہِ فقر وتصوف میں قدم رکھا اور اپنے مشائخ کے طریقہ کے مطابق خلقِ خدا کی رہنمائی، تطہیر قلوب اور صفائے باطن کا فریضہ انجام دیتے رہے---آپ نے راہِ تصوف پر گامزن ہونے والوں کی رہنمائی کے لیے ایک رسالہ تصنیف کیا، جسے رسالہ قشیریہ کے نام سے شہرتِ دوام اور مقبولیت خاص وعام حاصل ہے---اس تصنیف میں آپ نے جہاں تصوف کی اہمیت وضرورت پر روشنی ڈالی، وہیں بڑی شدت کے ساتھ اس حقیقت کو واضح کیا کہ بغیر شریعتِ مطہرہ کی پاس داری کے، تصوف وطریقت کی کوئی وقعت نہیں ہے---فرماتے ہیں:

اَلشَّرِیْعَةُ اَمْرٌ بِالْتِزَامِ الْعُبُوْدِیَّةِ وَ الْحَقِیْقَةُ مُشَاهَدَةُ الرُّبُوْبِیَّةِ فَكُلُّ شَرِیْعَةٍ غَیْرِ مُؤَیَّدَةٍ بِالْحَقِیْقَةِ فَغَیْرُ مَقْبُوْلٍ وَ كُلُّ حَقِیْقَةٍ غَیْرِ مُقَیَّدَةٍ بِالشَّرِیْعَةِ فَغَیْرُ مَحْصُوْلٍ---[۲۶]

''شریعت نام ہے حکم عبودیت کے التزام کا اور حقیقت نام ہے مشاہدۂ ربوبیت کا---لہٰذا جس شریعت کو حقیقت کی تائید حاصل نہ ہو، وہ غیر مقبول ہے اور جو حقیقت شریعت کی پابند نہیں، لا حاصل ہے''---

فقر وتصوف میں آپ کے مقام ومرتبہ کے حوالے سے ذہبی رقم طراز ہیں:

وَ انْتَهَتْ اِلَیْهِ رِیَاسَةُ التَّصَوُّفِ فِیْ زَمَانِهٖ لِمَا آتَاهُ اللّٰهُ مِنَ الْاَحْوَالِ وَ الْمُجَاهَدَاتِ وَ تَرْبِیَةِ

الْمُرِيدِيْنَ وَ تَذْكِيرِهِمْ وَ عِبَارَاتِهِمِ الْعَذْبَةِ، فَكَانَ عَدِيمَ النَّظِيرِ فِي ذٰلِكَ طَيِّبَ النَّفْسِ، لَطِيفَ الْإِشَارَةِ، غَوَّاصًا عَلَى الْمَعَانِي ---[۲۷]

''(قشیری) اپنے زمانہ میں اقلیم تصوف کے بے تاج بادشاہ تھے--- اللہ تعالیٰ نے آپ کو سخت ترین ریاضت و مجاہدہ کی ہمت ارزانی فرمائی، مریدین کی تربیت اور انھیں پند و نصائح کرنے اور عمدہ عبارتوں کے بیان میں عدیم النظیر تھے--- پاکیزہ نفس، نفیس اشارات و نکات کے ذریعے معانی کی تہ تک پہنچ جانے والے نکتہ رس تھے''---

آپ تصوف و طریقت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے کہ آپ کی نظر میں متاعِ دنیا کی کوئی حیثیت نہ تھی--- عارفِ کامل مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۸۹۸ھ) تحریر کرتے ہیں:

''صاحبِ کشف المحجوب فرماتے ہیں، میں نے ایک بار قشیری سے دریافت کیا کہ طریقت و تصوف میں آپ کے ابتدائی احوال کیا تھے؟ فرمایا: مجھے ایک بار گھر میں کھڑکی کے لیے ایک پتھر کی ضرورت پڑی، جس پتھر کو اٹھاتا وہ گوہر بن جاتا، میں اسے پھینک دیتا''---

حضرت داتا صاحب فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے نزدیک گوہر اور پتھر دونوں برابر تھے، بلکہ ایک لحاظ سے وہ پتھر کو گوہر سے بہتر سمجھتے تھے--- اس لیے کہ انھیں پتھر کی ضرورت تھی، گوہر سے دل چسپی نہ تھی''---[۲۸]

امام قشیری نے اپنی رضا کو رضائے الٰہی کے تابع کر دیا تھا، حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری لکھتے ہیں کہ میں نے استاذ ابوالقاسم قشیری کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

مردماں اندر فقر و غنا ہر کسی سخن گفته اند و خود را چیزی اختیار کرده و من آں اختیار کنم که حق مرا اختیار کند و من را اندراں نگاه دارد، اگر تونگر دادم غافل نه باشم و اگر درویش خواہدم حریص و معرض نباشم---[۲۹]

''فقر و غنا کے بارے میں لوگوں کی مختلف آراء ہیں، کسی نے ایک چیز کو اختیار کیا، کسی نے دوسری کو، لیکن میں وہ چیز اختیار کرتا ہوں جسے اللہ میرے لیے اختیار کرے اور جس حال میں مجھے رکھے، اگر صاحب دولت بنائے تو مجھے اپنی یاد سے غافل نہ کرے اور اگر فقیر رکھے تو حریص و نافرمان ہونے سے محفوظ رکھے''----

موعظت

تحصیلِ علم سے فراغت پا کر ترویج تصوف کے ساتھ آپ نے وعظ و نصیحت کے ذریعے تبلیغِ دین کا کام سرانجام دینا شروع

کیا---اس سلسلے میں آپ نے سنتِ نبوی پر عمل پیرا ہو کر اس قرآنی حکم کو اپنا رہنما اصول بنایا:
﴿اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَ الْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ---[۳۰]
''اپنے رب کے راستہ کی طرف (لوگوں کو) بلایئے، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ''---
اپنے شیخ حضرت ابو علی دقاق کی حیاتِ مبارکہ ہی میں مجالسِ وعظ کا آغاز کر دیا تھا---خود بیان کرتے ہیں:
''میں مسجد المطرز میں وعظ کیا کرتا تھا، ایک بار ''نسا'' جانے کا ارادہ کیا، شیخ سے اجازت لیتے ہوئے خیال آیا، کیا ہی اچھا ہو کہ میری عدم موجودگی میں شیخ میری جگہ وعظ فرما دیا کریں---یہ سوچ ہی رہا تھا کہ آپ نے از خود فرمایا:
''تمہاری جگہ میں وعظ کر دیا کروں گا''---
کچھ دیر بعد مجھے حضرت کی علالت کی وجہ سے خیال آیا کہ ہفتہ میں دو دفعہ مجالسِ وعظ قائم کرنے میں آپ کو تکلیف ہوگی، ایک ہی بار مجلس ہو جائے تو بہتر ہے---اس پر آپ نے مجھے فرمایا:
''اگر دو دن نہ ہو سکا تو ہفتہ میں ایک دن وعظ کیا کروں گا''---[۳۱]
آپ وعظ میں اپنے زمانہ کے امام تسلیم کیے جاتے تھے---خطیب بغدادی لکھتے ہیں:
کَانَ ثِقَۃً وَ کَانَ یَقُصُّ وَ کَانَ حَسَنَ الْمَوْعِظَۃِ وَ مَلِیْحَ الْاِشَارَۃِ---[۳۲]
''آپ ثقہ اور واعظ خوش بیان تھے اور نفیس اشارات و نکات بیان کیا کرتے''---
سبکی لکھتے ہیں:
اَمَّا الْمَجَالِسُ فِی التَّذْکِیْرِ .... اَجْمَعَ اَھْلُ الْعَصْرِ عَلٰی اَنَّہٗ عَدِیْمُ النَّظِیْرِ---[۳۳]
''آپ کی مجالسِ وعظ و نصیحت کے بارے میں آپ کے معاصرین کا اجماع ہے کہ آپ اس فن میں عدیم النظیر تھے''---
امام قشیری علیہ الرحمہ ایک بار مرو کے قاضی کی مجلس میں تشریف لے گئے---قاضی نے جوں ہی آپ کو دیکھا، اٹھ کھڑا ہوا اور اپنا تکیہ آپ کے بیٹھنے کے لیے پیش کیا، پھر کہا:
''لوگو! ایک سال میں حج کے لیے گیا، اتفاق سے اُس سال یہ امامِ کبیر بھی حج کے لیے گئے ہوئے تھے---اس سال کو ''سنة القضاة'' کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس سال دور دراز کے علاقوں سے چار سو قاضی اور امام حج کو آئے تھے---وہاں یہ سوال پیدا ہوا کہ اتنے جلیل القدر علماء و ائمہ میں سے حرم میں خطاب کون کرے؟ سب نے اس پر اتفاق کیا کہ استاذ ابو القاسم قشیری ہی خطاب کے اہل ہیں---چناں چہ باتفاقِ آراء

حرم شریف میں خطاب کا اعزاز آپ ہی کو حاصل ہوا'' ---[۳۴]

امام ذہبی، استاذ قشیری کے ایک معاصر علی بن حسن الباخرزی کی کتاب دمیة القصر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

فَلَوْ قَرَعَ الصَّخْرِ بِسَوْطِ تَحْذِيرِهِ لَذَابَ، وَلَوْ رُبِطَ اِبْلِيْسُ فِي مَجْلِسِهِ لَتَابَ ---[۳۵]

''اگر ان کی تقریر (کے تازیانہ تحذیر) سے پتھر بھی ٹکرائے تو موم بن جائے اور اگر شیطان ان کی مجلس میں باندھ دیا جائے تو تائب ہو جائے'' ---

انھی خصوصیات کی بنا پر آپ کو فنِ خطابت و موعظت کا امام تسلیم کیا جاتا تھا --- جیسا کہ امام یافعی (م ۷۶۸ھ) لکھتے ہیں:

اَمَّا مَجَالِسُ الْوَعْظِ وَ التَّذْكِيرِ فَهُوَ اِمَامُهَا الْمُنْفَرِدُ بِهَا ---[۳۶]

''آپ وعظ و نصیحت کی مجالس کے ممتاز و یگانہ امام تھے'' ---

بحیثیت محدث

گزشتہ سطور سے واضح و ظاہر ہے، امام قشیری جملہ علوم و فنون میں یکہ و طاق تھے، ہر چند کہ تصوف و طریقت کے حوالے سے ان کا زیادہ شہرہ تھا، تاہم بحیثیت محدث بھی ان کا مقام ممتاز و منفرد تھا --- انھوں نے احمد بن محمد بن عمر الخفاف، محمد بن احمد بن عبدوس المکی، ابونعیم عبدالملک بن حسن اسفرائنی، عبدالرحمٰن بن ابراہیم المزکی، محمد بن حسن بن فورک، حاکم ابوعبداللہ بن البیع، محمد بن حسنین علوی اور ابوعبدالرحمٰن سلمی ایسے اکابر محدثین سے حدیث کا سماع کیا ---[۳۷]

علاوہ ازیں سفر حج کے موقع پر امام الحرمین کے والد شیخ ابومحمد الجوینی اور مشہور محدث احمد بن حسین البیہقی اور دیگر رفقاء کی معیت میں حجاز مقدس اور بغدادِ معلّٰی کے جلیل القدر محدثین سے سماعِ حدیث کا موقع ملا ---[۳۸]

۴۳۷ھ میں املاء حدیث کے لیے باقاعدہ مجلس کا آغاز کیا ---[۳۹]

۴۴۸ھ میں بغداد کا دورہ کیا، اس سے کوئی گیارہ سال پہلے رسالہ تصنیف کر چکے تھے --- آپ کی اس معرکۃ الآراء تصنیف کی شہرت اکنافِ عالم میں پہنچ چکی تھی --- بغداد اس وقت عروس البلاد اور مرکز علم و عرفان تھا --- تشنگانِ علم اور صاحبانِ فضل کا یہاں جم غفیر تھا --- قشیری بغداد پہنچے تو طالبانِ حدیث نے آپ کی طرف رجوع کیا --- خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

قَدِمَ عَلَيْنَا فِي سَنَةِ ثَمَانٍ وَّ اَرْبَعِيْنَ وَ اَرْبَعِ مِائَةٍ، وَ حَدَّثَ بِبَغْدَادَ وَ كَتَبْنَا عَنْهُ وَ كَانَ ثِقَةً ---[۴۰]

''قشیری ۴۴۸ھ میں بغداد تشریف لائے اور حدیثوں کی روایت کی، ہم نے بھی ان سے حدیثیں لکھیں، آپ ثقہ تھے'' ---

تلامذہ میں آپ کے صاحبزادے عبدالمنعم، پوتے ابوالاسعد ھبۃ الرحمٰن، ابوعبداللہ فراوی، زاہر شحامی، عبدالوہاب بن شاہ شاذیاخی، وجیہ شحامی، عبدالجبار خواری، عبدالرحمٰن بن عبداللہ بحیری اور قدیم محدثین میں سے ابوبکر خطیب بغدادی کے اسماء بطورِ خاص

قابلِ ذکر ہیں---[۴۱]

درسِ حدیث کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا---آپ کی کتب و تصانیف اور احادیث کی سماعت و قراءت کے لیے لوگ جوق در جوق آپ کے پاس حاضر ہوتے---آپ سے فیض یافتگان کی تعداد ہزاروں میں ہے---[۴۲]

تصانیف

آپ صاحب تصانیف بزرگ ہیں---حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اندر ہر فن وی را لطائف بسیار ست و تصانیف نفیس جملہ با تحقیق و خداوند تعالیٰ حال و زمان او را از حشو محفوظ گردانیدہ بود---[۴۳]

''ہر فن میں آپ کے بیان کردہ علمی نکات و اشارات بے شمار ہیں اور آپ کی تمام تصانیف انتہائی نفیس اور تحقیقی ہیں--- اللہ تعالیٰ نے آپ کے باطنی احوال اور زبان کو حشو و زوائد سے پوری طرح محفوظ کیا ہے''---

آپ نے متعدد تصانیف کیں---امام سبکی نے تیرہ (۱۳) کتابوں کے نام دیے ہیں:

۱ تفسیرِ کبیر
۲ الرسالہ (رسالہ قشیریہ کے نام سے مشہور)
۳ التحبیر فی التذکیر
۴ آداب الصوفیة
۵ لطائف الاشارات
۶ کتاب الجواہر
۷ عیون الاجوبة فی فنون الأسألة
۸ کتاب المناجاة
۹ کتاب نکت اولی النہی
۱۰ کتاب نحو القلوب (کبیر)
۱۱ کتاب نحو القلوب (صغیر)
۱۲ احکام السماع
۱۳ اربعین فی الحدیث

ان کتابوں کے نام لکھنے کے بعد امام سبکی نے ''و غیر ذٰلك'' کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی تصانیف ہیں---[۴۴]

تفسیر کبیر غالباً آپ کی پہلی تصنیف ہے، جسے آپ نے ۴۱۶ھ سے پہلے تحریر کیا، اس تفسیر کا اصل نام ''التیسیر فی علم التفسیر'' ہے---[۴۵]

اس تفسیر کے بارے میں ابن خلکان [۴۶]، امام یافعی [۴۷]، امام سبکی [۴۸] وغیرہ علماء محدثین نے صراحت کی ہے:

وَهُوَ مِنْ اَجْوَدِ التَّفَاسِيْرِ---

''یہ سب سے عمدہ تفاسیر میں سے ہے''---

شادی

امام قشیری کی شادی ان کے شیخ استاذ ابوعلی دقاق نے اپنی صاحب زادی فاطمہ سے کر دی تھی--- شیخ نے ان کی بڑی اعلیٰ تربیت کی تھی---ابن العماد (م۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

كَانَتْ كَبِيْرَةَ الْقَدْرِ عَالِيَةَ الْإِسْنَادِ مِنْ عَوَابِدِ زَمَانِهَا........---

''آپ بڑی قدر ومنزلت والی، عالی اسناد، اپنے زمانہ کی عابدہ خاتون تھیں''---

انھوں نے ابونعیم اسفرائنی، علوی، حاکم اور کئی دیگر محدثین سے حدیث کی روایت کی ہے---نوے (۹۰) سال کی عمر میں ذیقعدہ ۴۸۰ھ میں وصال فرمایا---[۴۹]

آپ کی بیوی فاطمہ کے بطن سے چھ (۶) صاحبزادے پیدا ہوئے---[۵۰]

ڈاکٹر محمد استعلامی کہتے ہیں:

''فاطمہ کے علاوہ ان کی ایک اور بیوی بھی تھیں، دونوں بیویوں سے اولاد میں چھ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں تولد ہوئیں''---[۵۱]

ظن غالب ہے کہ صاحبزادیاں دوسری بیوی کے بطن سے تھیں---

اولاد امجاد

امام قشیری کے تمام صاحبزادے عالم، فاضل، متقی اور اوصاف حمیدہ کے مالک تھے---صاحبزادوں کے اسماءِ گرامی یہ ہیں:

1) ابو سعد عبد اللّٰہ

یہ سب سے بڑے صاحبزادے تھے[۵۲] یہ امام کبیر تھے---آپ کے اوصاف حمیدہ کا احاطہ کسی انسان کے بس میں نہیں--- استاذ قشیری ان کی بہت عزت کرتے اور ان سے اپنے ہم عمروں کی طرح پیش آتے---[۵۳]

ذہبی لکھتے ہیں:

كَانَ زَاهِدًا متألها، مُتَصَوِّفًا، كَبِيْرَ الْقَدْرِ، ذَا عِلْمٍ وَ عِرْفَانٍ---[۵۴]

''آپ زاہد، عابد، صوفی، بڑی عزت وقدر والے اور صاحب علم وعرفان وذکاوت تھے''---

اپنی والدہ سیدہ فاطمہ سے چار سال پہلے ذی قعدہ ۴۷۷ھ میں ساٹھ (۶۰) سال کی عمر میں وفات پائی---[۵۵]

2) ابو سعید عبد الواحد

آپ عالم، فاضل اور صالح تھے[۵۶] آپ کا لقب ''رکن الاسلام'' ہے---بچپن ہی سے علم اور عبادت میں محو ہو گئے--- تلاوتِ قرآن باقاعدگی سے کرتے---جامع منیعی نیشاپور کے خطیب تھے---ہر جمعہ نیا پُرمغز خطبہ دیتے---آپ نیشاپور کے شیخ تھے---سمعانی کہتے ہیں:

''میں نے کسی شخص کو زہد و ورع اور اجتہاد میں ان سے بڑھ کر نہیں دیکھا--- ولادت ۴۱۸ھ میں ہوئی جب کہ وصال ۴۹۴ھ میں ہوا''---[۵۷]

3) ابو منصور عبد الرحمٰن

بہت عمدہ سیرت، پرہیزگار اور فاضل تھے---۴۲۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۸۲ھ میں وفات پائی---[۵۸]

4) ابو نصر عبد الرحیم

امام، مناظر، مفسر، ادیب، علامہ اور متکلم تھے[۵۹] علم و فضل میں اپنے والد کی مانند تھے---[۶۰]

۲۲/جمادی الآخرہ ۵۱۴ھ بروز جمعہ ضحوۂ کبریٰ کے وقت نیشاپور میں وصال ہوا---[۶۱]

ذہبی نے تاریخ وصال ۲۸/جمادی الآخرہ تحریر کی ہے---[۶۲]

5) عبد اللہ

آپ صوفی، فاضل اور عابد تھے---۵۲۱ھ میں وفات پائی---[۶۳]

6) ابو المظفّر عبد المنعم

۴۴۵ھ میں پیدا ہوئے اور ستاسی (۸۷) برس کی عمر میں سنہ ۵۳۲ھ میں وفات ہوئی---اکابر محدثین سے حدیث روایت کی---[۶۴]

ادب واحترام

امام قشیری کی اولاد نہایت مؤدب تھی---ان کے دل میں والد گرامی کا رعب و دبدبہ اور عظمت جاگزیں ہو چکی تھی---ابن جوزی لکھتے ہیں:

''استاذ ابو القاسم قشیری کے وصال کے بعد سال ہا سال تک ان کی اولاد میں سے کسی کو بھی تعظیم واحترام کی وجہ سے ان کے مکان میں داخل ہونے اور ان کی کتابوں یا کپڑوں کو مس کرنے کی ہمت نہ ہو سکی''---[۶۵]

صاحبزادے کی علالت اور دیدارِ الٰہی

ایک بار استاذ ابو القاسم قشیری کے ایک صاحبزادے انتہائی بیمار ہو گئے، یہاں تک کہ بچنے کی کوئی امید باقی نہ رہی، سخت پریشانی ہوئی، خواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنی زیارت سے نوازا، آپ نے بیٹے کی بیماری کے بارے میں عرض کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''قرآن کریم کی جن آیات میں شفاء کا ذکر ہے، انھیں پڑھ کر دم کرو اور ایک برتن پر لکھو اور دھو کر اس کا پانی اسے پلاؤ''---

بیدار ہوئے تو تعمیلِ حکم بجالاتے ہوئے، صاحبزادے کو دم کیا اور پانی پلایا تو صحت یابی ہو گئی---قرآنِ کریم میں چھ(۶) آیاتِ شفاء ہیں:

1)......﴿وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَo﴾---[التوبہ:۱۴]

''اور ایمان والوں کا جی ٹھنڈا کرے گا''---

2)......﴿وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ﴾---[یونس:۵۷]

''اور دلوں کی صحت ہے''---

3)......﴿فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ﴾---[النحل:۶۹]

''جس میں لوگوں کی تن درستی ہے''---

4)......﴿وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَo﴾---[الاسراء:۸۲]

''اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے''---

5)......﴿وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِo﴾---[الشعراء:۸۰]

''اور جب میں بیمار ہوں، تو وہی مجھے شفا دیتا ہے''---

6)......﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ﴾---[فصلت:۴۴]

''تم فرماؤ! وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے''---[۶۶]

سبکی لکھتے ہیں:

رَأَيْتُ كَثِيْرًا مِنَ الْمَشَائِخِ يَكْتُبُوْنَ هٰذِهِ الْآيَاتِ لِلْمَرِيْضِ وَ يُسْقَاهَا فِی الْإِنَاءِ طَالِبًا لِلْعَافِيَةِ---[۶۷]

''میں نے بہت سے مشائخ کو دیکھا کہ وہ صحت یابی کے لیے یہ آیات لکھ کر پانی میں ان کا پانی مریض کو پلاتے ہیں''---

دورِ ابتلاء و آزمائش

اہل اللہ پر بسا اوقات ابتلاء و آزمائش کا دور بھی آتا ہے--- دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنے پر اللہ تعالیٰ انھیں مزید درجات سے نوازتا ہے--- امام قشیری پر بھی ایک ایسا دور آیا، ۴۴۰ھ سے ۴۵۵ھ کے درمیان کم و بیش دس پندرہ سال کا عرصہ صعوبتوں میں گزرا---

یہ وہ زمانہ تھا، جب حکمرانوں کی دین دشمنی کی بنا پر علماء کو سخت مشکلات سے دوچار ہونا پڑا، یہاں تک کہ انھیں نقل مکانی پر مجبور کر دیا گیا--- امام قشیری کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں اور بالآخر جبری نقل مکانی پر مجبور کیا گیا، تو آپ نیشاپور چھوڑ کر بغدادِ معلیٰ پہنچے--- یہاں آپ کی ملاقات خلیفہ قائم بامر اللہ سے ہوئی--- وہ بہت اعزاز و اکرام سے پیش آیا، ایک طویل عرصہ یہاں گزارنے کے

بعد حرمین شریفین میں مقیم ہو گئے---حج کے بعد وطن واپس ہوئے، پھر کچھ عرصہ ''طوس'' میں قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ الب ارسلان برسراقتدار آیا، تو علماء کے حق میں حالات سازگار ہو گئے، چناں چہ آپ نیشاپور تشریف لائے اور زندگی کے آخری دس سال نہایت عزت و احترام اور خوش حالی سے گزارے---[٦٨]

سیرت واخلاق

امام قشیری صوفیہ کے امام تھے---وہ صاحب خلق عظیم نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق مجسمۂ اخلاق تھے---ابن العماد رقم طراز ہیں:

كَانَ اَمْلَحَ خَلْقِ اللّٰهِ وَ اَظْرَفَهُمْ شَمَائِل---[٦٩]

''وہ مخلوق خدا میں سب سے زیادہ ظریف وملیح اخلاق واطوار کے حامل تھے''---

آپ جملہ علومِ متداولہ میں یدطولیٰ کے ساتھ ساتھ فنونِ لطیفہ اور فنونِ حرب وضرب میں کمال مہارت رکھتے تھے---

ذوقِ شعروسخن

امام قشیری کو شعروسخن کے فن میں بھی دسترس حاصل تھی---ان کے اس وصف کو سبکی، ذہبی، یافعی، ابن العماد، داؤدی، حافظ ابن کثیر، مولانا جامی اور شاہ عبدالعزیز محدثِ دہلوی وغیرہم سیرت نگاروں نے بطورِ خاص بیان کیا اور نمونہ کلام پیش کیا ہے---آپ نے اپنی تصانیف میں اپنے اشعار کے ساتھ ساتھ دوسرے شعراء کے اشعار بھی درج کیے ہیں، جس سے ان کے ذوقِ شعروسخن کا پتا چلتا ہے---ان کا اکثر کلام صوفیانہ ہے---بطورِ نمونہ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں:

سَقَى اللّٰهُ وَقْتًا كُنْتُ اَخْلُوْ بِوَجْهِكُمْ
وَ ثَغْرُ الْهَوٰى فِيْ رَوْضَةِ الْاُنْسِ ضَاحِكٌ
اَقَمْنَا زَمَانًا وَ الْعُيُوْنُ قَرِيْرَةٌ
وَ اَصْبَحْتُ يَوْمًا وَ الْجُفُوْنُ سَوَافِكٌ [٧٠]

''اللہ تعالیٰ اس وقت کو تر وتازہ کرے جب میں تمہارے روبرو خلوت نشین ہوتا تھا اور انس واپنائیت کے گلشن میں چاہت ومحبت کے دانت تبسم ریز ہوتے---

اب تک ہم خوش حالی میں آنکھیں ٹھنڈی کرتے رہے اور آج یہ حال ہے کہ آنکھیں خوں ریز ہیں''---

اَلْبَدْرُ مِنْ وَجْهِكَ مَخْلُوْقٌ　　وَ السِّحْرُ مِنْ طَرْفِكَ مَسْرُوْقٌ
يَا سَيِّدًا يَتَمَنّٰى حُبَّهٗ　　عَبْدُكَ عَنْ صَدْرِكَ مَرْزُوْقٌ [٧١]

• ''چاند آپ کے چہرے (کی تجلی) سے پیدا ہوا اور نور سحر (گویا) آپ کی آنکھ سے چرایا گیا ہے، اے

سردار! آپ کے غلام کی آرزو ہے کہ اپنے سینہ سے اسے بھی محبت کی خیرات عطا فرما دیں''

وَيَا مَنْ تَقَاصَرَ شُكْرِيْ عَنْ اَيَادِيْهِ
وَ كَلَّ كُلُّ لِسَانٍ عَنْ مَعَالِيْهِ
وُجُوْدُهٗ لَمْ يَزَلْ فَرْدًا بِلَا شَبَهٍ
عَلَا عَنِ الْوَقْتِ مَاضِيْهِ وَ آتِيْهِ
جَلَالُهٗ اَزَلِيٌّ لَا زَوَالَ لَهٗ
وَ مُلْكُهٗ دَائِمٌ لَا شَيْءَ يَفْنِيْهِ [۷۲]

''اے وہ کہ جس کے عظیم احسانات وانعامات کے مقابل میرا شکر یہ ادا کرنا انتہائی کم تر و کوتاہ ہے اور ہر زبان جس کی بلندیوں کے بیان سے عاجز و گنگ ہے---

بلاشبہ جس کا وجود ہمیشہ سے یکتا و منفرد ہے، جو ماضی و مستقبل کی قید سے بالا ہے---اس کا جلال ازلی اور لازوال ہے اور اس کا ملک دائمی ہے، کوئی شے اسے فنا نہیں کر سکتی''---

لَوْ كُنْتَ سَاعَةَ بَيْنَنَا مَا بَيْنَنَا
وَ شَهِدتَّ حِيْنَ نُكَرِّرُ التَّوْدِيْعَا
اَيْقَنْتَ اَنَّ مِنَ الدُّمُوْعِ مُحَدِّثًا
وَ عَلِمْتَ اَنَّ مِنَ الْحَدِيْثِ دُمُوْعَا [۷۳]

''اگر تو اس سمے ہوتا جب ہمارے درمیان باہم ملاپ کی صورت و کیفیت تھی اور تو اس وقت موجود ہوتا جب ہم بار بار الوداع کہے جا رہے تھے تو تجھے یقین ہو جاتا کہ کوئی آنسوؤں سے بھی بات کرنے والا ہوتا ہے اور تو جان لیتا کہ کچھ باتیں آنسوؤں کی ترجمان ہوتی ہیں''---

جَنِّبَانِي الْمَجُوْنَ يَا صَاحِبِيَّا	وَ اتْلُ سُوْرَةَ الصَّلَاةِ عَلَيَّا
قَدْ اَجَبْنَا لِزَاجِرِ الْعَقْلِ طَوْعًا	وَ تَرَكْنَا حَدِيْثَ سَلْمٰى وَ مَيَّا
وَ مُنِحْنَا لِمُوْجِبِ الشَّرْعِ نَشْرًا	وَ شَرَعْنَا لِمُوْجِبِ اللهو طَيًّا [۷۴]

''اے میرے ساتھیو! مجھے ہنسی مذاق سے دور رہنے دو، مجھے نماز میں پڑھی جانے والی کوئی سورت سناؤ---ہم نے عقل کی تنبیہ کو برضا و رغبت تسلیم کر لیا ہے اور سلمیٰ اور میا (مجازی محباؤں) کا قصہ ترک کر دیا ہے---ہم پر اللہ کی طرف سے احسان کیا گیا ہے کہ ہم لہو ولعب کے اسباب کو چھوڑ کر شرعی احکام کی نشر و اشاعت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں''---

وصال:

امام قشیری نے ۱۶ ربیع الآخر ۴۶۵ھ، بروز اتوار، سورج طلوع ہونے سے پہلے نیشاپور میں وصال فرمایا---آپ کی تدفین ان کے شیخ و مرشد ابو علی وقاق کے پہلو میں ہوئی [۷۵] تب آپ کی عمر نوے (۹۰) سال تھی---

ناقلین بیان کرتے ہیں کہ مرض الموت میں شدتِ علالت کے باوجود ایک بھی نماز قضا نہ ہوئی، تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے---[۷۶]

آپ کو کسی نے ایک گھوڑا ہدیہ کیا تھا، جس پر آپ سواری کرتے رہے---قشیری کا وصال ہوا تو گھوڑے نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور صرف ایک ہفتہ کے بعد مر گیا---[۷۷]

وصال کے بعد ابو تراب مراغی نے خواب میں آپ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں:

اَنَا فِیْ اَطْیَبِ عَیْشٍ وَ اَکْمَلِ رَاحَةٍ---[۷۸]

''میں بہت آرام سے پاکیزہ زندگی گزار رہا ہوں''---

کچھ اس تصنیف کے بارے میں:

امام قشیری کی زیر نظر کتاب ''الرسالہ'' نہایت متبرک اور شہرہ آفاق تصنیف ہے---عام طور پر اسے ''رسالہ قشیریہ'' کہہ کر پکارا جاتا ہے مگر یوسف الیان سرکیس لکھتے ہیں:

''الرسالة فی رجال الطریقة'' اور ''الرسالة المبارکة'' کے نام سے معروف ہے---[۷۹]

یہ وہ متبرک و مسعود رسالہ ہے جس کے انوار و برکات کا صوفیہ کرام مشاہدہ کرتے چلے آئے ہیں---

امام سبکی لکھتے ہیں:

الرسالة المشهورة المبارکة التی قیل : ما تکون فی بیت و ینکب---[۸۰]

''یہ مشہور اور مبارک رسالہ جس گھر میں موجود ہو، وہاں کوئی آفت نہیں آتی''---

علمی حلقوں نے اس رسالہ کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے اور اسے نصاب میں شامل رکھا ہے---سیدی و ابی حضرت فقیہ اعظم مولانا ابو الخیر محمد نور اللہ نعیمی (م ۱۹۸۳ء) بھی اپنے خاص تلامذہ کو اس کا درس دیا کرتے تھے---آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی سے اس کی اجازت حاصل تھی---آپ کی مصنف رسالہ امام قشیری تک متصل سند ان کے مجموعہ اسناد ''ثبت نعیمی'' میں درج ہے---[۸۱]

رسالہ قشیریہ کے سنہ تصنیف اور اس کے مخاطبین کے بارے میں خود مصنف نے دیباچہ میں وضاحت کر دی ہے:

هذه رسالة کتبها الفقیر الی اللّٰه تعالٰی عبد الکریم بن هوازن القشیری الی جماعة الصوفیة ببلدان الاسلام فی سنة سبع و ثلاثین و اربع مائة---[۸۲]

''اس رسالہ کو اللہ تعالیٰ کے محتاج بندے عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے ۴۳۷ھ میں اسلامی ممالک کے صوفیہ کی جماعت کے نام تحریر کیا ہے''---

مقصد تصنیف کی بھی آپ نے وضاحت کر دی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ آپ نے جب محسوس کیا کہ محققین صوفیہ کی رحلت کے بعد نام نہاد صوفیہ نے عبادت و طاعت میں انہماک کی جگہ اس کا استخفاف اور شریعت کی پیروی کے بجائے اس کی خلاف ورزی شروع کر دی ہے، تزکیہ و طہارتِ روح سے انہیں کوئی علاقہ نہیں رہا اور نفسانیت ان پر غالب آ گئی ہے تو استاذ قشیری نے ضروری سمجھا کہ ایسا رسالہ پیش کیا جائے جس میں صوفیہ متقدمین کی تابناک سیرتوں کو بیان کیا جائے، جس سے ان کے عقائد، اخلاق، زہد و تقویٰ اور معاملات سے آگاہی ہو---

کتاب ۵۴ ابواب اور متعدد فصول پر مشتمل ہے، جس میں صوفیہ کے عقائد، اقوال، سیرت و اخلاق، اصطلاحات تصوف، شریعت و حقیقت کی اہمیت، توبہ، مجاہدہ، تقویٰ، ورع، زہد، خاموشی، رجا، خوف، حزن، بھوک، خشوع و خضوع، مخالفت نفس، حسد، غیبت، یقین، صبر، مراقبہ، رضا، عبودیت، استقامت، اخلاص، صدق، ذکر، خلق، جود و سخا، ولایت، دعا، فقر، تصوف، آداب، صحبت، معرفت الٰہی، محبت، شوق، سماع، کرامات اولیاء اور خواب وغیرہ موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی ہے---

کتاب کا آخری اور اہم باب ''وصية للمريدين'' کے عنوان سے ہے---[۸۳]

اس میں طالبین و مریدین کے لیے پند و نصائح اور ہدایات درج ہیں، جنھیں چھوٹی چھوٹی فصلوں میں بیان کیا گیا ہے--- دیگر باتوں کے علاوہ یہاں بھی بطور خاص آداب شریعت کی پاس داری کی تاکید ہے کہ یہی تمام صوفیہ متقدمین کا پیغام ہے--- چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

> و بناء هذا الامر و ملاکه علی حفظ آداب الشريعة وصون اليد عن المد الی الحرام و الشبهة و حفظ الحواس عن المحظورات و عد الانفاس مع اللّٰه تعالٰی عن الغفلات---[۸۴]

> ''تصوف کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ آداب شریعت کی پاس داری کی جائے--- حرام اور مشتبہ چیزوں سے دور رہا جائے، حواس کو ناجائز اور ممنوع چیزوں سے بچایا جائے اور غفلتوں کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مگن رہا جائے''---

رسالہ قشیریہ کی مقبولیت اس امر سے بھی عیاں ہے کہ اس کی متعدد شروح لکھی گئیں، جن میں شیخ الاسلام زکریا انصاری (م ۹۱۰ھ) اور دو جلدوں پر مشتمل ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) کی شروح قابل ذکر ہیں---[۸۵]

زیر نظر کتاب کا ترجمہ فاضل محتشم حضرت علامہ شاہ محمد چشتی قصوری نے بڑی محبت و عقیدت اور محنت و عرق ریزی کے ساتھ کیا ہے--- موصوف چوں کہ جامع علوم و فنون اور عربی ادب و زبان کے ماہر ہیں، اس لیے ان کا ترجمہ بھی خصوصی اہمیت اور ثقاہت کا حامل ہے---

اللہ تعالیٰ موصوف کے علم وعمل میں برکتیں فرمائے، ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور انھیں مزید علمی و دینی خدمات سرانجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے---

آمین بجاہ طہ و یس صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محبّ اللہ نوری
سجادہ نشین آستانہ عالیہ نوریہ، مہتمم دارالعلوم حنفیہ فریدیہ
صدر انجمن حزب الرحمٰن، مدیر اعلیٰ ماہنامہ نور الحبیب
بصیر پور شریف ضلع اوکاڑا

حوالہ جات وحواشی

۱.....خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر احمد بن علی، ۴۶۳ھ، تاریخِ بغداد، بیروت، جلد۱۱، صفحہ۸۳

۲.....ذہبی، حافظ شمس الدین محمد بن احمد، ۷۴۸ھ، سیر اعلام النبلاء، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۴ء، جلد۱۱، صفحہ۴۸۷

۳.....داوودی، حافظ شمس الدین محمد بن علی، ۹۴۵ھ، طبقات المفسرین (حرف العین)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۲ء، صفحہ۲۳۸/ طاش کبری زادہ، احمد بن مصطفیٰ، ۹۲۶ھ، مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ، دائرۃ المعارف، حیدرآباد دکن، جلد۱، صفحہ۴۳۸

۴.....تاریخِ بغداد، جلد۱۱، صفحہ۸۳

۵.....ابن خلکان، ابوالعباس شمس الدین احمد بن محمد، ۶۸۱ھ، وفیات الاعیان، دارصادر، بیروت، جلد۳، صفحہ۲۰۷

۶.....ابن کثیر لکھتے ہیں:

امہ من بنی سلیم---

حافظ ابن کثیر، ابوالفداء، ۷۷۴ھ، البدایہ و النہایہ، المکتبہ العصریہ، بیروت، ۱۴۲۴ھ/۲۰۰۴ء، جلد۸، صفحہ۳۱۸

۷.....سبکی، ابونصر عبدالوہاب بن علی، ۷۷۱ھ، طبقاتِ الشافعیہ الکبریٰ، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جلد۳، صفحہ۱۵۲

۸.....مصدر سابق

۹.....وفیات الاعیان، جلد۳، صفحہ۲۰۶/ ذہبی، شمس الدین محمد بن احمد بن عباس، ۷۴۸ھ، تاریخ اسلام للذہبی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، حوادث، ۴۶۱-۴۷۰، صفحہ۱۷۱/ ابن العماد، ابوالفلاح عبدالحی حنبلی، ۱۰۸۹ھ، شذرات الذہب، داراحیاء التراث العربی، بیروت، جلد۲، صفحہ۳۲۰

۱۰.....ابن الجوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی، ۵۹۷ھ، المنتظم فی تاریخ الملوك و الامم، دارالکتب العلمیہ، بیروت، جلد۱۶، صفحہ۱۴۸

۱۱.....وفیات الاعیان، جلد۳، صفحہ۳۰۶

۱۲.....ایضاً

۱۳......شذرات الذهب،جلد۲،صفحہ۳۲۱/طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۲
۱۴......تاریخ بغداد،جلد۱۱،صفحہ۸۲
۱۵......جامی،مولانا عبدالرحمٰن،۸۹۸ھ،نفحات الانس،منشی نول کشور،لکھنو،صفحہ۲۸۸
۱۶......قشیری،امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن،۴۶۵ھ،رسالہ قشیریہ،مطبع مصطفیٰ البابی،مصر،۱۹۵۹ء،صفحہ۱۴۷
۱۷......مصدر سابق
۱۸......تاریخ اسلام للذهبی،صفحہ۱۷۱
۱۹......یافعی،ابوعبداللہ محمد بن اسعد،۷۶۸ھ،مرآة الجنان،دائرۃ المعارف،حیدرآباددکن،جلد۳،صفحہ۹۱
۲۰......رسالہ قشیریہ،صفحہ۱۴۷
۲۱......طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۲
۲۲......ابن اثیر،ابوالحسن علی بن ابی الکرم،الکامل فی التاریخ،بیروت،جلد۱۰،صفحہ۸۸
۲۳......طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۱
۲۴......داتا گنج بخش،ابوالحسن علی بن عثمان ہجویری،کشف المحجوب،مرکز تحقیقات فارسی ایران و پاکستان،صفحہ۱۵۰
۲۵......طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۳
۲۶......رسالہ قشیریہ،صفحہ۴۶
۲۷......تاریخ اسلام للذهبی،صفحہ۱۷۲
۲۸......نفحاتُ الانس،صفحہ۲۸۸
۲۹......کشف المحجوب،صفحہ۲۲
۳۰......النحل،۱۶:۱۲۵
۳۱......رسالہ قشیریہ،صفحہ۱۱۶
۳۲......تاریخِ بغداد،جلد۱۱،صفحہ۸۲
۳۳......طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۳
۳۴......طبقات المفسرین،(حرف العین)صفحہ۲۴۰
۳۵......سیر اعلام النبلاء،جلد۱۱،صفحہ۴۸۸
۳۶......مرآة الجنان،جلد۳،صفحہ۹۲
۳۷......تاریخ بغداد،جلد۱۱،صفحہ۸۳
۳۸......مفتاح السعادة،جلد۱،صفحہ۴۳۹/المنتظم،جلد۱۶،صفحہ۱۴۸
۳۹......طبقات الشافعية الكبرىٰ،جلد۳،صفحہ۱۵۳
۴۰......تاریخِ بغداد،جلد۱۱،صفحہ۸۳
۴۱......تاریخِ اسلام،(۴۶۱ھ-۴۷۰ھ)،صفحہ۱۷۳

۴۲......طبقات المفسرین، (حرف العین) صفحہ ۲۴۰

۴۳......کشف المحجوب، صفحہ ۱۵۰

۴۴......طبقات الشافعیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵

۴۵......وفیات الاعیان، جلد ۳، صفحہ ۲۰۶

۴۶......مصدر سابق

۴۷......مرآة الجنان، جلد ۳، صفحہ ۹۱

۴۸......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵

۴۹......شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۶۵

۵۰......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵

۵۱......عطار، شیخ فرید الدین، ۶۲۰ ھ، تذکرة الاولیاء، تعلیقات (از دکتر محمد استعلامی)، کتاب خانہ ملی، ایران، صفحہ ۸۷۲

۵۲......مرآة الجنان، جلد ۳، صفحہ ۱۲۱

۵۳......شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۵۴

۵۴......سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۱، صفحہ ۶۷۲

۵۵......شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۵۴

۵۶......شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۴۰۱

۵۷......طبقات الشافعیة الکبریٰ، مطبوعہ دار المعرفة بیروت، جلد ۳، صفحہ ۲۸۴

۵۸......طبقات الشافعیة، جلد ۳، صفحہ ۲۲۳

۵۹......شذرات الذهب، جلد ۴، صفحہ ۴۵

۶۰...... شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۲۱

۶۱...... مرآة الجنان، جلد ۳، صفحہ ۲۱۱

۶۲......سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۲، صفحہ ۲۴۰

۶۳......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۴، صفحہ ۲۶۹

۶۴......شذرات الذهب، جلد ۴، صفحہ ۹۹

۶۵...... المنتظم، جلد ۶، صفحہ ۱۴۹/ البدایة و النهایة، جلد ۸، صفحہ ۳۱۸

۶۶......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۴/ طبقات المفسرین، حرف العین، صفحہ ۲۴۰، ۲۴۱

۶۷......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵

۶۸......سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۱، صفحہ ۴۸۹

۶۹......شذرات الذهب، جلد ۳، صفحہ ۳۲۰

۷۰......وفیات الاعیان، جلد ۳، صفحہ ۲۷/ البدایة و النهایة، جلد ۸، صفحہ ۳۱۸/ نفحات الانس، صفحہ ۲۸۹

۷۱......شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، ۱۲۳۹ھ، بستانُ المحدثین، مجتبائی، دہلی، صفحہ ۷۶
۷۲......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۶-۱۵۵
۷۳...... البدایہ و النہایہ، جلد ۸، صفحہ ۳۱۸
۷۴......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۶/ طبقاتُ المفسرین، حرف العین، صفحہ ۲۴۲
۷۵......وفیات الاعیان، جلد ۳، صفحہ ۲۰۷
۷۶......طبقات الشافعیة الکبریٰ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵
۷۷...... حسین بن محمد الدیار البکری، ۹۶۶ھ، تاریخ الخمیس فی احوال انفس النفیس ، بیروت، جلد ۲، صفحہ ۳۵۹/ الکامل فی التاریخ، جلد ۱۰، صفحہ ۸۸/ سیر اعلام النبلاء، جلد ۱۱، صفحہ ۵۹۰/ المنتظم، جلد ۱۶، صفحہ ۱۴۹/ البدایہ و النہایہ، جلد ۸، صفحہ ۳۱۸
۷۸......تاریخ اسلام للذہبی، صفحہ ۱۷۶
۷۹......یوسف الیان سرکیس، معجم المطبوعات العربیہ، مطبع سرکیس، مصر، صفحہ ۱۵۱۴
۸۰......طبقات الشافعیہ، جلد ۳، صفحہ ۱۵۵
۸۱......صدر الافاضل، محمد نعیم الدین مراد آبادی، ثبت نعیمی، مراد آباد، صفحہ ۱۸
۸۲......رسالہ قشیریہ، صفحہ ۲
۸۳......قشیریہ، صفحہ ۱۹۷
۸۴......رسالہ قشیریہ، صفحہ ۲۰۳
۸۵......کشف الظنون، جلد ۱، صفحہ ۳-۸۸۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خطبہ:

ہر قسم کی تعریف اس ذاتِ خداوندی کے لئے ہے جو اکیلا عالمِ ملکوت کی عظمت کا مالک ہے' اکیلے ہی میں تخلیقِ عالمِ جبروت کا حسن و جمال موجود ہے' ہونے کی بلند مرتبہ صفت اسی کے شایانِ شان ہے بے نیاز کہلانے کی صفت بھی اسی میں موجود ہے' تو وہ تمام عیوب ونقائص سے بچا ہوا ہے اور چونکہ کوئی مخلوق اس کی طرح کی نہیں لہٰذا یہ اس کی بڑائی کی دلیل ہوئی۔ اس کی اپنی ذاتی صفات ایسی ہیں کہ اگر انہیں گننا چاہیں تو ان کی انتہا نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی صفت کسی بھی لحاظ سے کم درجہ رکھتی ہے' اس کی صفات بنیادی طور پر صرف اسی میں پائی جاتی ہیں اور دلائل یہ بتاتے ہیں کہ وہ کسی بھی حیثیت سے اپنی مخلوقات سے سانجھا نہیں ہے' وہ پاکیزہ ذات ہر چیز پر غالب ہے' وہ ذات حدوحساب میں آنے والی نہیں اور نہ ہی کوئی ایسا ہندسہ ہے جس کے ذریعے اس کی ذات وصفات کی گنتی کی جاسکے' نہ ہی اس کی صفات کی کوئی انتہا ہے' اسے اپنے کاموں میں کسی سے تعاون لینے کی ضرورت نہیں' اس کی کوئی اولاد بھی نہیں جو اس کے تعاون کے لئے اس کا شریک کار اور جوڑا بن سکے یا کئی مل کر اس کے حمایتی بن سکیں' اس کی ذات کے لئے نہ تو کسی مکان کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی وقت کی پابندی کا محتاج ہے' کائنات میں اس کا عمل دخل سمجھ میں نہیں آسکتا اور نہ ہی وہم میں سما سکتا ہے کہ اس کی کوئی صورت بنا کر بیان کر سکیں۔ اس کی ذات کے بارے میں یہ سوال کہ ''وہ کیسا ہے؟'' یا ''وہ کہاں ہے؟'' کیا ہی نہیں جاسکتا' اس کے بارے میں یہ بھی کہا نہیں جاسکتا کہ اس نے تخلیقی عمل کے ذریعے اپنی شان بڑھائی ہے اور نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنی ذات سے (عام لوگوں کی طرح) نقص اور خرابیاں دور کی ہیں کیونکہ اس کی کوئی مثل نہیں' ذاتی طور پر وہ خود ہی سننے اور دیکھنے کی قوت رکھتا ہے' کوئی جاندار اس پر غالب نہیں' ہر چیز اس کے علم میں موجود ہے اور ہر پسندیدہ چیز پر اسے قدرت وقوت حاصل ہے (وہ جیسے چاہے بنائے اور بگاڑے)۔

میں اس کی بنائی اور تیار کردہ ہر شے پر اس کی تعریف کرتا ہوں اور تکالیف دور کرنے پر اس کا شکر کرتا ہوں' نہایت صبر وتحمل سے اپنے ہر کام میں اسی ذات پر بھروسہ کرتا ہوں اور وہ کچھ دینا چاہے یا نہ دینا چاہے' میں بہرحال اس کے ارادے پر راضی رہتا ہوں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی دوسرا خدا نہیں ہے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور شہادت واقرار کرتے وقت میں اس کے یکتا ہونے کا یقین رکھتا ہوں اور اس سلسلے میں مجھے اس کی طرف سے تائید کی ضرورت ہے' میں دل سے یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے خاص بندے ہیں جن جیسا کائنات میں اور کوئی نہیں' نہ ہی ان جیسا کوئی امانتدار ہے اور یہ گواہی بھی دیتا ہوں کہ وہ مخلوق کہلانے والی ہر چیز کی طرف رسول اور نمائندہ الٰہی بن کر تشریف لائے ہیں' اللہ سے دُعا ہے کہ وہ آپ پر بے شمار رحمتیں فرماتا رہے نیز آپ کی آل پر رحمت فرمائے جو کفر وضلالت کی تاریکیاں دور کرنے کے لئے چراغ' روشنی اور راہنمائی کا کام کرتے رہے' پھر آپ کے صحابہ کرام پر بھی رحمت فرمائے جن سے ہدایت کی کرنیں پھوٹتی رہیں' میری دُعا ہے کہ رحمت کے ساتھ ساتھ وہ ان سب پر ڈھیروں سلامتی نازل فرماتا رہے۔

یہ ایک مختصر سی کتاب ہے جسے اللہ تعالیٰ کے ایک محتاج بندے عبدالکریم بن ہوازن قشیری نے دنیائے اسلام میں رہنے والے گروہِ صوفیہ کے لئے تحریر کیا ہے' سال تصنیف ۴۳۷ھ ہجری ہے۔

تعارفِ صوفیہ:

امابعد! (اے سننے، پڑھنے اور دیکھنے والو! اللہ تمہیں محفوظ رکھے) اللہ تعالیٰ نے اس (مذکور) گروہ کو اپنے ہاں نمایاں حیثیت دی ہے، انہیں اپنے رسولوں اور نبیوں کے علاوہ تمام مخلوق پر برتری دے رکھی ہے۔ ان لوگوں پر اللہ کی رحمتیں اور سلامتی نازل ہوتی رہے، ان کے دلوں کو اپنے بھید سنبھالنے کے لئے ایک ٹھکانہ قرار دے رکھے، پھر پوری امت میں سے صرف ان کے ہاں نورِ اسلام اترتا رہتا ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو ہر معاملے اور ہر ضرورت میں لوگوں کی امداد کرنے کو تیار رہتے ہیں اور عام حالات میں سچائی کی بناء پر وہ حق تعالیٰ سے لو لگائے رکھتے ہیں، ایک بشر میں پائے جانے والے عیبوں سے اللہ انہیں بچائے رکھتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اپنے احد ہونے کا یقین پیدا فرما دیا ہے، انہیں اپنے بندہ ہونے کے آداب جاننے کی توفیق دی ہے اور وہ اپنے رب کے احکام جاری ہوتے دیکھتے رہتے ہیں، اس لئے وہ اللہ کے ہر کام کو اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جن فرائض کی ادائیگی کا اللہ نے انہیں پابند بنایا ہے، وہ ان کو سنبھالے ہوئے ہیں، ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اللہ کی طرف سے مخلوقات میں ہونے والی ہر تبدیلی اور ردوبدل پر یقین رکھتے ہیں (کہ وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے) بناء علیہ وہ اپنے آپ کو محتاج سمجھتے ہوئے، نہایت عاجزی سے اپنی ضروریات اس کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن اپنے نیک اعمال اور درست حالات کو خاطر میں بھی نہیں لاتے کیونکہ انہیں ٹھوس یقین ہوتا ہے کہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے، اپنے امر کے لئے جس شخص کا چاہے انتخاب کر سکتا ہے، مخلوق میں سے کوئی بھی اس پر اپنا حکم نہیں چلا سکتا اور نہ ہی اس پر اپنا حق جتلا سکتا ہے، مخلوق کی کارکردگی پر وہ مفید صلہ دیتا ہے تو جان لو کہ اس کی طرف سے فضل و کرم کی ابتداء ہو چکی ہے اور اگر وہ کسی کو عذاب دیتا ہے تو یقین رکھو کہ یہ اس کے عدل وانصاف کی علامت ہے اور آخرِ کار فیصلہ اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے، یہ یقین کر لو کہ اس ٹھوس گروہِ صوفیہ کی اکثریت اب ختم ہو چکی ہے اور ہمارے اس دور میں اس گروہ کا کوئی خال فرد ہی باقی بچا ہوگا بس یوں سمجھو کہ: (شعر)

ترجمہ: ''خیمے تو بالکل وہی ہیں جو پیاروں کے تھے لیکن اس میں موجود خواتینِ قبیلہ وہ نہیں ہیں (جن کی تلاش ہے) بلکہ کوئی اور ہی نظر آ رہی ہیں۔''

وقت کا گلہ:

اس گروہ کی آمد گویا رک چکی ہے، نہیں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ درحقیقت بند ہو چکی ہے۔

بناوٹی صوفیہ کا ردّ:

اب وہ بزرگانِ دین کہاں، جن سے ہدایت کی راہیں ملتی تھیں بلکہ وہ نوجوان بھی نہایت قلیل ہیں جو ایسے اکابر کے نقشِ قدم پر چلتے تھے، خوفِ خدا ختم ہو چکا بلکہ اس کی بنیاد ہی نہیں رہی، اس کے مقابلے میں طمع ولالچ نے شدت اختیار کر لی ہے اور اس کے اسباب قوی ہو چکے ہیں، احترامِ شریعت دلوں ہی سے نکل چکا ہے، دین سے بے پرواہی عادت بن چکی ہے، حلال وحرام میں تمیز باقی نہیں رہی، لوگوں نے احترامِ اکابر سے رشتہ توڑ لیا ہے اور دلوں سے ان کی عظمت نکال چکے ہیں، عبادت گزاری ایک گھٹیا کام سمجھ لیا گیا ہے اور صوم وصلاۃ کو تحقیر کی نظر سے دیکھا جانے لگا ہے، لوگ دھڑا دھڑ غفلت کا شکار ہو رہے ہیں اور خواہشاتِ نفسانی کے غلام بن گئے ہیں، اب وہ لگا تار

گناہوں کے ارتکاب کو معیوب نہیں سمجھتے' بازاری لوگوں' عورتوں اور حکمرانوں کے حلقہ میں رہنے والوں سے فائدہ حاصل کرنے میں ہچکچاہٹ نہیں رکھتے' یہ لوگ ایسے برے افعال کرنے ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اب تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے غلامی کے بندھن توڑ دیئے ہیں اور ان مراتب کو پالیا ہے جو اللہ والوں نے حاصل کر رکھے ہیں' پھر یہ خیال بھی ان کے ذہن میں سما چکا ہے کہ ان کی موجودہ روش ہی اصل راہِ صواب ہے' یہی اللہ کو پسند ہے اور یہی حق ہے' وہ اپنا آپ مٹا چکے ہیں' انہیں راہ حق سجھا دی گئی ہے' اب وہ جس راہ پر چل نکلے ہیں اس پر کاربند ہوتے ہوئے انہیں نہ کسی سزا کا ڈر ہے اور نہ انہیں کوئی ملامت کر سکتا ہے حالانکہ وہ رازہائے احدیتِ خداوندی کو کھلا دیکھ رہے ہیں اور اس سلسلے میں ان کی ذات کو دخل نہیں رہا' بشریت کی بناء پر جو احکام نازل ہوتے ہیں وہ ان سے بری ہیں اور بناوٹی طور پر اسی میں فنا ہو کر وہ اللہ کی بے نیازی کے انوار میں گم ہوئے دکھائی ہیں اب تو وہ یہاں تک کہنے لگے ہیں کہ وہ اگر بولتے ہیں تو ان کی جگہ کوئی اور بول رہا ہوتا ہے اور وہ کوئی کام کرتے ہیں تو وہ کام کوئی اور ہی کر رہا ہوتا ہے۔

ضرورتِ تالیفِ قشیریہ:

جب میں نے دیکھا کہ اللہ کی طرف سے مسلسل ہمیں اس آزمائش میں ڈالا جا چکا ہے' جیسے میں قدرے اسے اوپر بیان کر آیا ہوں' پھر بھی ایسے لوگوں کے بارے میں کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا لیکن ادھر مجھے غیرت بھی آ رہی تھی کہ نیک لوگوں کو برے الفاظ سے یاد کیا جا رہا ہے اور ان کے بارے میں زبانیں کھولی جا رہی ہیں' ہمارے اس علاقے میں صوفیہ کے اس طریقے کے مخالفین اور منکرین انہیں شدید آزمائش میں ڈال رہے ہیں مجھے امید تھی کہ مخالفت کا یہ سلسلہ آخر کار ختم ہو جائے گا' اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ان راستہ سے بھٹک جانے والوں کو شدید تنبیہ فرمادے گا اور وہ صوفیہ کی ایذا رسانی سے باز آ جائیں گے لیکن وقت نے ثابت کر دیا کہ ایسا ناممکن ہے' ہمارے شہروں کے ہم عصر لوگ اپنے طریقے پر مسلسل قائم ہیں اور سرکشی پر تل چکے ہیں' مجھے ڈر ہوا' کہیں ایسا نہ ہو' لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ اہلِ طریقت کی بنیاد ہی شاید ان برے اصولوں پر ہے اور شاید شروع سے ایسے ہی ہوتا چلا آ رہا ہے لہٰذا مجبوراً میں نے آپ لوگوں (کی ہدایت) کے لئے یہ رسالہ ترتیب دیا ہے (میری دُعا ہے کہ اللہ تمہیں عزت دے) اس میں چند صوفیہ کے حالات درج کئے ہیں جن میں ان بزرگوں کے آداب' اخلاق' معاملات اور ان کے دلوں کے عقائد کا ذکر کیا ہے' یہ بتایا ہے کہ انہیں اللہ سے کس قدر عشق تھا' پھر ابتداء سے لے کر انتہا تک ان کی رسائی کا نقشہ کھینچا ہے جس کا مقصد صرف یہ ہے کہ اس نیک طریقہ پر چلنے والوں کو تقویت حاصل ہو اور آپ لوگ یہ گواہ بن سکیں کہ میں نے اس راہ کو صاف ستھرا کر دیا ہے' میں ان کے برے طریقے کو بیان کر کے راحت محسوس کر رہا ہوں' اللہ سے پُر امید ہوں کہ وہ مجھے اس کا اجر دے گا اور اپنی مہربانیاں فرمائے گا۔

میں جو کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اس میں اللہ سے مدد چاہتا ہوں اور میری درخواست ہے کہ وہ میرے لئے کافی ثابت ہو' اس سلسلے میں وہ مجھے غلطی سے محفوظ رکھے' میں اپنی بخشش کا طلبگار ہوں اور بارِ دیگر اس سے مدد مانگتا ہوں کیونکہ یہ کام اسی کے فضل سے ممکن ہے اور وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

فصل

صوفیہ کے ہاں عقیدۂ توحید اور اس کی بنیاد

اللہ تم لوگوں پر رحم فرمائے، یقین رکھئے کہ صوفیہ کے ان اکابر نے عقیدۂ توحید کے بارے میں ٹھوس اور صحیح اصول مرتب کئے ہیں جن کی بناء پر انہوں نے بدعتوں سے اپنے عقائد کو محفوظ کیا ہے، اصولوں کی ترتیب میں انہوں نے اپنے اکابر کی روش اپنائی ہے اور اہل سنت کے طریقے پر چلتے ہیں، ان کے ہاں مرتد فرقۂ مُمَثِّلَۃ کی طرح توحید کا مفہوم یہ نہیں کہ اللہ کے کام بندوں جیسے ہیں اور نہ وہ فرقہ مُعَطِّلَۃ کی طرح یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی صفات قدیم نہیں ہیں، وہ لوگ "قِدَم" (قدیم ہونا) کا مفہوم خوب جانتے ہیں انہیں موجود و معدوم کا فرق سمجھ آ چکا ہے، یہی وجہ ہے کہ طریقۂ صوفیہ کے عظیم شیخ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

"توحید یہ ہے کہ انسان قدیم اور حادث (اللہ کی پیدا کردہ اشیاء) کا فرق معلوم کر لے۔"

ان اکابر صوفیہ نے عقائد کے اصول بناتے وقت بالکل واضح دلائل اور صاف ستھرے شواہد کا سہارا لیا ہے چنانچہ ابومحمد جریری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جسے دلائل توحید کے بغیر توحید کی جان پہچان کا دعویٰ ہے، وہ تباہی و بربادی سے نہیں بچ سکتا۔"

ان کا مقصد یہ بتانا ہے کہ ایک شخص کسی شیخ کو راہنما بنا کر توحید کے دلائل میں غور و فکر نہیں کرتا تو اس کی نجات کا کوئی طریقہ ممکن نہیں، وہ ہلاک ہو کر رہے گا۔

جو شخص ان اکابر کے الفاظ پر غور کرتا ہے اور ان کے کلام کی گہرائی تک پہنچتا ہے، وہ ان کے اقوال اور مختلف بیانات سے ضرور اس نتیجے پر پہنچے گا کہ یہ لوگ مفہوم توحید سمجھنے میں کسی سے پیچھے نہیں رہے اور نہ ہی انہوں نے اسے جاننے میں کسی قسم کی کوتاہی کو روا رکھا ہے۔

اس فصل میں پہلے ہم اصولِ توحید کے بارے میں مختلف لوگوں کے ہاں بکھرے اقوال کو بیان کر رہے ہیں اور پھر ان امور کا ذکر ہوگا جن کا پیشِ نظر رکھنا اعتقادیات میں ضروری ہوتا ہے، ان شاءاللہ ہم اس میں اختصار سے کام لیں گے۔

معرفتِ الٰہیہ کے بارے میں اقوال مشائخ:

میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے عبداللہ بن موسیٰ سلیمی سے سنا کہ حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ جہتوں اور حروف کو پیدا کرنے سے پہلے ہی واحد مشہور ہے۔"

☆ علامہ شبلی رحمہ اللہ کی طرف سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی حد بندی میں محدود نہیں اور نہ ہی اس کے کلام میں ہمارے جیسے حروف پائے جاتے ہیں۔

☆ میں نے ابو حاتم صوفی رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے ابونصر طوسی سے سنا کہ حضرت رویم سے اس اولین فرض کے بارے میں

دریافت کیا گیا جو اس اللہ نے مخلوق پر عائد کیا تھا کہ وہ کون سا فرض ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ''اللہ کی پہچان پہلا فرض ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونَ[1]

(ہم نے جنّوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ آیت میں عبادت سے مراد معرفتِ خداوندی ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جنوں اور انسانوں کو اپنی معرفت کے لئے پیدا فرمایا ہے) اور یہ بات واضح ہے کہ اللہ کی معرفت ہوگی تو اس کی عبادت ہو سکے گی ۱۲ چشتی)

☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دانائی کی باتوں میں سب سے پہلے یہ بات ضروری ہے کہ مخلوق، اپنے بنانے والے کو پہچانے اور اسے معلوم ہو کہ اسے کیسے پیدا کیا گیا مخلوق ہوتے ہوئے اسے خالق کا علم ہونا چاہئے، وہ قدیم اور حادث کا فرق جاننا چاہئے۔ اس کے بلاوے پر تبھی وہ کان دھرے گا اور اسے پتہ چلے گا کہ اس کے لئے اپنے خالق کی عبادت کرنا فرض ہے کیونکہ جب تک وہ اپنے مالک کی پہچان نہیں کرتا، اس کی سلطنت سے کیسے آگاہ ہوگا؟

☆ مجھے محمد بن حسین نے بتایا، انہوں نے محمد بن عبداللہ رازی سے سنا کہ ابوالطیب مراغی کہتے ہیں:

''عقل راہنما ہے، حکمت اشارہ ہے اور معرفت ایک گواہی ہے، چنانچہ عقل ہر کام کی راہنمائی کرتی ہے، حکمت اشارہ سے سمجھاتی ہے اور معرفت گواہی دے رہی ہوتی ہے کہ عبادت اسی وقت صاف ستھرے طریقے سے انجام پا سکتی ہے، جب انسان صاف طور پر توحید کو سمجھ لیتا ہے۔''

☆ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''توحید پرست کے لئے یہ ضروری ہے، وہ اللہ کے احد ہونے کے کمال کو ٹھوس طریقے سے یوں جان لے کہ وہ واحد ہے، اس کی اولاد نہیں، نہ وہ کسی کی اولاد ہے، نہ اس کا کوئی مقابلہ کر سکتا ہے، نہ کوئی اس جیسا ہے اور نہ ہی کوئی اس کی مثال بن سکتا ہے، نہ اس کی کیفیت و حالت بتائی جا سکتی ہے، نہ اس کی تصویر کشی ممکن ہے اور نہ ہی کسی مثال سے اس کی ذات کی پہچان کروائی جا سکتی ہے کیونکہ (فرمانِ الٰہی ہے)۔

لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[2]

(اس کی مثل ممکن نہیں، وہ اپنے طور پر سننے اور دیکھنے والا ہے)۔

مجھے حضرت محمد بن یحییٰ صوفی نے بتایا، انہیں عبداللہ علی تمیمی صوفی نے بتایا کہ حسین بن علی دامغانی رحمہ اللہ نے بتایا، حضرت ابوبکر زھراباذی سے ''معرفت'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یوں بتایا:

''معرفت ایک ایسا اسم (لفظ) ہے جس کی بناء پر دل میں عظمت پیدا ہوتی ہے، جس کی وجہ سے انسان اللہ کی صفات کو قدیم نہ جاننے اور کسی کو اس کا ہم شکل بنانے سے رک جاتا ہے۔''

☆ حضرت ابوالحسن بوشنجی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''توحید کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کسی کو اللہ جیسا نہ جانے اور نہ ہی اس کی صفات کے قدیم ہونے کا انکار کرے۔''

۱۔ سورۃ الذاریات، آیت ۵۶ ۲۔ سورۂ شوریٰ۔ آیت: ۱۱

صفاتِ الٰہیہ

☆ حضرت حسین بن منصور (حلاج) رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ہر شے کو حادِث (پیدا شدہ) قرار دیا ہے کیونکہ وہ خود قدیم ہے کیونکہ جس چیز کا جسم ہوتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی عرض بھی (ساتھ ملنے والی چیز) ہوتی ہے اور جو چیز مختلف اشیاء سے مل کر بنے گی، وہ اشیاء اسے قائم رکھیں گی، جو کسی وقت میں پائی جاتی ہے تو آخر وقت کو چلے جانا ہوتا ہے، جس چیز کا قیام کسی دوسری شے پر موقوف ہوتا ہے، وہ اپنے وجود میں اس کی محتاج ہوتی ہے، جو چیز وہم میں آجاتی ہے، زمین میں اس کی تصویر بن جاتی ہے، جو کسی ٹھکانے میں ہوتی ہے اسی کے بارے میں پوچھا جاسکتا ہے کہ اَیْنَ (یعنی کہاں) ہے؟ اور اگر وہ چیز کسی جنس سے تعلق رکھتی ہو تو اسے تلاش کرنے والا اس کی کیفیت و حالت پوچھ سکتا ہے (کہ کیسی ہے؟)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کے زیرِ سایہ نہیں اور نہ ہی کسی چیز کے نیچے ہے، نہ ہی کوئی شے اس کے سامنے کہلاتی ہے، نہ ہی اس کے ''پاس'' کہلاتی ہے، نہ ہی اس کے ''پیچھے'' ہے اور نہ ہی اس کے ''آگے''، ''قبل'' (پہلے) کہنے سے وہ ظاہر نہیں کہلاتا اور نہ ہی ''بعد'' کہنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ پہلے نہ تھا، نہ اسے ''کل'' کہا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں ''تھا'' کا لفظ بولا جاسکتا ہے، نہ ہی ''لَیْسَ'' (نہ تھا) کہنے سے وہ معدوم شمار ہوسکتا ہے۔''

صفاتِ الٰہیہ

اس کی صفات بیان کرنا ہوں تو کہیں گے، اس کی صفات جیسی کوئی صفت نہیں، اس کا کوئی فعل (کام) بتانا ہو تو کہیں گے کہ اس کا کوئی سبب نہیں، اس کا ''ہونا'' بتانا ہو تو کہیں گے کہ اس کی نہایت نہیں ہے، وہ اپنی مخلوق والے حالات سے دوچار نہیں ہوتا، اس کی خلقت میں سے کوئی بھی اس جیسا مزاج نہیں رکھتا اور نہ ہی اسے اپنے کسی فعل انجام دینے (کام) میں دشواری ہوتی ہے، وہ اپنی مخلوق سے قدیم ہونے کی بناء پر یونہی الگ تھلگ ہے جیسے اس کی مخلوق حادث ہونے کی بناء پر اس سے جدا ہے چنانچہ اگر تم اس کے بارے میں ''مَتٰی'' (کب) کہہ کر پوچھو تو اس کا وجود اس وقت (متیٰ) سے پہلے موجود تھا، تم اسے ھُوَ (وہ) کہو تو یہ ''ھ'' اور ''وٗ'' دونوں حرف اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں (ان سے اس کے بارے میں اشارہ ممکن نہیں) اگر تم ''اَیْنَ'' (کہاں) کہہ کر اس کا پوچھو تو اس (پوچھی ہوئی جگہ سے) اس کا وجود پہلے موجود تھا لہٰذا ہم کہیں گے کہ ہمارے یہ حروف صرف اس کے وجود کا پتہ بتاتے ہیں، اس کے وجود کے اقرار کا یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی ذات میں ثابت ہے، معرفت کا مطلب یہ ہے کہ اس کی توحید کا اقرار کیا جائے اور پھر اس کی توحید کے اقرار کا مفہوم یہ ہے کہ اسے اس کی مخلوق جیسا نہ جانو، تمہارے ذہن میں اس کے بارے میں کچھ آئے تو وہ اس سے مختلف ہوتا ہے کیونکہ جن اشیاء کو وہ پیدا فرما چکا ہے وہ اس کی تصویر کشی کیسے کرسکتی ہیں یا پھر یوں کہو کہ جسے اللہ نے پیدا فرمایا وہ چیز اس کا پتہ کیا بتائے گی، نہ آنکھوں میں اسے دیکھنے کی قوت ہے اور نہ ہی وہ کسی گمان میں آسکتا ہے،

اس کے قرب کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ قرب والا شخص صاحبِ عزت ہے' اس سے دوری کا مطلب' اس کی طرف سے ذلت ہوتی ہے' اس کا بلند ہونا یہ معنیٰ نہیں رکھتا کہ وہ اوپر چڑھا ہوا ہے اور نہ اس کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے جگہ بدل لی ہے' قصہ کوتاہ' وہ اوّل ہے' وہ آخر ہے' وہ ظاہر ہے' وہ باطن ہے' وہی قریب ہے وہی بعید ہے' کوئی اس جیسا نہیں' وہ اپنے طور پر سنتا' دیکھتا ہے۔''

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ: ایک شخص حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے سامنے کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مجھے توحید کے بارے میں بتایئے کہ کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا:

''تمہیں علم ہونا چاہیئے کہ اللہ کی قدرت اشیاء میں ملے بغیر ہر چیز میں کارفرما ہے' وہ ہر شے کو کسی علّت اور سبب کی بناء پر پیدا فرماتا ہے جبکہ وہ خود کسی سبب کی بناء پر نہیں بنا' آسمانوں کی بلندیوں اور زمین کی پستیوں میں اس کے سوا کوئی تدبیر کرنے والا نہیں ہے اور تمہارے ذہن میں اللہ کی جو بھی تصویر بنتی ہے' اللہ اس سے جداگانہ حیثیت کا ہے۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

توحید کا مفہوم یہ ہے' تم جان لو اور اس بات کا اقرار کر لو کہ وہ ازل میں تنہا تھا' اس کے ساتھ اور کوئی نہ تھا اور نہ ہی اس سے قبل کوئی کام ہوا۔''

ایمان کسے کہتے ہیں؟

حضرت عبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''ایمان کا مفہوم یہ ہے کہ انسانی دل ان غائب چیزوں کی تصدیق کریں جن کا اللہ نے انہیں علم دیا ہے۔''

☆ حضرت ابوالعباس سیاری رحمہ اللہ کہتے ہیں

عطا کی دو قسمیں

اللہ کی عطاء دو قسم کی ہوتی ہے' ایک کا نام ''کرامت'' ہے اور دوسری کا ''اِستدراج'' جو عطاء تمہارے پاس رہتی ہے' اسے کرامت سمجھو اور جو اللہ کی طرف سے زائل کر دی جاتی ہے وہ استدراج کہلاتی ہے لہٰذا یوں کہا کرو کہ ''میں ان شاء اللہ مومن (ایماندار) ہوں۔'' یہ حضرت ابوالعباس سیاری اپنے وقت کے شیخ تھے۔

☆ میں نے اپنے استاذِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کے بارے میں سنا کہ انہوں نے بتایا' ایک آدمی نے ابوالعباس سیاری رحمہ اللہ کا پاؤں دبا دیا تو انہوں نے فرمایا:

''تم نے میرا وہ پاؤں دبایا جو اللہ کی نافرمانی میں کبھی نہیں اٹھا۔''

☆ حضرت ابوبکر واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص یہ کہے کہ میں برحق اللہ پر ایمان لایا ہوں' تو اسے کہا جائے گا: برحق کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے اللہ کے بارے میں مکمل اطلاع ہونی چاہیئے' وہ اسے مکمل طور پر جانے اور اس کا علم رکھے چنانچہ جو اتنی خبر رکھتا ہو' وہی اپنے اس دعویٰ میں سچا ہوگا ورنہ اس کا ایمان باطل ہوگا' چنانچہ اسی بناء پر اہلِ سنت کہتے ہیں کہ دراصل جنتی وہ ہوتا ہے جس کے جنتی ہونے

کی شہادت موجود ہو اور جو اس رازِ الٰہی سے واقف نہیں' اس کا یہ دعویٰ کہ وہ مؤمن ہے' صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔

☆ میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے سنا' انہوں نے منصور بن عبداللہ سے' انہوں نے ابوالحسن عنبری سے' انہوں نے سہل بن عبداللہ تستری کو کہتے سنا:

''مسلمان اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے لیکن ان کی دید' اللہ تعالیٰ کو نہ تو اپنے گھیرے میں لے گی نہ اللہ کی انتہاء معلوم ہوگی۔''

☆ حضرت ابوالحسین نوری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دلوں کو ملاحظہ فرمایا تو اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل کے سوا ایسا اور کوئی دل نظر نہیں آیا جس میں آپ سے زیادہ شوق ہو چنانچہ اس نے فوری طور پر اپنے دیدار اور گفتگو کا شرف بخشنے کے لئے انہیں معراج کا شرف بخشا۔''

اللہ تعالیٰ جہت میں ہونے سے پاک ہے:

☆ میں نے ابوبکر محمد بن حسن بن فورک (۴۰۶ھ) رحمہ اللہ سے سنا' انہوں نے ابوعثمان مغربی کے خادم محمد بن محبوب سے سنا کہ ایک دن انہیں ابوعثمان مغربی نے کہا:

''اے محمد! اگر کوئی تجھ سے یہ پوچھ لے کہ تمہارا معبود کہاں ہے تو تم اسے کیا جواب دو گے؟

انہوں نے کہا: میں یہ جواب دوں گا کہ جہاں ازل میں موجود تھا۔

حضرت ابوعثمان نے کہا اگر کوئی یہ پوچھ لے کہ ازل میں کہاں تھا تو تمہارا جواب کیا ہوگا؟

محمد نے جواب دیا: میں کہوں گا کہ جہاں اب ہے۔ مقصد یہ کہ جیسے وہ پہلے کسی مکان میں نہ تھا' اب بھی کسی مکان میں نہیں ہے۔

چنانچہ یہ جواب سن کر ابوعثمان مجھ سے بہت خوش ہوئے اور اپنی قمیص اتار کر مجھے دے دی۔

☆ میں نے امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ سے سنا کہ ابوعثمان مغربی نے انہیں کہا:

میں اللہ تعالیٰ کو کسی جہت میں خیال کرتا تھا لیکن بغداد پہنچا تو یہ اعتقاد میرے دل سے جاتا رہا چنانچہ وہاں پہنچ کر میں نے مکہ میں اپنے دوستوں کو لکھ بھیجا کہ میں اب نئے سرے سے مسلمان ہوا ہوں۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ سے مخلوق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ: یہ صرف قالب (ڈھانچے) اور صورتیں ہوتی ہیں جو اللہ کے حکم پر چل رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ خالقِ افعال ہے:

حضرت واسطی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جیسے روحیں اور جسم ذاتی طور پر نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے رواں دواں اور ظہور پذیر ہیں یونہی دل میں آنے والے خیالات اور جسمانی حرکتیں بھی ذاتی طور پر نہیں ہوتیں بلکہ اللہ کی قدرت سے واقع ہوتی ہیں کیونکہ یہ خیالات اور حرکتیں، جسموں اور روحوں کی گویا شاخ ہوتی ہیں۔''

حضرت واسطی رحمہ اللہ نے یہ بات کہہ کر بتایا ہے کہ بندوں کے کام اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہوتے ہیں اور جیسے اللہ

کے سوا جوہروں کو کوئی اور شخص پیدا نہیں کرتا یونہی ان کے ساتھ عارض ہونے والی اشیاء کو بھی اللہ کے سوا کسی نے پیدا نہیں فرمایا۔''

☆ حضرت ابوسعید خزار رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنی کوشش سے کوئی مقصد حاصل کر سکتا ہے تو وہ اس کی صرف تمنا ہی ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ بغیر کسی کوشش کے مقصد کو پالے گا تو وہ بھی کچی ذہنیت کا مالک ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''مقامات و مرتبے تو اللہ تعالیٰ نے تقسیم فرما دیئے ہیں یہ مرتبے صفات کی شکل میں ہوتے ہیں جو اللہ کی عطا کردہ ہیں تو کوشش سے یہ کیسے حاصل کئے جا سکتے ہیں اور ہم کیسے انہیں کیسے پا سکتے ہیں؟''

کفر کسے کہتے ہیں؟

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ سے کفر باللہ اور کفر للہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''کافر ہونا' مومن ہونا' دنیا اور آخرت' اللہ کی طرف سے' اس کی طرف' اس کے ساتھ اور اسی کے لئے ہوتے ہیں''

کفر وایمان ''من اللہ'' ہونے کا مقصد یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے مخلوق ہیں ''الی اللہ'' کا مطلب ہے کہ اس کی سزا و جزاء اللہ کے ہاں سے ملے گی'' کفر وایمان ''باللہ'' کا مطلب یہ ہے کہ انہیں وہی باقی رکھے ہوئے ہے اور کفر وایمان ''للہ'' کا مقصد یہ ہے کہ یہ چیزیں اس کی مِلک (قبضہ) میں ہیں اور اس کی پیدا کردہ ہیں۔

توحید کسے کہتے ہیں؟

☆ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عالم سے ''توحید'' کا مفہوم پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ توحید ''یقین'' کا دوسرا نام ہے۔

اس پر سوال کرنے والے نے پوچھا: مجھے بتاؤ' یقین کیا ہوتا ہے؟

عالم نے کہا' تمہارا یہ جان لینا کہ مخلوق کی حرکات و سکنات صرف اللہ وحدہ لاشریک کے افعال (کام) ہیں اور جب تمہیں یہ معرفت و پہچان حاصل ہوگئی تو تم ''موحد'' (اللہ کو ایک جاننے والے) بن جاؤ گے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرے لئے دُعا فرمایئے! تو آپ نے فرمایا:

''اگر تم نے اللہ کے علمِ غیب کی تائید' اللہ کی توحید پر سچے ایمان سے کی ہے تو یقین کرلو کہ پھر تمہاری بہت سی دُعائیں (پہلے ہی) قبول ہو چکیں ورنہ خالی اسے پکارنے سے غرق ہونے والے کو بچایا نہیں جا سکتا۔''

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ بتاتے ہیں: فرعون نے واشگاف طور پر ربوبیت کا دعویٰ کیا تھا لیکن فرقۂ معتزلہ در پردہ اعلانِ ربوبیت کرتا ہے' معتزلی یہ کہتا ہے ''میں جو کچھ چاہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔''

(فرقۂ معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود خالق ہوتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ ہمارا خالق تو خدا ہی ہے ۱۲ چشتی)۔

وضاحتِ توحید

☆ حضرت ابوعلی روزباری رحمہ اللہ سے ''توحید'' کی وضاحت کرنے کو کہا گیا تو آپ نے فرمایا:
''توحید کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ انسانی دل میں یہ بات سمائی ہوئی ہو کہ اللہ نے کوئی فعل انجام دینا ترک نہیں فرمایا اور نہ ہی کوئی چیز اس جیسی ہوسکتی ہے' اگر ایک ہی جملہ میں مفہوم توحید بیان کرنا ہو تو یوں کہیں گے: ہر وہ چیز جو وہم وفکر میں آتی ہے' وہ اللہ نہیں ہوسکتی کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے: لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَىْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[1]۔ (اس جیسا کوئی نہیں اور وہ اپنے طور پر سننے اور دیکھنے والا ہے)۔''

☆ حضرت ابوالقاسم نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''جنت اس کے قائم رکھنے کی وجہ سے باقی ہے' اللہ تمہیں یاد رکھے تو یہ اس کی رحمت ہے اور تمہارے ساتھ اس کی محبت تب تک ہے جب تک وہ موجود ہے اور ان دونوں میں واضح فرق پایا جاتا ہے' ان میں سے ایک چیز تو اللہ کے باقی رہنے کی وجہ سے قائم ہے اور دوسری اس کے قائم رکھنے سے موجود ہوتی ہے۔''

ابوالقاسم نصر آبادی رحمہ اللہ کا یہ فرمان نہایت تحقیقی ہے کیونکہ اہل حق کا کہنا ہے کہ اس قدیم ذات کی صفات ویسے ہی ہمیشہ باقی ہیں جیسے وہ خود باقی ہے۔ حضرت ابوالقاسم نے لوگوں کی توجہ اس مسئلہ کی طرف کی اور بتادیا ہے کہ ہر باقی رہنے والی چیز اللہ کے باقی رہنے کی وجہ سے ہے جبکہ اہلِ حق کے مخالفین اس کے مخالف ہوگئے چنانچہ انہوں نے ناجائز طور پر حق کی مخالفت کی۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''تم اسی بات میں حیران ہو کہ یہ اللہ کے فعل کی صفات ہیں اور یہ اس کی ذات کی صفات ہیں حالانکہ درحقیقت یہ دونوں ہی اللہ کی صفات ہیں چنانچہ جب تم اس سے جدا شمار ہوتے ہو تو اس کی صفت فعل سے تعلق رکھتے ہو اور جب ذاتِ الٰہی کے ساتھ گنے جاتے ہو تو اس کی صفتِ ذات سے تعلق رکھتے ہو۔ حضرت ابوالقاسم نصر آبادی اپنے وقت کے عظیم شیخ تھے۔

☆ میں نے ابواسحاق اسفرائنی سے سنا' فرماتے تھے کہ جب میں بغداد سے واپس آیا تو نیشاپور کی جامع مسجد میں مسئلہ روح کا درس دے رہا تھا' میں بتا رہا تھا کہ روح مخلوق ہوتی ہے' حضرت ابوالقاسم نصر آبادی مجھ سے دور بیٹھے ہوئے تھے اور میری تقریر غور سے سن رہے تھے' تھوڑے ہی دنوں بعد وہ ہمارے ہاں سے گزرے تو محمد فراء سے کہنے لگے' گواہ ہو جاؤ کہ میں اس آدمی کے ہاتھ پر از سرِ نو مسلمان ہوا ہوں۔ انہوں نے میری طرف اشارہ فرمایا تھا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''وہ جس کا ہم شکل نہیں ہے اور نہ ہی اس کی مثال ہے وہ لوگوں سے کیسے متصل (ملنے والا) ہوسکتا ہے جن کا مشابہ اور ہم شکل بھی موجود ہے اور ہم مثل بھی' اس پر سخت افسوس ہے' یہ عجیب سا گمان ہے' ہاں اللہ لطیف کا کرم ہو تو ایسا ممکن ہے کیونکہ جسے پالینا' جس کا وہم کرنا اور جس کا احاطہ کرنا ممکن نہ ہوا سے اللہ کی طرف سے یقین کے اشارے اور ٹھوس ایمان کے بغیر اتصال والا کیسے کہا جاسکتا ہے۔''

☆ حضرت طاہر بن اسماعیل رازی رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت یحییٰ بن معاذ سے کسی نے کہا: مجھے اللہ کے بارے میں بتاؤ۔ انہوں نے کہا: اللہ ایک ہے۔

۱۔ سورۃ الشوریٰ۔ آیت: ۱۱

ان سے پھر پوچھا گیا: وہ کیسے؟
انہوں نے کہا: وہ بادشاہ اور قدرت والا ہے۔
ان سے پھر دریافت کیا گیا کہ وہ کہاں ہے؟
انہوں نے کہا: وہ خوب دیکھ رہا ہے۔
سائل نے کہا: میں نے تو اس کے بارے میں پوچھا ہی نہیں۔
اس پر یحیٰی نے فرمایا: میری بیان کردہ صفات کے علاوہ باقی صفات مخلوق کی ہیں اور اللہ کی صفات وہی ہیں جنہیں ابھی میں نے بیان کردیا ہے۔
☆ حضرت ابوعلی روزباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''ہروہ شخص جس نے جہالت کی بناء پر وہم کیا اللہ ایسا ہے تو عقل اس کے خلاف فیصلہ دیتی ہے'' (کہ وہ ایسا نہیں)۔

لفظِ ''مَعَ'' دو معنوں کیلئے

حضرت ابن شاہین رحمہ اللہ نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے ''مع'' کا معنی پوچھا تو آپ نے فرمایا'' ''مع'' دو طرح استعمال ہوتا ہے' اگر یہ لفظ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ استعمال کیا جائے تو اس کا معنی مدد کرنا اور حفاظت کرنا ہوتا ہے جیسے ارشاد خداوندی ہے۔ اِنَّنِیْ مَعَکُمَا اَسْمَعُ وَاَرٰی [1]۔ (میں تمہارے ساتھ ہوں' سنتا اور دیکھتا) (یعنی میں تمہاری مدد کروں گا اور حفاظت بھی ۱۲ چشتی) اور اگر اسے عام لوگوں کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ علم اور احاطہ کے معنیٰ دیتا ہے جیسے ارشاد الٰہی میں ہے مَایَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ [2] (جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشی ہو تو چوتھا وہ موجود ہے)۔
(آیت میں آگے لفظ مَعَهُم آرہا ہے' جس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان تین' چار اشخاص کا علم رکھتا ہے ۱۲ چشتی)
اس پر حضرت ابنِ شاہین نے کہا: تمہاری طرح کے لوگ ہی اس امت کو اللہ کا راستہ بتاتے ہیں۔

عرش حادث ہے

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کسی نے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی کی وضاحت پوچھی تو آپ نے فرمایا:
''اللہ نے اپنی ذات کو ثابت رکھا اور مکان کی نفی کردی چنانچہ وہ اپنی ذات کے لحاظ سے موجود ہے اور باقی ہر چیز اس کے حکم سے موجود ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔''
☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے بھی اسی آیت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''رحمٰن ازل سے موجود ہے لیکن عرش حادث (نیا پیدا شدہ) ہے۔''
یہاں یہ بتایا جارہا ہے کہ عرش کا قیام ذاتِ الٰہی سے ہے۔
اسی آیت کے بارے میں حضرت جعفر بن نصیر سے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: وہ ہر شے کو ایک ہی طرح سے جانتا ہے چنانچہ اس کے نزدیک کوئی بھی شے دوسری سے زیادہ قریب نہیں ہے۔

۱۔ سورۂ طٰہٰ۔ آیت: ۴۶
۲۔ سورۂ مجادلہ۔ آیت: ۷

اللہ کو کہاں مانیں

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی شے کے اندر ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے کے اوپر ہے تو وہ مشرک بن جاتا ہے اس لئے کہ اگر وہ کسی شے کے اوپر ہے تو وہ محمول بنے گا (یعنی کوئی اسے اٹھانے والا ہوگا)' اگر کسی شے کے اندر ہے تو وہ محاصرے میں آ گیا اور اگر کسی شے سے بنا ہے تو حادث ہو گیا (اور یہ تینوں باتیں شرک ہیں ۱۲ چشتی)۔

☆ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہی ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''جس شخص نے یہ کہہ دیا کہ حضور خود قریب ہوئے تو اس نے وہاں قدرے مسافت کا اقرار کر لیا کیونکہ باہمی طور پر ایک دوسرے کے قریب ہونا یوں ہوتا ہے کہ قریب ہونے والا دوسرے کو علم معرفت کی قسموں سے دور لے جاتا ہے اللہ کے ہاں تو قرب و بعد نہیں ہوتا۔

☆ میں نے اپنے استاذِ گرامی ابوعلی کے قلم سے لکھا دیکھا ہے کہ ایک صوفی سے پوچھا گیا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: اللہ تمہیں برباد کرے، عین ذات الٰہی کا یقین رکھتے ہوئے بھی تو پوچھ رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ (سوال ہی سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اللہ کو جانتا تھا ۱۲ چشتی)

☆ حضرت خرّاز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قریب ہونے حقیقی مطلب یہ ہوتا ہے کہ دل سے اشیاء محسوس نہ ہو سکیں اور دل کو ذاتِ الٰہی سے سکون ملے۔''

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں ایک شخص کے پاس پہنچا جسے شیطان نے گرا رکھا تھا' میں نے اس کے کان میں اذان دینا شروع کی تو اس کے پیٹ سے شیطان نے آواز دی' آپ پیچھے ہٹ جائیں' میں اسے قتل کر رہا ہوں کیونکہ یہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے۔

حروف مخلوق ہیں

☆ حضرت ابنِ عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے حروف پیدا کئے تو انہیں چھپائے رکھا اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو یہ راز ان میں رکھ دیا' فرشتوں کو پتہ نہیں چل سکا چنانچہ یہ حروف حضرت آدم علیہ السلام کی زبان پر جاری ہو گئے اور مختلف زبانیں بولی جانے لگیں اور پھر ہر بولی کے لئے انہیں جدا جدا صورت دے دی۔''

حضرت ابنِ عطاء نے واضح طور پر کہا ہے کہ حروف مخلوق ہیں۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

''حروف، فعل کی زبان ہیں' ذات کی نہیں کیونکہ یہ مفعول میں فعل کا اثر ہوتے ہیں۔''

اس میں بھی صراحت ہے کہ حروف مخلوق ہیں۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے شامیوں کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

''توکل دل کا عمل ہوتا ہے اور توحید' دل کا قول ہوتا ہے آپ فرماتے ہیں: اہلِ اصول کا یہ فرمان ہے کہ کلام اِس معنیٰ کو کہتے ہیں جو دل سے قائم ہو اور اس سے متعلق ہو جیسے امر' نہی' خبر اور اطلاع لینا۔

☆ شامیوں ہی کے سوالات کے جواب میں آپ نے مزید فرمایا:
''علم غیب صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے کیونکہ وہ ہر اس امر کو جانتا ہے جو ہو چکا' آئندہ ہوگا یا نہ ہو سکے گا' وہ جانتا ہے کہ اگر یہ امور ہوتے تو کیسے ہوتے۔''

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو اسے لِمَ (کیونکر ہوا) اور کَیفَ (کیسے ہوا) جیسے سوال کی ضرورت نہیں پڑتی۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''سلسلۂ توحید میں غور وفکر کرنے کے لئے مل بیٹھنا سب سے اچھی اور سب سے اعلیٰ محفل ہوتی ہے۔''

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
''اللہ تعالیٰ نے روح سے بڑھ کر کوئی شے پیدا نہیں فرمائی''
گویا آپ واضح طور پر بتا رہے ہیں کہ روح مخلوق ہوتی ہے۔''

استاذ محترم امام زین الاسلام ابوالقاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں' یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ اصولی مسائل میں اکابر صوفیہ کرام کے عقائد اہل حق کے اقوال کے موافق ہیں۔

ہم اتنا بیان کرنے ہی پر اکتفاء کرتے ہیں کہ کہیں حدِ اختصار سے باہر نہ نکل جائیں۔

فصل

ہم نے مسائل توحید کے بارے میں صوفیہ کے کئی اقوال ذکر کئے ہیں اور انہیں ترتیب وار ذکر کر دیا ہے' صوفیہ نے اپنی تصنیفات میں اللہ کے صفات یوں لکھے ہیں

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات:

جیسا کہ صوفیہ کے متفرق کلاموں میں موجود ہے اور ان کی کتابوں میں توحید کے متعلق لکھا ہوا ہے کہ طریقت کے مشائخ فرماتے ہیں:

''بلاشبہ حق سبحانہ تعالیٰ موجود ہے' قدیم ہے' واحد ہے' حکیم ہے' قادر ہے' علیم' قاہر' رحیم' مرید' سمیع' مجید' رفیع' متکلم' بصیر' متکبر' قدیر' حی' احد' باقی اور صمد ہے۔ وہ علم کی بنا پر عالم ہے' قدرت کی وجہ سے قادر' ارادے کی بناء پر مرید' سننے کی وجہ سے سمیع' دیکھنے کی وجہ سے بصیر' کلام کرنے کی وجہ سے متکلم' زندگی کی وجہ سے حی اور بقاء کی وجہ سے باقی کہلاتا ہے اللہ دو ہاتھوں سے مراد۔''

اللہ کے دو ہاتھوں سے مراد:

اللہ کے دو ہاتھ درحقیقت اس کی دو صفتیں ہیں' وہ بالخصوص ان کے ذریعے جو چاہتا ہے پیدا فرماتا جاتا ہے۔ اس کے چہرے کا ذکر بھی آتا ہے اور اس کی صفاتِ ذاتیہ اس کی ذات سے تعلق رکھتی ہیں' انہیں نہ تو اللہ کا عین کہہ سکتے ہیں نہ ہی اس کا غیر بلکہ یہ اس کی ازلی صفات ہیں اور دائمی خوبیاں' وہ اپنی ذات کے لحاظ سے اَحَد ہے' اپنی بنائی چیزوں میں سے کسی کے مشابہ نہیں اور نہ ہی اس کی مخلوقات میں سے کوئی شے اس کی ہم شکل ہے' نہ وہ جسم کہلاتا ہے' نہ جوہر اور نہ ہی عرض' اس کی صفات عرض نہیں کہلاتیں' نہ وہ وہم میں متصور ہوتا ہے' نہ ہی عقلیں اس کا اندازہ کر سکتی ہیں' نہ اس کی کوئی جہت ہے اور نہ ہی مکان' وقت اور زمانہ اس کی ذات پر جاری نہیں ہوتے' نہ اس کی صفات میں کمی بیشی ہوتی ہے' کوئی ہیئت وقد اسے خاص صورت نہیں دیتے اور نہ کوئی حد بندی اور انتہاء اس کا تعین کرتی ہیں' کوئی حادث چیز اس میں داخل نہیں ہوتی' کوئی شے اسے کام کرنے پر ابھارتی نہیں' اسے کسی رنگ سے تعلق نہیں اور نہ وہ بننے بگڑنے کی چیز ہے' اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں' کوئی شے اس کی قدرت وقوت سے باہر نہیں' کوئی پیدا ہونے والا اس کے حکم کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا' کوئی معلوم چیز اس کے علم سے اوجھل نہیں' وہ کیسے بناتا ہے اور کیا بناتا ہے' اس پر اسے عیب نہیں لگایا جا سکتا (اعتراض نہیں کیا جا سکتا)' اس کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کہاں ہے' کس مقام پر ہے اور وہ کیسے ہے' اس کے وجود کی ابتداء کے بارے میں سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ کب بنا' اس کے باقی رہنے کی انتہا نہیں کہ اس کے بارے میں کہا جا سکے کہ اس نے اپنا وقت اور دور پورا کر لیا ہے' نہ اس کے بارے میں سوال ہو سکتا ہے کہ اس نے جو کچھ کیا' کیوں کیا؟ کیونکہ اس کے کام کسی سبب کے ذریعے نہیں ہوتے' اس کی ذات کے بارے میں یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ وہ کیا ہے کیونکہ اس کی جنس کا کوئی اور ہے ہی نہیں کہ اس جنس کی شکلوں کی علامات سے اسے امتیاز دے سکیں' اسے سامنے سے دیکھا نہیں جا سکتا مگر وہ دوسروں کو آنکھوں کے بغیر دیکھ رہا ہے' وہ چیزوں کو بغیر ہاتھ لگائے اور مشقت کئے بنا دیتا ہے' اس کے سبھی نام نہایت اچھے ہیں اور اس کی صفات بھی بلند مرتبہ ہیں' وہ جو چاہے کر دیتا ہے' بندے اس کے حکم

کے تابع ہیں' اس کی بادشاہی میں اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا اور اس کی حکومت میں فیصلہ شدہ کاموں کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا' جن حادث چیزوں کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ انہیں پیدا کرنا ہے تو وہ ارادہ کرنے ہی سے پیدا ہو جاتی ہیں اور ہو جانے والی چیزوں میں وہ چاہتا ہے کہ نہ ہو سکیں تو اس کے ارادہ پر وہ ہو نہیں سکتیں' بندے کے ہاتھوں انجام ہونے والے برے اور اچھے اعمال کا خالق ہے' جہان بھر میں موجود ہر دیکھی جانے والی چیز اور ان کی علامات کو نئے سرے سے بناتا ہے خواہ وہ تھوڑی ہوں یا زیادہ' وہ امتوں کی طرف اپنے رسول بھیجتا رہا' حالانکہ بھیجنا اس پر لازم نہیں تھا' وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر لوگوں کو اپنا بندہ بنائے ہوئے ہے کہ اسے نہ تو کوئی ملامت کر سکتا ہے اور نہ ہی اس پر اعتراض کی گنجائش ہے۔

اس نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واضح معجزات دے کر کھلی نشانیوں سے ایسی تائید فرمائی کہ کوئی کسر باقی نہیں رہی' اس نے آپ کے ذریعے یقین و انکار کو الگ الگ کر دکھایا' آپ کی وفات کے بعد اللہ نے عظمتِ اسلام کی حفاظت بذریعہ خلفاء راشدین فرمائی اور پھر اپنے دوستوں اور اولیاء کی زبان سے ظاہر ہونے والے دلائل کے ذریعے اس نے حق کی حفاظت فرمائی' پھر کمی بیشی کا شکار نہ ہونے والی امت کو گمراہی پر جمع ہونے سے بچایا اور اپنی نگرانی میں باطل کا تخم ختم کر دیا اور وہ وعدہ پورا فرما دیا جو اس نے امت کی امداد کے بارے میں فرمایا تھا کہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ[1] (تا کہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب فرما دے خواہ مشرک اسے ناپسند ہی کیوں نہ کریں)۔

[1] سورہ توبہ' آیت ۳۳۔

باب

تذکرۂ مشائخ، سیرت اور اقوال، عظمتِ شریعت

اللہ کی توفیق سے یہ وہ فصلیں ذکر کی جا رہی ہیں جو مختصر طور پر مشائخ صوفیہ کے اصول بتاتی ہیں

اللہ تعالیٰ آپ لوگوں پر رحم فرمائے، آپ کے علم میں یہ بات لائی جا رہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بزرگانِ امت نے اپنی حیات میں صحابی رسول ہونے کے علاوہ کوئی اور پہچان نہیں بنائی کیونکہ اس سے زیادہ ان کے لئے اور کوئی فضیلت نہ تھی چنانچہ ان میں سے ہر ایک کو صحابی ہی کہا جاتا رہا اور جب ان سے آئندہ زمانہ کے لوگ آملے تو ان کی کی صحبت میں آنے والوں کو ''تابعین'' کہا جانے لگا، یہ نام ان کے لئے کسی شرف سے کم نہ تھا پھر ان کے بعد والے لوگوں کو ''تبع تابعین'' کہا گیا۔ ان کے بعد اختلافات کا دور شروع ہوا تو الگ الگ مرتبے بن گئے چنانچہ دین کے بڑے محافظ خاص لوگوں کو زاہد اور عابد کہنے لگے، پھر نئے نئے کام شروع ہو گئے اور ہر فرقے نے یہ دعویٰ کرنا شروع کر دیا کہ زاہد انہی میں موجود ہیں چنانچہ وہ اہل سنت کے خاص لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لئے وقف کر رکھا تھا اور اپنے دلوں پر غفلت طاری نہ ہونے دی تھی۔ الگ طور پر تصوف کا لفظ استعمال کرنے لگے (اور صوفی کہلانا شروع کر دیا) اور پھر دوسری صدی ہجری سے قبل ہی ان اکابر کے لئے لفظ صوفی مشہور ہو گیا۔

اب ہم اس باب میں طبقۂ اولیٰ تا طبقہ متاخرین مشائخ طریقت کی جماعت کے نام ذکر کر رہے ہیں، ان کی سیرت پر روشنی ڈالیں گے اور ان کے اقوال کا ذکر ہو گا تاکہ ان کے اصول ہائے طریقت معلوم ہو سکیں اور ساتھ ہی ان شاء اللہ ان کے آداب بتلائیں گے۔

چنانچہ ان میں سے پہلے یہ بزرگ ہیں۔

1۔ حضرت ابو اسحاق ابراہیم بن ادھم بن منصور رحمہ اللہ [۱] (م ۱۶۳ھ)

یہ بلخ (خراسان کا مشہور شہر) کے رہنے والے تھے۔

آپ بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے، ایک دن شکار کرنے نکلے، لومڑی یا جنگلی خرگوش کے پیچھے گئے، ابھی تلاش کر ہی رہے تھے کہ ایک غائبانہ آواز آئی: اے ابراہیم! کیا تمہیں اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے؟ یا (یہ آواز آئی) تمہیں اس کام کا کہا گیا ہے؟ بعد ازاں زین کے پائیدان سے بھی آواز آئی کہ بخدا تمہیں اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا یا (یوں کہ) تمہیں اس کام کا نہیں کہا گیا۔

آپ یہ سنتے ہی گھوڑے سے اترے اور سامنے اپنے والد کے چرواہے سے ملاقات ہو گئی، اس سے اونی چوغہ لے کر پہن لیا، گھوڑا اور اپنا ساز و سامان اسے دے دیا اور پھر جنگل کو نکل گئے، پھرتے پھراتے مکہ پہنچے، وہاں حضرت سفیان ثوری اور حضرت فضیل بن عیاض سے ملاقات کی۔ بعد ازاں شام چلے گئے اور وہیں انتقال ہوا۔

۱۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ، شعرانی ج ۱، ص ۶۹، وفیات الاعیان، ج ۱، ص ۳۱

حضرت ابراہیم کا ابتدا دور

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فصل کاٹ کر اور باغوں کی حفاظت کر کے محنت مزدوری کی روزی کھایا کرتے تھے۔

ایک دن جنگل میں ایک آدمی دیکھا جس نے آپ کو اسم اعظم سکھایا' آپ نے اس کی وساطت سے دُعا کی تو حضرت خضر علیہ السلام کی زیارت ہوگئی'انہوں نے بتایا: وہ میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام تھے جنہوں نے تمہیں اسم اعظم سکھادیا ہے۔

☆ حضرت ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابراہیم بن ادھم کی مجلس میں تھا: ان سے کہا کہ آپ نے کب سے دنیا ترک کردی ہے؟ اس پر انہوں نے مذکور واقعہ بیان کیا۔

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ پرہیز گاری کے عظیم منصب پر فائز تھے۔ ان کا یہ قول ملتا ہے کہ "حلال روزی کما کر کھاؤ تو تمہیں تہجد گزاری اور روزہ داری ترک کرنے سے نقصان نہ ہوگا۔"

کہتے ہیں کہ عموماً آپ یہ دُعا کیا کرتے تھے۔

"الٰہی مجھے اپنی نافرمانی سے بچا کر اطاعت گزاری کی راہ بتادے۔"

ایک دن آپ سے کسی نے کہہ دیا کہ گوشت مہنگا بکنے لگا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اسے چھٹی دے دو یعنی نہ خریدا کرو اور پھر یہ شعر پڑھا:

"جب کوئی شے مجھے مہنگی معلوم ہوتی ہے تو میں اسے لینا بند کر دیتا ہوں چنانچہ وہ جتنی مہنگی معلوم ہوتی تھی' اتنی ہی سستی معلوم ہونے لگتی ہے۔"

مرتبہ صالحین حاصل کرنے کا طریقہ

ایک دن دورانِ طواف آپ سے میں ایک شخص نے کہا کہ جب تک تم ان چھ مشکلات سے نہیں گزرو گے' تمہیں صالحین کا مرتبہ نہیں مل سکے گا۔

۱۔ نازونعمت سے رہنا چھوڑ دو اور مشکلات سے گزرنے کی عادت ڈالو۔

۲۔ عزت کی تلاش ترک کر کے ذلّت اپنالو۔

۳۔ آرام وآسائش سے رہنا ترک کر کے مشقت میں پڑو۔

۴۔ سونا ترک کرتے ہوئے جاگنے کی عادت ڈالو۔

۵۔ امیر ہونے کی خواہش نہ کرو بلکہ فقیری اپنالو۔

۶۔ دنیا میں امیدیں لگانا چھوڑ دو اور موت کی تیاری رکھو۔

آپ انگور کے باغ کی حفاظت پر مامور تھے کہ وہاں سے ایک مجاہد کا گزر ہوا' وہ آپ سے کہنے لگا کہ مجھے کچھ انگور دے دو' آپ نے کہا: میرے مالک کی اجازت نہیں' اس نے ڈنڈے سے آپ کو مارنا شروع کر دیا' آپ نے سر نیچے کرتے ہوئے کہا: اسے خوب مارو کیونکہ ایک عرصہ سے اس نے اللہ کے آگے جھکنے سے انکار کر رکھا تھا' وہ مارتے مارتے تھک کر چلا گیا۔

☆ حضرت سہل بن ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم کے پاس رہا کرتا تھا کہ ایک دن بیمار ہوگیا' انہوں نے

اپنی تمام جمع پونجی میرے علاج میں خرچ کردی، مجھے کھانے کی طلب ہوئی تو انہوں نے اپنا گدھا بیچ دیا اور وہ رقم بھی مجھ پر خرچ کردی، مجھے صحت ہوئی تو پوچھا کہ اے ابراہیم! گدھا کہاں ہے؟ انہوں نے کہا' اسے بیچ دیا ہے' میں نے کہا تو پھر میں سواری کس پر کروں گا؟ آپ نے کہا: میرے بھائی' میرے کندھوں پر سواری کرلو چنانچہ تین منزل تک مجھے اٹھا کر لے گئے۔

۲۔ابوالفیض حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ [۱] (۲۴۵ھ)

آپ کا اسم گرامی ثوبان بن ابراہیم تھا' کچھ نے الفیض بن ابراہیم بھی لکھا ہے' آپ کے والد نوبہ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۲۴۵ھ میں فوت ہوئے' طبقہ صوفیہ میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے' علم وتقویٰ اور حال وادب میں نمایاں مقام پر فائز تھے۔

کسی نے خلیفۂ وقت متوکل کے پاس آپ کی شکایت کی تو اس نے آپ کو مصر سے بلوا بھیجا' آپ نے آتے ہی اسے وعظ و تذکیر شروع کردی' وہ رو پڑا اور باعزت طور پر آپ کو مصر روانہ کردیا۔

خلیفۂ متوکل کے پاس جب بھی متقی لوگوں کا ذکر ہوتا تو وہ رونے لگتا اور کہا کرتا تھا کہ جب بھی پرہیز گار لوگوں کا ذکر کرو تو ذوالنون کا ذکر ضرور کیا کرو۔

آپ کمزور جسم کے مالک تھے' رنگ سرخی مائل تھا اور ابھی داڑھی سفید نہ ہوئی تھی۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

''جب بھی گفتگو کرو تو چار چیزیں پیشِ نظر رکھو:

۱۔ اللہ جلیل کی محبت کا ذکر کرو۔

۲۔ قلیل شے یعنی دنیا کی برائی بیان کرو۔

۳۔ تنزیل یعنی قرآن کریم کی فرمانبرداری پر بات کرو۔

۴۔ تحویل یعنی تبدیلی حالت پر گفتگو کرو (کہیں اللہ تعالیٰ ایمان نہ چھین لے ۱۲ چشتی)

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے کہ اللہ سے محبت کے دعویدار کی نشانی یہ ہوتی ہے کہ وہ حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق اپناتا ہے' آپ کے افعال اپناتا ہے' آپ کے فرمان پر چلتا ہے اور آپ کی سنت پر عمل کرتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کمینہ شخص کی علامات کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے بتایا:

''کمینہ وہ ہوتا ہے جو نہ تو خود اللہ کی طرف متوجہ ہونے کا طریقہ جانتا ہو اور نہ ہی کسی سے پوچھا کرتا ہو۔''

حضرت ذوالنون کی توبہ

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر ہوا' اتنے میں آپ کے ہاں حضرت سالم مغربی رحمہ اللہ آپہنچے اور حضرت ذوالنون سے پوچھا کہ آپ نے توبہ کس بناء پر کی تھی؟ انہوں نے کہا یہ ایک عجیب کہانی ہے' تم مانو گے نہیں! حضرت سالم نے کہا: آپ کو اپنے معبود کی قسم' ضرور بتایئے۔ حضرت ذوالنون نے کہا: میں مصر سے کسی بستی کا ارادہ لئے نکل کھڑا ہوا' جنگل میں پہنچا تو راستے ہی میں سو گیا' میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ ایک گھونسلے میں سے اندھی چڑیا زمین پر آگری'

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات للشعرانی ج۱ص ۷۰' وفیات الاعیان ج۱ص ۱۰۲

میرے دیکھتے زمین میں شگاف ہوگیا' کیا دیکھتا ہوں کہ دو کوزے تھے' ایک سونے کا اور دوسرا چاندی کا' ایک میں تو تل تھے اور دوسرے میں پانی' چڑیا تل کھائے جا رہی تھی اور پانی پیتی جا رہی تھی۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے خیال کیا کہ اس سے زیادہ اور کیا دیکھوں چنانچہ میں نے برے ارادوں سے توبہ کر لی اور ذکرِ الٰہی شروع کر دیا' اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے شرفِ قبولیت سے نواز دیا۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا

''جس پیٹ میں کھانا بھرا ہوا ہو وہ دانائی سے خالی ہوتا ہے۔''

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے توبہ کی کیفیت پوچھی گئی تو فرمایا:

''عالم لوگوں کی توبہ یہ ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے توبہ کرتے ہیں لیکن خاص لوگوں کی توبہ یہ ہوتی ہے کہ وہ غفلت سے توبہ کرتے ہیں۔''

۳۔ ابوعلی حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ [۱] (م ۱۸۷ھ)

آپ خراسان کے باشندے تھے جو مرو کے قریب واقع ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کی ولادت سمرقند میں ہوئی' ابیورد میں نشوونما پائی اور محرم ۱۸۷ھ کو مکہ مکرمہ میں وصال ہوا۔

توبۂ فضیل:

حضرت فضیل بن موسیٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل چالاک ترین شخص تھے اور بیورد و سرخس کے درمیان ڈاکہ زنی کیا کرتے تھے' توبہ کا سبب یہ ہوا کہ وہ ایک لڑکی کے عشق میں گرفتار ہو گئے' آپ دیوار پھلانگ کر اس کی طرف جانے لگے تو اس آیت کی تلاوت ہوتے سنی:

اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ [۲]

(کیا ایمان والوں کے لئے وہ وقت نہیں آن پہنچا کہ ان کے دل ذکرِ الٰہی کے لئے تیار ہو جائیں؟)

یہ سنتے ہی بے ساختہ آپ پکار اٹھے کہ پروردگار! وہ وقت آ پہنچا ہے۔''

اس کے بعد آپ واپس لوٹے تو رات ایک ویران جگہ پر گزری' وہاں کچھ اور لوگ بھی موجود تھے۔ ان میں سے ایک بولا کہ یہاں سے کوچ کرو لیکن دوسروں نے کہا کہ رات یہیں ٹھہرو کیونکہ راستے میں فضیل ڈاکو موجود تھے' وہ ہمیں لوٹ لے گا۔

ان کی یہ گفتگو سن کر حضرت فضیل نے توبہ کر لی اور انہیں امن و امان سے رہنے دیا' پھر آپ حرم مکہ میں آ ٹھہرے اور یہیں فوت ہوئے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت فرماتا ہے تو اکثر اسے غمگین رکھتا ہے لیکن وہ دشمنی فرماتا ہے تو مال دنیا کثرت سے دیتا ہے۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل کا وصال ہوا تو ان کے بعد غم کی اہمیت ہی ختم ہو گئی۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر پوری دنیا بھی مجھے اس شرط پر دے دی جائے کہ مجھ سے حساب نہ لیا جائے گا تو پھر بھی

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ۱' ص ۶۸' وفیات الاعیان ج ۴' ص ۴۷
۲۔ سورۃ الحدید آیت ۱۶۔

میں اسے پلید ہی سمجھوں گا اور اس سے اپنے آپ کو یوں بچاؤں گا جیسے تم پلیدی سے بچتے رہو کہ قریب سے گزرتے وقت کہیں کپڑے پلید نہ کردے۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''اگر مجھے یہ قسم اٹھانی پڑے کہ میں ایک ریاکار ہوں تو اس سے بہتر یہ ہے کہ میں ریاکاری سے محفوظ رہنے کی قسم کھاؤں۔''

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے:
''لوگوں کے خوف سے کوئی برائی چھوڑی جائے تو یہ ریاکاری ہے اور لوگوں سے شاباش لینے کو کوئی کام کیا جائے تو یہ شرک کہلاتا ہے۔''

☆ حضرت ابوعلی رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت فضیل کی معیت میں تیس سال تک رہا لیکن اس دوران نہ تو میں نے انہیں ہنستے دیکھا اور نہ ہی تبسم کرتے دیکھا' ہاں جس دن آپ کے بیٹے علی فوت ہوئے تو آپ ہنسنے لگے' میں نے اس سلسلے میں آپ سے پوچھا تو فرمایا: ''جب اللہ ایک کام کو پسند فرماتا ہے تو میں اس پر خوشی کا اظہار کیوں نہ کروں؟''

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب میں اللہ کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہوں تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کیونکہ اس کے اثر سے میرے گدھے اور غلام کی عادتیں بھی بدل جاتی ہیں۔

۴۔ابومحفوظ حضرت معروف بن فہروز کرخی رحمہ اللہ [1] (م ۲۰۰ھ)

یہ اکابر مشائخ میں شمار ہوتے تھے' ان کی دُعائیں اکثر قبول ہوا کرتی تھیں اور قبرِ اطہر کے توسل سے اکثر لوگ شفایاب ہوتے تھے۔

اہل بغداد کہا کرتے تھے کہ ان کی قبر تجربہ شدہ تریاق ہے۔

آپ حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھے۔

۲۰۰ھ میں وصال ہوا اور دوسری روایت کے مطابق حضرت کرخی کا وصال ۲۰۱ھ میں ہوا' آپ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے استاد تھے' ایک دن آپ نے سری سقطی سے فرمایا کہ اگر اللہ سے کچھ مانگنا ہو تو میری قسم دے کر مانگ لیا کرو۔

☆ میں نے اپنے استاذِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ حضرت معروف کرخی کے والدین نصرانی تھے' آپ ابھی بچے ہی تھے کہ والدین نے انہیں ایک عیسائی استاد کے پاس بٹھا دیا' جب استاد یہ کہتا کہ اللہ' تین میں تیسرا ہے تو آپ کہتے کہ نہیں' وہ تو ایک ہی ہے۔ اس پر استاد نے آپ کو بے تحاشا مارا' آپ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے' ان کے والدین کہا کرتے: کاش معروف واپس آجائے' وہ جس دین پر بھی ہوگا ہمیں منظور ہے بلکہ ہم بھی اس کا دین اپنا لیں گے چنانچہ آپ حضرت علی بن موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ کے دستِ اقدس پر مسلمان ہوگئے' گھر واپس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا' آواز آئی کون ہے؟ تو کہنے لگے: معروف ہوں۔ اہلِ خانہ نے پوچھا کہ کونسا دین اپنا چکے ہو؟ آپ نے کہا: دینِ حنیف' چنانچہ آپ کے والدین بھی مسلمان ہوگئے۔

☆ حضرت ابوبکر حربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کو کہتے سنا' بتاتے تھے
''میں نے حضرت معروف کرخی کو خواب میں دیکھا کہ وہ عرش کے نیچے کھڑے ہیں' اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے پوچھا کہ یہ کون

---

[1] مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱ ص ۲۷' وفیات الاعیان' ج ۵' ص ۲۳۱

ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے پروردگار! تو ہی جانتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ معروف کرخی ہے جو میری محبت میں مدہوش ہے اور اسے میری ملاقات ہی سے افاقہ ہوگا۔"

☆ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ مجھے داؤد طائی رحمہ اللہ کے ایک مرید نے کہا: یہ جو کام کر رہے ہو اسے ترک نہ کرنا کیونکہ اسی عمل سے تمہیں رضاءِ الٰہی حاصل ہے میں نے کہا: وہ کون سا عمل ہے؟ تو انہوں نے کہا" یہ جو تم ہمیشہ اللہ کی عبادت کرتے ہو مسلمانوں کی خدمت کرتے ہو اور انہیں پند و نصیحت کرتے رہتے ہو۔"

☆ حضرت حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا وہ وصال فرما چکے تھے میں نے پوچھا: اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ نے بتایا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے۔ میں نے کہا: کیا عبادت گزاری اور پرہیزگاری کی وجہ سے؟ فرمایا نہیں بلکہ اس بناء پر کہ میں نے ابن سماک کی نصیحت قبول کر لی تھی با قاعدہ فقیر بن گیا اور فقیروں سے محبت شروع کر دی۔

ابنِ سماک رحمہ اللہ کی حضرت کرخی کو نصیحت

حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کوفہ کے بازار سے گزر رہا تھا کہ ایک شخص کے پاس ٹھہر گیا ابنِ سماک نام تھا اور وہ وعظ کر رہے تھے دوران وعظ کہنے لگے:

"جس شخص نے مکمل طور پر اللہ سے قطع تعلق کر لیا اللہ قدرے اس سے توجہ ہٹا لیتا ہے اور جو دلی طور پر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے پوری کائنات کو اس کی طرف متوجہ فرما دیتا ہے اور جو کبھی کبھار اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اللہ کسی وقت اس کی صرف توبہ فرمالے۔"

چنانچہ ان کی یہ بات میرے دل میں گھر کر گئی میں اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اپنے سابق سارے کام چھوڑ دیئے ہاں اپنے آقا حضرت علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت جاری رکھی۔ پھر میں نے حضرت ابنِ سماک کے وعظ کے بارے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا: نصیحت قبول کرنا چاہو تو یہی کچھ کافی ہے۔

(علامہ قشیری کہتے ہیں) مجھے یہ واقعہ حضرت محمد بن حسین نے سنایا تھا انہوں نے بغداد میں عبدالرحیم بن علی الحافظ سے سنا انہوں نے محمد بن عمر بن فضل سے انہوں نے علی بن عیسیٰ سے اور انہوں نے معروف کرخی سے سن کر بتایا۔

☆ آپ مرضِ موت میں تھے کہ آپ سے کہا گیا: کوئی وصیت کیجئے تو فرمانے لگے:

"جب میں فوت ہو جاؤں تو میری قمیص صدقہ کر دینا میں چاہتا ہوں کہ دنیا سے ویسے ہی ننگا جاؤں جیسے اس میں آیا تھا۔"

☆ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ ایک ماشکی کے قریب سے گزرے وہ کہہ رہا تھا کہ

"میرے ہاں سے پانی پینے والے پر اللہ رحم فرمائے گا" آپ روزہ رکھے ہوئے تھے لیکن اس کے باوجود آگے بڑھ کر پانی پی لیا۔ آپ سے کہا گیا تم روزہ سے نہ تھے؟ آپ نے کہا ہاں روزے سے تھا لیکن میں نے ان کی دُعاءِ بخشش پر امید لگالی ہے۔"

۵۔ ابوالحسن حضرت سری بن مغلّس سقطی رحمہ اللہ [۱] (م ۲۵۷ھ)

یہ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے خالو تھے اور استاد بھی۔ حضرت معروف کرخی سے تعلیم حاصل کی، ورع وتقویٰ میں مشہور تھے، حدیث دانی اور علم توحید میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

☆ حضرت ابوالعباس بن مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''مجھے اطلاع ملی کہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ بازار میں تجارت کرتے ہیں، ایک دن معروف کرخی ان کے پاس آئے، ان کے ہمراہ ایک یتیم بچہ بھی تھا، کہنے لگے کہ اس یتیم بچے کے لئے کپڑا دے دو، حضرت سری سقطی کہتے ہیں کہ میں نے اسے کپڑے دئے تو حضرت معروف کرخی بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ''اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں دنیا سے نفرت ڈال دے اور جس مصیبت میں مبتلا ہو، اس سے تمہیں رہائی دے دے۔''

میں جب مکان سے نکلا تو دنیا سے زیادہ مجھے کوئی شے بری معلوم نہ ہو رہی تھی چنانچہ میری موجود حالت حضرت معروف کرخی کی برکت کی بنا پر ہے۔

☆ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے آج تک حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا، انہوں نے ۹۸ سال تک بستر پر لیٹ کر نہیں دیکھا، صرف مرض الموت میں بستر پر لیٹے تھے۔

تصوف کے تین معانی

☆ حضرت سری سقطی کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ تصوف تین معنوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

۱۔ صوفی کا نورِ معرفت ایسا ہو کہ اس سے اس کی پرہیز گاری متاثر نہ ہو سکے۔

۲۔ دل سے وہ بات نہ نکالے جو نصوصِ کتاب وسنت کے مخالف ہو۔

۳۔ کرامات دکھانے کے شوق میں اللہ کی طرف سے حرام کردہ کاموں میں نہ پڑے۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کا وصال ۲۵۷ھ میں ہوا۔

محبت کیا ہے؟

میں نے اپنے استاذِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے حضرت جنید رحمہ اللہ کے بارے میں بتایا کہ انہوں نے فرمایا تھا:

''مجھ سے ایک دن حضرت سری سقطی نے ''محبت'' کے بارے میں پوچھا تو میں نے کہا کچھ لوگ باہمی موافقت کو محبت کہتے ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کسی کو اپنے اوپر ترجیح دینے کا نام محبت ہے اور کچھ لوگ دوسرے معنیٰ بتاتے ہیں۔ اس پر حضرت سری نے اپنے بازو کی کھال کھینچی لیکن وہ نہ کھینچی۔ آپ فرمانے لگے: اگر میں یہ کہوں کہ بخدا اللہ کی محبت کے نتیجے میں یہ کھال نہیں اکھڑ سکی تو یہ بات درست ہوگی۔ پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی اور چہرہ گول چاند کی طرح چمکنے لگا حالانکہ حضرت سری گندم گوں رنگ کے تھے۔''

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۷۴، وفیات الاعیان ج ۲، ص ۲۵۷

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: ایک موقع پر میں الحمد للہ کہہ بیٹھا تو تیس سال سے اس کی تلافی کی خاطر استغفار کر رہا ہوں۔

آپ سے پوچھا گیا کہ وجہ کیا ہوئی؟ آپ نے بتایا' ایک مرتبہ بغداد میں آگ بھڑک اٹھی' اسی دوران مجھے ایک شخص ملا' جس نے بتایا کہ میری دکان بچ گئی ہے چنانچہ میں نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر اب تیس سال ہونے کو ہیں کہ میں اس کہے پر شرمسار ہوں کہ مسلمانوں کے مشکل وقت میں اپنی بھلائی پر الحمد للہ کیوں کہا تھا۔''

(علامہ قشیری کہتے ہیں)''میں نے یہ واقعہ عبداللہ بن یوسف سے سنا انہوں نے ابوبکر رازی سے' انہوں نے ابوبکر حربی سے اور انہوں نے حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے سنا تھا۔''

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا تھا:

''میں روزانہ کئی بار اپنا ناک دیکھا کرتا ہوں کہ کہیں سیاہ تو نہیں ہو چکی' مجھے اپنی بداعمالیوں کی بناء پر خوف ہی رہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا چہرہ سیاہ نہ کر دے۔''

جنت کا آسان راستہ

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے سری سقطی رحمہ اللہ سے سنا تھا' فرماتے تھے:

''میں ایک ایسے مختصر راستے کو جانتا ہوں جس سے جنت کو جا سکیں۔''

میں نے ان سے پوچھا' وہ کون سا راستہ ہے؟ تو فرمانے لگے:

''کسی سے کوئی شے نہ مانگا کرو' نہ ہی کسی سے کچھ لیا کرو اور نہ ہی تمہارے پاس اتنی چیز ہو کہ اس میں سے کسی اور کو دے سکو۔''

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں بغداد کے علاوہ کسی اور شہر میں مرنے کا ارادہ رکھتا ہوں!'' آپ سے پوچھا گیا ایسا کیوں؟ آپ نے فرمایا:''مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ اگر قبر نے مجھے قبول نہ کیا تو میں رسوا ہو جاؤں گا۔''

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اے اللہ! تو جو چاہے مجھے عذاب دے لے لیکن ایسا عذاب نہ دے' جس کے دوران میں تم سے پردے میں رہوں اور رسوا ہو جاؤں۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سری سقطی رحمہ اللہ کے پاس گیا' وہ رو رہے تھے۔ میں نے پوچھا: آپ کیوں روتے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: آج صبح ایک بچی آئی اور کہنے لگی' بابا جی! آج شب بڑی گرمی ہے' میں یہ کوزہ یہاں لٹکائے دیتی ہوں' پھر میری آنکھوں پر بوجھ پڑا تو میں سو گیا' میں نے خواب میں ایک خوبصورت بچی دیکھی' وہ آسمان سے اتری تھی۔ میں نے پوچھا' کس کی بیٹی ہو؟ کہنے لگی: اس کی جو کوزہ میں سرد پانی نہیں پیتا۔ چنانچہ یہ سنتے ہی میں نے وہ کوزہ زمین پر دے مارا اور توڑ دیا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ آپ نے کوزہ کی ٹھیکریاں وہاں سے نہ اٹھائیں اور نہ ہی انہیں ہاتھ لگایا اور یونہی ان پر مٹی چڑھ گئی۔

٦۔ ابونصر حضرت بشر بن حارث حافی رحمہ اللہ[۱] (م ۲۲۷ھ)

بنیادی طور پر ''مرو'' میں رہتے تھے لیکن پھر بغداد میں جا بسے اور وہیں انتقال ہوا' یہ حضرت علی بن خشرم کے بھانجے تھے' ۲۲۷ھ میں وصال فرما گئے۔ بڑے پایہ کے صوفی تھے۔

حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے توبہ کیونکر کی؟

آپ کے تائب ہونے کا سبب یہ بتایا جاتا ہے کہ راستے میں آپ نے ایک کاغذ پڑا دیکھا' کاغذ پر لوگوں کے پاؤں پڑے تھے' دیکھا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا تھا' اٹھالیا' ان کے پاس ایک درہم تھا جس سے انہوں نے کستوری جیسی خوشبو خریدی اور اس کاغذ پر لگادی پھر اسے دیوار کی دراز میں رکھ دیا' ایک دن نیم خواب کی حالت میں دیکھا کہ آپ سے کوئی کہہ رہا ہے:

''اے بشر! تو نے میرے نام کو خوشبو لگائی ہے تو میں تمہارے نام کی خوشبو دنیا بھر میں بکھیر دوں گا۔''

میں نے اپنے استادِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے کہ ایک دن حضرت بشر لوگوں کے قریب سے گزرے تو دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ یہ شخص وہ ہے جو رات بھر نہیں سوتا اور تین دنوں میں ایک مرتبہ افطاری کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت بشر رونے لگے' آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہنے لگے: مجھے آج تک یاد نہیں پڑتا کہ ایک پوری رات بھی میں نے بیداری میں گزاری ہو اور نہ ہی یہ یاد پڑتا ہے کہ کوئی روزہ میں نے اسی شام کو افطار نہ کرلیا ہو لیکن اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس سے زیادہ نیکی ڈال دیتا ہے جتنی اس نے کی ہوتی ہے اور یہ محض اس کا فضل و کرم ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنی توبہ کا ذکر کیا جیسے کہ بتایا جاچکا ہے۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے پتہ چلا' حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے بتایا تھا:

''میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی' آپ نے ارشاد فرمایا: اے بشر! تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے ساتھیوں میں بلند مرتبہ کیوں دیا؟ میں نے عرض کیا' یارسول اللہ! مجھے معلوم نہیں' آپ نے فرمایا: اس وجہ سے کہ تم میری سنت کی تابعداری کرتے ہو' صالحین کے خدمت گزار ہو' مسلمان بھائیوں سے خیر خواہی کرتے ہو' مزید برآں میرے صحابہ اور میرے اہل بیت سے پیار کرتے ہو چنانچہ یہی سبب ہے جس نے تمہیں ابرار (صالحین) کے مرتبہ تک پہنچا دیا ہے۔''

امام شافعی' احمد بن حنبل اور بشر حافی کا مرتبہ

حضرت بلال خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں تیہ بنو اسرائیل (اسرائیلیوں کا مشہور جنگل) سے گزر رہا تھا' دیکھا تو ایک اور شخص میرے ہمراہ چل رہا ہے' میں اسے دیکھ کر حیران رہ گیا' اچانک میرے دل میں یہ بات آئی کہ یہ خضر علیہ السلام ہوں گے چنانچہ میں نے ان سے کہا:

''تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں' بتاؤ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: میں تیرا بھائی خضر ہوں' میں نے دوبارہ سوال کیا کہ آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں' فرمانے لگے' پوچھو! میں نے عرض کی کہ آپ امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

انہوں نے بتایا کہ وہ اوتاد میں سے ہیں۔

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات' ج ۱' ص ۲۷' وفیات الاعیان ج ۱' ص ۲۷۴

میں نے پھر عرض کی کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟
انہوں نے فرمایا کہ وہ بہت سچے آدمی ہیں۔
میں نے پھر پوچھا کہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟
آپ نے فرمایا کہ اللہ نے ان کے بعد کوئی ان جیسا پیدا نہیں فرمایا۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے کہ حضرت بشر حافی معافی بن عمران کے دروازے پر گئے' دستک دی تو اندر سے آواز آئی: کون ہو؟ انہوں نے کہا: بشر حافی ہوں۔ اس پر اندر سے ایک بچی نے ان سے کہا: اگر تم دو دانق (درہم کا چھٹا حصہ) لے کر پہن لو تو لوگ آپ کو ''حافی'' کہنا چھوڑ دیں۔

(علامہ قشیری کی سند) مجھے یہ حکایت محمد بن عبداللہ شیرازی نے سنائی' انہیں عبدالعزیز بن فضل نے' انہیں محمد بن سعید نے' انہیں محمد بن عبداللہ نے' انہیں عبداللہ مغازلی نے اور انہیں حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے بتائی۔

(دوسری سند) میں نے یہ واقعہ محمد بن حسین سے سنا' انہوں نے ابوالحسین حجاجی سے' انہوں نے محاملی سے' انہوں نے حسن مسوحی سے اور انہوں نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ سے سنا تھا۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بن جلاء رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کو دیکھا' ان کا بیان واضح ہوتا تھا' پھر حضرت سہل کو ملا تو ان کے بیان میں اشارات موجود تھے اور آخر میں حضرت بشر بن حارث حافی رحمہ اللہ سے ملا تو وہ بڑے پرہیز گار تھے۔ اس پر ان سے پوچھا گیا کہ ان میں سے تمہیں کون پسند آئے تو ابوعبداللہ نے کہا کہ مجھے اپنے استاد کا طریقہ اچھا لگا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت بشر کو کئی سال تک لوبیا کھانے کی خواہش رہی لیکن کھائی نہیں چنانچہ وصال کے بعد کسی نے خواب میں آپ کو دیکھا' ان سے پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ مجھے بخش دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ بشر! دنیا میں تو تم نے کھایا نہ پیا' اب تو کھاؤ اور پیو۔

☆ حضرت ابوبکر بن عفان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن حارث حافی کو یہ فرماتے سنا کہ
''مجھے چالیس سال سے بھنے ہوئے گوشت کی خواہش رہی ہے لیکن میرے پاس ابھی تک اس کے لئے رقم جمع نہ ہو سکی''۔

☆ حضرت بشر رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ روٹی کس چیز سے کھاتے ہو؟ آپ نے کہا:
''اپنے امن و عافیت کا خیال کرتا ہوں تو اسی کو سالن سمجھ لیتا ہوں''۔

☆ حضرت ابن ابوالدنیا رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت بشر کو مذکورہ حکایت سنائی تھی۔

☆ حضرت بشر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حلال رزق اتنا نہیں ہوتا کہ اسے بے دریغ خرچ کیا جا سکے۔

حضرت بشر کسی کو خواب میں ملے تو ان سے کسی نے پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیسا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے بخش دیا ہے اور ساتھ ہی نصف جنت میں گھومنے کی اجازت دے دی ہے نیز یہ فرمایا ہے کہ اے بشر! اگر تم دہکتے کوئلوں پر بھی مجھے سجدہ کرتے تو اس قدر و عزت کا بدلہ نہ چکا سکتے جو تمہارے لئے میں نے لوگوں کے دلوں میں ڈال رکھی ہے۔

حضرت بشر رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: جو شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ لوگ اسے جانیں تو اسے آخرت کا مزا کیسے آئے؟

۷۔ابوعبداللہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ [۱] (م۲۴۳ھ)

آپ اپنے دور میں علم، پرہیز گاری، معاملات اور حال کے لحاظ سے اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔اصل میں بصرہ کے تھے اور ۲۴۳ھ کو بغداد میں وصال فرمایا۔

حضرت محاسبی کا مالِ وراثت لینے سے انکار

کہتے ہیں کہ والد کی وراثت سے آپ کو ستر ہزار درہم ملے تھے لیکن آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہ لیا، وجہ یہ تھی کہ آپ کے والد قدریہ فرقہ (جو یہ سمجھتا ہے کہ ہم اپنے اعمال کے خالق ہیں) سے تعلق رکھتے تھے چنانچہ آپ کی پرہیز گاری نے یہ اجازت نہ دی کہ ان میں سے کچھ لیتے، آپ فرماتے تھے کہ صحیح حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے کہ ''جدا جدا دو ملتوں والے ایک دوسرے کے وارث نہیں بن سکتے۔''

☆ حضرت محمد بن مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو آپ کے پاس ایک درہم بھی نہ تھا حالانکہ ان کے والد جاگیر اور اراضی چھوڑ کر فوت ہوئے تھے، لیکن آپ نے ان میں سے کچھ بھی نہ لیا تھا۔

☆ میں نے اپنے استاذِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ جب بھی حضرت حارث محاسبی کسی شبہ والے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی ایک انگلی کی رگ پھڑک جاتی چنانچہ آپ اس کھانے سے ہاتھ روک لیتے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہمارے مشائخ میں سے ان پانچ حضرات کے پیچھے چلو اور دوسروں کو ان کے حال پر رہنے دو: حارث بن اسد محاسبی، جنید بن محمد، ابومحمد رویم، ابوالعباس بن عطاء اور عمرو بن عثمان مکی رحمہم اللہ، اس لئے کہ یہ حضرات علم وتصوف کے جامع تھے۔

☆ میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن بن سلّمی سے سنا، انہوں نے عبداللہ علی طوسی سے سنا، انہوں نے جعفر خلدی سے سنا، انہوں نے ابوعثمان بلدی سے اور انہوں نے حضرت حارث محاسبی سے سنا تھا، وہ فرماتے تھے:

''جس نے مراقبہ اور اخلاص سے اپنا باطن صحیح کر لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ اور اتباعِ سنت کے ذریعے حسن دے دیتا ہے۔''

حرام حضرت محاسبی کے گلے میں نہیں اترتا تھا

حضرت جنید رحمہ اللہ سے یہ روایت ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

''ایک دن حضرت محاسبی میرے قریب سے گزرے تو میں نے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے، میں نے عرض کی، چچا جان! کیا آپ پسند کریں گے کہ گھر میں تشریف لا کر کچھ کھا لیں؟ آپ نے فرمایا ہاں چنانچہ میں انہیں گھر لے گیا اور انہیں پیش کرنے کے لئے کچھ ڈھونڈنے لگا، گھر میں شادی سے آیا کچھ کھانا موجود تھا چنانچہ میں نے پیش کیا، آپ نے اس میں سے لقمہ بھر لے کر منہ میں کئی بار گھمایا، آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور دھلیز پر پھینک کر چلے گئے۔

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج۱، ص ۵۷، وفیات الاعیان ج۱، ص ۵۷

میں نے کئی دن بعد دوبارہ آپ کو دیکھا تو پھینکنے کی وجہ پوچھی' آپ نے کہا: مجھے بھوک لگی تھی' میں چاہتا تھا کہ کھا کر آپ کو خوش کروں اور دلجوئی کر دوں لیکن کیا کروں؟ میرے اور اللہ کے درمیان یہ بات طے ہے کہ جس کھانے میں شک وشبہ ہو گا' میرے حلق سے نیچے نہیں جا سکے گا چنانچہ میں وہ لقمہ نگل نہ سکا' یہ بتاؤ کہ یہ کھانا کہاں سے ملا تھا؟ میں نے عرض کیا' اس قریبی گھر سے شادی کا کھانا آیا تھا۔ میں نے پھر درخواست کی' کیا گھر پر رہنا پسند فرمائیں گے؟ فرمایا ہاں ٹھہروں گا' چنانچہ میں نے گھر سے روٹی کا ایک خشک ٹکڑا پیش کیا تو آپ نے کھاتے ہوئے فرمایا: جب بھی کسی درویش کو کھانا پیش کرو تو ایسا ہی ہونا چاہئے۔

۸۔ ابوسلیمان حضرت داؤد بن نصیر طائی رحمہ اللہ (م ۱۶۵ھ)

آپ بڑے عظیم المرتبت تھے۔

حضرت یوسف بن سباط رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کو وراثت میں بیس دینار ملے تھے جو انہوں نے بیس سال میں خرچ کئے۔

داؤ دطائی زاہد کیسے بنے؟

میں نے استاذِ گرامی ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے' حضرت داؤد طائی کے زہد وعبادت کا سبب یہ ہوا کہ آپ بغداد میں سے گزرا کرتے' ایک دن گزر رہے تھے کہ راہ گیر انہیں حمید طوسی کے پاس لے آئے' حضرت داؤد نے دیکھا تو حمید تھے' فرمایا: افسوس اس دنیا پر' جسے لے کر حمید تجھ سے آگے نکل گیا' پھر گھر ہی میں رہنے لگے اور مجاہدہ وعبادت شروع کر دی۔

میں نے بغداد میں ایک فقیر سے سنا کہ آپ کے زہد کا سبب نوحہ کرنے والی عورت کا نوحہ تھا جو یوں کہہ رہی تھی:

"(اے محبوب)! بتاؤ تمہارا کونسا رخسار گل چکا ہے اور کون سی آنکھ بہہ چکی ہے۔"

کچھ کہتے ہیں کہ آپ کے زہد کا سبب یہ واقعہ تھا کہ آپ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضری دیا کرتے' ایک دن انہوں نے فرمایا: اے ابوسلیمان! ہم نے مضبوطی سے سب سامان جمع کر لیا ہے۔ اس پر حضرت داؤد نے کہا: کوئی اور شے باقی رہ گئی ہے؟ آپ نے فرمایا: بس عمل کرنا باقی ہے۔ حضرت داؤد کہتے ہیں کہ یہ سن کر جی میں گوشہ نشینی کا خیال آ گیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا: تمہیں ان کی مجلس میں جانا چاہئے لیکن کسی مسئلہ کے بارے میں گفتگو مناسب نہیں۔

حضرت داؤد کہتے ہیں کہ بعد ازاں ایک سال تک ان کی مجلس میں حاضری دیتا رہا لیکن کسی مسئلہ میں بات نہ کی' مسائل ذہن میں آتے رہے مگر باوجودیکہ میں بات کرنے کو اس سے بھی زیادہ مشتاق ہوتا جتنا کوئی پیاسا ٹھنڈے پانی کا اشتیاق رکھتا ہے' پھر بھی بات نہ کرتا۔ یہی وہ بات تھی جس نے داؤد کو کہیں کا کہیں پہنچا دیا۔

☆ کہتے ہیں' جنید نام کے حجام نے حضرت داؤد کو سینگی لگائی تو انہوں نے اسے ایک دینار دیا' آپ سے کہا گیا کہ یہ فضول خرچی ہے' اس پر آپ نے فرمایا: جس شخص میں مروت نہیں اس کی کوئی عبادت قبول نہیں۔

☆ حضرت داؤد رات کے وقت یوں کہا کرتے:

"الٰہی تیرے غم نے میرے دنیوی غم بھلا دیئے ہیں میرے اور میری نیند کے درمیان یہی آڑ ہے۔"

☆ حضرت اسماعیل بن زیاد طائی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد کی دایہ نے ان سے کہا: کیا تمہیں روٹی کی خواہش نہیں ہوتی؟

آپ نے فرمایا: روٹی چبانے اور نان کے ٹکڑے نگلنے تک قرآنِ کریم کی پچاس آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔

☆ حضرت داؤد طائی کا وصال ہوا تو ایک صالح شخص نے خواب میں انہیں دوڑتے دیکھا' اس شخص نے پوچھا' آپ کو کیا ہوا؟ آپ نے کہا کہ ابھی قید خانہ سے چھٹکارا ملا ہے۔ وہ شخص بیدار ہوا تو چیخیں سنائی دے رہی تھیں' لوگ کہہ رہے تھے کہ داؤد فوت ہو گئے۔

☆ آپ سے کسی نے کہا کہ کوئی وصیت کیجئے' آپ نے فرمایا کہ "موت کا لشکر تمہاری انتظار میں ہے۔"

ایک شخص آپ کے پاس آیا' دیکھا کہ پانی کے گھڑے پر دھوپ پڑ رہی ہے۔ وہ کہنے لگا' آپ اسے سایہ میں کیوں نہیں کر دیتے؟ آپ نے کہا' میں نے رکھا تھا تو دھوپ نہ تھی' اب مجھے شرم آتی ہے کہ میں چلوں تو اللہ مجھے ایسے کام کے لئے چلتا دیکھے جس میں میرے نفس کے لئے فائدہ ہے۔

☆ ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور دیکھنے لگا' انہوں نے کہا تم جانتے نہیں کہ صوفیہ فضول نظر اٹھانے سے بھی یونہی کراہت کرتے ہیں جیسے فضول کلام کرنے سے؟

حضرت ابوالربیع واسطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے داؤد طائی سے کہا کہ مجھے نصیحت کیجئے اس پر وہ کہنے لگے:

"دنیا کی طرف سے روزہ رکھ لو اور موت سے افطاری کرو نیز لوگوں سے یوں بھاگو جیسے درندے سے بھاگتے ہو۔"

۹۔ ابو علی حضرت شقیق بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ [۱] (م ۱۹۴ھ)

آپ مشائخ خراسان سے تھے' زندگی بھر توکل کا درس دیتے رہے اور حضرت حاتم الاصم کے استاد تھے۔

حضرت شقیق بلخی کی توبہ

آپ کی توبہ کا سبب یوں ہے کہ آپ امیر زادہ تھے۔ تجارت کی غرض سے ترکستان گئے' ابھی نوعمر تھے' ایک بت خانہ میں جا پہنچے۔ ایک خادمِ بتاں کو دیکھا جس نے سر اور داڑھی منڈا رکھی تھی اور ارغوانی رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے۔ حضرت شقیق نے اس خادم سے کہا: تمہیں بنانے والا زندہ ہے' علم والا ہے اور قدرت رکھتا ہے تو تم اس سے مانگو' ان بتوں کو پوجنا بند کر دو جو نہ فائدہ دے سکتے ہیں نہ نقصان۔

وہ کہنے لگا: اگر تم سچ کہتے ہو تو وہ قدرت رکھتا ہے کہ تمہارے شہر میں تمہیں روزی دے دے' یہاں بغرض تجارت تمہیں دقت سے آنے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ بات سنتے ہی حضرت شقیق چونک گئے اور راہِ زہد و عبادت اپنا لی۔

☆ کچھ کہتے ہیں' ان کے زہد کا سبب یہ تھا کہ انہوں نے زمانۂ قحط میں ایک غلام کو اچھلتے کودتے دیکھا حالانکہ لوگ قحط سے پریشان تھے۔ حضرت شقیق نے غلام سے پوچھا کہ تم خوشیاں کیوں منا رہے ہو؟ کیا تمہیں قحط میں مبتلا لوگوں کی پریشانی نظر نہیں آ رہی؟ غلام کہنے لگا' مجھے اس سے کیا غم' میرے مالک کے پاس ایک گاؤں موجود ہے جس سے ہماری ضروریات پوری ہو سکتی ہیں۔ یہ سن کر حضرت شقیق چونک پڑے اور کہنے لگے اگر اس کے آقا کے پاس گاؤں موجود ہے اور یہ اس کا محتاج ہے اور پھر بھی اور بایں ہمہ اسے روزی کی فکر نہیں تو ایک مسلمان کو روزی کی فکر کیوں لاحق ہو جبکہ اس کا آقا غنی اور مالدار ہے۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت شقیق بن ابراہیم ایک مالدار شخص تھے' نوجوان تھے اور نوجوانوں کے ساتھ ہی رہا

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۶۷' وفیات الاعیان ج ۲' ص ۴۷۵۔ اس میں تاریخ وصال ۱۵۳ھ درج ہے۔

کرتے۔ ان دنوں حاکمِ بلخ علی بن عیسیٰ بن ہامان تھا‘ وہ شکاری کتوں کا دلدادہ تھا‘ اس کا ایک کتا گم ہوگیا تو اس نے ایک شخص پر الزام لگایا کہ کتا اس کے پاس ہے‘ وہ شخص حضرت شقیق کے پڑوس میں رہتا تھا‘ اس نے اُسے تلاش کیا تو وہ بھاگ گیا اور شقیق کے گھر میں پناہ لی‘ شقیق حکمران کے پاس گئے اور اُسے کہا کہ کتا تو میرے پاس ہے‘ اسے جانے دو‘ میں تین دن کے اندر کتا واپس کردوں گا چنانچہ انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ شقیق واپس آئے تو اس کے لئے انتظام کرنے لگے‘ تیسرا دن بھی آچکا تھا۔ شقیق کے دوستوں میں سے ایک شخص بلخ سے غائب تھا اور واپس آرہا تھا اس نے راستے میں دیکھا کہ ایک کتا ہے جس کے گلے میں گانی ہے۔ اس نے اسے پکڑ لیا اور دل میں کہا یہ شقیق کو جا کر دونگا کیونکہ وہ ان کو پسند کرتا ہے چنانچہ وہ لے پہنچا‘ شقیق کی نظر پڑی تو اس نے پہچان لیا کہ یہ کتا امیر ہی کا ہے۔ وہ خوش ہوا اور کتا امیر کے پاس لے گیا اور یوں اس کی ضمانت پوری ہوگئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے سوجھ بوجھ عطا کی اور وہ اپنے کئے پر تائب ہوگیا اور پھر زہد اختیار کرلیا۔

☆ ایک حکایت یہ ملتی ہے کہ حاتم الاصم نے کہا ہم ایک میدان جنگ میں شقیق کے ہمراہ ترکوں سے ایسے دن میں جنگ کررہے تھے کہ سرتن سے جدا ہوکر گررہے تھے‘ نیزے اور تلواریں ٹوٹ رہی تھیں۔ ایسے میں شقیق مجھ سے پوچھنے لگا: حاتم! آج تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کررہے ہو؟ کیا شبِ زفاف جیسا محسوس کررہے ہو؟ شقیق نے کہا: بخدا اب نہیں۔

حاتم نے کہا: لیکن میں تو اپنے آپ کو ایسے ہی محسوس کررہا ہوں جیسے وہی رات ہے۔ یہ کہہ کر اپنی ڈھال سر کے نیچے رکھی اور دونوں صفوں کے درمیان سو گئے اور ان کے خراٹوں کی آواز آنے لگی۔

حضرت شقیق نے فرمایا: جب تم کسی شخص کو پرکھنا چاہو تو دیکھو کہ اُن سے اللہ نے کیا وعدہ کیا ہے اور لوگوں سے کیا؟ اس کا دل جس طرف مضبوطی سے مائل ہوگیا وہ ویسا ہی ہوگا۔

حضرت شقیق فرماتے ہیں کہ انسان کے تقویٰ کا پتہ تین چیزوں سے چل جاتا ہے‘ اس کے لینے‘ دینے اور کلام پر نظر رکھو۔

۱۰۔ ابو یزید حضرت طیفور بن عیسیٰ بسطامی رحمہ اللہ [۱] (۲۶۱ھ)

آپ کے دادا مجوسی (آتش پرست) تھے پھر اسلام لے آئے۔

آپ تین بھائی تھے آدم‘ طیفور اور علی اور یہ سب کے سب زاہد اور عبادت گزار تھے۔ ابو یزید ان سب میں سے زیادہ عظمت رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۲۶۱ھ میں ہوا اور دیگر حضرات نے ۲۳۴ھ قرار دیا ہے۔

بایزید کی معرفت کیسے؟

☆ حضرت حسن بن علی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سعید سے پوچھا گیا کہ
"تم نے معرفت کہاں سے حاصل کی۔ انہوں نے کہا کہ پیٹ بھوکا رکھ کر اور بدن بے پردہ رکھ کر۔"

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک مجاہدہ کیا لیکن علم اور اس پر عمل سے زیادہ کوئی بھی کام مشکل نظر نہیں آیا۔ اگر علماء میں اختلاف نہ ہوتا تو میرا عمل ایک ہی اجتہاد پر ہوتا۔ علماء کا اختلاف ضرور رحمت ہوتا ہے مگر تجرید توحید کے مسئلہ پر نہیں۔ (یعنی خالص توحید پر گفتگو کرتے وقت کسی ایک کا اختلاف کفر بن سکتا ہے)۔

۱۔ مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو الطبقات ج ۱ ص ۶۷

کہتے ہیں کہ دنیا چھوڑ جانے سے قبل آپ نے مکمل قرآن بھی حفظ کر لیا تھا۔

☆ حضرت معروف بہ عمّی البسطامی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ مجھے ابویزید نے کہا کہ میرے ساتھ آؤ تاکہ اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے' یہ شخص زاہد مشہور تھا اور لوگ اس کا قصد کیا کرتے تھے۔ ہم ادھر چل پڑے۔ وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہونے لگا تو قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوک دیا' حضرت ابویزید یہ دیکھتے ہی واپس مڑے اور اسے سلام تک نہ کیا' فرمایا کہ یہ شخص تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی لحاظ نہیں کر رہا تو ولایت کا لحاظ کیا کرے گا؟

اسی سند سے حضرت ابویزید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے ارادہ کیا تھا' اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے کھانے پینے اور عورتوں کے معاملہ میں رخصت دے دے لیکن پھر سوچا کہ میرے لئے یہ سوال کرنا کیسے مناسب ہے جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اللہ سے ایسا سوال نہیں کیا چنانچہ میں نے بھی نہیں کیا پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے عورتوں کی معیت سے رخصت دے دی اور پھر عورت سامنے آنے پر سوچتا بھی نہ تھا کہ میرے سامنے عورت ہے یا دیوار۔

حضرت عمّی البسطامی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا' وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابویزید سے ان کے ابتدائی حالات اور عبادت کی زندگی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

''زہد و عبادت کی کوئی منزل نہیں ہوتی۔ میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے کہا: اس لئے کہ میں صرف تین دن تک زہد میں رہا اور چوتھے دن اس سے باہر آ گیا۔ پہلے دن میرا زہد دنیا اور اس میں موجود اشیاء سے متعلق تھا' دوسرا دن آخرت اور جو کچھ اس میں ہوگا سے متعلق تھا' تیسرے دن کا زہد' اللہ کے علاوہ ہر چیز میں تھا اور جب چوتھا دن آیا تو اللہ کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ رہا' میں سخت پریشان ہوا' اچانک غائب سے آواز آئی کہ اے بایزید! تم ہمارے ساتھ رہنے کی تاب نہیں رکھتے۔ میں نے کہا۔ میں بھی تو یہی خیال لئے پھرتا ہوں۔ کچھ دیر بعد میں نے پھر ایک آواز سنی' کوئی کہہ رہا تھا: ''تم نے پالیا ہے' پالیا ہے۔''

☆ حضرت ابویزید سے کہا گیا کہ راہِ خدا میں تمہیں کس مشکل سے گزرنا پڑا؟ آپ نے فرمایا: میں بیان نہیں کر سکتا۔

☆ آپ سے پھر پوچھا گیا: تمہیں سب سے آسان کونسی بات نظر آئی' آپ نے کہا کہ ہاں یہ بتلاؤں گا۔ میں نے اپنے نفس کو کچھ عبادات کے لئے دعوت دی تو اس نے نہیں مانا چنانچہ میں نے سال بھر اسے پانی نہیں دیا۔

☆ حضرت ابویزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال سے مسلسل نماز پڑھتا چلا آ رہا ہوں' اب بھی میرے دل میں نماز پڑھتے وقت یہی خیال رہتا ہے کہ میں آتش پرست ہوں اور اپنا زُنار کاٹنا چاہتا ہوں۔

☆ حضرت عیسیٰ رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت ابویزید رحمہ اللہ نے کہا:

''اگر تم ایسے شخص کو دیکھو جو کرامات ظاہر کرتا ہے اور ہوا میں اڑ کر دکھا دیتا ہے تو اس کے دھوکے میں اس وقت نہ آنا جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ اللہ کے امر و نہی کے معاملے میں کیسا ہے' حدود اللہ کی حفاظت اور احکامِ شریعت کی ادائیگی کرتا ہے یا نہیں۔''

☆ حضرت عمّی البسطامی رحمہ اللہ اپنے والد کی طرف سے حکایت بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک رات حضرت ابویزید ایک سرائے کی طرف گئے کہ اس کی دیوار پر بیٹھ کر ذکر الٰہی کر سکیں لیکن صبح ہونے تک کوئی ذکر نہ کر سکے' میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگے' بچپن میں میری زبان پر ایک لفظ آ گیا تھا' اس کے یاد آنے پر مجھے شرم آئی کہ اسی زبان سے اللہ کا ذکر کیسے کروں؟

۱۱۔ابو محمد حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ [۱] (۲۸۳ھ)

آپ صوفیہ کے اماموں میں سے ایک تھے' پرہیز گاری کے معاملات میں اپنی مثال آپ تھے' صاحب کرامت تھے' حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ حج کے لئے مکہ آئے تو ان سے ملاقات ہوئی' ایک روایت کے مطابق آپ کا وصال ۲۸۳ھ کو ہوا اور ایک دوسری روایت میں ۲۷۳ھ سالِ وصال ہے۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ بتاتے ہیں' میں تین سال کا تھا کہ رات اٹھ کر اپنے ماموں محمد بن سوار رحمہ اللہ کو نماز پڑھتے دیکھا کرتا تھا' ماموں رات نوافل میں گزارا کرتے تھے' بسا اوقات مجھے کہہ دیا کرتے کہ ارے سہل' سو جاؤ کیونکہ میری توجہ تیری طرف ہو جاتی ہے۔

حضرت کو مقام کیسے ملا؟

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک رات میرے ماموں نے مجھ سے فرمایا:

''تم اس خدا کی یاد نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟''

میں نے عرض کی' ماموں جان! اسے کس طرح یاد کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا کہ اپنے کپڑوں میں لپیٹ کر زبان کو حرکت دیئے بغیر تین بار دل میں کہو: اَللّٰہُ مَعِیْ اَللّٰہُ نَاظِرٌ اِلَیَّ ' اَللّٰہُ شَاھِدٌ عَلَیَّ (اللہ میرے ساتھ ہے' اللہ مجھے دیکھ رہا ہے' اللہ میرا مشاہدہ کر رہا ہے)

میں نے تین رات تک ایسے ہی کیا' پھر انہیں اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا' ہر رات اسے سات مرتبہ کہا کرو! میں نے اس پر عمل کر کے انہیں اطلاع دی تو انہوں نے فرمایا' اب گیارہ مرتبہ پڑھا کرو' میں نے یوں کرنا شروع کیا تو اس سے میرے دل میں ایک مٹھاس پیدا ہو گئی۔

یونہی ایک سال گزر گیا تو ماموں نے فرمایا: میں نے جو تعلیم دی ہے' اسے محفوظ رکھو اور قبر میں داخل ہونے تک اسے جاری رکھنا کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں تمہارے کام آئے گی۔

میں سالہا سال تک یہ عمل کرتا رہا تو اس سے میرے باطن میں ایک لذت پیدا ہو گئی' ایک دن ماموں پھر کہنے لگے' سہل! یہ بتاؤ جس شخص کے ساتھ اللہ ہو' وہ اسے دیکھ رہا ہو اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہو تو کیا ایسا شخص اللہ کا بے فرمان ہو سکتا ہے؟ جاؤ' گناہ سے باز رہو!

اب میں دنیا سے الگ تھلگ رہنے لگا' والدین نے مجھے استاد کے پاس بھیج دیا تو میں نے کہا کہ یوں میری توجہ اصل مقصد سے ہٹ جائے گی لیکن معلم سے انہوں نے درخواست کر دی کہ میں گھنٹہ بھر کے لئے ان کے پاس جایا کروں اور پڑھ کر واپس آ جایا کروں چنانچہ میں نے مدرسہ میں جانا شروع کر دیا اور یوں میں نے چھ یا سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کر لیا۔ میری عادت تھی کہ ہمیشہ روزے سے ہوتا' اس دوران بارہ سال کی عمر تک پہنچتے میں صرف جو کی روٹی کھا کر گزارہ کرتا رہا۔

تیرھویں سال مجھے ایک مسئلہ درپیش ہوا تو میں نے گھر والوں سے اجازت مانگی کہ اس مسئلہ کے حل کی خاطر مجھے بصرہ جانے دیا جائے۔ میں بصرہ چلا آیا' وہاں کے علماء سے اس بارے میں دریافت کیا لیکن ان میں سے کوئی بھی میری تشفی نہ کر سکا' میں عبادان کو چل پڑا اور وہاں ابو حبیب حمزہ بن عبداللہ عبادانی نامی ایک شخص سے اس مسئلہ کی وضاحت پوچھی تو انہوں نے اسے حل کر دیا' میں ایک مدت تک

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج۱' ص ۷۷' وفیات الاعیان ج۲' ص ۴۲۹

ان کے ہاں قیام پذیر رہا' ان کی گفتگو سے استفادہ کرتا رہا اور ان کے طور طریقے سیکھ لئے۔ اس کے بعد میں ''تستر'' چلا آیا۔ اب میں نے اپنی خوراک گھٹا دی تھی اور وہ یوں کہ ایک درھم کے ''فرق'' بھر (مٹھی بھر) جو خرید لئے جاتے اور اسے پیس کر روٹی پکائی جاتی پھر رات کو سوکھی روٹی سے افطاری ہوتی جس میں نہ نمک ہوتا نہ سالن اور میں ایک ہی درہم سے سال گزار لیتا۔

اس کے بعد میں نے ارادہ کر لیا کہ تین راتوں کے بعد افطاری کیا کروں گا' پھر پانچ راتوں' پھر سات راتوں اور ہوتے ہوتے پھر پچیس راتوں تک پہنچ گیا چنانچہ یہ عمل بیس سال تک جاری رہا۔ اس کے بعد سالہا سال تک سیاحت میں گزار دیئے۔ میں پھر ''تستر'' واپس آ گیا' اب میں رات بھر قیام کرنے لگا تھا۔

حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ فعل جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء نہ ہو' اس میں نفسِ انسانی کی زندگی ہوتی ہے خواہ وہ کام عبادت کا ہو یا مصیبت کا اور جس میں آپ کی اقتداء ہو وہ نفسِ انسانی کے لئے عذاب واقع ہوا کرتا ہے۔

۱۲۔ ابوسلیمان حضرت عبدالرحمٰن بن عطیہ دارانی رحمہ اللہ [۱] (۲۱۵ھ)

''داران'' دمشق (شام) کی ایک بستی ہے۔ آپ کا وصال ۲۱۵ھ کو ہوا تھا۔

حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دن میں کوئی نیک کام کرتا ہے' اسے رات کو اس کی جزا دے دی جاتی ہے اور جو رات کو بھلا کام کرتا ہے اسے دن کو جزا دے دی جاتی ہے۔ جو صدقِ دل سے خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑنا چاہتا ہے' اللہ خواہشات اس کے دل سے نکال دیتا ہے کیونکہ اللہ کے کرم سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ایسے دل کو عذاب دے جس میں پیدا ہونے والی خواہشات اس کی وجہ سے چھوڑ دی گئی ہوں۔

☆ اسی سند سے آپ کی یہ روایت بھی ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

''جب کسی دل میں خواہشاتِ دنیا سما جاتی ہیں تو آخرت کا خوف وہاں سے نکل جایا کرتا ہے۔''

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بسا اوقات میرے دل میں صوفیہ کے نکات (باریک مسائل) آیا کرتے ہیں تو جب تک ان پر قرآن وسنت جیسے دو عادل گواہ نہیں ملتے میں جھٹ انہیں قبول نہیں کرتا۔''

☆ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ کا فرمان ہے:

''سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ انسان خواہشاتِ نفس کی مخالفت کرے۔''

☆ پھر فرمایا:

''ہر شے کے بارے میں اس کی علامت سے پتہ چل جاتا ہے اور ذلت و رسوائی کی علامت یہ ہے کہ انسان خوفِ خدا سے رونا ترک کر دے۔''

☆ مزید فرمایا:

''ہر شے کو کوئی اور چیز مٹا دیا کرتی ہے چنانچہ دل میں واقع نور کو شکم سیری مٹا دیا کرتی ہے۔''

☆ پھر فرمایا:

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۷۹

''تمہارے لئے ہر وہ شے شامت ہوتی ہے جو اللہ سے غافل کر دے' وہ اہل و عیال ہوں' مال و دولت ہو یا اولاد''

دعا میں دونوں ہاتھ کیوں اٹھاتے ہیں؟

☆ حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔

''ایک سخت سردی کی رات کو میں محراب میں عبادت کر رہا تھا' سردی نے پریشان کر رکھا تھا چنانچہ میں نے ایک ہاتھ چھپالیا اور دوسرا پھیلائے رکھا نیند کا غلبہ ہو رہا تھا کہ اس دوران غائبانہ آواز آئی' اے سلیمان! اس ہاتھ میں ہم نے کچھ رکھ دیا ہے' دوسرا پھیلا ہوتا تو اس میں بھی کچھ رکھ دیتے۔''

چنانچہ میں نے قسم کھالی کہ گرمی ہو یا سردی' میں اپنے ہاتھ باہر نکال کر ہی دُعا کیا کروں گا۔

☆ حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''ایک دن میں اپنا ورد ترک کر کے سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنتی حور مجھے کہہ رہی ہے کہ مجھے تمہاری خاطر پانچ سو سال سے ان پردوں میں تربیت دی جا رہی ہے لیکن تم سو رہے ہو؟''

صوفیہ کیلئے دیدار کا وعدۂ الٰہی

☆ حضرت احمد بن ابو الحواری رحمہ اللہ فرماتے ہیں' ایک دن میں حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ کے ہاں گیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے تھے' میں نے سبب پوچھا تو کہنے لگے:

''اے احمد! میں کیوں نہ روؤں' جب رات چھا جاتی ہے' لوگ سو جاتے ہیں' ہر دوست فارغ ہو کر اپنے دوست کے پاس ٹھہر جاتا ہے' اہل محبت عبادت کے لئے پاؤں پھیلا لیتے ہیں' آنسو ان کے رخساروں پر گر رہے ہوتے ہیں' اگر یہ قطرے محرابوں میں بھی گریں تو (اندریں حالات) اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے اور جبریل سے فرماتا ہے' اے جبریل! جو لوگ میری کلام سے لذت پاتے اور میرا ذکر کر کے راحت حاصل کرتے ہیں وہ میری نگاہ میں ہیں' میں ان کی یکسوئی سے واقف ہوں' ان کی زاری سنتا اور رونا دیکھتا ہوں' جبریل! تم ان سے رونے کا سبب کیوں نہیں پوچھتے؟ کیا ممکن ہے کہ ایک دوست اپنے دوست کو عذاب دے؟ اور کیا مجھے اچھا لگتا ہے کہ میں ایسے لوگوں کی گرفت کروں جو رات چھا جانے پر میرے سامنے اپنی حیثیت کھو دیتے ہیں؟ مجھے اپنی ذات کی قسم' جب قیامت کے دن یہ لوگ میرے سامنے آئیں گے تو میں اپنے چہرے سے پردے ہٹا لوں گا تاکہ یہ جی بھر کے مجھے دیکھیں اور میں انہیں دیکھتا رہوں۔''

۱۳۔ ابو عبد الرحمٰن حضرت حاتم بن علوان رحمہ اللہ[۱] (۸۵۲)

حاتم کو اصمؒ کیوں کہتے ہیں؟

کچھ حضرات حاتم بن یوسف اصم نام بتاتے ہیں' خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ آپ حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت احمد بن خضرویہ کے استاد تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ واقعی بہرے نہ تھے' ایک مرتبہ بہرا بن کر دکھانا پڑا تو نام ہی اصم پڑ گیا۔

۱۔ تفصیل کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ۱' ص ۸۰' وفیات الاعیان ج ۲' ص ۲۶ (یہاں ان کا نام حاتم بن عنوان ہے)۔

میں نے استاذِ گرامی حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا تھا کہ ایک عورت آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے آئی' اتفاقاً اس کی ہوا خارج ہوگئی تو وہ شرمندہ ہوئی' اس پر حاتم نے کہا بی بی! ذرا بلند آواز سے بولو! گویا آپ نے اسے بہرہ بن دکھایا چنانچہ اس کی شرمندگی زائل ہوگئی اور دل میں کہنے لگی کہ اس نے گوز کی آواز نہیں سنی چنانچہ یوں آپ کا نام ہی اَصَم پڑ گیا۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں شیطان مجھ سے نہ پوچھتا ہو کہ ''تم کھاتے کیا ہو؟'' ''کیا پہنتے ہو؟'' اور ''کہاں رہتے ہو؟'' میں اسے بتاتا ہوں کہ ''میرا کھانا موت ہے''۔ ''کفن پہنتا ہوں'' اور ''قبر میں ٹھکانہ ہے''۔

اسی سند میں یہ بھی ملتا ہے کہ آپ سے پوچھا گیا: ''کیا تمہاری کوئی خواہش ہے؟'' تو فرمایا: ''میں صبح سے لے کر شام تک امن چاہتا ہوں'' پھر پوچھا گیا کہ کیا سب دنوں میں امن و عافیت نہیں ہوا کرتی؟'' تو جواب دیا کہ ''میرا عافیت کا دن وہ ہوتا ہے جس میں میں اللہ کی نافرمانی کا کام نہ کرسکوں۔''

☆ حضرت حاتم رحمہ اللہ سے یہ بھی ملتا ہے کہ فرمایا:

''میں ایک جنگ میں شامل تھا کہ ایک شخص نے مجھے قتل کے لئے لٹا دیا' میں بےفکر رہا اور سوچنے لگا کہ دیکھئے اللہ تعالیٰ میرے بارے میں کیا فیصلہ فرماتا ہے؟ ابھی وہ اپنے موزے سے چھری تلاش کر ہی رہا تھا کہ اچانک اسے تیر لگا' وہ قتل ہو کر دور جا گرا اور میں اٹھ بیٹھا۔''

موت کے چار رنگ

☆ حضرت حاتم رحمہ اللہ سے یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

''جو شخص ہمارے مذہب صوفیہ میں داخل ہونا چاہے تو اس کے دل میں موت کی چار علامتیں ہونی چاہئیں: سفید موت اپنائے یعنی بھوک' سیاہ موت یعنی لوگوں کی طرف سے ایذا رسانی برداشت کرے' سرخ موت یعنی نفس کی مخالفت کے لئے کھوٹ سے پاک عمل کیا کرے اور سبز موت یعنی (کپڑوں میں) پیوند پر پیوند لگایا کرے۔''

۱۴۔ ابوزکریا حضرت یحیٰ بن معاذ رازی واعظ رحمہ اللہ [۱] (۲۵۸ھ)

آپ یگانۂ روزگار تھے' بالخصوص مسئلہ ''رجاء'' میں لب کشائی کرتے' عارفانہ کلام کرتے' بلخ چلے گئے اور عرصہ تک وہیں قیام رہا پھر نیشاپور چلے آئے اور ۲۵۸ھ میں وہیں انتقال ہوا۔

☆ حضرت یحیٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ شخص زاہد کیسے بن سکتا ہے جس میں ورع و تقویٰ نہ ہو؟ جو چیز تمہاری نہیں' اس سے بچ کر رہو اور جو تمہاری ہے اس میں زھد کر کے دکھاؤ!''

☆ نیز اسی سند سے آپ نے فرمایا:

''توبہ کرنے والوں کی بھوک انہیں تجربے سے گزارتی ہے' زاھدوں کی بھوک اس کے نفس کی اصلاح کے لئے ہوتی ہے اور

۱۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۸۱' وفیات الاعیان ج ۶' ص ۱۶۵' شذرات الذھب ج ۲' ص ۱۳۸

صدیقین کی بھوک ان کی کرامت ظاہر کرتی ہے۔''

☆ حضرت یحییٰ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''کسی کا ''وقت'' فوت ہونا اس کی موت سے زیادہ ضرر رساں ہوتا ہے کیونکہ ''وقت'' فوت ہونے پر اللہ ہی سے تعلق ٹوٹ جاتا ہے لیکن موت آنے پر صرف مخلوق سے تعلق ٹوٹتا ہے۔''

زہد کے تین سبب

☆ حضرت یحییٰ رحمہ اللہ ہی کا قول ہے کہ: ''زہد تین چیزوں کا نام ہے قلت، خلوت اور بھوک۔''

☆ ایک اور مقام پر آپ کا یہ فرمان ہے۔

''اگر تم نفس کو اس کے پسندیدہ کاموں میں لگائے رکھو تو تمہارے نفس کے لئے اس سے زیادہ کوئی اور چیز مفید نہیں۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے بلخ میں خطاب کے دوران امیری کو فقیری پر ترجیح دی تو آپ کو بطور انعام تیس ہزار درہم ملے۔ یہ سن کر ایک بزرگ نے کہا اللہ تعالیٰ اس کے لئے اس عمل میں برکت نہ دے۔ یہ سنتے ہی آپ نیشاپور چلے گئے، چنانچہ ایک چور آیا اور سارا مال لے اڑا۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو در پردہ اللہ سے خیانت (برے کام) کرتا ہے تو وہ اسے علانیہ طور پر ذلیل و رسوا فرما دیتا ہے۔''

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے۔

''شرارتی لوگ اگر تجھے ستھرا کہتے ہیں تو (اس کا مطلب یہ ہے کہ) یہ تمہارے عیب کی نشاندہی ہے، اگر وہ تجھ سے محبت کرتے ہیں تو یہ تمہارا عیب شمار ہوگا اور تمہارا احتجاج تمہارے نزدیک بے وقار ہوگا۔''

۱۵۔ ابو حامد حضرت احمد بن خضرویہ بلخی رحمہ اللہ [۱] (۲۴۰ھ)

یہ خراسان کے اکابر مشائخ میں سے تھے اور ابو تراب نخشبی کی صحبت میں رہے تھے۔ نیشاپور پہنچے تو ابو حفص کی زیارت کی اور پھر ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے ''بسطام'' روانہ ہو گئے بہادری اور فتوت میں بہت مشہور تھے۔

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے احمد بن خضرویہ سے زیادہ نہ کوئی باہمت دیکھا اور نہ ہی سچے حال والا۔ حضرت ابو یزید جب بھی ان کا ذکر کرتے تو یوں کہتے: ''ہمارے استاد احمد''

☆ حضرت محمد بن حامد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت حضرت احمد بن خضرویہ کے پاس تھا جب ان پر حالت نزع طاری تھی اور اس وقت وہ ۹۵ سال کی عمر کو پہنچ چکے تھے۔ اسی دوران ان سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا:

''اے بیٹے! ایک دروازہ تھا جسے میں پچانوے سال تک کھٹکھٹاتا رہا، وہ ابھی کھلنے کو ہے، نہیں معلوم کہ میرے لئے باعثِ سعادت ہوگا یا باعثِ بدبختی، اب میرے پاس جواب کا وقت کہاں؟''

حضرت محمد بن حامد بتاتے ہیں کہ حضرت احمد کے ذمہ سات سو قرض تھا، قرض خواہ قریب ہی تھے، آپ نے حالتِ موت ہی

۱۔ تفصیلی حالات دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۸۲

میں ان کی طرف نظر اٹھا کر کہا:

''اے اللہ! تو نے مالداروں کے لئے مال رہن بطور دستاویز قرار دیا ہوا ہے اور یہ مال تو نے ان سے بروزِ قیامت لینا ہوگا لہٰذا اب میرا قرض ادا فرمادے۔''

محمد کہتے ہیں کہ اسی وقت ایک شخص نے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں؟ اور پھر سب کا قرضہ چکا دیا' اسی کے ساتھ آپ کی روح پرواز کرگئی اور آپ فوت ہوگئے' سالِ وفات ۲۴۰ھ تھا۔

☆ حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''غفلت سے بڑھ کر کوئی بھی نیند بھاری نہیں ہوتی' خواہش نفسانی سے بڑھ کر کوئی غلامی نہیں ہوتی اور اگر تم پر غفلت کا بوجھ نہ پڑے تو خواہشاتِ نفسانی تم سے دور رہیں گی۔''

۱۶۔ ابوالحسین حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ [۱] (۲۳۰ھ)

دمشق کے رہنے والے تھے' حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ کی صحبت پائی اور ۲۳۰ھ میں وصال فرمایا۔

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ پھول کا ایک گلدستہ ہیں۔

☆ حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''جو شخص دنیا کی طرف نظرِ محبت سے دیکھتا ہے اور اس سے پیار رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل سے یقین کا نور اور زہد نکال دیتا ہے۔''

☆ اسی سند سے آپ نے فرمایا تھا:

''جس شخص نے اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی کام کیا' اسے اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

☆ آپ نے اسی سند سے یہ بھی فرمایا:

''حقیقی رونا وہ ہوا کرتا ہے کہ انسان ان اوقات پر روئے جن میں وہ شریعت سے موافقت نہیں کرسکا۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''انسان کو اللہ نے غفلت اور بدبختی سے بڑھ کر کسی اور چیز میں مبتلا نہیں کیا۔''

۱۷۔ ابوحفص حضرت عمر بن مسلمہ الحداد رحمہ اللہ [۲] (۲۶۰ھ)

بخارا کو جاتے ہوئے شہر نیشاپور کے دروازے پر ایک بستی ہے جسے ''کوردآباد'' کہتے ہیں' آپ وہاں کے رہنے والے تھے۔

آپ اپنے دور کے آئمہ اور سردار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ۲۶۰ھ سے قدرے بعد میں وصال ہوا۔

☆ آپ کا قول ہے:

''گناہ' انسان کے لئے ویسے ہی کفر کا پیغام شمار ہوتا ہے جیسے بخار' موت کا''

۱۔ مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۸۲

۲۔ مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۸۲ (اس مقام پر آپ کا نام عمر بن سالم درج ہے)

☆ پھر فرمایا:

''تم کسی مرید میں سماع کا شوق ملاحظہ کرو تو سمجھ لو کہ ابھی اس میں بھٹکنے کے آثار موجود ہیں۔''

☆ یہ بھی فرمایا:

''ظاہری حسین ادب اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کا باطنی ادب بھی اچھا ہے۔''

☆ مزید فرمایا:

''لوگوں سے انصاف کرنا ہی اصل جوانمردی ہے یونہی انصاف کا صلہ لینا بھی جوانمردی کی علامت ہوتا ہے۔''

☆ آپ یہ بھی دُعا فرمایا کرتے تھے۔

''جو شخص ہر موقع پر قرآن وسنت کی روشنی میں اپنے افعال کو احوال کے مقابلے میں نہیں پرکھتا اور دلی خیالات کو برا نہیں جانتا تو ہم اسے صوفیہ کی گنتی میں نہیں رکھتے۔''

۱۸۔ابو تراب حضرت عسکر بن حصین نخشبی رحمہ اللہ[۱] (۲۴۵ھ)

آپ حضرت اصم رحمہ اللہ اور ابو خاتم عطار مصری رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور ۲۴۵ھ میں وفات پائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ جنگل میں فوت ہوئے کیونکہ درندوں نے انہیں کاٹ کھایا تھا۔

☆ ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں چھ سو مشائخ کی صحبت میں جاتا رہا لیکن ان میں سے چار ایسے تھے جن جیسا کوئی نہیں اور ان سب میں اول درجہ کے ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ تھے۔

☆ حضرت ابو تراب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''فقیر کی غذا وہ ہوتی ہے جو اسے مل جائے تو وہ کھالے اس کے لئے لباس وہی ہوتا ہے جو اسے ملے اور وہ پہن لے اور تن ڈھانک لے اور اس کا گھر وہی شمار ہوتا ہے جہاں وہ جا ٹھہرے گا۔''

☆ آپ ہی کا فرمان ہے:

''جب کوئی شخص صدقِ دل سے کام کرنے لگتا ہے تو کئے سے قبل وہ اس کی مٹھاس محسوس کر لیتا ہے اور جب عمل میں خلوص ہوتا ہے تو اس کی مٹھاس اور لذت کام کرنے کے ساتھ ہی محسوس ہونے لگتی ہے۔''

☆ حضرت اسماعیل بن نجید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ جب اپنے مریدوں میں کوئی بری بات دیکھتے تو سختی سے کام لیتے، از سرِ نو اس سے توبہ کراتے اور فرماتے: یہ میری بدقسمتی ہے کہ اس مرید سے ایسا کام سرزد ہوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَهُ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ

(آدمی کے لئے بدلی والے فرشتے ہیں، اس کے آگے اور پیچھے کہ بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں، بے شک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل دیں اور جب اللہ کسی قوم سے برائی چاہے تو وہ پھر نہیں سکتی اور اس کے سوا ان کا کوئی حمایتی نہیں)۔

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۸۳، علامہ زرکلی، اعلام ج ۴، ص ۲۳۳

سوال کے کئی روپ

☆ حضرت اسماعیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے انہیں اپنے مریدوں سے یہ بھی کہتے سنا تھا:

''جو گودڑی پہننے لگے تو وہ سوالی بن گیا' جو خانقاہ اور مسجد میں بیٹھے' وہ بھی سائل ہے' جو قرآن کریم سے کچھ اس لئے پڑھے کہ لوگ سن لیں تو وہ بھی سائل شمار ہوگا۔''

☆ حضرت اسماعیل رحمہ اللہ کہ ابوتراب کہا کرتے تھے:

''میرے اور اللہ کے درمیان یہ معاہدہ ہے کہ جب بھی میں حرام کی طرف ہاتھ بڑھاؤں تو میرا ہاتھ حرام تک نہ پہنچ سکے۔''

☆ ایک دن حضرت ابوتراب رحمہ اللہ نے اپنے مریدوں میں سے ایک صوفی کی طرف دیکھا کہ وہ تربوز کی طرف ہاتھ بڑھا رہا ہے کیونکہ وہ تین دن سے بھوکا تھا تو آپ نے اسے فرمایا:

''تم تربوز کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہو؟ تم تصوف کے لائق نہیں ہو چلو بازار میں جا بیٹھو۔''

حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''میرے نفس نے کبھی کچھ نہیں مانگا' صرف ایک بار سفر میں ایسا ہوا کہ اس نے روٹی اور انڈا مانگا' میں وہاں سے ہٹ کر ایک بستی میں آیا' ایک آدمی اچھل کر مجھے چمٹ گیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص چوروں کا ساتھی تھا چنانچہ وہاں کھڑے لوگوں نے مجھے اوندھا لٹا کر ستر ڈنڈے دے مارے' اسی دوران وہاں ایک صوفی آ گیا اور چیخنے لگا' وہ کہہ رہا تھا: بدبختو! یہ تو ابوتراب نخشبی ہیں چنانچہ انہوں نے معذرت کرتے ہوئے چھوڑ دیا' وہ شخص مجھے اپنے گھر لے گیا' روٹی اور انڈے میرے سامنے لا رکھے تو میں نے اپنے نفس سے کہا: ''ستر ڈنڈے تو لگ چکے ہیں' اب کھالو۔''

حضرت ابوالجلاء نے یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ ''حضرت ابوتراب مکہ میں آئے تو خوش و خرم معلوم ہو رہے تھے' میں نے پوچھا' استادِ محترم! کھانا کہاں کھایا تھا؟'' فرمایا: ''ایک لقمہ بصرہ میں' ایک بناج میں اور تیسرا یہاں آ کر کھایا ہے۔''

۱۹۔ ابومحمد حضرت عبداللہ بن خبیق رحمہ اللہ [۱]

یہ زاہد قسم کے صوفی تھے اور یوسف بن اسباط کی صحبت میں رہے تھے' اصل میں کوفہ کے رہنے والے تھے پھر انطاکیہ میں جا بسے۔

حضرت فتح بن شخرف کہتے ہیں کہ اول مرتبہ جب عبداللہ بن خبیق مجھ سے ملے تو فرمایا:

''اے خراسانی! چار چیزوں کا دھیان رکھو' ان کے سوا کچھ نہیں چاہئے' تمہاری آنکھ' تمہاری زبان' دل اور خواہشاتِ نفسانی۔ تم اپنی آنکھ کو دیکھو' ان سے ناجائز چیز نہ دیکھو' زبان کا دھیان نہ رکھو' اس سے ایسی بات نہ نکالو کہ تمہارے دل میں اس کے خلاف بات ہو جسے اللہ جانتا ہو' دل کا خیال رکھو کہ اس میں کسی مسلمان کے خلاف بغض و کینہ نہیں ہونا چاہیئے اور اپنی خواہش نفس کو دیکھو کسی برے کام کی خواہش پیدا ہو اور اگر ان میں سے کوئی بات تم میں موجود نہیں تو سمجھ لو کہ بدبخت ہو چکے ہو لہٰذا جا کر سر میں خاک ڈالو۔''

آپ کا یہ بھی ارشاد ہے:

''ایسی چیز کا غم کھانے کی ضرورت نہیں جو کل تمہیں نقصان دے گی اور ایسی چیز سے خوش ہونے کی ضرورت نہیں جو کل تمہارے

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱' ص ۸۳ (لیکن ان کا نام عبداللہ بن حنیف لکھا ہے)

لئے نقصان دہ ہوگی۔''

آپ ہی کا فرمان ہے:

''حق تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے تو سب کے دل بیگانہ ہو جاتے ہیں لیکن اللہ سے مانوس ہونے کی صورت میں سب مانوس ہو جاتے ہیں۔''

نیز فرمایا:

''خوف تو وہی کام کا ہے جو تمہیں گناہ کرنے سے روک لے، تم سے رہ جانے والی چیزوں پر تمہیں دیر تک غمگین رکھے اور باقی عمر میں وہ تمہیں فکرمند رکھے، یونہی سب سے بہتر امید وہ ہوتی ہے جس سے تمہیں کام کرنا آسان ہو جائے۔''

پھر یہ بھی فرمایا:

''دیر تک باطل اور بیکار باتیں سنتے رہنے پر دل سے عبادت کی چاشنی ختم ہو جاتی ہے۔''

۲۰۔ابو علی حضرت احمد بن عاصم انطا کی رحمہ اللہ[۱] (م سہ ھ)

یہ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ، سری سقطی رحمہ اللہ اور حارث محاسبی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے، حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ نے آپ کا نام ''جاسوس القلب'' رکھا ہوا تھا کیونکہ آپ دوسرے کے دل میں آئی بات کا پتہ کر لیتے تھے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''تمہیں اصلاحِ دل کی ضرورت محسوس ہو تو اپنی زبان سنبھالو۔''

نیز فرمایا: ارشادِ الٰہی ہے۔

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ اَجْرٌ عَظِيْمٌ[۲]

(تمہارے مال اور اولاد سببِ آزمائش ہیں اور اللہ کے ہاں عظیم اجر ملے گا) اور ہم اس آزمائش میں مزید اضافہ چاہتے ہیں۔

۲۱۔ابو سری حضرت منصور بن عمار رحمہ اللہ[۳] (م سہ ھ)

''مرو'' کے رہنے والے تھے، بستی کا نام ''یرانقان'' تھا (دندانقان)

یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ ''بوشنج'' کے رہنے والے تھے اور بصرہ میں قیام کر لیا تھا، اکابر واعظین میں گنے جاتے تھے۔

آپ فرماتے تھے:

''جو شخص دنیوی مصیبتوں پر چلانے لگتا ہے اس کی مصیبت اس کے دین کی طرف موڑ دی جاتی ہے۔''

آپ فرمایا کرتے تھے کہ

''عام بندے کا بہتر لباس، تواضع، عاجزی اور انکسار ہوتا ہے لیکن عارف لوگوں کا بہتر لباس ''تقویٰ'' ہوتا ہے، دیکھئے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ[۴] (تقویٰ والا لباس ہی بہتر ہوتا ہے)۔

۱۔مزید کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۸۳

۲۔سورۂ تغابن۔آیت: ۱۵

۳۔مزید کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۸۳

۴۔سورۂ الاعراف۔آیت: ۲۶

احترامِ بسم اللہ کا اجر

کہتے ہیں' آپ کی توبہ کا سبب یہ ہے کہ آپ نے راستے میں کاغذ کا ایک ٹکڑا دیکھا جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا' آپ نے اسے اٹھالیا' اس کے رکھنے کی مناسب جگہ نہ دیکھی تو کھالیا چنانچہ خواب میں سنا' کوئی کہہ رہا تھا ''تم نے اس ٹکڑے کا احترام کیا ہے تو اسی لئے تمہارے لئے حکمت ودانائی کے دروازے کھل چکے ہیں۔''

حضرت ابوالحسن شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خواب میں میں نے حضرت منصور بن عمار کو دیکھا تو پوچھا: اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا برتاؤ فرمایا؟ کہنے لگے' اس نے پوچھا کہ منصور بن عمار تم ہو؟ میں نے عرض کی' اے پروردگار! میں ہی ہوں' اس نے فرمایا: تم وہی ہو کہ لوگوں کو تو زہد اختیار کرنے کو کہتے رہے ہو اور خود دنیا کی طرف توجہ کئے رکھی؟ میں نے عرض کی: اے میرے رب! یونہی ہوتا رہا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ میں کسی بھی مجلس میں شامل ہوتا تو تیری حمد وثناء سے ابتداء کرتا' پھر تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتا اور بعد ازاں لوگوں کو بھلائی کی ہدایت کرتا۔ اس پر اللہ نے فرمایا: بات سچی کر رہا ہے' اس کے لئے کرسی لاؤ تاکہ یہ اس پر بیٹھ کر میرے آسمان میں میرے فرشتوں کے سامنے ویسے ہی میری عظمت بیان کرے جیسے دنیا میں رہتے ہوئے میری زمین پر میرے بندوں میں کیا کرتا تھا۔

۲۲۔ ابوصالح حضرت حمدون بن احمد بن عمارہ قصار رحمہ اللہ[۱] (م ۲۷۱ھ)

آپ نیشاپور کے رہنے والے تھے' نیشاپور میں صوفیہ کے فرقۂ ملامتیہ انہیں سے پھیلا تھا۔ حضرت سلمان باروسی اور ابوتراب نخشبی کے ساتھ صحبت رہی اور ۲۷۱ھ میں انتقال ہوا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ انسان کو کب وعظ کہنا چاہئے؟ تو فرمایا:

''جب اسے معلوم ہو کہ اس نے اللہ کے فرائض میں سے کوئی فرض ادا کرنا ہے یا اسے یہ خطرہ ہو کہ کوئی انسان بدعت میں پڑ کر ہلاک ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ یہ بھی امید ہو کہ (اس کے وعظ سے) اللہ تعالیٰ اسے نجات دیدے گا۔''

پھر فرمایا:

''جس کا یہ خیال ہو کہ اس کا نفس فرعون کے نفس سے بہتر ہے تو یوں جانو کہ اس نے تکبّر کا اظہار کیا۔''

مزید ارشاد فرمایا:

''جب سے مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ بادشاہ شریر لوگوں کو نظر ہی سے پہچان لیتا ہے تب سے اس کا خوف میرے دل سے نہیں جاتا۔''

☆ پھر فرمایا:

''جب کسی کو نشہ میں دیکھو تو اس کی حرکتیں اپناؤ کہ کہیں اس پر زیادتی نہ کر لو اور اس آزمائش میں پڑ جاؤ۔''

☆ حضرت عبداللہ بن منازل کہتے ہیں' میں نے ابوصالح سے کہا کہ مجھے کوئی نصیحت کرو تو انہوں نے کہا: ''جب تک ممکن ہو' کسی دنیوی شے کی خاطر غضبناک ہونے کی ضرورت نہیں۔''

آپ کا ایک دوست فوت ہو رہا تھا۔ آپ اس کے سرہانے پر تھے' وہ فوت ہو گیا تو آپ نے چراغ بجھا دیا۔ اس پر لوگوں نے کہا

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج۱' ص ۴۸' الاعلام ج۲' ص ۲۷۴

کہ ایسے موقع پر چراغ میں مزید تیل ڈال لینا چاہیئے تھا آپ نے فرمایا:

''اب تک تو تیل اسی کے لئے تھا لیکن اب اس کے وارثوں کا ہو چکا ہے۔''

☆ آپ ہی نے فرمایا:

''جو لوگ سلف صالحین کی زندگی اور سیرت پر نظر رکھتے ہیں، وہ اپنی کوتاہیاں جان لیتے ہیں اور انہیں یہ بھی پتہ چل جاتا ہے کہ وہ صالحین کے درجے سے پیچھے رہ گئے ہیں اور اسے پا نہیں سکیں گے۔''

☆ آپ ہی کا فرمان ہے:

''جس چیز کی ٹٹول تم اپنے لئے مناسب نہیں جانتے، اسے دوسروں میں نہ ٹٹولو۔''

۲۳۔ ابوالقاسم حضرت جنید بن محمد رحمہ اللہ[۱] (م ۲۹۷ھ)

آپ گروہ صلحاء کے سردار اور امام شمار ہوتے تھے، آباؤ اجداد نہاوند میں رہتے تھے لیکن آپ کی ولادت اور پرورش عراق میں ہوئی۔ چونکہ آپ کے والد کانچ کا کاروبار کرتے تھے اس لئے آپ ''قواریری'' کہلاتے تھے۔

آپ حضرت ابوثور رحمہ اللہ کے مذہب کے فقیہ شمار ہوتے تھے اور ان کے حلقے میں انہی کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے جبکہ عمر صرف بیس سال تھی، اپنے خالو حضرت سری سقطی، حارث محاسبی اور محمد بن علی قصاب کی صحبت میں رہے، ۲۹۷ھ میں انتقال ہوا۔

عارف کون؟

حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ''عارف'' کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

''عارف وہ ہوتا ہے کہ تم خاموش رہو اور وہ تمہارے دل کی بات کہہ دے۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے:

''ہم نے تصوف قیل وقال سے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوکے رہ کر، دنیا ترک کر کے اور مرغوب وعمدہ چیزوں کو چھوڑ کر کیا ہے۔''

☆ حضرت ابوعلی رودباری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ''معرفت'' کا تذکرہ کرنے والے شخص کا جواب دیتے ہوئے حضرت جنید رحمہ اللہ سے سنا، جو یہ کہہ رہا تھا کہ ''اہلِ معرفت اس مقام پر رسائی حاصل کر لیتے ہیں کہ نیکی اور قربِ خداوندی کی خاطر حرکت کرنا چھوڑ دیتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''یہ تو ان لوگوں کا قول ہے جو اعمال کے ساقط ہونے کے قائل ہیں جبکہ میں اسے عظیم گناہ قرار دیتا ہوں، ایسے شخص سے تو وہ شخص بہتر ہے جو چوری اور زنا کا ارتکاب کرتا ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ عارف لوگ اعمال توفیق الٰہی سے کرتے ہیں اور ان کے لئے اسی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور میں اگر ہزار سال بھی زندہ رہوں تو نیک اعمال میں سے ایک ذرہ بھی کم نہ کروں گا؟ ہاں یہ الگ بات ہے کہ درمیان میں کوئی چیز حائل ہو جائے۔''

☆ آپ ہی کا فرمان ہے:

''اگر یہ ممکن ہو کہ تمہارے گھر میں برتن کی ٹھیکری بھی موجود نہ ہو تو ایسا کر گذرو۔''

☆ نیز فرمایا:

۱۔ مزید ضرورت ہو تو دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۸۴، وفیات الدعیان ج ۱، ص ۳۷۳

''اللہ تعالیٰ تک رسائی کے لئے تمام راستے ہی بند ہیں لیکن ان کے لئے کھلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے:

''اگر کوئی طالبِ صادق دس لاکھ سال تک بھی اللہ کی طرف متوجہ رہے اور پھر لمحہ بھر کے لئے اس سے ہٹ جائے تو جو کچھ وہ کھو بیٹھا یہ اس سے زیادہ شمار ہوگا جو وہ پا چکا۔'

صوفیہ کیلئے کتاب وسنت پر عمل لازم

☆ آپ کا یہ ارشاد بھی ملتا ہے۔

''جو شخص قرآن حفظ نہیں کرتا اور حدیث نہیں لکھتا تو ہمارے گروہ صلحاء میں اس کی پیروی نہ ہوگی کیونکہ ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا پابند ہے''

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ حضرت جنید کی بات بتاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا:

''ہمارا یہ مذہب کتاب وسنت کے اصولوں کا پابند ہے۔''

پھر آپ نے ہی فرمایا:

''ہمارا یہ علم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے قوی ہوتا ہے۔''

☆ حضرت ابوالحسین علی بن ابراہیم حدّاد کہتے ہیں کہ میں قاضی ابوالعباس بن شریح کی مجلس میں شریک تھا' انہوں نے اصول و فروغِ دین کے متعلق ایسی حسین گفتگو کی کہ میں تعجب کرنے لگا اور جب انہیں میرے اس تعجب کا پتہ چلا تو کہنے لگے: ''جانتے ہو یہ علم میں نے کہاں سے لیا ہے؟'' میں نے کہا آپ ہی بتا دیں تو وہ کہنے لگے: ''یہ سارا کمال حضرت ابوالقاسم جنید رحمہ اللہ کی مجلس میں شمولیت کا ہے۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے عرض کی گئی کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تو اپنے گھر کی سیڑھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''اس سیڑھی کے نیچے اللہ کے سامنے تیس سال تک بیٹھنے کی وجہ سے۔''

☆ یہی روایت میں نے استاد ابوعلی دقّاق سے بھی سنی تھی۔ پھر انہی سے یہ بھی سنا کہ حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہاتھ میں ایک تسبیح نظر آئی تو آپ سے پوچھا گیا: عظیم مرتبہ پر فائز ہوتے ہوئے بھی آپ تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں؟ تو فرمایا: یہ وہ راستہ ہے جس کے ذریعے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچا ہوں' اب اسے کیسے چھوڑ دوں؟

☆ میں نے اپنے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا:

''حضرت جنید روزانہ دکان میں داخل ہوتے اور پردہ ڈال لیتے پھر چار سو رکعت نوافل پڑھتے اور پھر گھر واپس چلے جاتے۔''

☆ ابوبکر عطوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت جنید رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو میں ان کے پاس تھا' انہوں نے قرآن ختم کیا اور دوبارہ سورۂ بقرہ سے شروع کر کے ابھی ستر آیات پڑھی تھیں کہ وصال فرما گئے۔

۲۴۔ابوعثمان حضرت سعید بن اسماعیل جبری رحمہ اللہ [1] (م ۲۹۸ھ)

اصل میں ''رَے'' کے تھے لیکن نیشاپور میں مقیم ہو گئے تھے' شاہ کرمانی' یحییٰ بن معاذ رازی سے صحبت رہی پھر شاہ کرمانی کے ہمراہ نیشاپور چلے آئے اور ابوحفص حداد کے پاس مقیم ہو گئے' علم حاصل کیا اور ابوحفص نے اپنی بیٹی ان سے بیاہ دی ۲۹۸ھ میں انتقال ہوا اور حضرت ابوحفص کے بعد تیس سال سے زیادہ عرصہ تک زندہ رہے۔

تکمیل ایمان کیلئے چار کام

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آدمی کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے دل میں چار چیزیں برابر حیثیت میں نہ ہوں۔

''کسی کو دینے سے ہاتھ روک لینا' کسی کو کچھ دینا اور عزت و ذلت۔''

☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعثمان کے ایک ساتھی سے سنا' ان کے مطابق حضرت ابوعثمان کہتے تھے کہ میں نے ایک مدت تک ابوحفص کی صحبت اختیار کی' میں ابھی جوان تھا' ایک مرتبہ انہوں نے مجھے نکال باہر کیا اور فرمایا: ''میرے پاس نہ بیٹھا کرو۔'' میں وہاں سے اٹھا اور ان کی طرف پشت کئے بغیر الٹے پاؤں واپس ہو گیا' میرا چہرہ ان کے مقابل تھا اور اسی حال میں ان کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور دل میں عہد کر لیا کہ خواہ مجھے ان کے دروازے کے قریب کھودے گڑھے ہی میں کیوں نہ رہنا پڑے' ان کے حکم کے بغیر وہاں سے نہیں نکلوں گا جب میری یہ حالت دیکھی تو مجھے قریب بلا کر اپنے خاص ساتھیوں میں شامل کر لیا۔

(بقول راوی) آپ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بھر میں صرف تین نامور شخص ہیں' چوتھا کوئی نہیں' نیشاپور میں ابوعثمان' بغداد میں جنید اور شام میں ابوعبداللہ بن جلاء۔

☆ مزید فرمایا:

''چالیس سال بیت گئے کہ اللہ نے مجھے جس حال میں رکھا' میں نے برا نہیں جانا اور اگر کسی دوسرے حال کی طرف منتقل کیا تب بھی ناراضگی نہیں کی۔''

☆ حضرت عبداللہ بن محمد شعرانی نے بتایا کہ میں نے ابوعثمان کو یہی کچھ کہتے سنا تھا۔

جب بوقتِ وصال حضرت ابوعثمان کی حالت غیر ہو گئی تو ان کے بیٹے ابوبکر نے اپنا گریبان چاک کر لیا' اس پر ابوعثمان نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا:

''بیٹے! ظاہری طور پر خلاف سنت عمل' باطن میں ریاء کی علامت ہوتا ہے۔''

حضرت ابوعثمان کی چھ اہم نصیحتیں

☆ آپ ہی نے فرمایا تھا:

۱۔ ''اللہ کی صحبت میں: حسنِ ادب' اللہ کی دائمی ہیبت اور مراقبہ کا خیال رکھو۔''

---

[1] دیگر حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۸۶' وفیات الاعیان ج ۲' ص ۳۶۹ (یہاں حیری کا لفظ ہے)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں: اتباعِ سنت اور ظاہری علم کی پاسداری کا خیال رہے۔
۳۔ اولیاء اللہ سے صحبت میں: احترام اور خدمت کا خیال رکھنا چاہیئے۔
۴۔ گھر والوں کی صحبت میں: حسنِ خلق کا مظاہرہ کرو۔
۵۔ برادری کے بھائیوں کی صحبت میں: خندہ رو رہو لیکن گناہ تک نہ پہنچو۔
۶۔ جاہلوں کے صحبت میں: ان کے لئے دُعا کرو اور ان پر رحم کرو۔

میں نے عبداللہ بن یوسف اصفہانی رحمہ اللہ' ابوعمرو بن نجید سے سن کر بتاتے ہیں کہ حضرت ابوعثمان نے فرمایا:
''جو شخص اپنے قول وفعل میں اپنے اوپر سنت کو حاکم بنالیتا ہے' ہمیشہ دانائی کی بات کرتا ہے اور جو خواہشات نفسانی کو سوار کر لیتا ہے' وہ بدعت کے کام کرتا ہے' ارشادِ الٰہی ہے
وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا[1]
(اگر اللہ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے)۔

۲۵۔ ابوالحسین حضرت احمد بن محمد نوری رحمہ اللہ[2] (م ۲۹۵ھ)

اصل میں آپ بغوی تھے لیکن بغدا میں ولادت اور پرورش ہوئی۔ حضرت سری سقطی اور ابن ابوالحواری کی صحبت پائی' آپ حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہمعصر تھے۔ ۲۹۵ھ میں فوت ہوئے آپ بڑی شان والے' معاملات میں اچھے تھے اور زبان ستھری تھی۔

☆ آپ فرماتے تھے کہ نفس کو اچھی لگنے والی ہر شے کو ترک کرنے کا نام تصوف ہے۔

☆ حضرت نوری فرماتے تھے:
''ہمارے زمانے میں دو چیزیں بہت ہی نایاب ہیں' ایک تو عالم ہے جو اپنے علم پر عمل کرتا ہو اور دوسرا عارف' جو حقائق کی بات کرتا ہو۔''

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے:
''جسے دیکھو کہ اللہ کے ساتھ ایسی حالت کا دعویٰ کر رہا ہے جو اسے علمِ شریعت کے حدود سے نکال دے گی تو بالکل اس کے قریب نہ جاؤ۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ
''جب سے حضرت نوری کا وصال ہو چکا ہے کوئی شخص حقیقت صدق کی بات نہیں کرتا۔''

☆ حضرت ابواحمد مغازلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نوری سے زیادہ عبادت گزار نہیں دیکھا' کہا گیا کہ جنید بھی نہ تھے؟ تو ابواحمد نے کہا: نہیں وہ بھی نہیں۔

حضرت نوری فرماتے ہیں:
''گودڑیاں تو موتیوں کو ڈھانکنے کے لئے ہوا کرتی تھیں لیکن اب یوں ہیں جیسے مردار پر گندگی پڑی ہو۔''

۱۔ سورۂ النور۔ آیت: ۵۴

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱' ص ۸۷ (اس میں کنیت ابوالحسن ہے)

☆ کہتے ہیں کہ روزانہ آپ گھر سے نکل جاتے' کھانا ہمراہ ہوتا جسے راستے میں خیرات کر دیتے' پھر ظہر ہونے تک مسجد میں نوافل ادا کرتے' نماز پڑھ کر وہاں سے نکلتے' دکان کا دروازہ کھولتے اور روزہ سے ہوتے' ان کے گھر والوں کا خیال ہوتا کہ وہ بازار سے کھانا کھاتے ہیں اور بازار والے یہ سمجھتے کہ آپ گھر سے کھانا کھا کر آتے ہیں' ابتدائی دور میں بیس سال تک یہی صورتِ حال رہی۔

۲۶۔ابوعبداللہ حضرت احمد بن یحییٰ جلاّ ء رحمہ اللہ [۱] (م)

اصل میں بغداد کے رہنے والے تھے لیکن رملہ اور دمشق میں اقامت کی' شام کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ آپ ابوتراب' ذوالنون' ابوعبید بسری اور اپنے والد یحییٰ الجلاّء کی صحبت میں رہے۔

حضرت جلاّ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والدین سے عرض کی' میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ کے لئے ہبہ کر دیں' دونوں کہنے لگے کہ ہم نے تمہیں اللہ کے لئے ہبہ کر دیا چنانچہ میں عرصہ تک ان سے غائب رہا۔ واپس آیا تو رات کو بارش ہو رہی تھی' میں نے دروازہ پر دستک دی تو میرے والد نے پوچھا: کون ہو؟ میں نے عرض کی' آپ کا بیٹا احمد! وہ کہنے لگے' ہمارا تو ایک ہی بیٹا تھا جسے ہم اللہ کو ہبہ کر چکے ہیں' ہم عربی لوگ ہیں' جو ہبہ کر دیں' اسے واپس نہیں لیتے اور دروازہ نہ کھولا۔

ابن الجلاّ رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''جس کے نزدیک مدح و ذم ایک جیسے ہو جائیں' وہ زاہد ہوتا ہے' جو فرائض کو اول وقت میں ادا کیا کرے' وہ عابد ہے اور جو تمام افعال کو اللہ کی طرف سے خیال کرے' وہ موحد ہے' اسے ایک ہی نظر آتا ہے۔

جب آپ کا وصال ہوا تو لوگوں نے آپ کو دیکھا کہ ہنس رہے ہیں' طبیب نے کہا کہ یہ زندہ ہیں' پھر نبض دیکھی تو کہا کہ یہ تو فوت ہو چکے ہیں پھر چہرے سے کپڑا ہٹایا تو کہنے لگا: میں فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ یہ فوت ہو چکے ہیں یا زندہ ہیں۔

☆ آپ کی کھال میں ایک رگ ایسی تھی جو ہو بہو ''اللہ'' کی شکل نظر آتی تھی۔

☆ آپ کا کہنا ہے کہ میں اپنے استاد کے ہمراہ جا رہا تھا کہ ایک خوبصورت نوجوان دیکھا' میں نے استادِ گرامی سے پوچھا: کیا آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ ایسی شکل کو عذاب دے گا؟ انہوں نے فرمایا: کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ تم جلدی اس کا انجام دیکھ لو گے۔ ابن جلاّء کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بیس سال بعد میں قرآن بھول چکا تھا۔

۲۷۔ابومحمد حضرت رویم بن احمد رحمہ اللہ [۲] (م ۳۰۳ھ)

آپ بغداد کے رہنے والے تھے' جلیل القدر مشائخ سے تھے اور ۳۰۳ھ میں فوت ہوئے' اجل قاری عشرہ تھے' فقہِ داؤدی کے عالم تھے اور اس سلسلے میں فقیہ تھے۔

حضرت رویم اللہ فرماتے تھے

''دانا لوگوں کی دانائی اس بات میں ہے کہ احکامِ شرعیہ میں اپنے دینی بھائیوں کے لئے تو آسانی پیدا کریں اور خود اپنے لئے تنگی و دشواری کیونکہ ان کے لئے آسانی پیدا کرنے میں علم کی اتباع ہوتی ہے جبکہ اپنے او پر تنگی کرنے میں پرہیز گاری آتی ہے۔''

۱۔مزید حالات کے لئے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۸۸

۲۔مزید معلومات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۸۸' اعلام ج ۳' ص ۳۷

طریقت کا علم روح خرچ کرنے سے

☆ حضرت عبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رویم رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ مجھے کوئی وصیت کریں تو انہوں نے کہا:

"طریقت کا علم روح کو خرچ کر کے ہی حاصل ہوا کرتا ہے لہٰذا اگر تم اس شرط پر اس میں داخل ہو سکتے ہو تو ہو جاؤ ورنہ ان کی بیکار باتوں میں وقت ضائع کرنے کی کوشش نہ کرو۔" (کیونکہ ان کی باتیں تمہارے لئے بیکار ہیں)۔

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

"لوگوں کے عام طبقوں میں تمہارا بیٹھنا تمہارے صوفیہ کی مجلسوں میں بیٹھنے سے زیادہ سلامتی کا باعث ہوگا کیونکہ ہر مخلوق صرف رسم و رواج ہی کو پیش نظر رکھتی ہے لیکن صوفیہ صرف حقائق کا اعتبار کیا کرتے ہیں مزید یہ کہ تمام لوگ اپنے اپنے نفس کو ظاہری شریعت کے مطابق بناتے ہیں لیکن حقائق کے طلبگار صوفیہ صرف ورع و تقویٰ کی حقیقت پیش نظر رکھتے ہیں اور ہمیشہ سچائی کی بات کرتے ہیں چنانچہ جو شخص ان لوگوں میں بیٹھ کر، ان کے حقائق کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے دل سے نورِ ایمان چھین لیا کرتا ہے۔"

حضرت رویم کو ایک بچی کا طعنہ

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا:

"میں دوپہر کے وقت بغداد کی ایک سڑک پر سے گزرا، مجھے شدید پیاس لگ رہی تھی، ایک گھر سے میں نے پانی مانگا، چھوٹی سی بچی نے دروازہ کھولا، ہاتھ میں ایک کوزہ تھا، مجھے دیکھتے ہی بولی، صوفی اور دن کے وقت پانی؟ چنانچہ اس کے بعد میں نے آج تک روزہ نہیں چھوڑا۔"

☆ مزید فرمایا:

"جب اللہ تعالیٰ تمہیں بولنے اور کام کرنے کی طاقت دے پھر بولنے کی قوت سلب کر لے اور صرف عمل کرنے کی قوت تمہارے پاس رہنے دے تو اسے نعمت جانو اور جب تم سے عمل کی توفیق سلب کر کے صرف بولنے کی قوت رہنے دے تو یہ مصیبت ہوگی اور اگر دونوں قوتیں ہی لے لے تو یہ سمجھو کہ تم سے ناراضگی کا اظہار ہے اور تمہیں سزا دی جا رہی ہے۔"

۲۸۔ابو عبداللہ حضرت محمد بن فضل بلخی رحمہ اللہ [۱] (م)

یہ حضرت سمرقند میں سکون پذیر تھے، اصل بلخ کے رہنے والے تھے، وہاں سے نکال دیئے گئے تو سمرقند میں چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

آپ حضرت احمد بن خضرویہ اور کچھ دیگر بزرگوں کی صحبت میں رہے، حضرت ابو عثمان خیری کا آپ کی طرف بہت میلان تھا، وہ ۳۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

۱۔مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۸۸، اعلام ج ۶، ص ۳۳۰

بدبختی کی تین علامات

☆ ایک مرتبہ حضرت ابوعثمان حیری نے محمد بن فضل کولکھ بھیجا اور ان سے پوچھا کہ "بدبختی کی علامت کیا ہوتی ہے؟" تو انہوں نے کہا کہ تین چیزوں سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ (۱) ایک یہ کہ کسی کو علم عطا ہو مگر وہ اس پر عمل سے محروم ہو (۲) دوسرے یہ کہ عمل تو کرے لیکن اس میں خلوص نہ ہو اور (۳) تیسرے یہ کہ اسے صالحین کی صحبت میں بیٹھنے کا موقع ملے مگر وہ ان کا احترام نہ کرے۔"

☆ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"محمد بن فضل رحمہ اللہ آدمیوں کے دلاّل ہیں" (ان کے احوال سے واقف ہیں)

☆ نیز آپ فرمایا کرتے تھے کہ

"قید خانہ میں ہوتے ہوئے آرام وسکون کی خواہش رکھنا نفس کی صرف آرزو ہی کہلا سکتا ہے۔"

اسلام چار قسم کے لوگوں سے نکل جاتا ہے

حضرت محمد بن فضل فرماتے تھے کہ اسلام چار قسم کے لوگوں سے نکل جایا کرتا ہے: (۱) "جو اپنے پر عمل پیرا نہیں ہوتے' (۲) علم نہ ہونے کی صورت میں عمل کئے جاتے ہیں' (۳) علم نہ ہونے کی صورت میں سیکھتے بھی نہیں اور (۴) لوگوں کو بھی سیکھنے سے منع کرتے ہیں"

☆ اسی سند سے آپ کا یہ فرمان بھی ملتا ہے:

"مجھے اس شخص سے تعجب ہوتا ہے جو جنگل کا سفر اس لئے کرتا ہے کہ اللہ کے گھر تک پہنچ جائے اور آثار نبوت دیکھ لے' ایسا شخص اپنے نفس اور خواہشات پر قابو کیوں نہیں پاتا کہ یوں اپنے دل تک رسائی حاصل کرلے (اسے سدھار لے) اور اللہ کے آثار دیکھ لے؟"

☆ نیز فرمایا:

"جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ زیادہ سے زیادہ دنیا اکٹھی کرنا چاہتا ہے تو سمجھ لو کہ وہ تم سے منہ موڑ چکا ہے۔"

☆ آپ سے زہد کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"زھد یہ ہوتا ہے کہ تم دنیا کو ناقص سمجھتے ہوئے اس کی طرف نظر کرو اور اس بناء پر اس سے منہ موڑو کہ جیسے تم بلند مرتبہ' عالی ظرف اور صاحبِ شرافت ہو۔"

۲۹۔ ابوبکر حضرت احمد بن نصر زقاق کبیر رحمہ اللہ [۱] (م)

آپ حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہمعصر تھے اور مصر کے اکابرین میں شمار تھے۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جب حضرت زقاق کا انتقال ہو گیا تو فقراء کے پاس مصر میں داخلے کا کوئی جواز نہ رہا۔"

☆ حضرت زقاق رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جو شخص حالتِ فقر میں بھی تقویٰ و پرہیز گاری نہیں اپناتا وہ حرام محض ہی کھاتا ہوگا۔"

۱۔ مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۸۹

☆ حضرت زقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''میں پندرہ دن تک بنو اسرائیل کے جنگل (تیہ) میں پھرتا پھراتا رہا لیکن جب صحیح راستہ مل گیا تو ایک فوجی ملا، جس نے مجھے پینے کو پانی دے دیا جس میں کی قساوت و بدبختی کا اثر مجھ پر تیس سال تک رہا۔''

۳۰۔ ابوعبداللہ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ [۱] (م ۲۹۱ھ)

حضرت ابوعبداللہ نباجی رحمہ اللہ سے ملاقات رکھی اور حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ وغیرہ کی صحبت میں رہے، طریقت میں شیخ مانے جاتے تھے اور اصول و طریقت کے امام تھے، ۲۹۱ھ میں بمقام بغداد فوت ہوئے۔

حضرت ابوعثمان مکی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''(ایک انسانی ذہن رکھتے ہوئے اللہ کے بارے میں) جو بھی چیز تمہارے دل کے وہم میں آئے یا تم اس کے متعلق سوچو یا تمہارے دل میں کھٹکے جیسے اس کا حسن، تروتازہ ہونا، انس و محبت رکھنا، خوبصورت ہونا، چمک دمک والا ہونا، ایک شخص کے طور پر نظر آنا، نور ہونا، شخصیت ہونا، اور خیال والا ہونا تو اللہ تعالیٰ ایسی سب چیزوں سے پاک ہے، تم اس کا فرمان نہیں پڑھتے، اس نے تو فرما رکھا ہے

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ [۲]

(اس جیسا کوئی نہیں اور وہ خود سب کچھ سنتا دیکھتا ہے)

نیز یہ فرمایا:

لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ [۳]

(نہ اس نے کسی کو جنا، نہ کسی کی اولاد اور اس کا ہم پلہ کوئی نہیں)

☆ اسی سند سے آپ کا یہ فرمان ملتا ہے۔

''علم آگے سے لیتا ہے، خوف ہانکتا ہے اور نفس دونوں کے درمیان اکڑا کھڑا ہے یہ سرکش ہے، دھوکا باز ہے اور فریبی ہے لہٰذا علم کی سوجھ بوجھ کے ذریعے اس سے بچو اور خوفِ خدا کی دھمکی سے اسے پرے کر دو تو تم اپنا مقصد حاصل کر لو گے۔''

☆ یہ بھی فرمایا:

''صاحبِ وجد کی حالت بیان سے باہر ہے کیونکہ مومنین کے ہاں یہ اللہ کا ایک راز ہوتا ہے۔''

۳۱۔ حضرت سمنون بن حمزہ رحمہ اللہ [۴] (م)

آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور کچھ لوگ ابوالقاسم بتاتے ہیں۔ حضرت سری سقطی، ابواحمد قلانسی اور محمد بن علی قصار رحمہم اللہ کے علاوہ دیگر حضرات سے بھی صحبت رکھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے یہ شعر پڑھا:

''تمہارے سوا مجھے کسی سے غرض نہیں ہے، جیسے چاہو آزما لو۔''

۱۔ زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ۱، ص ۸۹، اعلام ج ۵، ص ۸۱

۲۔ سورۂ شوریٰ۔ آیت: ۱۱

۳۔ سورۂ اخلاص۔ آیت: ۳۔۴

۴۔ تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۹۸، الاعلام ج ۳، ص ۱۴۰

تواسی وقت آپ کو احتباسِ بول (پیشاب کی بندش) کی تکلیف ہوگئی' آپ مدرسوں میں جاتے اور کہتے کہ اپنے جھوٹے چچا کے لئے دُعا کرو۔

کہتے ہیں اصل بات یہ تھی کہ آپ نے یہ شعر پڑھا تو ان کے شاگردوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: گذشتہ رات میں ایک بستی میں تھا کہ ہمارے اُستاد سمنون اللہ سے دُعا مانگ رہے تھے اور گڑگڑا کر شفاء کی درخواست کر رہے تھے۔ دوسرا بولا' یہی خواب میں نے دیکھا ہے' میں فلاں بستی میں موجود تھا تو یہی کچھ سنا' تیسرا شاگرد بولا کہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے اور یونہی چوتھے نے کہا' حضرت سمنون کو پتہ چلا' اس وقت انہیں پیشاب کی تکلیف ہو چکی تھی لیکن آپ نے صبر کر رکھا تھا' گریہ زاری نہیں کی تھی۔ جب شاگردوں سے یہ بات سنی' حالانکہ اب تک آپ نے نہ تو دُعا کی تھی اور نہ کوئی لفظ منہ سے نکالا تھا' ان کے علم میں یہ بات آگئی تھی کہ اس تکلیف سے اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ میں گریہ وزاری کروں تاکہ میرا عبد ہونا بھی معلوم ہو سکے اور میری حالت کا لوگوں کو پتہ بھی نہ چل سکے چنانچہ مدرسوں میں گھومنے لگے اور منہ سے یہ الفاظ نکالنے لگے کہ اپنے جھوٹے چچا کے لئے دُعا کرو''۔

☆ حضرت جعفر خلدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو احمد منازلی نے مجھے بتایا کہ بغداد میں ایک شخص نے چالیس ہزار درہم لوگوں میں تقسیم کر دیئے تو حضرت سمنون نے مجھ سے کہا: اے ابو احمد! تم دیکھ نہیں رہے کہ اس شخص نے کتنا اچھا کام کیا ہے اور یوں خرچ کر دیا ہے؟ ادھر ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں لہٰذا آؤ میرے ساتھ' ہم فلاں مقام پر جا کر اس کے خرچ کئے ہوئے ہوئے ہر درہم کے بدلے میں ایک ایک نفل پڑھتے ہیں چنانچہ ہم شہر مدائن چلے گئے اور چالیس ہزار نوافل پڑھے۔

☆ حضرت سمنون رحمہ اللہ عمدہ اخلاق کے مالک تھے' اکثر محبت کے بارے میں گفتگو رہتی۔ بہت بلند مرتبہ بزرگ تھے اور جیسا کہ کہا جاتا ہے حضرت جنید رحمہ اللہ سے قبل فوت ہوئے۔

۳۲۔ حضرت ابوعبید بسری رحمہ اللہ[۱]

آپ قدیم مشائخ میں سے تھے اور ابو تراب نخشبی رحمہ اللہ سے صحبت رہی۔

حضرت ابن الجلاّ رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ میں نے کوئی چھ سو کے لگ بھگ مشائخ دیکھے جن میں چار تو بے مثال تھے' حضرت ذوالنون مصری' میرے والد حضرت یحییٰ ابن جلاّء' حضرت ابو تراب اور حضرت ابوعبید بسری رحمہم اللہ۔

حضرت ابوعبید بصری کی کرامت

حضرت ابوزرعہ حسنی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن حضرت عبید بسری رحمہ اللہ جرجر (دبا کر دانے نکالنے والا آلہ) پر بیٹھے اپنی گندم گاہ رہے تھے' حج کو صرف تین دن رہ گئے تھے کہ دو آدمی آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے' آپ حج کی تیاری کر سکتے ہیں؟ آپ نے کہا نہیں۔ اس پر ابوعبید میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تمہارا پیر ان دونوں سے زیادہ قدرت رکھتا ہے (یعنی اگر یہ تین دنوں میں تمہیں وہاں لے جا سکتے ہیں تو میں لمحہ بھر میں پہنچا سکتا ہوں۔

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۹۰

۳۳۔ابو الفوارس حضرت شاہ بن شجاع کرمانی رحمہ اللہ[1] (م قبل از ۳۰۰ھ)

آپ شہزادے تھے، حضرت ابوتراب نخشبی اور ابوعبید بسری جیسے طبقہ سے صحبت رہی، یہ بڑے جواں مرد تھے، بڑی شان کے مالک تھے اور ۳۰۰ھ سے قبل فوت ہوئے۔

☆ آپ فرماتے تھے:

''تقویٰ کی علامت ورع (گناہوں سے دوری) ہے اور ورع کی علامت یہ ہے کہ کسی مشتبہ شے سے رک جائے۔''

☆ آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے:

''جھوٹ بولنے سے گریز کرو، خیانت نہ کرو، غیبت سے بچو اور باقی جو چاہو، کرو''

☆ حضرت شاہ کرمانی رحمہ اللہ کہتے تھے:

''جس شخص نے حرام چیزوں سے نگاہ ہٹالی، اپنے نفس کو شبہات میں پڑنے نہ دیا، ہمیشہ مراقبے میں مصروف رہا، سنت پر عمل پیرا رہا اور اپنے نفس کو اکلِ حلال کا عادی بنالیا تو وہ کسی کے دل کے راز سے آگاہی میں غلطی نہ کھائے گا۔''

۳۴۔حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ[2] (م ۳۰۴ھ)

یہ اپنے وقت میں رَے اور جبال میں شیخ کے منصب پر تھے، عالم و فاضل ادیب تھے اور بناوٹ نہ کرنے میں دھوم تھی۔ حضرت ذوالنون مصری، حضرت ابوتراب نخشبی کی صحبت میں رہے اور ابوسعید خراز کے رفیق تھے۔ ۳۰۴ھ میں وفات پائی۔

☆ آپ فرمایا کرتے تھے:

''اللہ کو گناہوں سمیت ملنے سے تو یہ بہتر ہے کہ مجھ میں ذرہ بھر بناوٹ موجود ہو۔''

☆ پھر یہ بھی فرماتے تھے:

''جب تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ رخصت (چھوٹ) پر عمل کرتا ہے تو جان لو کہ وہ کسی بھی مرتبہ تک نہ پہنچ سکے گا۔''

☆ آپ نے حضرت جنید رحمہ اللہ کو لکھا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے نفس کا مزہ نہ چکھائے کیونکہ اگر تم نے چکھ لیا تو کبھی بھی بھلائی اور نیکی کا مزہ نہ چکھ سکو گے۔''

ایک صوفی کیلئے آفت

☆ آپ کا یہ بھی قول ہے:

''میں نے دیکھا ہے کہ صوفی کی آفت نوجوانوں میں بیٹھنے، مخالف طبیعت والوں کے ساتھ میل جول کرنے اور عورتوں سے نرمی برتنے میں ہوتی ہے۔''

۱۔مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج ۱ ص ۹۰

۲۔مزید دیکھئے الطبقات ج ۱ ص ۹۰، الاعلام ج ۸ ص ۲۲۸

۳۵۔ابوعبداللہ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ [1]

اکابر مشائخ میں شمار ہوتے تھے اور صوفیہ کے کلام میں ان کی کئی تصنیفات ہیں۔
آپ حضرت ابوتراب نخشبی، احمد بن خضرویہ اور ابن الجلاء کے علاوہ کئی اور کی صحبت میں رہے۔آپ سے کسی نے ''مخلوق'' کی وضاحت پوچھی تو فرمایا:

''اس کی کمزوری تو سب کے سامنے ہے مگر اس کے دعوے لمبے چوڑے ہوتے ہیں۔''

☆ آپ نے مزید فرمایا:

''میں نے یہ سوچ کر کوئی تصنیف اس لئے نہیں کی، کہ لوگ مجھے مصنف کہیں بلکہ جب غلبۂ حال ہوتا تو تصنیف کر کے اس سے نجات پاتا۔''

۳۶۔ابوبکر حضرت محمد بن عمر ورّاق ترمذی رحمہ اللہ [2]

آپ بلخ میں مقیم تھے، احمد بن خضرویہ اور دیگر بزرگوں کی صحبت میں رہے، ریاضیات میں آپ کی تصانیف ملتی ہیں۔
آپ فرماتے تھے:

''اگر ''طمع'' سے پوچھا جائے کہ تمہارا باپ کون ہے؟ تو جواب ہوگا کہ تقدیر کے امور میں شک پیدا ہو جانا۔
اگر کہا جائے کہ تمہارا کاروبار کیا ہے؟ تو جواب ہوگا، ذلت کے کام کرنا اور اگر پوچھا جائے کہ تمہاری انتہاء کہاں ہوگی؟ تو جواب ہوگا کہ محروم ہونا۔''

☆ آپ اپنے مریدوں کو سفر و سیاحت سے روکتے، ارشاد فرماتے:

''تمہارے ارادت مندی کے مقام پر اس وقت تک ٹھہر جانے میں برکت ہوتی ہے جب تک ارادت صحیح نہ ہو جائے اور جب ارادت صحیح ہو جاتی ہے تو برکت کے آثار دکھائی دینے لگتے ہیں۔''

۳۷۔ابوسعید حضرت احمد بن عیسیٰ خراز رحمہ اللہ [3] (م ۲۷۷ھ)

بغداد کے رہنے والے تھے، حضرت ذوالنون مصری، نباجی، ابوعبید بسری، سری، بشر اور دوسرے مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۲۷۷ھ میں وفات پائی۔

☆ حضرت ابوسعید فرماتے تھے:

''ہر وہ باطن باطل ہوا کرتا ہے جو ظاہر کے خلاف ہو۔''

''آپ فرماتے تھے کہ میں نے ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے کنی کترا کر ایک کنارے سے گزر رہا ہے تو میں نے اس

---

[1] مزید معلومات کے لئے الطبقات ج۱، ص۹۱، الاعلام ج۲، ص۲۷۲
[2] مزید حالات کے لئے الطبقات الکبریٰ ج۱، ص۹۱
[3] مزید حالات کے لئے دیکھئے الطبقات ج۱، ص۹۲، اعلام ج۱، ص۱۹۱

سے کہا: ادھر آؤ! کیا بات ہے؟

وہ کہنے لگا: میں تمہارا کیا کروں، جس چیز کے ذریعے میں لوگوں کو دھوکا دیا کرتا ہوں'' وہ تو تم نے اپنے آپ سے دور کر رکھی ہے''

میں نے پوچھا' وہ کونسی چیز ہے؟

میں نے کہا کہ: ''دنیا؟''

وہ الگ ہونے لگا تو میری طرف متوجہ کر کہا: ہاں لیکن ایک لطیف اور بظاہر معمولی سا حصہ تمہارے اندر ضرور موجود ہے۔

میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ: نوخیزوں کی مجلس اور ان کی صحبت۔''

☆ آپ کا یہ فرمان بھی ہے کہ

''میں ایک عرصے تک صوفیہ کی صحبت میں رہا لیکن اس دوران میرے اور ان کے درمیان کوئی مخالفت نہیں ہوئی۔''

پوچھا گیا: یہ کیسے ممکن ہے؟

میں نے کہا: میں ان کے ساتھ رہتا ضرور تھا لیکن ہمیشہ اپنے نفس کی مخالفت کرتا رہتا تھا۔

۳۸۔ ابو عبد اللہ حضرت محمد بن اسماعیل مغربی رحمہ اللہ[1] (م ۲۹۹ھ)

آپ ابراہیم بن شیبان کے استاد اور علی بن رزین کے شاگرد تھے' ۱۲۰ سال کی عمر پائی اور ۲۹۹ھ میں وفات پائی۔

آپ بلند شان کے مالک تھے' بہت سالوں تک وہ کھانا نہیں کھایا جسے کسی بھی آدمی نے ہاتھ لگا دیا ہوتا' گھاس پھوس کی جڑیں کھاتے اور اسے عادت بنا لیا تھا آپ فرمایا کرتے تھے:

''سب سے بہتر عمل یہ ہے کہ ہم بھرپور طریقے سے ہمیشہ شریعت کے مطابق عمل کریں۔''

☆ یہ ارشاد بھی تھا:

''سب سے ذلیل ایسا فقیر ہوتا ہے جو غنی کے سامنے ہاتھ پھیلاتا یا عجز دکھاتا ہے یونہی وہ شخص سب سے عزت دار ہے جو فقیروں کے سامنے اپنے آپ کو حقیر سمجھے اور ان کی عزت کا لحاظ رکھے۔''

۳۹۔ ابو العباس حضرت احمد بن محمد بن مسروق رحمہ اللہ[2] (م ۲۹۹ھ)

اصل میں ''طوس'' کے باشندے تھے مگر بغداد میں سکونت پذیر ہو گئے تھے' حضرت حارث محاربی اور سری سقطی کی صحبت اختیار کی' بغداد ہی میں ۲۹۹ھ یا ۲۹۸ھ میں وفات پائی۔ آپ فرماتے تھے:

''جس نے شکوک وشبہات کے موقع پر اللہ کی طرف توجہ کی' اللہ تعالیٰ اسے اس کے اعضاء کو حرکات کے وقت محفوظ رکھے گا۔''

☆ یہ ارشاد بھی ملتا ہے۔

''مسلمانوں کی عزت کا احترام کرتے رہنے ہی سے اللہ کی قابل عزت چیزوں کی تعظیم کا سلیقہ آتا ہے اور اسی سے انسان کو حقیقت تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔''

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳

☆ پھر یہ بھی ارشاد فرمایا:

معرفت کا درخت کیسے سیراب ہوتا ہے

''معرفت کا درخت سیراب کرنے کے لئے سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ غفلت کا درخت جہالت سے سیراب ہوتا ہے' توبہ کا درخت شرمساری سے سیرابی حاصل کرتا ہے اور محبت کا درخت راہِ خدا میں خرچ کرنے اور شریعت کی موافقت سے پرورش پاتا ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

''جب تمہیں معرفت حاصل کرنے کا لالچ تو ہو لیکن اس سے قبل صحیح ارادتمندی حاصل نہ کر سکے تو تم جہالت میں پڑے رہو گے اور اگر ارادت چاہتے ہو اور مقامِ توبہ درست نہیں کر سکے تو مطلوبہ مقصد میں غافل شمار ہو گے۔''

۴۰۔ ابوالحسن حضرت علی بن سہل اصفہانی رحمہ اللہ [۱] (م ۳۰۷ھ)

آپ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے معاصر تھے' حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ اپنے تیس ہزار قرض کے سلسلے میں آپ کے پاس آئے تو آپ نے سارے کا سارا اتار دیا' آپ حضرت ابوتراب نخشبی اور ایسے ہی دیگر بزرگوں کی صحبت میں رہے۔

☆ ابوبکر محمد بن عبداللہ طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن سہل کو یہ فرماتے سنا کہ:

''تیزی سے عبادات کی طرف آنا اللہ کی طرف سے توفیق کی علامت ہے اور احکامِ خداوندی کی مخالفت میں ڈھیل اس بات کی علامت ہے کہ اس کا لحاظ رکھا جا رہا ہے' رازہائے خداوندی کو محفوظ رکھنا ہوش وحواس قائم رکھنے کی نشانی ہے' صرف خالی دعویٰ کرتے رہنا' نری بشری بے وقوفی ہوتی ہے اور جس نے ارادت مندی کی ابتداء صحیح نہ کی وہ اس کی انتہاء میں محفوظ نہ رہے گا۔''

۴۱۔ ابومحمد حضرت محمد بن حسن جریری رحمہ اللہ [۲] (م ۳۱۱ھ)

آپ حضرت جنید رحمہ اللہ کے چوٹی کے مریدوں میں شمار ہوتے ہیں' حضرت سہل بن عبداللہ کی صحبت میں رہے' حضرت جنید کے وصال کے بعد ان کے سجادہ نشین بنائے گئے' علم تصوف کے زبردست عالم تھے اور بڑے صاحبِ حال تھے۔ ۳۱۱ھ میں انتقال ہوا۔

☆ حضرت احمد بن عطاء روذباری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت جریری سال ھبیر (دورِ جاہلیت میں ایک مقامِ جنگ) کے موقع پر فوت ہوئے' میں ایک سال بعد ان کی قبر کے قریب سے گزر رہا تھا تو دیکھا' وہ تکیہ لگائے اور گھٹنے سینے سے لگائے بیٹھے تھے اور انگلی سے اللہ کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔

☆ حضرت ابوالحسین فارسی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابومحمد جریری رحمہ اللہ کو یوں کہتے سنا:

''جس شخص پر اس کا نفس غالب آجائے' وہ خواہشات نفسانی میں گھر جایا کرتا ہے اور خواہشات کے قید خانے میں محصور ہو جاتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کے دل پر فوائد حرام کر دیتا ہے چنانچہ وہ کلام اللہ میں لذت نہیں پاتا اور نہ یہ اس کے لئے زیب وزینت بنتا ہے اگر چہ

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۹۴

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۹۴

اسے بار بار ہی کیوں نہ پڑھے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰیٰتِیَ الَّذِیْنَ یَتَکَبَّرُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ[1]

(عنقریب میں اپنی آیتوں سے ایسے لوگوں کو دور کروں گا جو ناحق طور پر زمین میں غرور کرتے ہیں)

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''اصول اس وقت دکھائی دیتے ہیں جب فروع پر عمل کیا جائے اور فروع کی تصحیح اصولوں کے سامنے لانے پر ہی ممکن ہے اور پھر اصول کا مشاہدہ اس وقت ممکن ہوتا ہے جب ان ذرائع اور فروع کی تعظیم کی جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظیم قرار دیا ہے۔''

۴۲۔ ابو العباس حضرت احمد بن محمد بن سہل بن عطاء الآدمی [2] (م ۳۰۹ھ)

یہ صوفیہ کے اکابر مشائخ اور ان کے علماء میں سے تھے، حضرت خراز ان کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے۔

آپ حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے، حضرت ابراہیم مارستانی کی صحبت میں رہے اور ۳۰۹ھ میں وفات پائی۔

☆ حضرت ابو سعید قرشی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے ابن عطاء کو یہ فرماتے سنا:

''جو اپنے آپ کو آدابِ شریعت کا پابند بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے روشن فرمادیتا ہے، ایسا کوئی مقام نہیں جو حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرمانبرداری کے مقام سے بڑھ جائے، خواہ وہ امور احکام ہوں، خواہ افعال اور خواہ آپ کے اخلاق۔''

☆ آپ ہی کا فرمان ہے:

''ایک بڑی غفلت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنے پروردگار سے غافل ہوجائے اور پھر اس کے احکامات ومنہیات سے غفلت اور پھر اس کے ساتھ معاملات میں غفلت۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا:

''ایسی ہر وہ شے جس کے متعلق تم سے پوچھا جائے تو اس کا جواب علم کے جنگل سے تلاش کر، نہ مل سکے تو حکمت و دانائی میں ڈھونڈ، نہ ملے تو توحید کے پلڑے میں تولو اور ان تین مقامات پر بھی نہ مل سکے تو اسے شیطان کے منہ پر دے مارو۔''

۴۳۔ ابو اسحٰق حضرت ابراہیم بن احمد الخواص رحمہ اللہ [3] (م ۲۹۱ھ)

آپ حضرت جنید اور حضرت نوری کے ہمعصر تھے، توکل اور ریاضت میں بلند مقام پر فائز تھے۔ آپ کا وصال ۲۹۱ھ میں بمقام ''رَے'' ہوا۔

آپ پیٹ کے مرض میں مبتلا تھے، جب بھی کھڑے ہوتے، وضو فرماتے اور مسجد کی طرف لوٹ جاتے، وہاں دو نوافل پڑھتے، ایک مرتبہ پانی میں داخل ہوئے تو اس میں گر کر وہیں فوت ہوگئے۔

☆ حضرت خواص رحمہ اللہ نے فرمایا:

۱۔ سورۂ اعراف۔ آیت: ۱۴۶

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۹۵، شذرات الذھب ج ۲ ص ۲۵۷

۳۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۹۷

''کثرتِ روایت کو علم نہیں کہتے' عالم وہ ہوتا ہے جو علم کے پیچھے پڑے اور اسے استعمال میں لائے اور سنت کی پیروی کرے اگرچہ کم علم ہو۔''

☆ آپ کا یہ ارشاد بھی ہے۔

دل کا علاج کیسے؟

''دل کے علاج کے لئے پانچ چیزیں معتبر ہیں: سوچ سمجھ کر قرآن پڑھنا' بھوکا رہنا' رات کا قیام' سحری کا رونا اور نیک لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا۔''

۴۴۔ابو محمد حضرت عبداللہ بن محمد خراز رحمہ اللہ [۱] (م قبل از ۳۱۰ھ)

''رے'' کے رہنے والے تھے لیکن مکہ میں عمر گزار دی' حضرت ابو حفص اور ابو عمران کبیر کی صحبت میں رہے' صاحب ورع و تقویٰ تھے اور ۳۱۰ھ سے قبل فوت ہوئے۔

حضرت دُقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں عبداللہ الخراز کے ہاں پہنچا' چار دن سے بھوکا تھا: فرمایا: ''تم لوگ چار دن کی بھوک پر بھوک بھوک کرنے لگتے ہو۔'' پھر فرمایا بالفرض وہ تمام لوگ بھی ہلاک ہو جائیں جو اللہ سے اس ثواب کی امید لئے ہوئے ہیں جو اللہ کے ہاں سے ملنے والا ہے تو کیا فرق پڑے گا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ کوئی بڑا کام ہوگا۔

☆ آپ فرماتے ہیں۔

''بھوک دراصل زاہدوں کی خوراک ہوتی ہے اور عارفوں کا کھانا ذکر ہوتا ہے۔''

۴۵۔ابوالحسن حضرت بنان بن محمد حمال رحمہ اللہ [۲] (م ۳۱۶ھ)

واسط کے رہنے والے تھے' مصر میں رہائش رکھی اور وہیں ۳۱۶ھ میں انتقال کیا۔ بڑے بلند مرتبہ تھے اور صاحب کرامات تھے۔

☆ حضرت بنان سے صوفیہ کے سب سے بلند شان کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا:

''اس رزق پر بھروسہ کرنا جس کی ضمانت اللہ نے دی ہے' اللہ کے احکام پر پورا اترنا' رازداری کرنا۔ اور کونین سے بے نیاز ہونا۔''

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت بنان حمال کو درندے کے آگے ڈال دیا گیا تو وہ سونگھنے لگا اور ضرر نہ دیا اور جب وہ چلا گیا تو آپ سے کہا گیا: جب درندہ آپ کو سونگھ رہا تھا تو آپ کے دل میں کیا آیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس وقت درندوں کے جھوٹے کے بارے علماء کے مابین اختلاف پر غور و فکر کر رہا تھا۔

۱۔مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱' ص ۹۸

۲۔مزید دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۹۸' شذرات الذهب ج ۲' ص ۲۷۱

۴۶۔ حضرت ابوحمزہ بغدادی بزاز رحمہ اللہ (م ۲۸۹ھ)

آپ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے قبل ہی وفات پا گئے' ان کے ہمعصر تھے' حضرت سری اور حسن مسوحی کی صحبت میں رہے' کئی قراءتوں کے عالم تھے اور فقیہ بھی۔ آپ حضرت عیسیٰ بن ابان رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تھے' حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو آپ سے عرض کرتے: صوفی صاحب! آپ کا اس مسئلے میں کیا فتویٰ ہے؟

کہتے ہیں کہ جمعہ کے روز آپ اپنی مجلس میں گفتگو فرما رہے تھے کہ حالت غیر ہوگئی' آپ کرسی سے نیچے آ رہے اور آئندہ جمعہ انتقال کر گئے' کچھ کا خیال ہے کہ آپ کی وفات ۲۸۹ھ کو ہوئی۔

☆ آپ فرماتے تھے:

''جس نے اللہ کی طرف جانے کا راستہ جان لیا' اسے اس پر چلنا آسان ہو جاتا ہے لیکن وہ راستہ احوال وافعال واقوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کے بغیر نہیں مل سکتا۔''

☆ یہ بھی آپ ہی کا ارشاد ہے۔

تین چیزوں پر عمل' مصائب سے نجات

''جس نے تین چیزوں پر عمل کر لیا وہ مصائب سے نجات پا لے گا' پیٹ تو خالی ہو لیکن دل سیر ہو' ہمیشہ فقیر رہے لیکن زھد حاضر ہو' مکمل صبر کرے لیکن ہمیشہ ذاکر بھی ہو۔''

۴۷۔ ابوبکر حضرت محمد بن موسیٰ واسطی رحمہ اللہ [۱] (م ۳۲۰ھ کے بعد)

بنیادی طور پر خراسان میں فرغانہ کے مقام پر رہائش تھی' حضرت جنید اور نوری کی صحبت پائی' بڑے باوقار عالم تھے' مرو میں سکونت کر لی اور ۳۲۰ھ کے بعد وہیں فوت ہوئے۔

☆ آپ کا ارشاد ہے۔

''خوف اور امید دونوں لگام کا کام دیتی ہیں اور بندے کو بے ادب ہونے سے بچاتی ہیں۔''

☆ آپ کا یہ بھی فرمان ہے:

''عبادت پر معاوضہ تلاش کرنا' اللہ کے فضل کو بھول جانے کی علامت ہے۔''

☆ آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے بدبودار اور مرداروں میں پھینک دیتا ہے' آپ کا مقصد تھا کہ نوعمروں میں پھینک دیتا ہے۔''

آپ کا فرمان ہے۔

''لوگوں نے بے ادبی کا نام اخلاص رکھ لیا ہے' نفس کی شرارت کا انبساط برے مقاصد کا نام استقلال وصبر رکھ لیا ہے چنانچہ وہ

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱' ص ۹۹' الاعلام ج ۷' ص ۱۱۷

راہِ حق سے اندھے ہو چکے اور تنگ راہ میں پڑ چکے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کوئی زندگی قابلِ نشو ونما نہیں اور نہ ان سے گفتگو میں عبادت کی ستھرائی ہے، وہ بولتے ہیں تو غضب ڈھاتے ہیں اور آپس میں بولتے ہیں تو تکبر سے ان کے نفس اچھلتے ہیں تو ان کے دل کی پلیدی کا پتہ دیتے ہیں اور کھانے کا طمع یہ بتاتا ہے کہ ان کے دلوں میں سیاہی ہے

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ[1]

(اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کہاں بھٹک رہے ہیں)

میں نے اپنے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا:

''مرو کے رہنے والے ایک دوا فروش کو میں نے یہ کہتے سنا کہ جمعہ کے دن جامع مسجد جانے کے موقع پر واسطی میری دکان کے قریب سے گزرے تو ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا، میں نے کہا: اجازت ہو تو میں اسے گانٹھ دوں؟ انہوں نے کہا، ہاں گانٹھ دو۔ میں نے وہ تسمہ گانٹھ دیا تو وہ کہنے لگے: جانتے ہو یہ کیوں ٹوٹا ہے؟ میں نے کہا: آپ ہی بتائیں۔ آپ نے کہا، اس لئے کہ میں نے جمعہ کے لئے غسل نہیں کیا تھا۔ میں نے عرض کی، آقا! یہ رہا حمام، آپ چلیں گے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں چلتے ہیں، میں نے انہیں حمام میں پہنچا دیا تو انہوں نے غسل کر لیا۔''

۴۸۔ حضرت ابو الحسن بن صائغ رحمہ اللہ[2] (م ۳۳۰ھ)

آپ کا اصل نام علی بن محمد بن سہل دینوری ہے۔ مصر میں اقامت کی، وہیں فوت ہوئے آپ اکابر مشائخ میں سے تھے۔

☆ حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

''میں نے مشائخ میں سے ابو یعقوب نہر جوری سے زیادہ روشن چہرے والا نہیں دیکھا اور نہ ہیبت میں ابو الحسن بن صائغ جیسا دیکھا۔''

آپ کا وصال ۳۳۰ھ کو ہوا۔

☆ حضرت ابن الصائغ سے کسی نے پوچھا کہ حاضر چیز کے ذریعے غائب پر استدلال کیسے ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جس ذات کی نہ تو مثل ہے اور نہ نظیر تو اس پر استدلال کے لئے اس چیز کو کیسے پیش کیا جا سکتا ہے جس کی مثل بھی ہو اور نظیر بھی؟''

☆ مرید کی وضاحت کے لئے آپ سے سوال کیا گیا تو فرمایا: مرید کی وہی صفت ہوتی ہے جسے اللہ نے بیان فرما دیا کہ:

ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ اَنْفُسُهُمْ[3]

(وسیع ہونے کے باوجود زمین ان کے لئے تنگ دکھائی دینے لگی اور ان کی اپنی جانیں تنگ ہو گئیں)

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''احوال بجلی جیسے ہوتے ہیں اور جب بجلیاں دائمی ہو جاتی ہیں تو یہی حدیث نفس اور ملازمت طبع کہلاتی ہیں۔''

۱۔ سورۂ توبہ۔ آیت: ۳۰

۲۔ مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۲، شذرات الذهب ج ۲، ص ۳۳۰

۳۔ سورۂ توبہ۔ آیت: ۱۱۸

۴۹۔ ابو اسحاق حضرت ابراہیم بن داؤد رقی [۱] (م ۳۲۶ھ)

شام کے اکابر مشائخ میں سے تھے، حضرت جنید اور ابن الجلاء کے ہم عصر تھے، آپ نے طویل عمر پائی اور ۳۲۶ھ تک زندہ رہے۔

☆ آپ فرماتے ہیں:

''معرفت اسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس حیثیت سے ثابت کیا جائے جو اس کی اصل حقیقت ہے اور ہر وہم میں آنے والی چیز سے الگ رکھا جائے۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''قدرتِ خدا تو نظر آ رہی ہے، ہماری آنکھیں بھی کھلی ہیں لیکن اس کا کیا جائے کہ انوارِ بصرت کمزور ہو گئے ہیں؟''

کمزور اور طاقتور مسلم کی پہچان

☆ پھر فرمایا:

''خلقت میں سب سے کمزور وہ ہوتا ہے جو اپنی خواہشات کو نہ روک سکے اور طاقتور وہ ہوتا ہے جو انہیں روکنے کی طاقت رکھتا ہو۔''

اللہ سے محبت کی علامت

☆ آپ ہی نے فرمایا:

''اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کی جائے۔''

۵۰۔ حضرت ممشاد دنیوری رحمہ اللہ [۲] (م ۲۹۹ھ)

صوفیہ کے اکابر مشائخ میں شمار تھا، ۲۹۹ھ میں وصال ہوا۔

مرید کا ادب کیسا؟

☆ آپ نے فرمایا:

''مرید کے لئے ادب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کی حرمت کا خیال رکھے، اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کرے، اسبابِ دنیا کو نہ دیکھے اور اپنی ذات میں آدابِ شریعت کی حفاظت کرے۔''

☆ آپ نے فرمایا:

''میں جب بھی اپنے کسی شیخ کے ہاں گیا تو اپنے مال سے خالی گیا، میں یہی انتظار رکھتا کہ میرے پیر کی زیارت اور اس کی کلام

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۲

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۲

سے مجھے کونسی برکات حاصل ہوتی ہیں کیونکہ جو اپنے پیر کے پاس اپنے ذات کو دیکھنے جاتا ہے تو اسے اس کی زیارت، صحبت اور کلام کی برکتیں حاصل نہیں ہوتیں۔"

۵۱۔ حضرت خیر النساج رحمہ اللہ [۱] (م ۳۲۲ھ)

آپ حضرت ابوحمزہ بغدادی کی صحبت میں رہے، حضرت سری سقطی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت ابوالحسن نوری کے ہمعصر تھے مگر آپ نے لمبی عمر پائی اور جیسا کہا گیا ہے ۱۲۰ سال تک زندہ رہے، آپ ہی کی مجلس میں حضرت شبلی اور حضرت خواص تائب ہوئے۔ آپ جماعت صوفیہ کے استاد تھے۔

☆ کہا یہ جاتا ہے کہ آپ کا نام محمد بن اسماعیل تھا اور "سامرہ" کے رہنے والے تھے۔ خیر النساج نام پڑنے کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک مرتبہ آپ حج کے لئے روانہ ہوئے تو کوفہ کے دروازے پر ایک شخص نے آپ کو پکڑ لیا اور کہنے لگا: تم میرے غلام ہو اور تمہارا نام "خیر" ہے، آپ سانولے تھے، آپ نے اس کی مزاحمت نہ کی۔ اس شخص نے آپ کو ریشمی کپڑے بننے پر لگا دیا، وہ آپ کو آواز دیا کرتا اور کہتا: اے خیر! آپ اس کے جواب میں کہتے لَبَّیْکَ (یعنی میں حاضر ہوں) پھر کئی سال بعد اس نے آپ سے کہا: "میں نے غلطی کی، نہ تو آپ میرے غلام ہیں اور نہ ہی آپ کا نام "خیر" ہے۔" آپ وہاں سے چلے آئے اور اسے چھوڑ دیا اور کہنے لگے: وہ نام میں نہیں بدلوں گا جو ایک مسلمان نے رکھ دیا ہے۔"

☆ آپ فرماتے تھے:

خیر النساج نے عزرائیل کو روک دیا

"خوف اللہ کا ڈنڈا ہے جس سے وہ ہمارے اسے نفسوں کو درست فرماتا ہے جو بے ادبی کے عادی بن چکے ہیں۔"

حضرت ابوالحسین مالکی رحمہ اللہ بتاتے ہیں، میں نے حضرت خیر النساج کی موت کے وقت موجود لوگوں سے پوچھا کہ ان کی موت کیسے واقع ہوئی؟ تو انہوں نے کہا:

"جب مغرب کی نماز کا وقت ہوا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی پھر آنکھیں کھول کر گھر کی ایک طرف اشارہ کیا اور فرمایا: ٹھہر جاؤ (خدا آپ کو عافیت میں رکھے) تم بھی حکم خداوندی ماننے والے بندے ہو اور میں بھی، جو کام تم کرنے آئے ہو اس میں رکاوٹ نہیں اور جو میں کرنا چاہتا ہوں وہ چھوٹ جائے گا۔" پھر آپ نے پانی منگوایا اور نماز کے لئے وضو کیا پھر لیٹ گئے، آنکھیں بند کر لیں، کلمۂ شہادت پڑھا اور فوت ہو گئے، کسی کو خواب میں ملے تو پوچھا گیا کہ: اللہ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ فرمایا ہے؟ آپ نے پوچھنے والے کو جواب دیا: یہ مجھ سے نہ پوچھو، بس میں یہ جانتا ہوں کہ مجھے تمہاری گندی دنیا سے امن مل گیا ہے۔

۵۲۔ حضرت ابوحمزہ خراسانی رحمہ اللہ [۲] (م ۲۹۰ھ)

آپ دراصل "اسروشنہ" کے رہنے والے تھے، آپ کی پیدائش اور پرورش بغداد میں ہوئی، حضرت جنید اور ان کے ہمعصروں کی

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۲

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۳

صحبت میں رہے، حال، علم اور ظرافت میں اپنے وقت کے شیخ تھے۔ مالکی مذہب کے پیروکار تھے، ۸۷ سال کی عمر پائی اور ۳۳۴ھ میں فوت ہوئے، تربت بغداد شریف میں ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ نے حضرت خیر النساج کی مجلس میں توبہ کی تو ''دماوند'' چلے گئے اور کہنے لگے: ''میں تمہارے شہر کا حکمران تھا، مجھے معافی دے دو۔''

اور راہِ تصوف میں آئے تو شروع میں حد سے زیادہ مجاہدے کرتے رہے۔

☆ میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا: مجھے اطلاع ملی کہ ابوبکر شبلی آنکھوں میں نمک ڈالا کرتے تھے کہ جاگتے رہیں اور انہیں نیند نہ آسکے۔ اگر بالفرض آپ اتنی ہی تعظیم شرع کرتے تھے جیسے بکران دینوری نے عمر کے آخری حصے میں بیان کیا ہے تو پھر بھی کافی ہے۔

☆ حضرت ابو العباس بغدادی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت شبلی اپنے آخری دنوں میں یوں کہا کرتے تھے:

''کچھ ایسے مقامات ہیں کہ اگر میں وہاں مرجاؤں تو ادھر کے تمام قبیلے والوں کے لئے عذاب کا سبب بن جاؤ۔''

☆ ماہِ رمضان آجاتا تو اپنے آپ تمام ہم عصروں سے بڑھ کر عبادت کی کوشش کرتے اور فرمایا کرتے:

''یہ وہ مہینہ ہے جس کی میرے رب نے عظمت بتائی ہے لہٰذا مجھے سب سے پہلے اس کی تعظیم کرنی چاہیئے۔''

اپنے استاذ ابو علی کو میں نے یہ حکایت بیان کرتے سنا تھا۔

۵۴۔ ابو محمد حضرت عبداللہ بن محمد مرتعش[۱] (م ۳۲۸ھ)

آپ نیشاپور کے محلّہ ''حرہ'' میں رہتے تھے اور کچھ نے ''ملقاباذ'' کا نام لیا ہے۔ آپ ابو حفص اور ابو عثمان کی صحبت میں رہے، حضرت جنید سے ملاقات کی تھی اور یہ بڑی شان والے تھے۔ مسجد شونیزیہ میں اقامت رہی اور ۳۲۸ھ میں بمقام بغداد فوت ہوئے۔

ارادت کیا ہوتی ہے؟

☆ آپ نے فرمایا:

''ارادت یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی تمام مرادوں سے نفس کو روک لے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل درآمد کیا کرے اور اللہ کے فیصلوں پر راضی رہے۔''

آپ سے کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے تو آپ نے فرمایا:

''میرے نزدیک جسے اللہ تعالیٰ خواہشات نفسانی کی مخالفت کرنے کی ہمت دیتا ہے تو وہ ہوا میں اڑ کر دکھانے والے سے بڑھ کر ہوتا ہے۔''

۱۔ مزید دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۱۰۵، شذرات الذهب ج ۲، ص ۳۱۷

۵۵۔ابوعلی حضرت احمد بن محمد روذباری رحمہ اللہ [۱] (م۳۲۲ھ)

یہ بغداد کے رہنے والے تھے' مصر میں اقامت کی اور ۳۲۲ھ میں وہیں فوت ہوئے' حضرت جنید بغدادی اور نوری ابن الجلآ اور کئی دوسرے مشائخ کی صحبت میں رہے' مشائخ میں سے ذہین ترین اور طریقہ صوفیہ کے بڑے عالم تھے۔

☆ حضرت ابوعلی رودباری سے اس گانا سننے والے کے متعلق پوچھا گیا جو یہ کہتا کہ:

''یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں اس درجہ پر پہنچ چکا ہوں جہاں مجھ پر حالات کا اختلاف اثر انداز نہیں ہوتا۔''

☆ آپ نے فرمایا کہ: ''وہ ضرور پہنچ چکا ہے مگر جہنم میں!''

پھر تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا:

''یہ مذہب مکمل طور پر سنجیدگی والا ہے لہٰذا اس میں ہنسی مذاق شامل نہ کیا کرو۔''

☆ آپ فرماتے تھے:

''دھوکا کھانے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ تم برائی کرو' اللہ تعالیٰ تم پر احسان فرمائے اور تم اللہ کی طرف رجوع کرنا اور توبہ کرنا اس وہم پر چھوڑ دو کہ تمہاری طرف سے صرف تساہل کی بناء پر کوتاہی ہوگئی ہے اور پھر اسے اللہ کی طرف سے رعایت جان رکھو۔''

آپ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت جنید تصوف میں میرے استاد ہیں' فقہ میں ابوالعباس بن شریح' ادب میں ثعلب اور حدیث میں ابراہیم حربی۔

۵۶۔ابومحمد حضرت عبداللہ بن منازل رحمہ اللہ [۲] (م۳۲۹ھ)

یہ فرقۂ ملامتیہ کے شیخ اور یگانہ روزگار تھے' حضرت حمدون قصار رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے' بڑے عالم تھے اور بہت سی احادیث لکھیں' ۳۲۹ھ یا ۳۳۰ھ میں بمقام نیشاپور وفات پائی۔

سنت' بدعتی چھوڑتا ہے

☆ حضرت عبداللہ بن منازل رحمہ اللہ فرماتے تھے:

''جو شخص ایک بھی فرض ترک کر بیٹھتا ہے تو اللہ اسے سنتیں ضائع کرنے میں مبتلا کر دیتا ہے اور (خدانخواستہ) اگر کوئی سنت ضائع کرنے میں مبتلا ہوتا ہے تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں بدعتوں میں مبتلا نہ ہو جائے۔''

☆ آپ فرماتے ہیں:

''تمہارا قیمتی وقت وہ ہوتا ہے جس میں تم اپنے نفس کے وسوسوں سے بچ جاؤ اور پھر وہ وقت جس میں تم بدگمانی کرنے سے بچے رہو۔''

۱۔مزید دیکھئے شذرات الذھب ج۲'ص ۲۹۶۔۲۹۷' الطبقات ج۱'ص ۱۰۶

۲۔مزید حالات کے لئے الاعلام ج۴'ص ۱۲۰' طبقات الصوفیہ ص ۳۶۶ تا ۳۶۹' شذرات ج۲'ص ۳۳۰

۵۷۔ حضرت ابو علی محمد بن عبد الوہاب ثقفی رحمہ اللہ[1] (۳۲۸ھ)

اپنے وقت کے امام تھے، حضرت ابو حفص اور حمدون قصّار کی صحبت میں رہتے تھے، نیساپور میں تصوف انہی کی وجہ سے پھیلا تھا، ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔

☆ حضرت منصور بن عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو علی ثقفی کو یہ فرماتے سنا:

''کوئی شخص بہت سے علوم حاصل کر لے اور مشائخ کی خدمت میں بھی جاتا رہے تو پھر بھی اس وقت تک بندۂ صالح نہیں بن سکتا جب تک وہ کسی شیخ، امام اور بہترین تربیت کنندہ کی نگرانی میں نہ رہے اور جس نے کسی ایسے استاد سے ادب نہیں سیکھا جو اسے اس کے نقائص دکھائے اور نفس کے بگاڑ کا بتائے تو مسائل کے حل کے لئے ایسے شخص کی تابعداری مناسب نہ ہوگی۔''

☆ آپ نے فرمایا:

''اس امت کے لئے ایک ایسا وقت آ رہا ہے کہ ایک مومن کو اپنی زندگی گزارنے کے لئے کسی منافق کے سہارے کی ضرورت پڑے گی۔''

پھر فرمایا:

''افسوس دنیا کے ان کاموں پر جو آ موجود ہوں، افسوس حسرتوں پر جب وہ چلی جائیں، ایک عقل مند انسان کبھی ایسی شے کی طرف میلان نہیں کرتا کہ وہ آئے تو اس کا وقت ضائع کرے اور جانے پر حسرت میں مبتلا کر دے۔''

۵۸۔ حضرت ابو الخیر الاقطع رحمہ اللہ[1] (م ۳۴۰ھ کے بعد)

اصل میں یہ مغرب کے رہنے والے تھے مگر ''تینات'' میں اقامت کی۔ آپ صاحبِ کرامات تھے اور بڑی تیز فراست رکھتے تھے۔ بڑی شان والے تھے، ۳۴۰ھ کے چند سال بعد وصال ہوا۔ حضرت ابو الخیر فرماتے ہیں:

''علم و عمل میں یکسانیت، ادب پر عمل پیرائی، فرائض کی ادائیگی اور صالحین کی صحبت حاصل کئے بغیر کوئی شخص شریف النفس نہیں ہو سکا۔''

۵۹۔ ابو بکر حضرت محمد بن علی کتّانی رحمہ اللہ[3] (م ۳۲۲ھ)

بغداد کے رہنے والے تھے، حضرت جنید، خزار اور نوری کی صحبت میں رہے، آپ نے مکہ میں قیام کے دوران ۳۲۰ھ میں وفات پائی۔

☆ حضرت ابو بکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت کتّانی نے سفید سر اور سفید ڈاڑھی والے ایک شخص کو دیکھا جو لوگوں سے بھیک مانگ رہا تھا، دیکھتے ہی فرمانے لگے:

۱۔ مزید حالات الطبقات ج۱ ص ۱۰۷، شذرات ج۱ ص ۳۱۵

۲۔ الطبقات ج۱ ص ۱۰۵، معجم البلدان ج۲ ص ۶۸

۳۔ الطبقات ج۱ ص ۱۱۰، شذرات ج۲ ص ۲۹۶

''اس شخص نے بچپن میں اللہ کے حقوق نہیں سنبھالے تو اب بڑھاپے میں اللہ نے اسے بیکار فرما دیا ہے۔''

آپ نے یہ بھی فرمایا:

''خواہش نفسانی شیطانی مُہار ہوتی ہے چنانچہ اسے پکڑنے والا اس کا غلام بن جاتا ہے۔''

۶۰۔ابو یعقوب حضرت اسحاق بن محمد نہر جوری رحمہ اللہ [۱] (م ۳۳۰ھ)

آپ نے حضرت ابو عمرو مکی، حضرت ابو یعقوب سوسی، حضرت جنید اور دیگر مشائخ کی صحبت میں رہے، مکہ میں قیام کے دوران ۳۳۰ھ میں انتقال فرمایا۔

☆ حضرت ابوالحسین احمد بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت نہر جوری کو یہ فرماتے سنا:

''دنیا ایک سمندر ہے، آخرت اس کا ساحل ہے، تقویٰ اس کی کشتی اور مخلوق مسافر ہے۔''

بری نظر پر غائبانہ تھپڑ

☆ حضرت نہر جوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے طواف کے دوران ایک آنکھ والا شخص دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ ''میں تم سے تمہارے پاس پناہ مانگتا ہوں، یہ سن کر میں نے کہا: ''یہ تم کیسی دُعا کر رہے ہو؟'' اس نے کہا کہ ایک دن میں نے ایک شخص کو دیکھا، وہ مجھے اچھا لگا تو اچانک آنکھ پر ایک تھپڑ آ لگا جس سے میری آنکھ بہہ گئی اسی دوران میں نے ایک غائبانہ آواز سنی، کوئی کہہ رہا تھا: ایک مرتبہ دیکھنے پر تو ایک تھپڑ لگا اور اس سے زیادہ پر مزید لگیں گے۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''سب سے بہتر حالتِ انسانی وہ ہوتی ہے جب اسے علم کا ساتھ ملے۔''

۶۱۔ابوالحسن حضرت علی بن محمد مزین رحمہ اللہ [۲] (م ۳۲۸ھ)

بغداد کے رہنے والے تھے، حضرت سعد بن عبداللہ، حضرت جنید اور دیگر مشائخ سے صحبت پائی تھی، مکہ کے قیام کے دوران ۳۲۸ھ میں انتقال ہوا، بڑے صاحبِ ورع تھے۔ حضرت مزین رحمہ اللہ نے فرمایا:

گناہ کے بعد گناہ پہلے کی سزا ہوتا ہے، یونہی نیکی

''گناہ کے بعد دوسرا گناہ ہوتا ہے تو وہ پہلے گناہ کی سزا ہوتی ہے اور نیکی کے بعد دوسری نیکی پہلی نیکی ثواب بنتا ہے۔''

☆ آپ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''بس یہ جان لو کہ اللہ کے اوصاف اس کی مخلوق کی صفات سے الگ قسم کے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے قدیم ہونے کی بناء پر مخلوق سے منفرد ہے جبکہ مخلوق صفات کے حادث ہونے کی بنا پر جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔''

۱۔مزید حالات کے لئے شذرات الذھب ج ۲، ص ۳۶۵

۲۔الطبقات ج ۱، ص ۱۱۱، شذرات ج ۲، ص ۳۱۶

☆ آپ کا یہ بھی فرمان ہے:
''ایک شخص اللہ سے بے نیازی دکھاتا ہے تو وہ اسے مخلوق کا محتاج کر دیتا ہے اور جو اللہ کا ساتھی بنتا ہے اللہ مخلوق کو اس کا محتاج بنا دیتا ہے۔''

۶۲۔حضرت ابوعلی بن کاتب رحمہ اللہ[۱] (م ۳۴۰ھ کے بعد)

آپ کا اسمِ گرامی حسن بن احمد تھا' ابوعلی روذباری' ابوبکر مصری اور کئی دیگر صوفیہ کی صحبت پائی۔ اپنے حال میں بڑا مقام رکھتے تھے' ۳۴۰ھ سے کچھ عرصہ بعد وصال ہوا۔

☆ آپ کا فرمان ہے:
''جب دل میں اللہ کا خوف گھر کر لیتا ہے تو زبان سے صحیح بات ہی نکلا کرتی ہے۔''

☆ یہ بھی فرماتے تھے:
''فرقہ معتزلہ نے بذریعہ عقل اللہ کی پاکیزگی بتائی تو وہ خطا کھا گئے لیکن صوفیہ نے علم کی روشنی میں اس کی پاکیزگی بتائی تو صحیح مقام پر پہنچے۔''

۶۳۔حضرت مظفر قرمسینی رحمہ اللہ[۲]

یہ الجبل کے مشائخ میں سے تھے' حضرت عبداللہ خراز اور دیگر مشائخ کی صحبت میں رہے۔

روزہ کے تین اقسام:

☆ آپ نے فرمایا:
''روزہ تین قسم کا ہوتا ہے۔
۱۔روح کا روزہ' اس میں امیدیں گھٹائی جاتی ہیں۔
۲۔عقل کا روزہ' یہ خواہشاتِ نفسانی کی مخالفت سے ہوتا ہے اور
۳۔نفس کا روزہ' اس میں کھانے پینے اور حرام سے بچنے کی ضرورت ہوتی ہے۔''

☆ حضرت مظفر فرماتے تھے:
''سب سے بدتر وہ نرم گفتاری یا نرم رویہ ہوتا ہے جو عورتوں سے کیا جائے خواہ وہ کسی طرح سے ہو۔''

☆ نیز ارشاد فرمایا:
''جب بھوک کے ساتھ قناعت بھی شامل ہو جائے تو اس سے سوچ بچار کا مادہ پیدا ہوتا ہے اس سے حکمت و دانائی میں اضافہ ہوتا ہے' اس سے سمجھداری بڑھتی ہے اور دل کو روشنی ملتی ہے۔''

۱۔مزید حالات الطبقات ج۱' ص ۱۱۲

۲۔مزید حالات الطبقات ج۱' ص ۱۱۳

☆ پھر ارشاد ہوا:
''بندے کا بہترین کام یہ ہے کہ اپنے موجود وقت کو کام میں لائے اور وہ یوں کہ نہ تو کوتاہی سے کام لے اور نہ ہی کسی بات میں تجاوز کرے۔''

☆ یہ بھی فرمایا:
''جو شخص کسی دانا سے ادب نہیں لے سکا' اس سے کوئی مرید بھی ادب نہیں لے سکتا۔''

٦٤۔ ابو بکر حضرت عبداللہ بن طاہر ابہری رحمہ اللہ (م ۳۳۰ھ تقریباً)

حضرت شبلی رحمہ اللہ کے ہمعصروں میں سے تھے اور جبل کے مشائخ میں شمار ہوتے تھے' عالم اور پرہیز گار تھے' حضرت یوسف بن حسین وغیرہ کی صحبت پائی' وصال تقریباً ۳۳۰ھ میں ہوا۔

☆ آپ فرماتے تھے:
''فقیر کا اصل طریقہ تو یہ ہے کہ وہ کسی شے کی طرف دھیان نہ رکھے اور ضرورت ہو تو صرف اتنی توجہ دے جتنی اسے ضرورت ہو۔''

☆ اسی سند سے مزید فرمایا:
''جب تم کسی بھائی سے رضاء الٰہی کی خاطر محبت رکھو تو دنیا کے معاملات کے لئے اس سے ملاقات کم سے کم کیا کرو۔''

٦٥۔ حضرت ابوالحسن بن بنان رحمہ اللہ [1]

ابوسعید خراز سے نسبت تھی اور مصر کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔

☆ آپ کا فرمان ہے:
''جب صوفی کے دل میں رزق کے بارے میں تشویش پائی جائے تو اسے اسی کا انتظام کرنا چاہیئے۔''
''اللہ کے ذریعے دل کو سکون ملنے کی علامت یہ ہے کہ اسے ان چیزوں پر بھروسہ ہونا چاہیئے جو اللہ کے قبضہ میں ہیں اور خود اپنے قبضہ میں موجود پر اعتماد نہیں چاہیئے۔''

☆ یہ بھی ارشاد فرمایا:
''بداخلاقی سے یونہی بچا کرو جیسے حرام اشیاء سے بچتے ہو۔''

٦٦۔ ابو اسحاق حضرت ابراہیم بن شیبان قرمسینی رحمہ اللہ [2] (۳۳۷ھ جامی)

اپنے وقت کے شیخ تھے' حضرت ابوعبداللہ مغربی' حضرت خواص اور دیگر مشائخ کی صحبت میں رہے۔

☆ حضرت ابو یزید مروزی فقیہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابراہیم بن شیبان کو یہ فرماتے سنا:

---

[1] دیگر حالات الطبقات ج ا ص ۱۱۲

[2] مزید حالات شذرات ج ا ص ۳۴۴' الطبقات ج ا ص ۱۱۳

''جو یہ چاہتا ہے کہ معطل ہو کر رہ جائے یا باطل پرست بننا چاہئے اسے چاہیئے کہ رخصت والے کام تلاش کر کے کیا کرے۔''

☆ اسی سند سے آپ کا یہ ارشاد بھی ملتا ہے:

''فناء و بقاء کی سمجھ صرف اس وقت آتی ہے جب کوئی صدقِ دل سے اللہ کی توحید پر ایمان رکھے اور ستھری عبادت کیا کرے اور اگر ایسا نہیں تو پھر مغالطے پڑیں گے اور وہ زندیق بن سکتا ہے۔''

☆ پھر فرمایا:

''کمینے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی بے فرمانی کیا کریں۔''

٦٧۔حضرت ابوبکر حسین بن علی بن یزدانیار رحمہ اللہ[1]

آرمینیہ کے رہنے والے تھے' تصوف میں آپ کا ایک خاص طریقہ تھا' صاحبِ علم اور صاحبِ ورع تھے' کچھ عارفوں کے آزادانہ الفاظ و کلمات کو ناپسند کرتے تھے۔

☆ آپ کا ایک ارشاد ہے۔

''جب تک تم اللہ سے انس و صحبت رکھتے ہو' تب تک لوگوں سے انس نہیں ہونا چاہیئے۔''

''جب تک تم فضول باتوں میں لگے ہو تب تک اللہ سے محبت نہ ہوگی۔''

''تم لوگوں کے ہاں باوقار ہونا چاہتے ہو' تو تمہارا اللہ کے ہاں وقار نہ ہوگا۔''

٦٨۔حضرت ابوسعید اعرابی رحمہ اللہ[2] (م ۳۴۱ھ)

آپ کا اسم گرامی احمد بن محمد بن زیاد بصری تھا' حرم شریف میں مقیم رہے اور ۳۴۱ھ میں وہیں وصال ہوا۔ حضرت جنید' عمرو بن عثمان مکی' نوری اور کئی دیگر صوفیہ کی صحبت میں رہے۔

خسارے والا انسان:

☆ آپ کا فرمان ہے۔

''وہ شخص سب سے زیادہ نقصان میں ہے جو لوگوں میں اپنے نیک اعمال دکھائے اور شہ رگ سے قریب اللہ کے ہاں برے اعمال جا دکھائے۔''

٦٩۔ابوعمرو حضرت محمد بن ابراہیم زجاجی نیشاپوری رحمہ اللہ[3] (م ۳۴۸ھ)

آپ عرصۂ دراز تک مکہ میں مقیم رہے اور وہیں وصال فرمایا' حضرت جنید' حضرت ابوعثمان' حضرت نوری' حضرت خواص اور حضرت رویم کی صحبت پائی۔ ۳۴۰ھ سالِ وصال ہے۔

۱۔الطبقات ج۱' ص ۱۱۴

۲۔اعلام ج۱' ص ۲۰۸ (وفات ۳۴۰ھ)

۳۔مزید حالات الطبقات ج۱' ص ۱۱۷

☆ حضرت ابوعمرو بن نجید کہتے ہیں کہ حضرت ابوعمروز جاجی سے پوچھا گیا
''کیا وجہ ہے کہ فرائض پڑھتے وقت تکبیر اولیٰ میں آپ کی حالت غیر ہو جاتی ہے؟ اس پر فرمایا: مجھے اس بات سے ڈر لگتا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ میں صدق دل کے بغیر فرض پڑھنا شروع کروں' چنانچہ اگر ایک شخص اللہ اکبر کہتا ہے اور اس کے دل میں ہے کہ اس سے بھی کوئی بڑا ہے یا اس کے بعد کسی وقت اس نے کسی اور کو بڑا جان لیا تو اس نے اپنے دل کو جھٹلا دیا۔''

☆ اور فرمایا:
''جس نے ایسے حال کے بارے میں گفتگو کی جہاں خود نہیں پہنچ سکا تو اس کی یہ کلام لوگوں کو فتنہ میں ڈال دے گی' اس کے دل میں بھی یہی دعویٰ پیدا ہوگا اور اس حال تک پہنچنے کی اللہ اسے توفیق نہ دے گا۔''
آپ ایک عرصہ تک حرم شریف میں رہے لیکن کسی موقع پر وہاں نہایا نہیں' وہاں سے نکل کر باہر غسل وغیرہ کیا کرتے' وہ یہ کام حرم کے احترام میں کیا کرتے۔

۷۰۔ حضرت ابو محمد بن محمد بن نصیر رحمہ اللہ [۱] (م ۳۴۸ھ)

آپ کی پیدائش اور پرورش بغداد شریف میں ہوئی' حضرت جنید' نوری' رویم' سمنون اور دیگر مشائخ کی صحبت میں رہے اور حضرت جنید کی طرف منسوب ہوئے۔ ۳۴۸ھ میں بمقام بغداد وصال ہوا۔

اہلِ حقیقت اللہ سے دور کرنے والی روکاوٹوں کو دور کرتے ہیں

☆ آپ فرماتے تھے:
''آدمی لذتِ نفس کے ہوتے ہوئے اللہ کے معاملات میں لذت نہیں پا سکتا کیونکہ اہل حقیقت قبل از وقت ان رکاوٹوں کو دور کر دیتے ہیں جو اللہ سے دور کرنے والی ہوں۔''

☆ حضرت محمد بن عبداللہ بن شاذان کہتے ہیں کہ میں نے جعفر کو کہتے سنا:
''بندے اور اس کے دل میں موجودات میں یہ رابطہ ہے کہ تقویٰ اس کے دل میں پیدا ہو جائے اور جب تقویٰ دل میں گھر لیتا ہے تو وہاں علم کی برکتیں نازل ہوتی ہیں اور دنیا سے نفرت ہو جایا کرتی ہے۔''

۷۱۔ حضرت ابوالعباس سیاری رحمہ اللہ [۲] (م ۳۴۲ھ)

نام قاسم بن قاسم تھا' مرو کے رہنے والے تھے' حضرت واسطی رحمہ اللہ سے صحبت رہی اور علم تصوف میں انہی کی طرف منسوب تھے' صاحبِ علم تھے' وصال ہوا تو ۳۴۲ھ تھا۔

۱۔ مزید حالات الطبقات ج ۱' ص ۱۱۸' شذرات ج ۲' ص ۳۷۸' اعلام ج ۲' ص ۱۲۸

۲۔ مزید حالات الطبقات ج ۱' ص ۱۱۹

نفس کو درست کرنے کا طریقہ:

☆ حضرت ابوالعباس سیاری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مرید اپنے نفس کو کیسے درست کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:
''احکامات الٰہیہ سرانجام دینے میں صبر سے کام لے اللہ کے منع کردہ کاموں سے رکے' نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھے اور فقیروں کی خدمت کیا کرے۔''

۷۱۔ابو بکر حضرت محمد بن داؤد دینوری رحمہ اللہ [۱] (م ۳۵۰ھ بغداد)

دقی نام سے جانے پہچانے جاتے تھے' شام میں مقیم رہے اور سو سال سے زیادہ عمر پائی۔ ۳۵۰ھ کے بعد دمشق میں وصال فرمایا۔ ابن الجلا اور زقاق کی صحبت میں رہے۔

☆ آپ کا ارشاد ہے۔
''انسانی معدہ مختلف کھانے جمع ہونے کی جگہ ہے' جب تم اس میں حلال چیز ڈالو گے تو تمہارے اعضاء نیک کام کرنے لگیں گے اور جب اس میں شبہ والی چیز ڈالو گے تو اللہ کے راستے میں شبے پیدا ہو جائیں گے اور اگر اس میں قابل گرفت چیز ڈالو گے تو تمہارے اور اللہ کے امر کے درمیان پردہ حائل ہو گا۔''

۷۳۔ابو محمد حضرت عبداللہ بن محمد رازی رحمہ اللہ (م ۳۵۳ھ)

نیشاپور میں ولادت ہوئی اور وہیں پرورش پائی۔ حضرت ابو عثمان خیری' حضرت جنید' [illegible]ف بن حسین' رویم' سمنون اور کئی دیگر صوفیہ کی صحبت میں رہے' وصال ۳۵۳ھ میں ہوا۔

دل اندھا کیوں ہوتا ہے:

☆ حضرت عبداللہ رازی سے پوچھا گیا کہ لوگ اپنے عیبوں سے واقف ہونے کے باوجود درست راہ کیوں نہیں اپناتے؟ تو فرمایا:
''اس لئے کہ لوگ علم پر عمل کی بجائے اس پر فخر کرنا شروع کر دیتے ہیں ظاہری کاموں میں لگ جاتے ہیں اور آداب باطن پر توجہ نہیں دیتے چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو اندھا کر دیتا ہے اور ان کے اعضاء کو عبادت سے روک دیتا ہے۔

۷۴۔ابو عمرو حضرت اسماعیل بن نجید رحمہ اللہ [۲] (م ۳۶۶ھ)

حضرت ابو عثمان سے صحبت پائی اور حضرت جنید سے ملاقات کی' بڑی شان والے تھے۔ ابو عثمان کے مریدوں میں سے تھے اور سب سے آخر میں انہی کا وصال ہوا۔ مکہ میں وصال ہوا' سالِ وصال ۳۳۶ھ ہے۔

☆ آپ کا فرمان ہے:
''ہر وہ حالت جو علم کے بغیر پیدا ہو صاحبِ حال کے حق میں فائدہ کی بجائے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔''

۱۔مزید حالات الطبقات ج ۱' ص ۱۱۹ (یہاں کنیت ابو حامد ہے)

۲۔مزید حالات دیکھئے شذرات ج ۳' ص ۵۰' اعلام ج ۱' ص ۳۲۸' الطبقات ج ۱' ص ۱۲۰

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''جس نے کسی بھی موقع پر اللہ کے فرض کردہ کام کو ضائع کر دیا' وہ اس فریضہ کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے خواہ کچھ عرصہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔''

☆ آپ سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''اللہ کے احکام پر عمل اور روکے ہوئے کاموں پر صبر سے کام لینے کا نام تصوف ہے۔''

☆ پھر فرمایا:

''انسان کے لئے یہ چیز مصیبت بن جاتی ہے کہ وہ جس کام میں لگ چکا ہے' خود ہی اس پر خوش ہو۔''

۷۵۔ابوالحسن حضرت علی بن احمد بن سہل بوشنجی رحمہ اللہ [۱] (م ۳۴۸ھ)

یہ خراسان کے جوانمردوں میں سے تھے' حضرت ابوعثمان' ابن عطاء' جریری اور ابوعمرو دمشقی رحمہم اللہ سے ملاقات رہی۔ ۳۴۸ھ میں وصال ہوا۔

☆ حضرت بوشنجی رحمہ اللہ سے ''مروت'' کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

''مروت اسے کہتے ہیں کہ کراماً کاتبین فرشتوں کے رجسٹر میں حرام لکھی ہوئی چیزوں کو ترک کر دے۔''

☆ ایک شخص نے کہا کہ میرے لئے دعا فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ تمہیں آزمائش سے بچائے رکھے۔''

☆ یہ بھی فرمایا کہ

''ایمان کا ابتدائی حصہ اور آخری حصہ ایک دوسرے سے پیوستہ ہوتے ہیں۔''

۷۶۔ابوعبداللہ حضرت محمد بن خفیف شیرازی رحمہ اللہ [۲] (م ۳۵۳ھ)

حضرت رویم' جریری' ابن عطاء اور دیگر مشائخ کی صحبت میں رہے اور ۳۷۰ھ میں وصال ہوا۔ شیخ الشیوخ اور یگانۂ روزگار تھے۔

ارادت کیا ہے؟

☆ آپ فرماتے تھے:

''ارادت اس چیز کا نام ہے کہ مرید ہمیشہ تکالیف اٹھانے کے لئے تیار رہو اور آرام و راحت چھوڑ دے۔''

☆ مزید فرمایا:

''مرید کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی اور چیز تکلیف دہ نہیں کہ وہ رخصت پر عمل کرنے اور تاویلات قبول کرنے میں چشم پوشی

۱۔مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱' ص ۱۲۰

۲۔مزید دیکھنا ہو تو شذرات الذھب ج ۳' ص ۷۶' الاعلام ج ۶' ص ۱۱۴

سے کام لے۔‘‘

☆ قربتِ الٰہیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے یوں جواب دیا:

’’خدا سے تمہارے قرب کا مقصد یہ ہے کہ تو شریعت کے موافق کام انجام دینے کے لئے تیار رہے اور اللہ کے تم سے قرب کا مطلب یہ ہے کہ وہ تمہیں اس کی توفیق دے۔‘‘

☆ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’ابھی میرا ابتدائی دور تھا‘ بسا اوقات میں ایک رکعت کے اندر دس ہزار مرتبہ قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ پڑھا کرتا تھا‘ کئی مرتبہ ایک رکعت میں ایک قرآن بھی پڑھ لیا تھا اور کئی دفعہ میں نے دن چڑھنے سے عصر کے درمیانی وقت میں ہزار رکعت نوافل بھی پڑھے تھے۔‘‘

☆ حضرت احمد الصغیر رحمہ اللہ بتاتے ہیں‘ ایک دن ایک فقیر آیا اور ابو عبداللہ بن خفیف سے کہنے لگا کہ مجھے وسوسہ رہتا ہے۔ اس پر شیخ نے فرمایا:

’’میر اصوفیہ کے ساتھ ایسا دور بھی گزرا ہے کہ وہ شیطان سے مذاق کرتے تھے لیکن اب یہ وقت آ گیا ہے کہ شیطان ان سے مذاق کرتا ہے۔‘‘

☆ آپ فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ میں کھڑا ہونے سے عاجز تھا چنانچہ بیٹھ کر میں نے روزانہ کی ایک ایک رکعت کے بدلے دو دو رکعتیں پڑھیں کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ ’’بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کی نماز کھڑا ہو کر پڑھنے والے کے مقابلہ میں آدھی گنی جاتی ہے۔‘‘

۷۷۔ ابوالحسین حضرت بندار بن حسین شیرازی رحمہ اللہ [۱] (م ۳۵۳ھ)

یہ اصول صوفیہ کا علم رکھتے تھے اور بڑے صاحبِ حال تھے‘ حضرت شبلی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور ۳۵۳ھ میں بمقام ’’ارجان‘‘ وصال ہوا۔

☆ حضرت بندار بن حسین فرماتے تھے:

’’اپنے نفس کی خاطر کسی سے نہ لڑو کیونکہ یہ تمہارا نہیں‘ اسے اپنے مالک کے سپرد کر دو‘ وہ جیسے چاہے گا‘ کرے گا۔‘‘

بدعتیوں کے پاس بیٹھنے والے سے اللہ توجہ ہٹا لیتا ہے:

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا:

’’بدعتیوں کے پاس بیٹھنے کا نقصان یہ ہوگا کہ اللہ سے تمہاری توجہ ہٹ جائے گی۔‘‘

☆ مزید فرمایا:

’’جب تمہیں اللہ سے امید لگی ہے تو خواہشاتِ نفس ترک کر دو۔‘‘

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱ ص ۱۲۱

۷۸۔ حضرت ابوبکر طمستانی رحمہ اللہ [1] (م بعد از ۳۴۰ھ)

یہ حضرت ابراہیم دباغ اور دوسرے مشائخ کی صحبت میں رہے، آپ علمی اور حال کے لحاظ سے یگانہ روزگار تھے، ۳۴۰ھ کے بعد نیشاپور میں وصال ہوا۔

☆ آپ نے فرمایا تھا:

''خواہشاتِ نفسانی سے جان چھڑالو تو یہ ایک عظیم نعمت ہوگی، یہ نفس ہی ہے کہ تمہارے اور اللہ کے درمیان پردہ اور رکاوٹ بنتا ہے۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''جب دل اللہ کے ہاں ناپسندیدہ کام کرنے کا سوچتا ہے تو اسے فوراً اس کی سزا مل جاتی ہے۔''

☆ یہ بھی ارشاد ہے:

''راہِ خدا واضح ہے، کتاب وسنت سامنے ہیں، صحابہ کی عظمت بھی ہمارے علم میں ہے کہ انہوں نے پہلے ہی ہجرت کا شرف لے رکھا ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہے چنانچہ ہم میں سے جو بھی کتاب وسنت کا ساتھ دے، اپنے نفس اور مخلوق سے الگ رہے اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہو، وہی سچا اور راہِ راست پر ہوگا۔''

۷۹۔ ابوالعباس حضرت احمد بن محمد دینوی رحمہ اللہ [2] (م بعد از ۳۴۰ھ)

حضرت یوسف بن حسین ابن عطاء اور جریری سے صحبت رہی، عالم فاضل تھے۔ نیشاپور آئے اور عرصہ تک وہیں رہے، لوگوں کو وعظ کرتے اور معرفت کی زبان بولتے، پھر سمرقند چلے گئے اور وہاں ۳۴۰ھ کے بعد وصال ہوا۔

ابتدائی ذکر کیا ہے؟

☆ ابوالعباس دینوی کا فرمان ہے:

''ابتدائی ذکر یہ ہے کہ اللہ کے سوا ہر چیز کو بھول جائے اور اعلیٰ معیار کا ذکر یہ ہے کہ ذکر کرنے والا ذکر کرتے وقت ذکر کو بھول جائے۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''ظاہراً بات کر دینے سے باطنی حکم تبدیل نہیں ہوتا۔''

☆ حضرت ابوالعباس دینوی فرماتے ہیں:

''لوگوں نے تصوف کی اصطلاحات بگاڑ دی ہیں، راہیں برباد کر دیں، ارکانِ تصوف کے نام تبدیل کر کے اپنی طرف سے رکھ لئے ہیں چنانچہ یہ لوگ طمع کو ''زیادتی''، سوء ادب (بے ادبی) کو ''اخلاص''، راہِ حق سے علیحدگی کو ''شطح''، مذموم چیزوں کی لذت کو ''طیبت''

۱۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۲۱

۲۔ مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۱۲۲

خواہشات کی پیروی کو "ابتلاء"، دنیا کی طرف توجہ کو "وصل"، بد خلقی کو "صولت"، بخل کو "جلادۃ"، سوال کو "عمل"، اور بدزبانی کا نام "ملامت" رکھ چکے ہیں حالانکہ صوفیہ کا یہ طریقہ نہ تھا۔"

۸۰۔ ابوعثمان حضرت سعید بن سلّام مغربی رحمہ اللہ [۱] (م ۳۷۳ھ)

یگانہ روزگار تھے، ان سے پہلے ایسا شخص نہیں دیکھا گیا، ابن الکاتب، حبیب مغربی اور ابوعمرو زجاجی کی صحبت میں رہے، نہرجوری، ابن صائغ اور دیگر صوفیہ سے ملاقات رہی، ۳۷۳ھ میں بمقام نیشاپور وصال ہوا، آپ نے وصال سے قبل وصیت کردی تھی کہ ان کا جنازہ امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ پڑھائیں۔

☆ استاذ ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ نے بتایا:

"جب حضرت ابوعثمان مغربی کا وصال ہوا تو میں قریب ہی تھا، علی قوال صغیر کچھ بول، بول رہا تھا، آپ کی حالت غیر ہوئی تو ہم نے علی قوال کو خاموش ہو جانے کو کہا، اس پر آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا: علی بولتا کیوں نہیں؟ ایسے میں نے ایک شخص سے کہا کہ ان (ابوعثمان) سے پوچھئے کہ یہ کلام کیوں سن رہے ہیں؟ کیونکہ مجھے اس حالت میں پوچھنے سے مجھے شرم لگتی ہے، کسی نے پوچھا تو فرمایا:

"یہ سننے والے کا کام ہے کہ جہاں سے چاہے سنتا ہے۔"

آپ ریاضت کرنے میں بلند مرتبہ تھے۔

☆ آپ کا فرمان ہے:

"تقویٰ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان حدود خداوندی میں رہے، ان میں کمی بیشی نہ کرے۔"

☆ پھر فرمایا:

"جو شخص فقیروں کی مجلس میں بیٹھنے کی بجائے امیروں کی صحبت میں بیٹھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے دل کی موت میں مبتلا فرما دیتا ہے۔"

۸۱۔ ابوالقاسم حضرت ابراہیم بن محمد نصر آبادی رحمہ اللہ [۲] (م ۳۶۹ھ)

اپنے وقت میں خراسان کے شیخ تھے، حضرت شبلی، ابوعلی رودباری اور مرتعش کی صحبت میں رہے، ۳۶۰ھ کو مکہ میں اقامت کی اور وہیں ۳۶۹ھ میں وصال ہوگیا۔ حدیث کے عالم تھے اور کثرت سے احادیث کی روایت کی۔

حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جب حق تعالیٰ تمہیں اپنے مظاہر میں سے کوئی چیز دکھائے تو اس کی موجودگی میں جنت و دوزخ کا دھیان چھوڑ دو اور جب یہ حالت نہ ہے تو ان چیزوں کی تعظیم کیا کرو جنہیں اس نے عظمت دے رکھی ہے۔"

☆ حضرت محمد بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت نصر آبادی سے شکایت کی گئی کہ:

"ایک شخص عورتوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ میں تو معصوم ہوں۔"

۱۔ مزید حالات دیکھئے الطبقات ج ۱، ص ۱۲۲، شذرات ج ۳، ص ۸۱

۲۔ مزید حالات کے لئے الطبقات ج ۱، ص ۱۲۲، شذرات ج ۳، ص ۵۸

☆ اس پر آپ نے فرمایا:

''جب تک شکلیں دکھائی دے رہی ہیں تب تک امرونہی چلتے رہیں گے حلال وحرام کا خطاب ہوتا رہے گا لہٰذا شبہات میں وہی شخص پڑسکتا ہے۔ جو حرام شدہ چیزوں کے پیچھے پڑے۔''

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا تھا:

''تصوف کی اصل حقیقت یہ ہے کہ انسان قرآن وسنت پر عمل کرے خواہشات اور بدعتوں کو ترک کردے' مشائخ کی قابل احترام چیزوں کی تعظیم کرے' مخلوق کی معذوریاں سمجھے' اپنے جاری وظائف کو ہمیشہ قائم رکھے' رخصت والے کام کرنا چھوڑ دے اور تاویلات کے پیچھے نہ پڑے۔''

۸۲۔ابوالحسن حضرت علی بن ابراہیم حصری بقری رحمہ اللہ [۱] (م ۳۷۱ھ)

بغداد میں سکونت تھی' عجیب صاحبِ حال وزبان تھے اور اپنے وقت کے شیخ تھے' حضرت شبلی سے نسبت تھی' بغداد شریف میں ۳۷۱ھ کو وصال ہوا۔

☆ حضرت حصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''لوگ کہتے ہیں کہ حصری نوافل کے قائل نہیں حالانکہ زمانہ جوانی سے میں نے روزانہ کے نوافل ذمے لے رکھے ہیں اگر ان میں سے ایک رکعت بھی چھوڑ دوں تو مجھے اس کی سزا ملتی ہے۔''

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''جس نے حقیقت میں سے کسی چیز کا دعویٰ کر دیا تو اسے وہ واضح دلائل جھوٹا ثابت کر دیں گے جو اس حقیقت کی اطلاع دیتے ہیں۔''

۸۳۔ابوعبداللہ حضرت احمد بن عطاء رودباری رحمہ اللہ (م ۳۶۹ھ)

یہ شیخ ابوعلی رودباری رحمہ اللہ کے بھانجے تھے' اپنے وقت میں شام کے شیخ تھے۔ ۳۶۹ھ میں بمقام ''صور'' انتقال ہوا۔

حضرت احمد بن عطاء رودباری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں اونٹ پر سوار تھا' اس کی دونوں ٹانگیں ریت میں دھنس گئیں' میری زبان سے نکلا جَلَّ اللّٰہُ (اللہ عظیم القدر ہے) چنانچہ یہی الفاظ اونٹ نے بھی کہہ دیئے۔

حضرت روذباری رحمہ اللہ کا طریقہ تھا کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو کسی غیر صوفی عام آدمی کے گھر دعوت پر لے جانے کا ارادہ کرتے تو فقرا کو اس کی اطلاع نہ کرتے' انہیں پہلے ہی کچھ کھلا دیتے اور جب وہ کھا کر فارغ ہو جاتے تو انہیں دعوت کا بتاتے اور انہیں ساتھ لے جاتے' اب چونکہ وہ پہلے ہی کھا چکے ہوتے تھے اس لئے وہ دعوتی کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھا سکتے ہاں دلجوئی کرتے' یہ آپ اس لئے کرتے تاکہ لوگ صوفیہ سے بدظن ہو کر گنہگار نہ ہوں۔

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت روذباری رحمہ اللہ حسب عادت فقراء کے پیچھے پیچھے ایک دعوت پر جا رہے تھے تو دیکھ کر ایک سبزی فروش نے کہا: ''یہ لوگ لوگوں کا مال کھانا حلال جانتے ہیں۔'' پھر کچھ اور زبان درازی بھی کی اور دوران گفتگو کہا کہ انہی لوگوں میں

۱۔مزید حالات دیکھئے الطبقات الکبریٰ ج ا ص ۱۲۳

سے ایک نے مجھ سے سودرہم قرض لیا تھا اور آج تک واپس نہیں کیا، میں اسے جانتا تک نہیں اُسے کہاں تلاش کروں؟

جب یہ لوگ دعوت والے گھر پہنچے تو حضرت ابوعبداللہ روذباری رحمہ اللہ نے گھر والے سے کہا' وہ صوفیہ سے محبت کرتا تھا کہ اگر تم مجھے دلی اطمینان دینا چاہتے ہو تو ابھی مجھے سودرہم لا دو چنانچہ وہ فوراً لے آیا' آپ نے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ یہ فلاں سبزی فروش کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو' یہ وہ دینار ہیں جو ہمارے ساتھی نے تم سے بطور قرض لئے تھے' وہ کسی مجبوری کی بنا پر تاخیر کر بیٹھا ہے' اب اس نے بھیج دیئے ہیں تو یہ لو اور اس کا عذر قبول کر لو۔ چنانچہ آپ کا مرید سبزی فروش کے پاس پہنچا اور اس نے ایسے ہی کیا۔

جب یہ لوگ دعوت سے واپس ہوئے تو ان کا گذر سبزی فروش کی دکان سے ہوا' اس نے دیکھتے ہی ان لوگوں کی تعریف شروع کر دی اور کہنے لگا: یہ لوگ تو قابلِ اعتماد' امین اور نیک ہیں' غرض بڑی تعریف کی۔

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا:

''سب سے بڑا صوفی وہ ہے جو بخل سے کام لے۔''

استاذ امام ابوالقاسم جمال الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس جماعت کے چند مشائخ کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ میرا انہیں یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ تھا' میں لوگوں کو متنبہ کروں کہ یہ سب لوگ شریعت کی تعظیم کرنے والے تھے' ریاضت کے طریقوں پر چلتے تھے' سنت کی پیروی پر کاربند تھے' دیانتداری کے آداب میں خلل پیدا نہ ہونے دیتے تھے' اور اس بات پر متفق تھے کہ جو شخص معاملات اور مجاہدات سے خالی ہے اور اس نے اپنے طریقے کی بنیاد ورع وتقویٰ پر نہیں رکھی تو وہ اپنے دعوے میں اللہ پر افتراء باندھنے سے کام لیتا ہے ایسا شخص فتنہ میں پڑا ہے چنانچہ وہ خود بھی تباہ و برباد ہوگا اور اسے بھی تباہ کرے گا جو دھوکا کھاتے ہوئے اس کے پیچھے چلے گا۔

اگر ہم تلاش وجستجو کرتے اور ان کے منہ سے نکلے الفاظ ان کی حکایات اور ان کی ایسی سیرت ڈھونڈتے جن سے ان کے دیگر احوال کا پتہ چلتا تو یہ کتاب طول پکڑ جاتی اور اکتاہٹ کا باعث بنتی لیکن جتنا کچھ ہم نے بیان کر دیا' ہمارے مقصد کے لئے کافی ہے' وباللہ التوفیق۔

بہر حال وہ مشائخ جن سے ہماری ملاقات ہے اور وہ جو ہمعصر ہیں اگر چہ ان سے ملاقات نہ ہو سکی' جیسے استاذ' شہید' یگانہ روزگار ابوعلی حسن بن علی الدقاق (۴۰۶ھ) یکتائے زمانہ شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی' ابوالحسن علی بن جہضم مجاورِ حرم' شیخ ابوالعباس القصار (طبرستان)' احمد الاسود (دینور)' ابوالقاسم صیرفی (نیشاپور)' ابوسہل خشاب کبیر' منصور بن خلف مغربی' ابوسعید' مالینی اور ابوطاہر خوزندی (اللہ ان کی ارواح کو پاک رکھے) اور دیگر مشائخ' اگر ہم ان کا ذکر کرتے اور ان کے تفصیلی حالات لکھنا شروع کر دیتے تو ہم اس حدِ اختصار سے تجاوز کر جاتے جو ہمارے مدِنظر ہے۔ معاملات میں ان کی سیرت کی خوبی ان کے حالات میں ڈھکی چھپی نہیں ہے' ہم اس کتاب میں انشاء اللہ جا بجا ان کی حکایات بیان کریں گے۔

گروہ صوفیہ میں مستعمل مشکل الفاظ کی تفسیر وتشریح

یہ بات تو ہر ایک کو معلوم ہے کہ علماء کا ہر گروہ اپنے درمیان ایسے الفاظ استعمال کرتا نظر آتا ہے جو دوسرے لوگ استعمال نہیں کرتے' ان لوگوں نے مخصوص اغراض کی خاطر ان الفاظ کے معانی پر اتفاق کیا ہوتا ہے مثلاً یہ کہ مخاطب کو سمجھانے میں آسانی ہو یا یہ کہ الفاظ بولتے ہی صوفیہ ان کے معانی میں بسہولت ذہن نشین کرلیں نیز یہ لوگ ایسے مخصوص الفاظ باہم اس لئے بھی استعمال کرتے ہیں کہ خود ان کے معانی سمجھ سکیں اور ان کے طریقے کے علاوہ دوسرے مخالف لوگوں سے وہ معانی مخفی رہیں' وہ اس بات سے غیرت کھاتے ہیں کہ مبادا ان کے اسرار نااہل لوگوں تک پہنچ جائیں اس لئے ان الفاظ کے حقائق جمع کرتے وقت کسی تکلف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ ہی ان میں ذاتی تصرف سے کام لیا گیا ہے بلکہ یہ وہ معانی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے گروہ صوفیہ کے دلوں میں ڈالا ہے اور ان کے حقائق کی خاطر کچھ لوگوں کے اسرار کا انتخاب کیا ہے۔

ایسے الفاظ کی تشریح ہم اس لئے بیان کررہے ہیں کہ ان کے راستہ پر چلنے والے اور ان کے طریقہ کے تابع لوگ آسانی سے ان کے معانی سمجھ سکیں۔

وقت

محققین صوفیہ کے ہاں حقیقتِ ''وقت'' یہ ہے کہ یہ ایک وہم میں آنے والا واقعہ ہوتا ہے (حادث) جسے ثابت شدہ واقعہ کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے تو ثابت شدہ واقعہ' وہم میں آنے والے واقعہ کے لئے ''وقت'' بنے گا جیسے آپ کہتے ہیں ''میں مہینہ کے شروع میں تمہارے پاس آؤں گا'' یہاں ''آنا'' وہم میں آنے والا واقعہ ہے اور ''مہینے کا شروع'' ثابت شدہ واقعہ ہے لہٰذا یہاں ''مہینہ کا شروع'' ''آنا'' کے لئے ''وقت'' کہلائے گا۔

میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کے بارے میں سنا کہ وہ فرماتے ہیں:

''وقت'' وہ آن ہے جس میں تم موجود ہو' اگر دنیا میں ہو تو ''دنیا'' وقت ہے' اگر آخرت میں ہو تو آخرت وقت ہے' خوشی میں ہو تو خوشی وقت ہے اور غمی میں ہو تو غمی تمہارا وقت ہے۔''

اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ''وقت'' اسے کہتے ہیں جو انسان پر غالب ہو اور کبھی ''وقت'' سے مراد وہ زمانہ ہوتا ہے جس میں انسان موجود ہے کیونکہ کچھ حضرات نے وقت کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''وقت وہ زمانہ ہے جو ماضی و مستقبل دو زمانوں کے درمیان ہو۔''

وہ کہتے ہیں کہ ''صوفی اپنے وقت کا بیٹا ہے'' مطلب یہ ہوتا ہے کہ ''وہ اس حال میں اس عبادت میں مشغول ہے جو اس کے لئے

بہتر ہے اور اسے قائم رکھے ہوئے ہے جو اس وقت میں اس سے مطلوب ہے۔

اور کہا جاتا ہے کہ "فقیر کو نہ اپنے گذشتہ وقت کی فکر ہوتی ہے اور نہ آئندہ کی بلکہ صرف حال کی فکر لاحق ہوتی ہے چنانچہ اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ گذشتہ وقت کے نکل جانے پر فکر مند ہونا' مزید وقت ضائع کرنا بنتا ہے۔

کبھی وقت سے مراد وہ تصرفات لئے جاتے ہیں جو صوفیہ کو حق کی طرف سے پیش آتے ہیں اور ان میں ان کی اپنی ذات کا دخل نہیں ہوتا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ "فلاں شخص حکم وقت کے تابع ہے" مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے اختیار کے بغیر غیب سے ظاہر ہونے والے امور کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے مگر یہ سب صرف ان امور میں ہوتا ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ تو کوئی حکم ہوتا ہے اور نہ ہی کسی حق شرع کا مطالبہ کیونکہ خدا کے حکم کو ضائع کرنا اور اسے تقدیر کے سپرد کر دینا اور شرعی احکام میں اپنی کوتاہی کی بنا پر بے نیازی' دینی حد سے نکلنے کے مترادف ہے۔

صوفیہ یوں بھی کہتے ہیں کہ "وقت تلوار ہے" مطلب یہ کہ جیسے تلوار کاٹتی ہے اسی طرح "وقت" ایسے امور کی بناء پر جنہیں اللہ تعالیٰ جاری کرتا ہے' غالب ہوا کرتا ہے۔ کچھ یوں وضاحت کرتے ہیں کہ "تلوار چھونے میں تو نرم معلوم ہوتی ہے لیکن اس کی دھار کاٹنے والی ہوتی ہے چنانچہ جو نرم ہاتھ لگاتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور دبا کر ہاتھ لگانے والا کٹ جاتا ہے اور "وقت" بھی یونہی ہے کہ جس نے اس کے سامنے سر جھکا دیا وہ بچ جاتا ہے اور جو مقابلہ پر اترا وہ سرنگوں اور برباد ہوا چنانچہ وہ لوگ سمجھانے کے لئے یہ شعر پیش کرتے ہیں:

"وقت" تلوار جیسا ہوتا ہے' اگر نرمی سے پیش آؤ گے تو یہ بھی نرم معلوم ہوگا لیکن سختی کرنے پر اس کی دونوں دھاریں سخت ہوں گی۔"

چنانچہ جو وقت کا ساتھ دیتا ہے تو وقت اسی کا ہوگا اور جس کے ساتھ وقت نے تنگی کی' وقت اس پر ناراضگی کرے گا۔"

☆ میں نے استاد ابو علی دقاق کا یہ قول سنا:

"وقت ریتی کی طرح ہوتا ہے جو تمہارے گھسنے کا سبب تو بنتا ہے مگر فنا نہیں کرتا۔"

یعنی اگر تمہیں فنا کر دے تو تو فنا ہو کر نجات پا جائے لیکن وقت تمہارا کچھ حصہ گھٹاتا ہے' مکمل طور پر تمہیں ختم نہیں کرتا۔"

☆ حضرت ابو علی دقاق اسی معنیٰ کی وضاحت کے لئے یہ شعر پڑھتے تھے:

"ہر جاری دن میرا کچھ حصہ لے جاتا ہے اور دل میں حسرت پیدا کر کے چلا جاتا ہے۔"

☆ آپ یہ شعر بھی پڑھتے تھے:

"اہل دوزخ کی طرح کہ جب ان کی کھالیں پک جائیں گی تو ان کی بدبختی کی بناء پر انہیں نئی کھالیں دے دی جائیں گی۔"

☆ یہ شعر بھی یہی مفہوم ادا کرتا ہے:

"جو شخص مر تو گیا لیکن پھر اسے راحت مل گئی تو وہ مردہ نہیں کہلائے گا' دراصل مردہ وہ کہلاتا ہے جو زندہ ہوتے ہوئے مردہ بن چکا ہو۔"

وہ شخص نہایت سمجھدار شمار ہوتا ہے جو اپنے وقت کے حکم کے تحت ہو تو جو بیدار ہوا سے شریعت کی پابندی کرنی چاہیئے اور اگر اس کا وقت محویت کا ہے تو احکامِ حقیقت اس پر غالب ہوں گے۔

مُقام

''مقام''، صوفی کے آداب کی وہ منزل ہوتی ہے جسے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سے حاصل کرتا ہے' جہاں بندہ کسی تصرف کی بنا پر پہنچتا ہے یا بہ تکلّف تلاش کر کے اور وقت سے حاصل کرتا ہے لہٰذا ہر ایک کا مقام وہی جگہ ہوتی ہے جہاں اس وقت اس کا قیام ہوتا ہے اور جس کی ریاضت میں وہ مشغول ہے'اس کی شرط یہ ہے کہ جب تک وہ اس مقام کے احکام حاصل نہیں کر لیتا' وہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر نہ پہنچے گا اس لئے کہ جسے قناعت حاصل نہیں' اس کے لئے توکل کر لینا صحیح نہیں اور جو توکل نہیں کر سکتا اس کی تسلیم واطاعت درست نہیں ہوگی' یونہی جس کی توبہ ثابت نہیں' اس کے لئے اللہ کی طرف رجوع ممکن نہیں اور جو ورع سے خالی ہے' اس کے زہد کا اعتبار نہیں ہوگا۔

لفظ مقام' اقامت (مقیم ہونا) کے معنی میں ہے جیسے مدخل' ادخال (داخل کرنا) کے معنی میں اور مخرج' اخراج (خارج کرنا) کے معنی میں آتا ہے۔

کسی شخص کا ایک مقام پر اتر جانا' اسی وقت صحیح شمار ہوتا ہے جب اس کے مشاہدہ میں یقینی طور پر یہ بات آ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس مقام پر پہنچا دیا ہے تاکہ اس کے مقام کی بناء صحیح قاعدہ پر استوار ہو سکے۔

میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا یہ قول سنا کہ جب حضرت واسطی رحمہ اللہ نیشاپور میں داخل ہوئے تو ابو عثمان کے مریدوں سے دریافت فرمایا کہ تمہارے شیخ تمہیں کس بات کا حکم دیتے تھے؟ مریدوں نے بتایا کہ ہمیں عبادات پر پابندی کا حکم دیتے ہیں اور ان میں کوتاہی دیکھنے کو کہتے ہیں۔

آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ وہ تو تمہیں خالص مجوسیت کے پیروکار بننے کو کہتے ہیں' انہوں نے تمہیں یہ کیوں نہیں کہا کہ نفس کو دیکھو بلکہ اس کے پیدا کرنے والے کو دیکھو؟

حضرت واسطی رحمہ اللہ کا ارادہ صرف یہ تھا کہ انہیں محل غرور سے بچائیں (تاکہ وہ غرور نہ کرنے لگیں) ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ کوتاہی ہی کی منزل میں نہ ٹھہرے رہیں' علاوہ ازیں ان کا یہ مقصد بھی نہ تھا کہ کسی ادب میں دخل دیں۔

حال

صوفیہ کرام کے نزدیک ''حال'' ایک ایسی کیفیت کا نام ہے جو دل پر وارد ہوتا ہے اور اس میں انسانی ارادہ اور کوشش کا دخل نہیں ہوتا مثلاً کیفیت طرب (خوشی)' غم' بسط (پھیلاؤ)' قبض (دل کی بندش)' شوق' بے قراری' ہیبت اور احتیاج (محتاج ہونا)۔

احوال اور افعال میں فرق:

اس سے پتہ چلتا ہے کہ ''احوال'' اللہ کی طرف سے وارد ہوتے ہیں یعنی وھبی ہوتے اور ''افعال'' کسبی ہوتے ہیں (یعنی ان میں انسان کی اپنی کوشش اور عمل کا دخل ہوتا ہے)۔ صاحب ''مقام'' اپنے موجود مقام پر جوں کا توں ٹھہرا رہتا ہے جبکہ صاحبِ ''حال'' اپنی حالت میں ترقی کرتا جاتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے ''عارف'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ''ابھی تک تو یہیں تھا لیکن اب چلا

گیا ہے۔''

☆ کچھ مشائخ کہتے ہیں کہ ''احوال'' گویا ایک ''چمک'' ہوتے ہیں چنانچہ باقی رہیں تو رہیں نہیں تو یوں سمجھ لو کہ ''حدیثِ نفس'' ہیں (یعنی دل کی بات)۔

☆ کچھ مشائخ کہتے ہیں کہ ''احوال'' اپنے نام کی طرح (ایک حالت) ہوتے ہیں یعنی یہ جیسے ہی دل پر وارد ہوتے ہیں تو اسی وقت زائل ہو جایا کرتے ہیں، پھر صوفیہ اس کی وضاحت کے موقع پر یہ اشعار پڑھتے ہیں:

''اگر تبدیلی نہ ہو تو اسے حال کیونکر کہا جائے اور جس میں تبدیلی آئی، وہ زائل بھی ہوگا جیسے سایہ کو دیکھئے کہ بڑھتے بڑھتے ایک انتہاء تک پہنچ جاتا ہے اور جب ممکن حد تک لمبا ہو جاتا ہے تو آخر کار گھٹنا شروع ہو جاتا ہے۔''

اس میں صوفیہ یہ اشارہ کر رہے ہیں کہ ''احوال'' باقی ہوتے ہیں اور ان میں دوام یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے، ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر یہ حوال اگر دائمی نہ ہوں اور مسلسل موجود نہ رہیں تو انہیں ''لوائح'' (چمک جیسے) اور ''بوادہ'' (اچانک آکر زائل ہونے والے) کہا جاتا ہے جبکہ احوال والا ان تک پہنچا بھی نہیں ہوتا اور پھر جب یہ صفت دائمی طور پر پائی جاتی ہے تو اسے ''حال'' کہا جاتا ہے۔

☆ یہ دیکھو! ابو عثمان حیری رحمہ اللہ فرما رہے ہیں:

''چالیس سال بیت گئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک حال پر نہیں رہنے دیا کہ میں اسے ناپسند کروں۔''

یہ بات کہہ کر آپ اشارہ فرما رہے ہیں کہ میری رضا دائمی ہے اور یہ ''رضا'' بھی تو ایک ''حالت'' ہی نام ہے لہٰذا اس مقام پر یہ بات لازماً سمجھ آ رہی ہے کہ یوں کہنا چاہیئے کہ جس شخص نے احوال کے باقی اور دائمی رہنے کا قول کیا ہے، انہوں نے صحیح بات کی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کے لئے یہ معنیٰ مشرب بن جاتا ہے جس میں وہ پرورش پاتا رہتا ہے لیکن یاد رہے کہ اس حال والے کے کچھ ایسے احوال بھی ہوتے ہیں جو وارد ہوتے ہیں تاہم ان احوال کے وارد ہونے میں رکاوٹ نہیں بنتے جو اس کی عادت ثانیہ بنے ہوتے ہیں اور جب وارد ہونے والے احوال یونہی دائمی ہو جاتے ہیں جیسے پہلے احوال تھے تو صاحبِ حال ترقی کر کے دوسرے احوال میں پہنچ جاتا ہے جو اس سے بہتر اور لطیف ہوتے ہیں اور پھر ترقی ہی کرتا جاتا ہے۔

☆ میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا بیان سنا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے بارے میں فرمایا تھا اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ تَعَالٰی فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (میرے دل پر ایک خواہش جیسا پردہ وارد کیا جاتا ہے جنانچہ میں اس بارے میں ایک دن کے اندر اللہ تعالیٰ سے ستر بار (بہت سا) استغفار کرتا ہوں)۔

سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے احوال میں مستقل طور پر ترقی پذیر تھے چنانچہ جب آپ ایک حالت سے دوسری اعلیٰ حالت میں ترقی کر جاتے تو بسا اوقات پہلی حالت کا ملاحظہ فرماتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ بعد کی حالت پہلی حالت کے مقابلہ میں بادل کی طرح ہے چنانچہ آپ کے احوال بدستور ترقی پذیر رہا کرتے۔

اللہ کے لطف و قدرت کی انتہا نہیں اور چونکہ ہماری اس کے حق تک رسائی نہیں وہاں تک رسائی یقیناً محال ہو جاتا ہے تو بندہ اپنے احوال میں ترقی پذیر ہی رہتا ہے اور بندہ جس چیز کا ارادہ لئے ایک مقام تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اس سے بھی آگے لے جا سکتی ہے جہاں تک وہ پہنچا ہے اور یہی وہ بات ہے جس کی بناء پر کہا جاتا ہے کہ ''حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ (ابرار یعنی عام نیک لوگوں میں پائی جانے والی نیکیاں، بارگاہِ الٰہی کے مقرب بندوں کے لئے کوتاہیاں شمار ہوتی ہیں)

اسی مسئلہ کے بارے میں جب حضرت جنید رحمہ اللہ سے سوال ہوا تو آپ نے بطور جواب یہ شعر پڑھ دیا۔
"یہ دل پر وارد ہونے والے انوار نظر آتے ہیں تو چمک رہے ہوتے ہیں چنانچہ ترقی کر کے پوشیدہ مقامات کو ظاہر کرتے ہیں اور کثرت کا پتہ دیتے ہیں۔"

قَبْض و بَسْط

انسان میں یہ دو ایسی طاقتیں پائی جاتی ہیں جو اس وقت معلوم ہوتی ہیں جب وہ خوف اور امید کے بندھن سے ترقی کر جاتا ہے (اور دونوں سے بے نیاز ہو جاتا ہے) چنانچہ ایک عارف باللہ کے لئے "قبض" ایسے ہوتی ہے کہ جیسے تصوف میں قدم رکھنے کے لئے حالتِ خوف اور یونہی "بسط" ایک عارف کیلئے ایسے ہی شمار ہوتی ہے جیسے صوفی بننے والے کے لئے "رجا" (امید) شمار ہوتی ہے۔

"قبض" و "خوف" اور "بسط" و "رجا" میں فرق کی وضاحت:

"خوف" آئندہ آنے والی چیز کی وجہ سے ہوا کرتا ہے' یا تو یہ خوف کرنے والے کو محبوب کے فوت ہونے کی اطلاع دیتا ہے یا خوفزدہ کرنے والی کسی اور چیز کی وجہ سے ہوتا ہے۔
یونہی "رجا" (امید) کیونکہ یہ زمانہ مستقبل میں محبوب کے ملنے پر ہوتی ہے یا ضرر رساں چیز کے زائل ہونے اور ناپسندیدہ چیز سے بچنے پر حاصل ہوتی ہے۔
رہی "قبض" تو یہ وہ حالت ہے جو موجود وقت میں ہوتی ہے اور "بسط" بھی یونہی ہے کہ (موجود وقت میں پائی جاتی ہے) چنانچہ خوف و رجاء والے کا دل دونوں حالتوں میں مستقبل سے تعلق رکھتا ہے جبکہ "قبض" و "بسط" والا اپنے اس وقت کو ایسی حالت میں پاتا ہے جو موجود وقت میں اس پر حاوی ہوتی ہے اور پھر "قبض" و "بسط" والوں کی حالت اس کے اپنے حالات تبدیل ہونے کے مطابق مختلف ہوتی ہے چنانچہ کچھ ایسے واردات ہوتے ہیں جن کی وجہ سے "قبض" ہوتی ہے لیکن اور چیزوں کے وارد ہونے کے لئے قدرے گنجائش رہتی ہے کیونکہ ابھی تک وہ مکمل طور پر نہیں ہوتی لہٰذا کوئی "قبض" والا ایسا ہوتا ہے کہ اس میں وارد ہونے والی چیز کے بغیر کسی اور کی گنجائش نہیں ہوتی کیونکہ وہ مکمل طور پر اپنے اوپر وارد ہونے والی چیزیں بندھ چکا ہوتا ہے جیسے کہ ایک صوفی نے کہا تھا اَنَـــا رَدَمٌ (میں بھرپور ہوں) یعنی مجھ میں کوئی گنجائش نہیں۔
یونہی "بسط" والے کا حال ہے کہ کبھی تو اس کی وسعت میں جہاں بھی سما سکتا ہے اور اسے کسی چیز سے وحشت نہیں ہوتی اور کوئی بسط والا ایسا بھی ہوا کرتا ہے کہ کسی بھی حالت میں اس پر کوئی شے اثر نہیں کرتی۔
میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا فرمان سنا' فرمایا تھا کہ ایک صوفی شخص ابوبکر قحطی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا' آپ کا ایک بیٹا تھا جو عام لڑکوں کی طرح سرکشی دکھاتا تھا' صوفی اس لڑکے کے قریب سے گزرا تھا تو وہ ایسے باطل کام کر رہا تھا چنانچہ اس صوفی کے دل میں ابوبکر قحطی کے بارے میں ترس آیا تو وہ کہنے لگا تھا:
"یہ شیخ (ابوبکر) کس قدر مسکین ہے کہ اپنے لڑکے کی نامناسب حرکات میں گرفتار ہے۔"
چنانچہ جب وہ صوفی آپ کے پاس آیا تو اسے محسوس ہوا کہ انہیں لڑکے کی کارستانیوں کا کوئی علم نہیں' وہ آپ کے بارے میں

تعجب کرنے لگا اور کہا: ''میں اس شخص پر قربان جاؤں جس پر بلند بانگ پہاڑ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا'' اس پر حضرت قحطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''ہم ازل سے ان بندھنوں سے آزاد ہیں''۔

قبض کا معمولی سبب یہ ہوتا ہے کہ اس صوفی کے دل پر ایسی حالت طاری ہوتی ہے جس میں اسے عتاب یا سزا کا اشارہ ہوتا ہے چنانچہ لازمی طور پر ''قبض'' کی کیفیت وارد ہو جاتی ہے اور کبھی ایسی چیز بھی وارد ہوتی ہے جس میں اسے قرب الٰہی کا اشارہ ملتا ہے یا لطف و مہربانی کے آثار نظر آتے ہیں تو دل کو ''بسط'' (خوشی) حاصل ہو جاتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ ہر شخص کی ''قبض'' اس کی ''بسط'' کے مطابق ہوتی ہے اور یونہی اس کی ''بسط''، ''قبض'' کے مطابق ہوا کرتی ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان کو اپنی ''قبض'' کی وجہ معلوم نہیں ہو سکتی، وہ دل میں ''قبض'' تو معلوم کرتا ہے لیکن یہ نہیں جانتا کہ یہ کس وجہ سے ہوئی ہے چنانچہ ایسے صاحب کے لئے سر تسلیم خم کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہوتا تا کہ یہ لمحات گذر جائیں کیونکہ اگر وہ اسے دور کرنے کا تکلف کرنا شروع کر دے یا اس حالت کے وارد سے ہونے پہلے اپنی مرضی سے اس کا تدارک کرے تو ''قبض'' مزید بڑھ جائے گی اور پھر میرے خیال کے مطابق یہ اس کی طرف سے بے ادبی بھی شمار ہوگی اور جب صوفی سر تسلیم خم کر دیتا ہے تو جلدی حالتِ ''قبض'' ختم ہو جاتی ہے کیونکہ فرمانِ الٰہی ہے وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ (اللہ تعالیٰ تنگی اور کشائش کیا کرتا ہے)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے حالتِ بسط اچانک اور دفعتہً وارد ہو جاتی ہے اور صوفی کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ کیونکر ہوئی چنانچہ وہ جھوم جاتا ہے اس موقع اس صوفی کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ سکون سے رہے اور ادب واحترام برقرار رکھے کیونکہ ایسے وقت میں بیرونی خطرات بھی بہت ہوتے ہیں چنانچہ اسے لازم ہے کہ پوشیدہ حملہ اور مکر سے خبردار رہے۔ ایسے ہی موقع پر ایک صوفی نے کہا تھا:

''میرے لئے ''بسط'' کی راہ ہموار تو ہوگئی تھی مگر (بدقسمتی سے) میں لغزش کھا گیا اور پھر اپنے اس مقام سے اوجھل ہو گیا''

اسی خطرے ہی کے پیش نظر صوفیہ فرماتے ہیں قِفْ عَلَى الْبِسَاطِ وَإِيَّاكَ وَالْاِنْبِسَاطَ (اپنی حالتِ بسط برقرار رکھو اور بے خاموشی کرنے سے بچو)۔

محققین صوفیہ کرام نے ''قبض'' اور ''بسط'' دونوں ہی حالتوں کو ان امور میں شمار کیا ہے جن سے بچنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ یہ دونوں حالتیں اپنے سے اوپر والی حالت کے مقابلہ میں بندے کی ہلاکت کا سبب بن جاتی ہیں اور ان میں صوفی کا پڑ جانا اسے محتاجی اور نقصان میں مبتلا کر دیتا ہے۔

میں نے حضرت شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے سنا تھا، فرماتے تھے میں نے حسین بن یحییٰ سے سنا، انہوں نے جعفر بن محمد سے اور وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے فرمایا تھا:

''اللہ کی طرف سے خوف میری ''قبض'' کا سبب بنتا ہے اور رجاء (امید) سے مجھ پر ''بسط'' کی حالت طاری ہوتی ہے، حالتِ حقیقت میں دل جمعی ہوتی ہے اور حق کے سامنے مجھے علیحدگی میں ہونا پڑتا ہے، جب خوف کی بناء پر مجھے ''قبض'' میں مبتلا فرماتا ہے تو میرے وجود ہی کو فنا کر دیتا ہے اور جب ''رجاء'' کی وجہ سے مجھے حالتِ ''بسط'' میں لاتا ہے تو میرا وجود پہلے جیسا ہو جاتا ہے، جب مجھے حقیقت کے سامنے کرتا ہے تو مجھے اپنے حضور میں رکھتا ہے اور جب حق (اپنی ذات) کے ساتھ علیحدہ کرتا ہے تو میرے پاس کسی اور کو موجود کرتا اور مجھے اس سے چھپائے رکھتا ہے چنانچہ اس حالت میں مجھے حرکت میں رکھتا ہے، روکتا نہیں، مجھ پر حالت وحشت طاری رکھتا ہے، حالت انس نہیں چنانچہ اس وقت حاضری میں مجھے اپنے وجود کا قدرے احساس رہتا ہے کہ کاش وہ مجھے فنا کر کے کچھ عطا فرما دیتا یا مجھے

غائب رکھ کرمیری راحت کا سامان کرتا۔“

ہَیبَت و اُنس

ان دونوں کا مقام ومرتبہ ”قبض“ و”بسط“ سے اوپر ہوتا ہے چنانچہ جیسے ”قبض“ خوف کے مرتبے سے اور ”بسط“ رجاء کے مرتبے سے اوپر ہوتے ہیں ویسے ہی ”ہیبت“ ”قبض“ سے اور ”انس“ ”بسط“ سے اوپر مرتبہ رکھتے ہیں پھر ”ہیبت“ میں غَیبت (غائب ہونا) کی وصف پائی جاتی ہے اور اسی وجہ سے ہر صاحبِ ”ہیبت“ غائب رہا کرتا ہے پھر صاحبِ ”ہیبت“ لوگ ”غیبت“ کی مختلف حالتوں کی وجہ سے مقام ہیبت میں الگ الگ حیثیت رکھتے چنانچہ کسی کی ہیبت دیرپا اور کسی کی وقتی ہوتی ہے۔

یونہی ”انس“ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ حقیقۃً حالت صَحو (ہوش میں ہونا) میں ہو چنانچہ ہر صاحب انس حالت بیداری میں ہوتا ہے اور پھر یہ لوگ ”شرب“ (مئے معرفت پینا) کی حالتوں میں فرق کی طرح انس کے درجوں میں مختلف ہوتے ہیں اور اسی درجہ بندی کی وجہ سے صوفی حضرات نے کہا:

”انس کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ اگر صاحب انس کو بھڑکتی آگ میں بھی ڈال دیا جائے تو اس کا انس دھندلا نہ سکے۔“

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت سری سقطی کو یہ فرماتے سنا:

”بندہ ایسی حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کے چہرے پر تلوار کا وار بھی کر دیا جائے تو اسے علم نہیں ہوتا۔“

خود میرے دل میں اس مسئلہ کے بارے میں قدرے خلش موجود تھی چنانچہ ان کے اس بیان سے وہ مجھ پر واضح ہوگئی کہ واقعی بات ایسے ہی ہے۔

☆ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت مقاتل عکّی سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

”ایک دن میں شبلی کے پاس گیا، وہ موچنے سے بھنوؤں کے بال اکھاڑ رہے تھے، میں نے کہا، حضور! اگرچہ یہ کام آپ اپنے ساتھ کر رہے ہیں لیکن اس کی تکلیف اپنے دل میں میں محسوس کر رہا ہوں۔“

انہوں نے فرمایا، لو سنو! حقیقت (راز) میرے سامنے ظاہر ہوتی ہے تو میں اسے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتا، یہ ہے اصل بات، چنانچہ میں اپنے آپ کو رنجیدہ کرتا ہوں کہ شاید (اس طرح) میں اسے دیکھ سکوں اور محسوس کر سکوں اور یہ حالت ختم ہو جائے، لہٰذا اس موقع پر میں درد محسوس نہیں کرتا اور نہ وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں ہوتی اور نہ اسے دیکھنے کی مجھ میں طاقت ہے۔“

حالتِ ”ہیبت“ و ”انس“ میں صوفیہ کی طرف سے نقص کی نشاندہی:

اگرچہ دونوں عظیم القدر حالتیں ہیں لیکن محققین صوفیہ انہیں ناقص شمار کرتے ہیں کیونکہ ان میں بندے کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے لیکن اہل ”تمکین“ حضرات کے احوال اس تغیر سے وَرا ہوتے ہیں اور وہ ذاتِ عین (اللہ) میں مٹ چکے ہوتے ہیں، اسی بناء پر نہ ان پر ہیبت وارد ہوتی ہے اور نہ انس، نہ انہیں اس حالت کا علم ہوتا ہے اور نہ اسے محسوس کرتے ہیں۔

☆ اس موقع پر حضرت ابوسعید خراز کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

”ایک مرتبہ جنگل میں پھرتے مجھے راستہ بھول گیا تو میں نے کہا ”میں حیران اور پریشان پھر رہا ہوں، اپنی حیرانی کی وجہ سے

مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ میں کون ہوں' صرف اتنا جانتا ہوں کہ لوگ میرے اور میری جنس کے بارے میں کچھ کہتے ہیں' میں جنوں اور انسانوں پر حیران ہونا چاہتا ہوں لیکن وہ نہیں ملتے تو میں اپنے آپ پر حیرانی کا اظہار کرتا ہوں۔''

☆ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے غائبانہ آواز سنی' کوئی مجھے کہہ رہا تھا:

''ارے تم اسباب ہی کو اپنے آپ کے لئے بلند درجہ سمجھنے لگے ہو نیز ادنیٰ ہیبت اور ادنیٰ انس سے پریشان ہو' اگر تم درحقیقت اہلِ وجود (تمکین) میں سے ہوتے تو ساری کائنات اور عرش و کرسی سے بھی غائب ہو جاتے اور پھر کسی طاری ہونے والی حالت کے بغیر ہی اللہ کے حضور میں ہوتے اور تمہیں جن و انسان کی یاد نہ آتی۔''

یقیناً بندہ اس حالت سے عینِ وجود (حق تعالیٰ) کی بناء پر ترقی کرتا ہے۔

تَواجُد' وَجُد اور وُجُود

''تواجد'' یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے اختیار سے حالت وجد پیدا کر لے لیکن یہ صاحبِ وجد کامل وجد والا نہیں ہوتا کیونکہ اگر وہ کامل ہوتا تو پھر ''واجد'' کہلاتا کیونکہ بابِ تفاعل اکثر کسی صفت کو ظاہر کرنے کے لئے آتا ہے اور یہاں ایسے نہیں ہے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

إِذَا تَخَازَرْتُ وَمَا بِي مِنْ خَزَرٍ ثُمَّ كَسَوْتُ الْعَيْنَ مِنْ غَيْرِ مَا عُوَرٍ

''تب میں آنکھوں کو بناوٹی طریقے سے تنگ کئے دیکھتا ہوں حالانکہ آنکھ چھوٹی نہیں اور پھر اسے بند کر لیتا ہوں حالانکہ میں یک چشم نہیں۔''

چنانچہ صوفیہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ صاحبِ تواجد سالم نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تکلف ہوتا ہے جو حقیقت نہیں (بلکہ مجاز کا معنی لیتا ہے)۔

صوفیہ کا دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ یہ ''تواجد'' کا حال فقراء کے لئے سالم ہے جو بھی خالی ہوتے ہیں اور ایسی کیفیات حاصل کرنے کے منتظر رہتے ہیں۔

پہلے گروہ کے پاس دلیل کے طور پر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول موجود ہے کہ اِبْكُوا فَإِنْ لَّمْ تَبْكُوا فَتَبَاكُوا (رویا کرو' اگر نہیں رو سکتے تو بناوٹ کر کے رویا کرو) اور اسی سلسلے میں حضرت ابومحمد جریری رحمہ اللہ کی یہ حکایت بھی مشہور ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا:

''میں حضرت جنید رحمہ اللہ کے پاس تھا' وہیں ابن مسروق وغیرہ بھی موجود تھے اور ایک قوال بھی گا رہا تھا چنانچہ ابنِ مسروق وغیرہ تو اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت جنید ٹس سے مس نہ ہوئے' میں نے کہا' حضور! کیا آپ کو سماع سے لطف نہیں آتا' اس پر حضرت جنید نے یہ آیت پڑھی وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْ أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَفْعَلُوْنَ

(اور تو دیکھے گا پہاڑوں کو' خیال کرے گا کہ وہ جمے ہوئے ہیں اور وہ چلتے ہوں گے بادل کی چال' کام ہے اللہ کا جس نے حکمت سے بنائی ہر چیز' بے شک اسے خبر ہے تمہارے کاموں کی) پھر فرمایا: اے محمد! کیا تجھے بھی سماع سے لطف نہیں آتا؟ اس پر میں نے عرض کی

حضور! میں جب ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں سماع ہو اور کوئی شخصیت موجود ہو تو میں اپنا وجد روک لیتا ہوں اور جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو وجد کیا کرتا ہوں اور (وجد نہیں ہوتا تو) بناوٹ سے وجد کرتا ہوں۔"

دیکھئے یہاں ابومحمد حریری نے "تواجد" کا لفظ بولا ہے لیکن حضرت جنید نے اس پر کوئی اعتراض نہیں فرمایا۔

☆ میں نے حضرت الاستاابوعلی الدقاق کا قول سنا' انہوں نے فرمایا تھا:

"جب ابومحمد نے حالتِ سماع میں اکابر کے ادب کا لحاظ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس ادب واحترام کی وجہ سے ان کا وقت محفوظ کر دیا اور وہ کہنے لگے تھے کہ "میں اپنے نفس کو وجد سے روک لیتا ہوں اور جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو وجد کرتا ورنہ بناوٹ ہی سے وجد کر لیا کرتا ہوں۔" کیوں کہ وقت اور اس کے غلبے کے بعد' میں چاہوں تو وجد کو چھوڑ نہیں سکتا' لیکن چونکہ ابومحمد مشائخ کی عزت کا احترام کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کا وقت محفوظ رکھا اور انہیں علیحدگی میں وجد کا موقع عطا فرما دیا۔"

چنانچہ یہ "تواجد" وجد کی ابتدائی حالت ہوتی ہے' اس کے بعد حالت "وجد" پیدا ہو جاتی ہے۔

"وجد" اسے کہتے ہیں جو تمہارے دل پر اتفاقاً طاری ہو اور بغیر ارادہ و تکلف وارد ہو جائے' اسی لئے مشائخ کا فرمان ہے کہ:

"وجد وہ ہے جو اتفاقاً طاری ہو اور یہ اوراد کا پھل ہوتا ہے چنانچہ جس کے وظیفے کثرت سے ہوں گے' اللہ کی عنایات بھی اسی پر زیادہ ہوں گی۔"

میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا فرمان سنا:

"صوفیہ پر ہونے والے واردات' ان کے اوراد و وظائف کے مطابق ہوتے ہیں' اسی بناء پر جس کا ظاہری ورد نہیں ہوتا' اس کا باطن میں نہیں ہوتا اور ہر ایسا وجد جس میں صاحبِ ورد کا ذاتی دخل ہو تو وجد نہیں ہوا کرتا اور جیسے انسان کو اپنے ظاہری معاملات میں کوشش سے لذت حاصل ہوتی ہے یونہی باطن میں وارد ہونے والے حالات پر ایسے وجد آتا ہے' مختصر یہ کہ حلاوت و مٹھاس' معاملات کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے اور یہ "وجد" اللہ کی مہربانی سے آتا ہے۔"

وجود' جب انسان وجد کے مرتبہ سے ترقی کر جاتا ہے تو اسے "وجود" کا مرتبہ ملتا ہے اور جب تک بشریت فنا نہیں ہو جاتی تب تک وجودِ حق کا مرتبہ نہیں ملتا کیونکہ سلطانِ حقیقت جب ظاہر ہوتا ہے تو بشریت باقی نہیں رہتی۔

چنانچہ حضرت ابوالحسین نوری رحمہ اللہ کے (مندرجہ ذیل) قول کا یہی معنی ہے جس میں انہوں نے فرمایا تھا:

"میں بیس سال سے وجد (پالینا) اور فقد (کھو دینا) کی الجھن میں ہوں۔"

یعنی ہوتا یہ ہے کہ جب میں اپنے رب کو پالیتا ہوں تو اپنا آپ گم ہو جاتا ہے اور جب میں اپنے دل کو پالیتا ہوں تو اپنے رب کو گم کر بیٹھتا ہوں۔"

اور حضرت جنید کے مندرجہ ذیل قول کا بھی یہی معنیٰ ہے فرمایا:

"علم توحید' وجود الٰہی سے الگ شے ہے اور اس کا وجود اس کے علم سے الگ شے ہے۔"

اسی معنیٰ میں صوفیہ ایک شعر پڑھا کرتے ہیں۔

"میرے وجود ہونے کا مقصد یہ ہے کہ میں "وجود" سے غائب ہو جاؤں کیونکہ مشاہدات ظاہر ہونے لگے ہیں۔"

بہر حال "تواجد" ابتدائی حالت ہے' "وجود" آخری اور "وجد" ابتدائی اور آخری کے درمیان ایک واسطہ ہے۔

☆ میں نے حضرت الاستاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول سنا' فرماتے تھے:

''تواجد'' میں یہ لازم ہے کہ اس میں کامل عبدیت پائی جائے۔

''وجد'' میں استغراق کی کیفیت ہوتی ہے۔

اور ''وجود'' میں بندے کی ہلاکت ہو جاتی ہے۔

اسے آسان لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ ایک شخص سمندر کے پاس آیا' پھر سمندر پر سوار ہوا اور پھر اس میں غرق ہو گیا۔ اس حالت کی ترتیب یوں ہے قصود پھر ورود پھر شہود پھر وجود اور پھر خمود' یہ مرتبہ ''خمود''، ''وجود'' کے مطابق ہوتا ہے۔

''وجود'' کے مرتبہ والے انسان کی دو حالتیں ہوتی ہیں' ایک ''صحو'' اور دوسرا ''مَحْو''۔ صحو کی حالت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صاحبِ صحو کو حق تعالیٰ کے ساتھ بقاء ملتی ہے اور حالت ''محو'' والے کو اللہ کے ساتھ فنا کا درجہ ملتا ہے۔

صاحبِ وجود پر یہ دونوں حالتیں باری باری طاری ہوتی رہتی ہیں چنانچہ جب حالتِ صحو غالب آتی ہے تو اسی حق کے ذریعے حملہ آور ہوتا اور بولتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی طرف خبر دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ اللہ نے فرمایا ہے:

فَبِیْ یَسْمَعُ وَبِیْ یُبْصِرُ (آپ میری وجہ سے سنتے دیکھتے ہیں)

میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے سنا' انہوں نے منصور بن عبداللہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے حضرت شبلی رحمہ اللہ کے حلقے میں کھڑے ہو کر پوچھا کہ ''کیا وجد والوں پر ''وجود'' کی صحت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہاں یہ ایک نور ہوتا ہے جو اشتیاق کی آگ کے ساتھ مل کر چمکتا ہے اور اس کے آثار جسم میں چمکتے نظر آتے ہیں جیسا کہ ابن المعتز نے کہا تھا:

''پیالے نے اپنی ناڑیوں کا پانی برسایا تو سونے کی زمین میں گویا موتی اُگ آئے اور لوگوں نے اس وقت تسبیح پڑھنا شروع کر دی جب انہوں نے یہ تعجب انگیز بات دیکھی کہ انگور کی آگ میں پانی کا نور نظر آ گیا۔ یہ وہ شراب ہے جو حضرت عاد علیہ السلام کی قوم کو قومِ ارم سے وراثۃً ملی' یہ شاہِ ایران کی محفوظ شدہ تھی جو قوم ارم کو وراثۃً ملی۔''

حضرت ابوبکر دقی رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ جہم دقی نے حالتِ سماع کے جوش میں ایک درخت کو پکڑا اور اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکا' پھر اتفاقاً یہ دونوں ایک دعوت میں اکٹھے ہوئے' اس وقت ابوبکر کی بینائی ختم ہو چکی تھی' جہم نے جوش میں آ کر گھومنا شروع کیا اس پر ابوبکر دقی نے کہا کہ جب یہ میرے قریب آ جائے تو مجھے بتا دینا' ابوبکر دقی کمزور تھے' جہم ان کے قریب سے گزرے' جب بالکل قریب آ گئے تو لوگوں نے ابوبکر کو بتایا کہ' یہ ہے وہ' حضرت ابوبکر دقی نے جہم کو پنڈلی سے پکڑ لیا' وہ وہیں ٹھہر گئے اور حرکت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ اس پر جہم نے کہا: اے شیخ! میری توبہ! میری توبہ چنانچہ آپ نے انہیں چھوڑ دیا۔

استاد امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہم کا جوش بھی حق تھا اور ابوبکر دقی کا پنڈلی پکڑ لینا بھی حق تھا اور جب جہم کو معلوم ہو گیا کہ ابوبکر کی حالت میری حالت پر غالب ہے تو وہ از راہِ انصاف سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ ہو گئے' یونہی جو شخص حق پر ہوگا تو اس کے آگے کوئی چیز نافرمانی نہیں کرے گی لیکن جب صوفی پر حالت ''محو'' طاری ہو تو پھر نہ علم کام دیتا ہے' نہ عقل' نہ فہم اور نہ ہی حس۔

میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے سنا (وہ اپنی سند سے بتاتے ہیں) کہ حضرت ابوعقال مغربی مکہ میں مقیم ہوئے اور چار سال تک نہ کچھ کھایا' نہ پیا حتیٰ کہ اسی حالت میں انتقال فرما گئے۔ اسی دوران کوئی فقیر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا ''السلام علیکم'' حضرت ابوعقال نے جواباً فرمایا ''وعلیکم السلام'' اس آدمی نے کہا میں فلاں شخص ہوں تو آپ نے فرمایا' تم فلاں ہو' کیا حال ہے؟ اور پھر اپنے حال

سے غائب ہو گئے (اور فوت شدہ دکھائی دے) وہ آدمی کہتا ہے کہ میں نے السلام علیکم کہا تو انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام ایسے کہا جیسے مجھے بالکل دیکھا نہ تھا' جب میں نے بار بار ایسے کیا تو میں نے سمجھ لیا کہ یہ آدمی کیفیتِ "غیبوت" میں ہے لہٰذا میں نے انہیں وہیں چھوڑا اور وہاں سے نکل گیا۔

☆ حضرت ابو عبداللہ نروغندی رحمہ اللہ کی بیوی نے بتایا کہ:

"جب قحط سالی کا دور تھا اور لوگ بھوکوں مر رہے تھے تو حضرت ابو عبداللہ نروغندی اپنے گھر میں گئے اور دیکھا کہ گھر میں دو من کے قریب گیہوں موجود ہے' انہوں نے دل میں کہا کہ لوگ تو بھوکوں مر رہے ہیں اور میرے گھر میں گیہوں پڑی ہے؟ اس پر ان کی عقل میں فتور ہوا' انہیں صرف اوقاتِ نماز میں افاقہ ہوتا' فریضہ ادا کرتے اور پھر اسی حالت میں واپس ہو جاتے چنانچہ اسی حالت میں ان کا انتقال ہو گیا۔

یہ حکایت بتا رہی ہے کہ یہ شخص احکام حقیقت وارد ہونے پر بھی آداب شریعت کو محفوظ رکھتے تھے اور اہل حقیقت کی یہی حالت ہوا کرتی ہے اور عقل کھو جانے کی حالت کا سبب وہ شفقت تھی جو وہ مسلمانوں کے ساتھ روا رکھتے تھے' یہ (مرتبہ وجود کی) قوی علامت ہے کیونکہ وہ عقل کھو جانے کے باوجود اصلی حالت پر آ جاتے تھے۔

جَمع اور فَرق

صوفیہ کے کلام میں "جمع" اور "فرق" کے الفاظ اکثر بولے جاتے ہیں' حضرت الاستاذ ابو علی الدقاق رحمہ اللہ کا قول ہے:

"فرق" وہ چیز ہوتی ہے جو تمہاری طرف منسوب ہو اور "جمع" اسے کہتے ہیں جو تم سے چھین لی جائے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز انسان کو کسب (کام کرنا) کے ذریعے حاصل ہو' اسے "فرق" کہتے ہیں جیسے مثلاً عبادت کرنا اور وہ کام کرنا جو بشری حالت کے لائق ہیں اور جو چیز حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے' اسے "جمع" کہتے ہیں جیسے مثلاً معانی کا اظہار اور لطف واحسان فرمانا۔ "جمع وفرق" صوفیہ کی ادنیٰ حالتوں میں شمار ہوتے ہیں کیونکہ ان میں افعال انسانی ظاہراً نظر آ رہے ہوتے ہیں چنانچہ جیسے اللہ اطاعت و نافرمانی جسے افعال دکھا دے وہ بندہ تفرقہ کی صفت والا ہو گا اور جسے وہ اپنی طرف سے اپنے ذاتی افعال دکھا دے' وہ بندہ "جمع" کا مشاہدہ کرتا ہے چنانچہ مخلوق کو ثابت کرنا "تفرقہ" کے ماتحت آتا ہے اور حق کا ثابت کرنا "جمع" کی صفت ہوتی ہے۔

ہر شخص میں "جمع" اور "فرق" پائے جاتے ہیں کیونکہ جسے مقام "تفرقہ" حاصل نہیں اس میں عبودیت نہیں پائی جاتی اور جس میں مرتبہ "جمع" نہیں ہوتا' اسے معرفت بھی حاصل نہیں ہوتی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا قول اِیَّاکَ نَعْبُدُ "فرق" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن "جمع" کی طرف اور جب انسان اللہ سے باتیں کرتا (سرگوشی کے طور پر) ہے تو وہ مقام "تفرقہ" میں ہوتا ہے خواہ ان باتوں میں سوال ہو' دعا ہو' تعریف خدا ہو' اظہارِ شکر ہو' گناہوں کا رونا روتا ہو یا اظہارِ خوشی کرتا ہو اور جب وہ مناجات کرتے وقت دل کے کان اپنے مولا کی طرف لگا دیتا ہے اور اپنے دل سے اللہ کا خطاب سنتا ہے' یا یہ مناجات کرتا ہے یا اس کی پہچان کرتا ہے یا اللہ تعالیٰ اس کے دل کے لئے روشنی پیدا فرماتا ہے اور اسے کوئی امر دکھاتا ہے تو یہ صوفی "جمع" کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے۔

میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قوال سنا' فرمایا: ایک قول نے استاد ابو سہل صعلوی رحمہ اللہ کے سامنے یہ مصرعہ پڑھا: جَعَلْتُ تَنَزُّھِیْ نَظْرِیْ اِلَیْکَ (میں نے تیری طرف دیکھنا ایک تفریح بنایا ہے) اس موقع پر ابو القاسم نصر آبادی بھی وہاں موجود تھے

(مصرعہ سن کر) استاد ابوسہل نے کہا کہ یہ لفظ جَعَلْتَ ہے یعنی تا پر زبر ہے اس پر ابوالقاسم نصر آبادی نے کہا: نہیں بلکہ تاء پر پیش ہی ہے' اس پر استاذ ابوسہل نے کہا: کیا ''جمع'' کی آنکھ زیادہ کامل نہیں؟ چنانچہ نصر آبادی خاموش ہو گئے۔

میں نے حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے بھی یہ حکایت اسی طور پر سنی تھی۔

اب مصرعہ مذکورہ کا معنی سنئے: جس نے جعلت کی تاء پر پیش پڑھی ان کے ہاں یہ ان کے حال کی حکایت ہوگی' گویا کہ بندہ کہتا ہے کہ یہ ''میری طرف سے ہے'' اور جب وہ تاء پر زبر پڑھے تو گویا وہ اس بات سے براءت کا اظہار کر رہا ہے کہ اس نے اس میں تکلّف سے کام لیا ہے' اس وقت وہ اپنے مولا کو خطاب کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے اللہ یہ خصوصیت تیری بخشی ہوئی ہے' اس میں میرا دخل نہیں' چنانچہ پہلی طرح پڑھنے میں اس کا اپنا دعویٰ ہے اور دوسرے طریقے میں اپنی قوت سے بیزاری پائی جاتی ہے اور عنایات ربانی کا اقرار ہے اور ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے' پہلے میں تو یہ ہے کہ اے اللہ تمہاری مہربانیوں پر میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور دوسرے میں یہ ہے کہ میں تیری عبادت کی کوشش کرتا ہوں۔

جمع الجمع

''جمع الجمع'' اس سے بھی مرتبہ میں بلند ہوتا ہے۔ جیسے صوفیہ مختلف ہیں کیونکہ ان کے احوال ایک دوسرے کے بائن ہیں اور ان کے درجات میں فرق ہے چنانچہ جو اپنے نفس کو ثابت کرے اور مخلوق کو ثابت کرے لیکن سب کو حق کے ساتھ قائم جانے تو اسے ''جمع'' کہتے ہیں اور جب مخلوق کے مشاہدہ سے ہٹ جائے اپنی ذات سے بے تعلق ہو جائے اور پھر ظاہر اور غالب آنے والے سلطانِ حقیقت کی وجہ سے اپنے احساس سے کلی طور پر غفلت میں پڑ جائے تو پھر اسے ''جمع الجمع'' کہتے ہیں۔

اسے یوں سمجھیے کہ ''تفرقہ'' غیر اللہ کا مشاہدہ ہوتا ہے' ''جمع'' اللہ کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کو دیکھنے کا نام ہے اور ''جمع الجمع'' فناء کلی اور غلبہ ہائے حقیقت کے موقع پر ماسوی اللہ کے احساس کے فنا ہونے کا نام ہے۔ اس کے بعد ایک ایسی حالت کا مقام آتا ہے جو بہت نادر ہے اور جسے صوفیہ کرام درجِ ذیل نام سے یاد کرتے ہیں۔

فرق ثانی

''فرق ثانی'' یہ ہوتا ہے کہ صوفی فرائض کی ادائیگی کے وقت حالت ''صحو'' کی طرف واپس لایا جائے تاکہ اس پر فرائض کو ان کے اوقات ہیں ادا کرنے کا حکم جاری ہو سکے چنانچہ یہ اللہ کی مدد سے اللہ ہی طرف لوٹ جانے کی حالت ہوتی ہے نہ کہ بندے کی مدد سے بندے کی طرف لوٹنے کی چنانچہ صوفی اپنی اس حالت میں وہ اپنے آپ کو اللہ کے تصرف میں دیکھتا ہے' اس کی ذات اور عین ذات کا مبدأ قدرتِ خداوندی کے قبضہ میں ہوتا ہے اور اللہ کے علم و مشیت کی بناء پر یہ اپنے افعال و احوال کے جاری ہونے مقام ہوتا ہے۔

کچھ صوفیہ نے ''جمع و فرق'' کا لفظ بول کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق میں تصرف فرماتا ہے چنانچہ ان صوفیہ نے سب احوال کو اس کی تبدیلی اور تصرف کے دائرے میں جمع کر دیا ہے اس لحاظ سے کہ وہ ان کی ذاتوں کو پیدا کرنے والا اور انہیں صفات دینے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی قسموں میں بانٹ دیا چنانچہ ایک گروہ کو سعادت مند بنا دیا' اور دوسرے کو اپنے آپ سے دور کر کے بد بخت قرار دیا' ایک گروہ کو ہدایت دی اور ایک کو گمراہ کر دیا اور اندھا بنا دیا اور ایک کو اپنے آپ سے حجاب میں کر دیا اور کچھ کو اپنے

نزدیک کرلیا' ایک گروہ کو اپنے قریب کر کے اُنس سے نوازا اور دوسرے کو اپنی رحمت سے بے امید کر دیا' ایک گروہ کو اپنی توفیق سے عزت دی اور ایک کو اس وقت جڑ سے اکھیڑا جب وہ اسے پالینے میں لگا تھا' ایک فریق کو ہوش وحواس دے رکھی اور دوسرے کو اپنی ذات میں گم کر دیا' کچھ کو تو قرب بخشا اور کچھ کو علیحدہ کر دیا' ایک گروہ کو قریب کیا' حضوری سے نوازا' پھر اسے بلایا اور مدہوش کر دیا' پھر ایک گروہ کو بد بخت بنایا' پیچھے ہٹایا پھر' دور کیا اور چھوڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کے افعال اتنی قسم کے ہیں کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا' نہ ہی اس کی تفصیل کی شرح وذکر ممکن ہے۔

☆ جمع وتفرقہ کا مفہوم بتانے کے لئے حضرت جنید رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھے جاتے ہیں:

''الٰہی! میں نے عالمِ غیب میں تجھے ڈھونڈ لیا' میری زبان نے تجھ سے مناجات کی (رازدارانہ طور پر باتیں کیں) کچھ حالات میں ہم دونوں اکٹھے ہوئے اور کچھ میں جدا جدا' اگر تعظیم کرنے نے تجھے میری آنکھوں کے ملاحظے سے غائب کر دیا ہے تو یہ بھی ہے کہ تیرے وجد نے تجھے میری انتڑیوں سے قریب کر دیا ہے۔''

یہ اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں۔

''جب بھی وہ ظاہر ہو جاتا ہے تو میں اس کو بڑی تعظیم دیتا ہوں' بعد ازاں ایسے لوٹتا ہوں کہ گویا اصل گھاٹ پر پہنچا ہی نہیں' میں جمع ہوا اور اس کے سبب سے اپنے آپ سے الگ ہو گیا تو ہمارے وصال کا فرد غدد کی دوئی ہے۔''

فَنَاء اور بَقَاء

''فناء'' کا لفظ بول کر صوفیہ انسان سے اوصاف بد ساقط ہو جانے کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور ''بقاء'' بول کر انسان میں اچھے اوصاف کے پائے جانے کا اشارہ کرتے ہیں اور جب انسان ان دونوں قسموں سے خالی نہیں ہو سکتا تو واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں سے ایک قسم نہ ہوگی تو دوسری بہر صورت ضرور ہوگی چنانچہ جس انسان سے بری صفات فنا ہو جائیں گی تو اچھی صفات ضرور ظاہر ہونے لگیں گی اور جس شخص پر بری صفات کا غلبہ ہو جائے گا' اس سے اچھی صفات چھپ جائیں گی۔

یہ یقین کر لیجئے کہ انسان یا تو افعال سے موصوف ہوتا ہے یا اخلاق سے یا پھر احوال سے چنانچہ اس کے ''افعال'' وہ ہوتے ہیں جن میں انسان اپنے اختیار وارادے سے تصرف کرتا ہے۔ ''اخلاق'' وہ صفات ہوتی ہیں جو اس کے طبیعت میں شروع سے موجود ہوتی ہیں البتہ کسی صفت کی مسلسل عادت بن جانے سے صفت میں تبدیلی ممکن ہوتی ہے اور ''احوال'' وہ حالات ہیں جو ابتداء ہی میں انسان پر وارد ہوتے ہیں مگر ان کے ستھرے ہونے کا دارومدار اعمال کی صفائی پر ہوتا ہے لہٰذا یہ بھی گویا اخلاق ہی ہوتے ہیں اس لئے کہ بندہ جب اپنے اخلاق سے دلی طور پر جنگ کر رہا ہوتا ہے اور اپنی کوشش سے برے اخلاق ختم کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ احسان فرماتے ہوئے اس کے اخلاق سنوار دیتا ہے یونہی جب وہ مسلسل اپنے اعمال کا تزکیہ کرتا ہے اور اس میں اپنی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ احسان فرماتے ہوئے اس کے احوال کو صاف کر دیتا ہے بلکہ کامل طور پر اچھے طریقے سے اس پر وارد کرتا ہے لہٰذا جو شخص اپنے ان افعال کو ترک کر دیتا ہے جنہیں شریعت برا جانتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی شہوات کی وجہ سے فناء ہو گیا ہے اور جب وہ اپنی شہوات کی وجہ سے فناء ہو گیا تو وہ اپنی نیت اور عبادت میں خلوص کی وجہ سے باقی رہے گا اور جو دلی طور پر دنیا سے منہ موڑ لیتا ہے تو پھر کہا جائے گا کہ اس کی ہر طرح کی رغبت فنا ہو گئی اور جب اس کی رغبت فنا ہو گئی تو وہ صدق دل کی بناء پر اللہ کی طرف رجوع کرنے پر قائم رہے گا اور جس نے اپنی کوشش سے اپنے اخلاق سنوار

لئے تو گویا اس نے اپنے دل سے حسد، کینہ، بخل، کمینگی، غضب اور تکبر کو نکال باہر کیا اور یہ سب کام بے وقوفی شمار ہوتے ہیں چنانچہ کہا جاتا ہے کہ وہ شخص اپنے اخلاق بد کی بنا پر فنا ہو گیا اور جب ان اخلاق کی وجہ سے فنا ہو جاتا ہے تو جوانمردی اور سچائی سے باقی ہو جاتا ہے اور جس نے یہ مشاہدہ کر لیا کہ احکام کے ردوبدل میں اللہ کی قدرت جاری ہوتی ہے تو اس کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ حادثات کو مخلوق کی طرف سے شمار کر کے فنا ہو گیا اور جب وہ ان آثار کو اللہ کے غیر کی طرف سے سمجھنے کی بناء پر فنا ہو گیا تو وہ اللہ کی صفات سے تعلق کی بناء پر باقی رہا اور جس پر سلطانِ حقیقت کا غلبہ ہوا اور وہ کسی غیر اللہ کی طرف سے کچھ بھی نہ دیکھے نہ عین شے کو، نہ کسی چیز کے نشان کو، اس کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ مخلوق سے تو فنا ہو چکا مگر اللہ کے ساتھ باقی ہے چنانچہ بندے کی ''فناء'' یہ ہوتی ہے کہ اس میں برے افعال اور ردی احوال موجود نہیں ہے، اپنی ذات اور مخلوق سے فنا ہونا یوں ہوتا ہے کہ اپنے نفس اور مخلوق کے متعلق اس کا احساس ختم ہو جائے اور جب انسان اپنے افعال، اخلاق اور احوال سے فنا ہو چکا تو وہ ان اوصاف کے ہوتے ہوئے موجود نہ ہوگا، اور جب یہ کہا جائے کہ وہ اپنے نفس اور خلق سے فنا ہو گیا تو دیکھو کہ اس کا نفس موجود ہوتا ہے اور مخلوقات بھی موجود ہے لیکن اسے ان کا بھی علم نہیں ہوتا اور نہ اپنا، نہ ہی اسے احساس ہوتا ہے نہ خبر چنانچہ اس کی ذات بھی موجود ہوگی مگر بایں ہمہ وہ اپنی ذات اور ساری مخلوق سے غافل ہے، نہ اسے اپنے نفس کا احساس ہے اور نہ ہی مخلوق کا۔

تم دیکھتے ہی ہو کہ ایک آدمی کسی دبدبہ والے شخص کے پاس جاتا ہے تو مارے خوف کے وہ اپنے آپ اور مخلوق سے غافل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات وہ اس ذی حشمت و دبدبہ انسان سے بھی غافل ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس مجلس سے چلے آنے کے بعد اہل مجلس کے بارے میں، اس مجلس کے بارے میں اور خود اس کی ذات کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ کسی شے کے بارے میں بتانے سے عاجز دکھائی دیتا ہے، یونہی جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ [1] (جب ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کی بڑائی بتائی اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے) حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی بے خودی میں انہیں کاٹنے پر درد و الم محسوس نہ ہوا حالانکہ عورتیں سب سے کمزور ہوتی ہیں، وہ بول اٹھیں مَا هٰذَا بَشَرًا (کہ یہ بشر نہیں ہیں) حالانکہ وہ تو بشر تھے اور پھر کہنے لگیں اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ (یہ تو فرشتہ ہیں) حالانکہ وہ فرشتہ نہ تھے۔

یہ تغافل تو ایسا ہے جو ایک مخلوق کو دوسری مخلوق سے تعلق کی بناء پیدا ہو گیا تھا اور جب کسی کو حق تعالیٰ کا مشاہدہ ہوا اور حال یہ ہو کہ ایسے وقت میں اپنی ذات اور مخلوق خدا کے احساس سے بھی غفلت میں پڑا ہو تو اس میں تعجب کی کیا ضرورت؟ چنانچہ جو اپنے جہل کی بناء پر فنا ہو گیا وہ علم کے لحاظ سے باقی رہا، جو اپنی خواہشات سے فنا ہو گیا وہ اللہ سے رجوع کی بناء پر باقی رہا، جو اپنی رغبت سے فنا ہوا وہ اپنے ظاہر میں باقی رہا اور جو اپنی آرزو سے فنا ہو گیا وہ اپنے ارادہ سے باقی رہا اور ایسے ہی دوسری صفات کا قیاس کرتے جاؤ اور جب انسان اس مذکورہ طریقے پر فنا ہو جاتا ہے تو وہ ترقی کرتے ہوئے ایسے درجے پر پہنچ جاتا ہے جہاں اپنی فنا تک کو دیکھنے سے عاجز ہوتا ہے، ایک شاعر اسی بات کی طرف اشارہ کرنے کو کہتا ہے۔

''کچھ لوگ ایسے ہیں کہ جو صاف میدان میں حیران پھرتے رہے اور کچھ وہ ہیں جو اس کے عشق کے میدان میں پھرتے رہے اور پھر فناء رفنا کا درجہ پا کر قربِ خدا میں رہنے سے بقاء کا مرتبہ لے گئے۔''

پہلی فنا تو اس لئے کہ وہ اپنی ذات و صفات سے، صفات حق کے بقاء کی وجہ سے حاصل ہوئی اور دوسری فنا یہ ہے کہ اس نے وجود

---

[1] سورۂ یوسف: آیت ۳۱

حق میں ہلاکت سے اپنی فنا کا مشاہدہ کیا۔

غَیبَت اور حُضُور

''غیبت'' اسے کہا جاتا ہے کہ انسان کا دل مخلوق کی حالتوں سے بے خبر ہو کیونکہ اس کی قوتِ حس اس حالت میں مشغول ہو جو اس پر وارد ہو چکی ہو اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اپنی ذات وغیرہ کو محسوس کرنے سے غافل ہو جاتا ہے اور اس غفلت کا سبب بھی وہی کیفیت بنتی ہے جو اس پر وارد ہوتی ہے جیسے ثواب کی یاد یا عذاب وسزا کی سوچ جیسے ایک روایت ہے کہ حضرت ربیع بن خثیم حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کے ہاں جاتا کرتے تھے' ایک مرتبہ وہ ایک لوہار کی دکان سے گزرے انہوں نے بھٹی میں تپتا ہوا لوہا دیکھا تو ان پر غشی طاری ہو گئی اور اگلے دن صبح تک ہوش میں نہ آسکے اور جب ہوش آئی تو آپ سے اس سلسلے میں پوچھا گیا تو آپ نے بتایا: کہ مجھے دوزخیوں کے دوزخ میں ہونے کی حالت یاد آ گئی تھی چنانچہ یہ ''غیبت'' حد سے زیادہ ہے کہ بڑھ کر غشی کی حد تک پہنچ گئی۔

حضرت علی بن حسین رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سجدے میں تھے کہ ان کے گھر کو آگ لگ گئی مگر وہ ویسے ہی نماز پڑھتے رہے' آپ سے اس حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا کہ مجھے جہنم کی آگ نے دنیوی آگ بھلا دی۔

بسا اوقات احساس سے ''غیبت'' اس بنا پر ہوتی ہے کہ تو اس کو حقائق الٰہیہ دکھائی دے رہے ہوتے ہیں' ہر صوفی کی ''غیبت'' اس کے حالات کے مطابق ہوتی ہے۔

مشہور ہے کہ حضرت ابو حفص نیشاپوری نے ابتداء حال میں لوہار کا پیشہ چھوڑ دیا تھا' وجہ یہ تھی ایک قاری نے ان کے پاس قرآنی آیت تلاوت کر دی جس سے ان کے دل پر ایک حالت وارد ہو گئی جس نے آگ کو محسوس کرنے سے غافل کر دیا' آپ نے آگ میں ہاتھ ڈال کر گرم لوہا ہاتھ سے پکڑ کر باہر نکال لیا' آپ کے ایک شاگرد نے یہ صورت حال دیکھی تو پوچھا: اے استاذ یہ آپ نے کیا کیا؟ جب ابو حفص کو معلوم ہوا کہ یہ راز شاگرد پر کھل گیا ہے تو آپ نے یہ پیشہ ہی ترک کر دیا اور دکان سے چلے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بیٹھے تھے' ان کی بیوی بھی وہیں تھی کہ اتنے میں ابو بکر شبلی آ گئے' آپ کی بیوی نے پردہ کرنے کا ارادہ کیا تو جنید نے ان سے کہا اس وقت شبلی کو تمہارا علم نہیں اس لئے بیٹھی رہو۔ حضرت جنید ان سے گفتگو کرتے رہے حتیٰ کہ وہ رو پڑے۔ جب شبلی رونے لگے تو جنید نے اپنی بیوی سے کہا' اب پردہ کر لو کیونکہ شبلی کی حالت ''غیوبت'' ختم ہو گئی ہے۔

میں نے نیشاپور میں ابو نصر مؤذن کو کہتے سنا' وہ ایک نیک آدمی تھے' فرمایا: میں نیشاپور میں استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کی مجلس میں ان کی موجودگی میں قرآن پڑھ رہا تھا۔ اکثر اوقات وہ حج کے بارے گفتگو کرتے چنانچہ ان کی کلام سے میں متاثر ہوا اور اسی سال میں بھی حج کے لئے روانہ ہو گیا اور دکانداری چھوڑ دی' اسی سال استاذ ابو علی دقاق بھی حج پر گئے تھے' میں قیام نیشاپور کے دوران ان کی خدمت کرتا رہا اور روزانہ ان کی مجلس میں قرآن پڑھا کرتا' ایک دن میں نے انہیں جنگل میں دیکھا کہ انہوں نے وضو کیا لیکن لوٹا وہیں بھول گئے' وہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ میں نے لوٹا اٹھا لیا جب آپ اپنی قیام گاہ میں آئے تو میں نے وہ لوٹا ان کے سامنے رکھ دیا' انہوں نے فرمایا اچھا کیا' تم نے اٹھا لیا۔ اللہ تمہیں اس خدمت کا صلہ دے پھر دیر تک مجھے یوں دیکھتے رہے کہ جیسے مجھے کبھی دیکھا ہی نہ تھا' پھر کہنے لگے: میں نے تمہیں ایک مرتبہ دیکھا تھا' بتاؤ تم کون ہو؟ میں نے کہا' خدا کی پناہ' میں تو عرصہ سے آپ کی خدمت میں رہ رہا ہوں' میں نے تو گھر بار اور مال و دولت آپ کی وجہ سے چھوڑ رکھا ہے اور جنگل میں الگ تھلگ ہو کر آپ کے پاس رہنا شروع کر دیا ہے لیکن آپ یہ کہ۔۔۔

ہیں کہ آپ نے مجھے ایک بار دیکھا ہے؟

''حضور''

صوفی کبھی حق کے ''حضور'' میں ہوتا ہے' وجہ یہ ہوتی ہے کہ جب وہ مخلوق سے غائب ہوتا ہے تو حق کے حضور میں رہتا ہے اس معنیٰ کے لحاظ سے کہ گویا وہ وہیں حاضر ہوتا ہے' وجہ یہ ہوتی ہے کہ ذکرِ خداوندی اس کے دل میں سما جاتا ہے چنانچہ وہ دلی طور پر وہ اپنے رب کے حضور حاضر رہتا ہے اور وہ جتنی دیر تک مخلوق سے غائب رہتا ہے' اتنی دیر تک اللہ کے حضور میں ہوتا ہے اور اگر وہ مکمل طور پر غائب ہو جائے تو اس کی بارگاہ الٰہی میں حاضری بھی مکمل طور پر رہتی ہے۔

جب یہ کہا جائے کہ فلاں حاضر ہے تو اس کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ وہ دل کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہے' اس سے غافل نہیں اور نہ ہی اسے بھولا ہوا ہے بلکہ وہ دائمی طور پر اس کا ذکر کرتا ہے پھر وہ اس حالت میں پہنچ جاتا ہے کہ اپنے مرتبہ کے مطابق اس پر ایسے مرتبے کھل جاتے ہیں جو خصوصی طور پر اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھے ہوتے ہیں۔

کبھی ایسے وقت میں بھی بندے کو ''حاضر'' کہا جاتا ہے جب مخلوق اور اپنے نفس کے حالات کا احساس کرتے ہوئے واپس لوٹ آتا ہے تو گویا وہ ''غیبوبت'' سے واپس ہوا' یہ خلق کے ساتھ حضور ہوتا ہے جبکہ پہلا حضور اللہ کے ساتھ تھا۔

''غیبت'' میں بھی صوفیہ کی حالت ایک جیسی نہیں ہوتی' کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جن کی غیبوبیت دیر پا نہیں ہوتی اور کچھ دائمی طور پر اس حالت میں رہتے ہیں۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے اپنے مریدوں میں سے ایک کو حضرت ابو یزید کی طرف اس لئے بھیجا کہ ان کی خبر لے کر آئے چنانچہ جب وہ مرید بسطام پہنچا تو حضرت ابو یزید کا گھر پوچھا' ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو یزید نے کہا: کیا کہنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں ابو یزید سے ملنے آیا ہوں۔ انہوں نے کہا ابو یزید کون ہوتا ہے؟ اور کہاں ہوتا ہے؟ میں بھی اسے تلاش کر رہا ہوں یہ سن کر وہ مرید وہاں سے نکل گیا اور کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے۔

مرید ذوالنون کے پاس واپس آیا اور سارے واقعہ کی اطلاع دی' حضرت ذوالنون رونے لگے اور کہا کہ میرا بھائی اللہ کی طرف جانے والے کے ساتھ چلا گیا۔

صحو اور سکر

''صحو'' اسے کہتے ہیں کہ غیبوبیت کے بعد انسان احساس کرنے لگے اور ''سکر'' کہتے ہیں قوی حالت وارد ہونے پر احساس سے غائب ہو جانا۔

''سکر'' کی حالت ایک لحاظ سے ''غیبت'' کی حالت سے برتر ہوتی ہے کیونکہ صاحب ''سکر'' جب مکمل طور پر حالت سکر میں نہیں ہوتا تو بسط کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی حالتِ سکر میں اس کے دل سے چیزوں کا خطرہ زائل ہو جاتا ہے تو یہی حالت بقاو سکر والے کی ہوتی ہے جس پر کیفیت مکمل طور پر وارد نہیں ہوتی۔ ایسے وقت میں احساس کا اس میں دخل ہوتا ہے۔

کبھی ''سکر'' بہت قوی ہو جاتا ہے اور وہ ''غیبت'' سے بڑھ جاتا ہے چنانچہ سکر کے قومی ہونے پر' سکر والے کی غیبت' غیبت والے سے بڑھ جاتی ہے لیکن جب سکر نامکمل ہو تو غیبت والے کی غیبت، سکر والے سے اتم ہوتی ہے۔

غیبت کبھی عبادت کے لئے مفید ہوتی ہے کیونکہ عابدوں کے دلوں پر غیبت میں خوف اور امید کے تقاضوں کا غلبہ ہوتا ہے اور سکر صرف وجد والوں پر طاری ہوتا ہے چنانچہ جب جمالِ الٰہی کھلتا ہے تو صوفی سکر کی حالت میں مبتلا ہو جاتا ہے، روح کو خوشی ہوتی ہے اور دل میں حیرانی ہوتی ہے، یہ اشعار اسی موقع پر پڑھتے ہیں:

''میرے کلام کرنے پر تمہارا ہوش میں آجانا، مکمل وصل ہوتا ہے اور میری نگاہوں سے تمہاری مستی شرابخوری کو حلال قرار دے دیتی ہے۔''

اس شراب کو پلانے والا بھی نہیں اکتاتا اور نہ ہی پینے والا رکتا ہے، اس لئے کہ یہ نظروں سے پلائی جانے والی شراب ہے جو عقل کو مست کر دیتی ہے۔

☆ یہ شعر بھی پڑھا کرتے ہیں:

''لوگ تو پیالے کے گھومنے سے مست ہو گئے لیکن میں ساقی کو دیکھ کر مست ہو گیا۔''

☆ یہ بھی پڑھا کرتے ہیں:

''میری مستی دو طرح کی ہے اور میرے دوستوں کے لئے مستی ایک ہی قسم کی ہے مجھے اس میں خصوصیت حاصل ہے۔''

☆ ایک یہ شعر پڑھتے ہیں:

''مستیاں تو دو طرح کی ہیں، ایک عشق کی اور ایک شراب کی اور جسے دو قسم کی مستی حاصل ہو، وہ ہوش میں کب آئے گا؟''

یہ یاد رہے کہ ''صحو'' اتنا ہی ہوتا ہے جتنا ''سکر'' چنانچہ جس کا سکر حق تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اس کا صحو بھی اسی کے ساتھ ہوتا ہے اور جس کے سکر میں خواہشات کی ملاوٹ ہوتی ہے، اس کے صحو میں بھی ہوگی اور جو اپنی حالت پر حق پر ہوگا، وہ اپنے سکر میں بھی حق ہی پر ہوگا۔

صحو اور سکر دونوں ہی میں ''فرق'' کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور جب سلطانِ حقیقت کی کوئی علامت ظاہر ہو جائے تو بندہ کے لئے علامت یہی ہوگی کہ وہ ہلاک اور قہر زدہ ہو جائے چنانچہ اسی معنی کو بیان کرنے کے لئے صوفیہ یہ شعر پڑھتے ہیں:

''جب صبح طلوع ہوتے وقت شراب کے ستارے دکھائی دیں تو مست اور صاحب ہوش ایک جیسے ہوتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا [1]

(پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا، اسے پاش پاش کر دیا اور موسیٰ گرا، بے ہوش)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جلیل القدر پیغمبر ہونے کے باوجود گر کر بے ہوش ہو گئے اور وہ پہاڑ سختی اور قوت کے باوجود ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

بندہ حالت سکر میں ''حال'' کا مشاہدہ کرتا ہے اور حالت صحو میں ''علم'' کا مشاہدہ کر رہا ہوتا ہے ہاں اتنا ضروری ہے کہ وہ سکر کی حالت بیرونی دخل کے بغیر محفوظ ہوتا ہے اور حالت صحو میں اپنی کارکردگی کے ذریعے اپنی کوشش سے محفوظ ہوتا ہے صحو اور سکر کا مرتبہ ''ذوق'' اور ''شرب'' کے بعد ہوتا ہے۔

۱۔ سورۃ الاعراف، آیت: ۱۴۳

ذَوق اور شُرب

صوفیہ جو الفاظ استعمال کرتے رہتے ہیں' ان میں سے ''ذوق'' اور ''شرب'' بھی ہوتے ہیں' یہ تجلی کے نتیجے میں پیدا شدہ ثمرات' کشف والی اشیاء کے نتائج اور فوری واردات میں بولے جاتے ہیں' ان سب میں سے پہلے مرتبہ ''ذوق'' ہے' پھر ''شرب'' اور پھر رَیّ (سیراب ہونا) چنانچہ جب وہ معاملات میں صاف اور کھرے ہوتے ہیں تو انہیں ''ذوق'' کا مرتبہ ملتا ہے' منزلیں طے کر لینے کے لئے انہیں مرتبہ ''شرب'' کی ضرورت ہوتی ہے اور جب انہیں دائمی وصل مل جاتا ہے تو انہیں مرتبہ ''رَیّ'' ملتا ہے چنانچہ ''ذوق'' والا سکر اور مستی کی تلاش کر رہا ہوتا ہے۔ ''شرب'' والا نشے میں ہوتا ہے اور ''رَیّ'' والا ہوش میں ہوتا ہے۔

صوفی کی محبت میں قوت سے' اسے دائمی طور پر شرب حاصل ہوتا ہے اور جب یہ صفت دائمی ہو جاتی ہے تو یہ شرب' سکر پیدا نہیں کرتا بلکہ اسے حق تعالیٰ کے بارے میں ہوش ہوتی ہے اور ہر نفسانی خواہش سے خالی ہوتا ہے' وہ کسی وارد ہونے والی چیز سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ اس کی اپنی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور جس کا باطن صاف ستھرا ہو جاتا ہے' اس کے ''شراب'' میں کوئی ملاوٹ نہیں ہوتی اور یہی شراب جب کسی صوفی کے لئے غذا کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے تو وہ اس کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ صوفیہ اس حالت کے لئے یہ شعر پڑھا کرتے ہیں۔

''پیالہ تو ہمارے لئے ماں کا ابتدائی دودھ ہے' اس کو ہم نہیں پیتے تو زندہ نہیں رہ سکتے۔''

یہ شعر بھی پڑھا کرتے ہیں:

''مجھے ایسے شخص پر تعجب آتا جو مجھے کہتا ہے کہ اسے اللہ یاد ہے تو کیا مین بھولا ہوا ہوں کہ پھر سے اسے یاد کروں؟ میں نے ''شراب'' کے پیالے پر پیالے پیے ہیں چنانچہ نہ شراب ختم ہوئی اور نہ ہی میں سیراب ہو سکا۔''

کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن معاذ نے حضرت ابو یزید بسطامی یہ خط لکھا:

''ہمارے ہاں ایک شخص ہے' جس نے ایک بار محبت بھرا پیالہ پیا تو اس کے بعد وہ پیاسا نہیں ہوا۔ اس کے جواب میں ابو یزید نے لکھا: مجھے تمہارے ضعف و کمزوری پر بہت تعجب ہے' ہمارے ہاں ایک ایسا شخص موجود ہے جو دنیا کے سمندر بھی پی جانے کے بعد منہ کھلا رکھتا ہے اور مانگے ہی جاتا ہے۔''

یاد رکھئے کہ قربِ خداوندی کے پیالے غیب سے دکھائی دیتے ہیں اور وہ صرف ان لوگوں کے سامنے گھومتے پائے جاتے ہیں جو آزاد ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ ایسی ارواح ہوتی ہیں جو اشیاء کی غلامی سے آزاد ہوں۔

مَحُو اور اِثبَات

یہ الفاظ بھی صوفیہ کے استعمال میں آتے ہیں۔

''محو'' عالم بشریت کی عادتیں مٹا دینے کا نام ہے۔

''اثبات'' احکامِ عبادت قائم رکھنے کو کہتے ہیں۔

چنانچہ جو شخص اپنے احوال میں سے برے اخلاق دور کر دیتا ہے اور اس کے بدلے میں اچھے احوال و افعال پر کاربند ہو جاتا

ہے'ایسے شخص کو''محو''و''اثبات'' کا حامل قرار دیا جاتا ہے۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قول سنا'انہوں نے بتایا کہ ایک شیخ طریقت نے ایک شخص سے پوچھا:تم کس چیز کو مٹاتے ہو اور کسے ثابت رکھتے ہو؟ وہ کوئی جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کیا تم نہیں جانتے کہ''وقت''ہی کا نام''محو واثبات'' ہوتا ہے؟ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ جس میں''محو واثبات'' کی حالت نہیں ہوتی وہ شخص بیکار رہتا ہے۔

محو تین قسم کا ہوتا ہے:

''محو'' کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

۱۔ ظاہر بدن سے لغزش دور کرنا

۲۔ دلوں سے غفلت دور کرنا اور

۳۔ باطن میں موجود حالات سے بیماری دور کرنا

چنانچہ لغزش مٹانے سے معاملات کا اثبات ہوتا ہے'غفلت مٹانے سے منزلوں کا اثبات ہوتا ہے اور علت دور کرنے سے وصل کی منزلیں طے ہوتی ہیں اور یہی''محو''اور عبودیت کی شرط کا اثبات کہلاتا ہے۔

حقیقۃً محو واثبات کا ظہور اللہ کی قدرت سے ہوتا ہے چنانچہ''محو''اسے کہتے ہیں جسے اللہ نے پوشیدہ کر دیا اور مٹا دیا جبکہ''اثبات'' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ظاہر وواضح کر دے۔

محو واثبات'اللہ تعالیٰ مشیت (چاہت) کے تحت ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ (اللہ تعالیٰ جسے چاہے محو فرما دے اور جسے چاہے ثابت رکھے)

صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عارفوں کے دلوں سے غیر اللہ کی یاد بھلا دیتا ہے اور مریدوں کی زبان پر ذکر الٰہی ثابت وجاری رکھتا ہے'اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کی قوت کے مطابق محو واثبات کی حالت سے نوازتا ہے۔ جسے حق تعالیٰ مشاہدات سے''محو'' کرتا ہے اسے وہ اپنی حقیقت سے اثبات عطا فرماتا ہے اور جسے اپنے ساتھ قیام سے محو فرماتا ہے'اسے اغیار کے مشاہدہ کی طرف متوجہ کرتا ہے اور''تفرقہ'' کی وادیوں میں پہنچا دیتا ہے۔

ایک آدمی نے حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ سے کہا'میں دیکھتا ہوں کہ آپ پریشان سے رہتے ہیں'کیا وہ تمہارے ساتھ نہیں اور کیا تم اس کے ساتھ نہیں؟ حضرت شبلی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا:اگر میں اس کے ساتھ ہوں تو پھر بھی''میں''ہی ہوا لیکن تو اس میں گم ہو چکا ہوں۔

مرتبہ''محق''مرتبہ''محو'' سے بلند ہوتا ہے کیونکہ محو میں کچھ اثر رہ سکتا ہے لیکن''محق''کوئی نہیں رہنے دیتا۔

صوفیہ کی انتہائی آرزو یہی ہوتی ہے کہ اللہ انہیں اپنے نفس کے مشاہدے سے محو فرما دے اور محو کرنے کے بعد انہیں ان کی حالت کی طرف نہ لوٹائے۔

سَتر اور تَجَلّی

یہ الفاظ بھی صوفیہ کے مابین بولے جاتے ہیں۔

عام لوگ تو "ستر" کے پردے میں ہوتے ہیں لیکن دائمی تجلّی میں ہوتے ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ اللّٰہَ اِذَا تَجَلّٰی لِشَیءٍ خَشَعَ لَہٗ (جب اللہ تعالیٰ کسی شے کے سامنے روشنی فرماتا ہے تو وہ عاجز بن کر دکھاتی ہے) چنانچہ صاحبِ "ستر" شہود کی صف میں ہوتا ہے اور صاحبِ "تجلی" ہمیشہ عجز وانکسار کی کیفیت میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ صفتِ "ستر" عام لوگوں کے لئے تو ایک قسم کی سزا ہوتی ہے لیکن خاص لوگوں کے لئے ایک رحمت کیونکہ اگر وہ ان پر ستر نہ ڈالے تو جو امور انہیں دکھائے جا رہے ہیں ان کی وجہ سے یہ لوگ سلطانِ حقیقت کے سامنے فنا ہو جائیں لیکن اللہ کا یہ کام ہوتا ہے کہ جیسے وہ امور دکھاتا ہے ویسے ہی ان پر پردہ بھی ڈال دیا کرتا ہے۔

☆ حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ سے میں نے سنا، انہوں نے بتایا کہ ایک فقیر ایک عرب قبیلہ میں آیا تو ایک نوجوان نے اس کی مہمان نوازی، یہ نوجوان اس کی خدمت میں مصروف تھا کہ اس پر غشی طاری ہوگئی، فقیر نے اس کا حال پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ "یہ اپنی چچا زاد بہن پر عاشق ہے، وہ اس وقت اپنے خیمہ کی طرف جا رہی تھی کہ اس نے اس کے دامن کا غبار دیکھ لیا ہے اور پھر غش کھا کر گر گیا ہے۔"

☆ فقیر اس کے دروازہ پر گیا اور کہنے لگا: "مجھ غریب کا لحاظ کریں کیونکہ میں مسافر ہوں، میں تمہارے پاس اس نوجوان کی سفارش کرتا ہوں، یہ تمہاری محبت میں گرفتار ہے تو اس کے حال پر رحم کر دو!" وہ کہنے لگی: "سبحان اللہ! تمہاری عقل کام کر رہی ہے؟ یہ تو میرے دامن کے غبار دیکھنے کی ہمت نہیں رکھتا تو میری صحبت کیسے برداشت کرے گا؟"

صوفیہ کے عام طبقے کی زندگی تو "تجلی" میں ہوتی ہے لیکن "ستر" ان کے لئے مصیبت ہوتا ہے لیکن خاص صوفیہ عیش وطیش کے درمیان ہوتے ہیں، اس لئے کہ جب ان کے سامنے تجلی ہوتی ہے تو یہ طیش میں ہوتے ہیں اور جب وہ پردہ میں ہوتے ہیں خواہشات کی طرف لوٹ کر عیش کا وقت گزارتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوْسٰى (اے موسیٰ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟) اس لئے فرمایا تھا کہ اچانک کلام الٰہی سننے سے ان پر جو اثر ہو سکتا تھا اس پر پردہ پڑ جائے اور ان سے ایسی باتیں ہو جائیں جن سے وہ اپنا دل بہلایا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ حَتّٰی اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (بلاشبہ میرے دل پر ایک بادل سا آ جاتا ہے تو میں ایک دن میں اللہ سے ستر بار استغفار کرتا ہوں)

استغفار کا مطلب ہوتا ہے، پردہ پوشی کی درخواست کیونکہ "غفر" "ستر" کے معنے میں ہوتا ہے، اسی لفظ سے غَفَرَ الثَّوْبَ (اس نے کپڑے سے ڈھانکا) اور مِغْفَر وغیرہ (ڈھال) کے لفظ بنے ہیں (جن میں ڈھانپنے کا معنیٰ پایا جاتا ہے ۱۲ چشتی) تو گویا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بتانے کے مطابق، آپ غلبۂ حقیقت کے وقت اللہ سے دُعا مانگتے تھے کہ اُن کے دل پر پردہ ڈال دے کیونکہ وجودِ حق کے ساتھ مخلوق کی بقاء ممکن ہی نہیں۔

حدیث پاک میں یہ بھی آتا ہے لَوْ كَشَفَ عَنْ وَّجْهِهٖ لَحَرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهٖ مَا اَدْرَكَ بَصَرُهٗ (اگر اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے پردہ ہٹالے تو چہرے کے انوار سے ہر اس چیز کو جلا دے گا جس پر اس کی نظر پڑے)۔

مُحَاضَرَہ، مُکَاشَفَہ اور مُشَاهَدَہ

صوفی کو ابتداً مرتبہ محاضرہ ملتا ہے، پھر مکاشفہ اور پھر مشاہدہ۔ ''محاضرہ'' دل کے حاضر ہونے کو کہتے ہیں کبھی برہان کی وجہ سے یہ حضوری مسلسل چلی جاتی ہے اور ایسا شخص اگر چہ سلطان ذکر کے غلبہ سے حاضر ہی کیوں نہ ہو لیکن درحقیقت وہ پردے کے پیچھے ہوتا ہے۔

اس کے بعد ''مکاشفہ'' ہوتا ہے اس حالت میں صوفی بیان کی صفت سے متصف ہو کر حاضر ہوتا ہے، اسے کسی دلیل میں غور کرنے اور راستہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نہ ہی شک وشبہات کے اسباب سے پناہ مانگنے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ ہی غائب اشیاء کے اظہار میں اسے کوئی دشواری ہوتی ہے۔

اس کے بعد ''مشاہدہ'' کا مرتبہ ہے۔ اس میں مشاہدہ کرنے والا بارگاہِ الٰہی میں یوں حاضر ہوتا ہے کہ وہ صحیح حالات کا مشاہدہ کرتا ہے تاکہ ان میں شکوک نہ رہیں چنانچہ جب گویا آسمانِ اسرار پردوں کے بادلوں سے صاف ہو جاتا ہے تو برجِ شرف سے شہود کا سورج اپنی چمک دمک دکھانے لگتا ہے۔

اصل ''مشاہدہ'' وہ ہوتا ہے جس کا ذکر حضرت جنید رحمہ اللہ نے کیا ہے کہ ''حق کا وجود تو موجود ہو لیکن خود تم دکھائی نہ دو۔''

چنانچہ ''محاضرہ'' والا آیات وعلامات سے تعلق رکھتا ہے، مکاشفہ والا اپنی صفات کی وجہ سے بسط (نوشی) میں اور مشاہدہ والا خود پر پکا ہوتا ہے، صاحبِ ''محاضرہ'' کی راہنمائی عقل کرتی ہے، صاحبِ مکاشفہ کو اس کا علم قریب کرتا ہے اور ''مشاہدہ'' والے کو اس کی صفت مٹا دیتی ہے۔

مشاہدہ کی تحقیق کرتے ہوئے جو کچھ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ نے فرمادیا ہے، اس سے زیادہ کوئی اور نہیں بتا سکا، ان کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ مشاہدہ میں صوفی کے دل پر انوارِ تجلی کا مسلسل ورود ہوتا ہے، درمیان میں کوئی پردہ یا رکاوٹ نہیں ہوتی، بالکل ایسے ہی جیسے لگا تار بجلی چمکتی ہے اور جیسے بجلیاں مسلسل چمکنے سے تاریک رات ایسے روشن ہو جاتی ہے جیسے دن چڑھ آیا ہو یونہی صوفی جب اپنے دل پر تجلی ہوتے دیکھتا ہے تو اسے دن ہی دن دکھائی دیتا ہے رات کا نام ونشان تک نہیں ہوتا۔

چنانچہ صوفیہ کہتے ہیں۔

''میری رات تیرے چہرے کی چمک سے روشن ہو گئی حالانکہ تمام لوگوں پر اندھیرا چھا چکا تھا چنانچہ لوگ تو تاریکیوں میں گم ہیں لیکن ہم دن کی روشنی حاصل کر رہے ہیں۔''

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''جب تک آدمی کی ایک رگ بھی صحیح سالم ہو گئی، مشاہدہ نہ ہو سکے گا۔''

☆ نیز فرماتے تھے کہ:

''جب دن طلوع ہو جاتا ہے تو چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔''

صوفیہ کے ایک گروہ نے یہ وہم کیا ہے کہ مشاہدہ میں ایک گونہ ''تفرقہ'' کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کیونکہ بابِ مفاعلہ عربی زبان میں وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں کوئی کام دونوں طرف سے ہو رہا ہو، لیکن یہ صرف وہم ہی ہے کیونکہ یہاں حق کے ظہور میں مخلوق کی ہلاکت پائی جاتی ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ باب مفاعلہ ہر مقام پر دونوں کی مشارکت نہیں چاہتا جیسے لفظ ''مسافر'' اور طَابَقَ النَّحلُ میں

اشتراک موجود نہیں ہے۔

اسی لئے میں صوفیہ فرماتے ہیں۔

''صبح ہوتے ہی اس کی روشنی نے اپنی چمک سے ستاروں کی روشنی دیکھ لی یہ روشنی انہیں (محبت کا) وہ پیالہ پلاتی ہے کہ اگر آگ کے شعلوں پر پڑ جائے وہ بجھ جائیں۔''

یہ پیالہ! اور وہ بھی ایسا کہ انہیں جڑ سے کاٹ دے' انہیں فنا کر دے' اچک لے اور انہیں باقی نہ رہنے دے۔ یہ ایسا پیالہ ہے کہ کسی چیز کو باقی نہیں رہنے دیتا اور نہ کو کسی کو چھوڑتا ہے' صوفیہ کو کلی طور پر مٹا دیتا ہے اور بشریت کے آثار میں سے ایک ذرا بھر بھی رہنے نہیں دیتا' جیسے کسی کہنے والے نے کہا ہے:

''جانے والے چلے گئے اور ان کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔''

لَوَائِحُ' طَوَالِعُ اور لَوَامِعُ

حضرت استاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تینوں الفاظ قریب قریب ایک ہی معنی بتاتے ہیں' ان میں کوئی زیادہ فرق نہیں پایا جاتا' یہ الفاظ ایسے صوفیہ کی صفات کے لئے بولے جاتے ہیں جو دل کے ذریعے ابتدائی طور پر ترقی کی طرف رواں دواں ہوتے ہیں اور جب ان پر معرفت کے سورج کی روشنی پڑتی ہے تو یہ حالت ہمیشہ نہیں رہ سکتی مگر اتنا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہر لمحہ دل کے لئے روزی دیتا رہتا ہے جیسا کہ اس کا فرمان ہے وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا[1] (اہل جنت کو صبح وشام ان کو خوراک دی جاتی ہے)۔

چنانچہ جب بھی ان کے دلوں کے آسمان پر خواہشاتِ نفسانی کے باتوں کی تاریکی چھا جاتی ہے تو اندریں حالت کشف کے آثار کا ظہور ہوتا ہے اور قرب خداوندی کی روشنی نظر آنے لگتی ہے چنانچہ ان پردوں کی حالت میں وہ اچانک آثارِ الٰہیہ کی آمد کا انتظار کر رہے ہوتے ہیں' جیسے کسی شاعر نے کہا:

''اے چمکنے والی بجلی! تو آسمان کے کس کنارے سے اٹھے گی۔''

چنانچہ سب سے پہلے آثار ''لوائح'' پھر ''لوامع'' اور پھر ''طوالع'' ہوتے ہیں۔

لوائح کیا ہوتے ہیں:

''لوائح'' بجلیوں کی طرح ہوتے ہیں کہ چھپنے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں جیسے ایک شاعر کہتا ہے:

''ہم ایک سال تک جدا رہے لیکن جب ملے تو اس نے سلام کیا اور یہ سلام ہی الوداع بن گیا۔''

نیز کسی نے یہ بھی کہا تھا۔

''اے میری زیارت کو آنے والے' یہ زیارت کیسی؟ یہ تو ایسے ہے کہ آگ لینے آئے تھے' دروازے پر آئے اور جلدی سے گزر گئے' کیا بگڑتا اگر گھر میں آجاتے؟''

مرتبہ ''لوامع''' ''لوائح'' سے بہت واضح ہوتا ہے' جس تیزی سے آتا ہے ویسے زائل نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات دو تین وقتوں تک

---

[1] سورۂ مریم۔ آیت: ۶۲

باقی رہتا ہے لیکن ان کا حال یہ ہوتا ہے: وَالْعَيْنُ بَاكِيَةٌ لَّمْ تَشْبَعِ النَّظْرَا (یعنی آنکھ روئے جاتی ہے لیکن نظر بھر کر دیکھ نہ سکی)

اور پھر یہ بھی کہتے ہیں:

''ابھی نظر اس کے چہرے کے پانی پر نہ پڑی تھی کہ رقیب کے آجانے پر سیر ہونے سے قبل ہی بے مزہ ہو گیا۔''

اور جب چمک پیدا ہو جاتی ہے تو تجھے اپنی ذات سے الگ کر کے اس کی ذات کے ہمراہ کر دیتی ہے لیکن اس کے دن کی روشنی اس وقت تک نہیں چمکتی جب تک راتوں کے لشکر حملہ نہ کر دیں' ایسے لوگوں کی حالت آرام اور رونے کے درمیان ہوتی ہے کیونکہ یہ کشف اور ستر کے درمیان والی حالت ہے جیسا کہ شاعر کہتا ہے:

''رات ہمیں اپنی چادر کے فاضل حصے سے لپیٹ لیتی ہے اور صبح ہمیں سنہری چادر اُڑھا دیتی ہے۔''

حالت طوالع:

حالتِ ''طوالع'' ایک عرصہ تک باقی رہتی ہے اور بڑی غالب ہوتی ہے اور مستقل رہتی ہے' یہ تاریکی کو دور کرتی ہے اور تہمت ختم کرتی ہے لیکن اس کے غروب ہونے کا خطرہ ہر وقت رہتا ہے' اس میں بلندی نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمیشہ رہتی ہے اور پھر اسے حاصل کر لینے سے اوقات قطع ہو جاتے ہیں لیکن غروب ہونے والے کا خطرہ ہمیشہ رہتا ہے، نہ تو بلندی زیادہ ہوتی اور نہ یہ دائمی ہوتے ہیں۔

یہ تینوں مراتب یعنی لوائح' لوامع اور طوالع اپنی باہمی کیفیات میں اختلاف رکھتے ہیں' ان میں ایسے بھی ہیں کہ ختم ہونے پر ان کا اثر تک نہیں رہتا جیسے شوارق (چمکنے والے) کہ ان کے گزرنے پر ہمیشہ کی رات کا احساس ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جن کا نشان باقی ہوتا ہے' اگر ان کا تحریری نقش ختم ہو جائے تو کیفیت درضرور رہتی ہے اور اگر انوار ڈوب جائیں تو ان کی علامتیں موجود ہوتی ہیں لہٰذا ایسی حالت والا شخص اس غلبۂ حالت کے مدہم ہو جانے کے بعد بھی اس کی برکات کی روشنی میں زندہ رہتا ہے اور جب تک اس نے دوبارہ روشن ہونا ہوتا ہے تو اس کے وقت میں اس کے دوبارہ واپس آنے کی امید ہوتی ہے اور وہ اس کیفیت کے ذریعے زندہ رہتا ہے جو اسے ایسی کیفیت کے موجود ہونے پر حاصل ہو چکی تھی۔

بُوَادِہ اور ھُجُوم

بوادہ کیا ہیں؟

''بوادہ'' اس کیفیت کو کہتے ہیں جو اچانک غیب سے تمہارے دل پر گھبرا دینے والی صورت میں وارد ہوتی ہے اور یہ یا تو خوشی کا سبب بنتی ہے یا غمی کا۔

ہجوم کیا ہیں؟

''ہجوم'' یہ کیفیت تمہارے دل پر قوتِ وقت سے وارد ہوتی ہے اور اس میں تمہارے اپنے عمل کا دخل نہیں ہوا کرتا اور پھر وارد کے قوی وضعیف ہونے کی بناء پر مختلف انواع میں اختلاف رکھتی ہے۔

کچھ ایسے صوفیہ ہوتے ہیں جنہیں یہ بوادہ (غیب کی کیفیت) تبدیل کر دیتے ہیں اور انہیں ہواجم پھیر دیتے ہیں اور کچھ

دوسرے وہ ہوتے ہیں جو اپنی حالت وقوت میں اس اچانک طاری کیفیت سے بالا ہوتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے وقت کے سردار ہوتے ہیں جیسے کہا گیا ہے:

زمانے کے مصائب ان کی طرف راہ نہیں پاتے کیونکہ ان کے ہاتھ ان امور کی لگام ہوتی ہے جنہیں بڑی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔"

تَلْوِین اور تَمْکِین

تلوین:

یہ اربابِ احوال کی ایک صفت کا نام ہے۔

تمکین:

یہ اہلِ حقائق میں پائی جانے والی ایک صفت کا نام ہے۔

جب تک انسان راستے میں ہوتا ہے تب تک اسے صاحبِ "تلوین" کہتے ہیں کیونکہ وہ ایک حال سے دوسرے کی طرف ترقی کر رہا ہوتا ہے نیز ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف جا رہا ہوتا ہے اور اپنے کوچ کے مقام سے اصل مقام پر آتا ہے اور جب وہاں پہنچ جاتا ہے تو اسے "تمکین" حاصل ہوتی ہے (یعنی قرار ملتا ہے)

☆ اسی معنیٰ کی مناسبت سے ان کا شعر ہے:

"تمہاری محبت کی خاطر میں منزل میں اترتا رہا حالانکہ دوسروں کی عقلیں وہاں اترنے سے پہلے ہی حیرانی میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔"

صاحبِ "تلوین" ہمیشہ آگے بڑھتا جاتا ہے، صاحبِ "تمکین" اپنے مقام پر پہنچ کر اتصال پالیتا ہے اور اس کے اس اتصال کی علامت یہ ہوتی ہے کہ کلی طور پر وہ اپنی کلیت میں غافل رہتا ہے۔

☆ بعض مشائخ کہتے ہیں کہ "طالبِ طریقت کے سفر کی انتہا اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے آپ کو پالے اور جب اپنا مقام پالیتا ہے تو اسے وصال مل جاتا ہے۔"

حضرت استاد رحمہ اللہ کا فرمان ہے اس شیخ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس طالبِ طریقت کے احکام اور سلطانِ حقیقت کا غلبہ مراد لیتے ہیں اور پھر جب یہ حالت دائمی ہو جاتی ہے تو طالب صاحب "تمکین" ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت شیخ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قول ہے، فرمایا:

"حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحبِ "تلوین" تھے اسی وجہ سے انہوں نے کلام سننے سے رجوع کر لیا، انہوں نے ضرورت محسوس کی کہ چہرہ چھپائیں کیونکہ ان پر اس حال تلوین کا اثر تھا لیکن اس کے برعکس ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحبِ "تمکین" تھے چنانچہ جیسے تشریف لے گئے تھے، ویسے ہی واپس تشریف لائے کیونکہ اس رات دیکھے جانے والے امور کا آپ پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔

حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بطور شہادت پیش کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ خواتین جنہوں نے

حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تھا' انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے کیونکہ اچانک انہیں حضرت یوسف علیہ السلام کا مشاہدہ ہوا تھا اور ان سب خواتین میں سے عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسف علیہ السلام کی محبت میں بڑھ چڑھ کر گرفتار تھی اس لئے اس دن اس میں بال برابر بھی تبدیلی نہ ہوئی کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں صاحبِ "تمکین" تھی۔

☆ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ نے فرمایا:

یہ یاد رکھو چونکہ انسان پر وارد ہونے والا تغیر ان دو امور میں سے ایک کی وجہ سے ہوتا ہے' یا تو وارد ہونے والی حالت قوی ہوتی ہے یا جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے خود ضعیف ہوتا ہے یونہی صاحبِ سکون کا سکون بھی دو امور میں سے ایک کی وجہ سے ہوتا ہے' یا تو صاحبِ سکون خود قوی ہوتا ہے یا وارد ہونے والی کیفیت کمزور ہوتی ہے۔

☆ استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ "تمکین" کے دائمی رہنے کے جواز میں صوفیہ کے اصول کی دو ہی صورتیں بن سکتی ہیں' ایک تو یہ کہ یہ ممکن ہی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا تھا لَوْ بَقِیْتُمْ عَلٰی مَا کُنْتُمْ عَلَیْہِ عِنْدِیْ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (جس حالت میں تم میرے پاس رہ کر ہوا کرتے ہو' اگر اسی حالت پر رہو تو فرشتے تم سے مصافحہ کیا کریں) اور اس لئے بھی کہ آپ نے فرمایا تھا لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ غَیْرُ رَبِّیْ عَزَّ وَ جَلَّ (میرا ایک ایسا وقت بھی ہوتا ہے کہ جس میں میرے رب کے سوا اور کوئی نہیں سماتا) یہاں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص وقت کے بارے میں بتایا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ احوال کا دائمی ہونا صحیح ہوتا ہے کیونکہ اہلِ حقائق ان طوارق (واردات) کے اثر قبول کرنے سے بالا ہیں اور حدیث کے الفاظ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَآئِکَۃُ میں آپ نے اسے کسی ناممکن بات پر موقوف نہیں کیا' فرشتوں کا مصافحہ کرنا تو درجہ میں اس سے بھی کم ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائی صوفیوں کے لئے مقرر فرمایا ہے' ارشاد فرمایا اِنَّ الْمَلٰٓئِکَۃَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتَھَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضًی بِمَا یَصْنَعُ (بلاشبہ فرشتے طالب علم کے لئے اپنے پر اس لئے بچھا دیتے ہیں کہ وہ اس کے کام سے خوش ہوتے ہیں) اور یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ "لِیْ وَقْتٌ" تو یہ آپ نے سننے والے کو سمجھانے کے لئے فرمایا ہے کیونکہ حقیقت میں آپ اپنے تمام احوال میں حقیقت ہی پر چلتے تھے۔

بہتر یہ قول ہے کہ یوں کہا جائے کہ جب تک بندہ ترقی کے دور سے گزر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ صاحبِ تمکین ہوتا ہے' اس کی صفات میں احوال کی زیادتی اور کمی کا قول صحیح ہوتا ہے اور جب احکام بشریہ دور ہونے کی بناء پر وہ حق تک پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے صاحب "تمکین" بنا دیتا ہے بایں طور اللہ اسے یہ قدرت دیتا ہے' وہ ان اشیاء کی طرف نہ لوٹے جن پر نفس کا بھروسہ ہے چنانچہ وہ اپنے محل اور استحقاق کی بناء پر اپنے حال پر صاحب "تمکین" ہو جاتا ہے اور پھر اسے حق تعالیٰ ہر سانس میں وہ تحفے عطا فرماتا ہے چنانچہ اس کے زیر قدرت کاموں کی کوئی حد نہیں ہوتی' بنابریں زیادتی کے وقت انسان رنگ بدلتا رہتا ہے بلکہ اس صورت میں رنگا جاتا ہے' اپنے اصل حال پر برقرار رہتا ہے اور پھر اپنی پہلی حالت سے اگلی حالت کی طرف جانا شروع کر دیتا ہے' پھر اس سے بھی زیادہ ترقی کر جاتا ہے کیونکہ کل جنسوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا کوئی شمار ہی نہیں ہے۔

اب اس شخص کی بات سنو جو اپنے شاھد سے بالکل الگ تھلگ ہو چکا اور احساسات ختم ہو چکے تو لازماً بشریت کی ایک حد ہے اور اس وقت وہ اپنے نفس اور حس سے الگ ہو چکا ہوتا ہے اور یونہی تمام مخلوقات سے علیحدہ ہو چکا ہوتا ہے' پھر یہ غیبت دائمی ہو جاتی ہے تو وہ حالت "محو" میں ہوتا ہے' تمکین اس وقت نہیں ہوتی' نہ ہی تلوین ہوتی ہے' نہ مقام اور نہ ہی حال اور جب تک اس حال میں ہوتا ہے تو نہ

صاحب شرف ہوگا نہ احکام الٰہیہ کا مکلف ہوگا ہاں البتہ اگر اسے اپنے نفس اور احساس کی حالت کی طرف پھیر دیا جائے اور ان امور کی طرف لوٹا دیا جائے جو اس پر حق تعالیٰ کی طرف سے جاری ہوتے ہیں اور حسن مین اس کی کوشش کا دخل نہیں ہوتا تو ایسا شخص مخلوق کے نزدیک تصرف کرنے والا کہلاتا ہے اور دراصل اسے اپنے حالات کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ (اور تو انہیں جاگتے گمان کرے گا حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں اور ہم ان کا دایاں اور بایاں پہلو بدلتے رہتے ہیں)۔

قُرْبُ اور بُعْدُ

قرب:

قرب کا اولین مرتبہ، عبادت کا قرب ہے اور اللہ کی عبادت سے ہمہ وقت متصف ہونا۔

بعد:

اور ''بعد'' اس کی مخالفت سے حاصل ہونے والی پلیدی اور اس کی عبادت سے علیحدگی کا نام ہے چنانچہ ''بعد'' کا پہلا درجہ اللہ کی توفیق سے دوری اور پھر دوسرا درجہ تحقیق سے دوری ہوتا ہے بلکہ یوں کہیں گے کہ توفیق سے دوری ہی تحقیق سے دوری ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: مَاتَقَرَّبَ اِلَیَّ الْمُتَقَرِّبُوْنَ بِمِثْلِ اَدَآءِ مَا افْتَرَضْتُهٗ عَلَيْهِمْ وَلَا يَزَالُ الْعَبْدُ يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی يُحِبَّنِیْ وَاُحِبُّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّبَصَرًا فَبِیْ يُبْصِرُ وَبِیْ يَسْمَعُ (میرے قرب کی خواہش رکھنے والے کسی بھی بات سے اس قدر قرب حاصل نہیں کر سکتے جس قدر وہ فرض ادا کرنے سے کرتے ہیں، بندہ نوافل ادا کر کے میرے قرب کی کوشش کرتا رہتا ہے، پھر وہ مجھ سے محبت رکھتا ہے اور میں اس سے محبت کرنے لگتا اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں چنانچہ وہ میرے ہی سہارے دیکھتا اور سنتا ہے) اس قرب کی پہلی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ بندے کو ایمان اور تصدیق عطا فرماتا ہے، پھر اسے احسان اور تحقیق سے نوازتا ہے اور پھر حق تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا میں قرب یہ ہے کہ اسے اپنی پہچان سے نوازتا ہے، آخرت میں اسے اپنا مشاہدہ کرائے گا، عینِ ذات کے دیدار سے نوازے گا اور ان دونوں کے درمیانی وقت میں لطف و مہربانی سے نوازتا ہے۔

اللہ کا قرب صرف اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ مخلوق سے دور ہوتا ہے یہ دل کی صفت سے۔

علم وقدرت سے اللہ کا قرب تو ہر شخص کو ہوتا ہے لیکن لطف ونصرت سے اس کا قرب مومنوں کو ملتا ہے اور اس قرب کے ساتھ خاص انس کا پیدا ہونا، صرف اولیاء کے حصے میں آتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ [1] (ہم شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) نیز فرمایا: وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ [2] (ہم تم سے زیادہ اس کے قریب ہیں) نیز فرمایا: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ [3] (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے) نیز فرمایا: مَايَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ [4] (جہاں

۱۔ سورۂ ق۔ آیت: ۱۶ ۲۔ سورۂ واقعہ۔ آیت: ۸۵ ۳۔ سورۂ حدید۔ آیت: ۴ ۴۔ سورۂ مجادلہ۔ آیت: ۷

بھی تین آدمی آپس میں سرگوشی کرتے ہیں، وہاں چوتھا اللہ ہوتا ہے)

اور جسے ٹھوس یقین ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ہمراہ ہوتا ہے تو اسے چاہئے کہ کم از کم ہر وقت اللہ کی طرف دھیان رکھے کیونکہ اس پر تقویٰ کی نگہبانی ہوتی ہے پھر محافظت اور وفا کی اور پھر حیاء کی چنانچہ اسی سلسلے میں صوفیہ کے ہاں یہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ اے محبوب خدا لگتا ہے کہ تمہاری طرف سے ایک نگہبان میرے دل پر نظر رکھتا ہے اور دوسرا میری نگاہ اور زبان کا محافظ ہے۔

۲۔ تجھ سے تعلق کے بعد میں ایسا منظر دیکھتا ہوں جو تمہیں برا لگے تو میں کہتا ہوں کہ ان دونوں آنکھوں نے مجھے دیکھ لیا ہے۔

۳۔ جب تمہارے سامنے مجھ سے کسی غیر کے لئے کوئی لفظ اچانک میری زبان سے نکلتا ہے تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ انہوں نے مجھے سن لیا ہے۔

۴۔ تمہارے علاوہ جب مجھے کسی کا خیال آتا ہے تو دونوں میری باگ دوڑ سنبھال لیتے ہیں۔

۵۔ کچھ سچے دوست ہیں کہ ان کی باتوں سے مجھے مایوسی ہوئی ہے اور میں نے ان سے اپنی نگاہ اور زبان روک لی ہے۔

۶۔ زہد کی وجہ سے میری توجہ جہان سے نہیں ہٹ سکی کیونکہ میں تمہیں ہر مکان پر دیکھ رہا ہوں۔

ایک شیخ کی اپنے شاگردوں میں سے ایک پر توجہ تھی، دوسرے مریدوں نے اس پر اظہارِ شکوہ کیا تو شیخ نے ان سب کو ایک ایک پرندہ دیکھ کر فرمایا کہ انہیں ایسی جگہ لے جا کر ذبح کر دو کہ اسے کوئی نہ دیکھے چنانچہ ان میں ہر ایک چلا گیا اور خالی جگہ جا کر انہیں ذبح کر دیا۔ لیکن وہ مرید زندہ پرندہ ہی لے کر واپس آ گیا، اسے ذبح نہیں کیا گیا تھا، شیخ نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے عرض کی: آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اسے ایسی جگہ لے جا کر ذبح کروں کہ اسے کوئی نہ دیکھے لیکن مجھے ایسی کوئی جگہ نہیں ملی جہاں حق تعالیٰ اسے دیکھ نہ رہا ہو۔ یہ سن کر شیخ نے فرمایا یہی وہ وجہ ہے جس کی بناء پر میں اسے تم پر اولیت دیتا ہوں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ تم پر مخلوق کی باتوں کا غلبہ ہے لیکن یہ تو اللہ سے غافل ہوتا ہی نہیں۔

قریبی چیز کو دیکھنا ہو تو انتہائی قرب ہی حجاب بن جاتا ہے لہٰذا جس نے دیکھا کہ اس کے نفس کا کوئی مقام ہے یا نفس کوئی اور چیز ہے تو گویا یہ اس سے مکر ہو رہا ہے، صوفی اسی لئے (بددعا کے طور پر کہتے ہیں) اللہ تعالیٰ قرب کی بنا پر تجھے بیگانہ کر دے یعنی یہ قرب تمہارے لئے بیگانگی اور وحشت کا سبب بن جائے کیونکہ اس کے قرب کا احساس اس بات کی علامت ہے کہ اس کے پیش نظر یہ انس ہے اور اللہ تو ہر انس سے پاک ہے اور پھر مقامات حقیقت، دہشت اور محو ہی پیدا کرتے تھے اور صوفیہ اسی مفہوم کو سمجھانے کے لئے کہتے ہیں:

"تمہارے بارے میں میرا تکلیف اٹھانا یہ ہے کہ مجھے اپنی اس تکلیف کا احساس نہ ہونے پائے۔"

میرا تمہارے ساتھ قرب و بعد ایک ہی جیسا ہے تو مجھے چین کیسے ملے۔

"علاوہ ازیں استاذ ابوعلی دقاق کثرت سے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

"تم سے دوستی درحقیقت جدائی ہے اور تم سے محبت گویا دشمنی ہے۔"

تم سے قرب دراصل بعد ہے اور تمہارے ساتھ صلح درحقیقت جنگ کا معنیٰ رکھتی ہے۔"

☆ حضرت ابوالحسین نوری نے ابوحمزہ کے ایک مرید کو دیکھ کر فرمایا:

"تم ہی ابوحمزہ کے مرید ہو جو "قرب" کا عندیہ دیتا ہے اب جب تم اسے ملو تو اسے کہنا کہ ابوالحسین نوری تمہیں سلام کہتا ہے از رہ یہ کہتا ہے کہ اس زیر بحث مسئلہ میں "انتہائی قرب، انتہائی بعد شمار ہوا کرتا ہے۔"

رہا یہ کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی ذات سے قرب حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس مفہوم سے عالی ہے کیونکہ وہ حد بندی، جہت انتہاء اور مقدار سے پاک ہے اور اس سے بھی جس سے مخلوق کا واسطہ پڑتا رہتا ہے اور نہ ہی کوئی بعد میں پیدا ہونے والا اس سے جدا ہے کیونکہ اس کی بے نیاز ذات وصل و فصل (ساتھ مل جانا اور جدا ہو جانا) سے عالی مرتبہ ہے۔

قرب کے اقسام:

چنانچہ ذہن نشین کر لو کہ (قرب کے کئی اقسام ہیں) ایک قرب وہ ہے جو اس کی ذاتی صفات میں محال شمار ہوتا ہے اور یہ اس کی ذات سے قرب ہے، ایک قرب وہ ہے جو اس ذات میں پایا جانا لازمی ہے اور وہ اس کے علم اور رؤیت کا قرب ہے (یعنی وہ ہر شے کو جانتا دیکھتا ہے) اور تیسرا قرب اس کی صفات میں جائز شمار ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جسے چاہے اسے مخصوص فرما لیتا ہے اور یہ اس فضل و کرم کا قرب کہلاتا ہے۔

شَرِیْعَتْ و حَقِیْقَتْ

شریعت:

اللہ کا یہ حکم کہ اپنی عبودیت تسلیم کرو، شریعت کہلاتی ہے۔

حقیقت:

اللہ کی ربوبیت (رب ہونا) کا مشاہدہ کرنا۔

ہر ایسی ''شریعت''، جسے ''حقیقت'' کی تائید حاصل نہیں ہوتی، قبول نہیں ہوتی اور ہر وہ حقیقت بھی جو شریعت کی پابندی سے آزاد ہو، قبول نہیں کی جاتی چنانچہ ''شریعت'' مخلوق کے لئے ایک تکلیف ہے اور ''حقیقت'' اللہ کے اپنی مخلوق میں ردوبدل کی خبر ہوتی ہے ''شریعت'' یہ کہتی ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور ''حقیقت'' یہ کہتی ہے کہ اللہ کا مشاہدہ (نظر رکھنا) کرو، ''شریعت'' اس چیز کو سنبھالنے کا نام ہے جس کا حکم آ چکا ہے اور ''حقیقت'' اس بات کا مشاہدہ ہوتا ہے جو فیصلہ وہ کر چکا اور جس کا ایک اندازہ فرما چکا ظاہر ہو یا پوشیدہ۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کا قول سنا، فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان اِیَّاكَ نَعْبُدُ [1] (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) ''شریعت'' کی حفاظت کا پتہ دیتا ہے اور اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ [2] (ہم تجھی سے امداد چاہتے ہیں) ''حقیقت'' کا اقرار بتاتا ہے۔

یاد رکھئے شریعت چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے واجب ہوئی ہے اس لئے حقیقت کہلاتی ہے اور حقیقت بھی اس لحاظ سے شریعت کہلاتی ہے کہ اس کی معرفت بھی اللہ ہی کے حکم سے ہے۔

۱۔ سورۃ فاتحہ۔ آیت: ۵ ۲۔ سورۃ فاتحہ۔ آیت: ۵

نَفَس

غیب میں موجود نہایت لطیف کیفیت کے ذریعے دلوں کو راحت و سکون پہنچانا ''نفس'' کہلاتا ہے اور صاحبِ نفس، صاحبِ حال سے زیادہ باریک بین اور صاف ہوتے ہیں چنانچہ صفتِ ''وقت'' والا مبتدی کہلاتا ہے، صاحبِ نفس، منتہی اور صاحبِ حال ان دونوں کے درمیانی درجہ کے مالک ہوتے ہیں چنانچہ احوال درمیانی واسطہ کا کام کرتے ہیں اور انفاس، ترقی کا آخری درجہ ہوتے ہیں، پھر اوقات (مراتب ''وقت'') اصحاب قلوب کے لئے ہوتے ہیں، احوال (مرتبہ ''حال'') اربابِ ارواح کے لئے اور انفاس (مراتب ''نفس'') اہل سرائر (باطن پر نظر رکھنے والے) کے لئے ہوتے ہیں۔

حضرات صوفیہ فرماتے ہیں کہ عبادتوں میں سب سے افضل عبادت یہ ہے کہ ایک صوفی اللہ تعالیٰ کے ساتھ انفاس (سانسوں) کا شمار کرتا رہے۔

وہ بھی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دلوں کو پیدا فرمایا اور انہیں معرفت خداوندی کی گویا کان قرار دیا ہے، اس کے بعد اس نے اسرار کو پیدا فرمایا اور انہیں عقیدۂ توحید کا مقام و محل قرار دیا چنانچہ ہر وہ نفس جو معرفت کی راہنمائی کے بغیر حاصل ہو اور جس میں یہ اشارہ نہ ہو کہ بندہ کو بہر حال اقرارِ توحید کرنا ہے تو وہ میت ہوتا ہے اور ایسا شخص اللہ کے ہاں جوابدہ ہوگا۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ ایک عارف کا ''نفس'' محفوظ نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے لئے گنجائش فراہم نہیں کی جاتی لیکن ایک محبّ کے لئے صفتِ ''نفس'' ضروری ہے کیونکہ اگر اس میں یہ صفت موجود نہ ہوگی تو وہ اپنی کمزوری کی بنا پر برباد ہو جائے گا۔

خَوَاطِر

مرتبہ ''خواطر'' (دل میں کھٹکا) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خطاب ہوتا ہے جو دلوں پر وارد ہو جاتا ہے، کبھی تو فرشتہ اس کے دل میں ڈالتا ہے اور کبھی شیطان ڈالے تو اسے حدیث النفس (لغوبات) کہتے ہیں اور یہ ''خواطر'' اللہ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں اور جب یہ خطاب فرشتے کے ذریعے سے ہو تو اسے ''الہام'' بھی کہتے ہیں، جب نفسانی ہو تو اسے ''وسواس'' کہتے ہیں، اگر شیطان کے ذریعے ہو تو اسے ''وسواس'' کہتے ہیں اور اگر اللہ کی طرف سے ہو اور وہی دل میں ڈالے تو یہ ''سچا خاطر'' کہلاتا ہے اور ان میں سے ہر چیز کلام ہوتی ہے (کیفیت نہیں ہوتی)۔

جب یہ ''خاطر'' فرشتے کے ذریعے وارد ہوتا ہے تو اس کی سچائی، علم سے موافقت کے ذریعے کی جاتی ہے اور اسی لئے صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر ایسا ''خاطر'' جس کی ظاہری شہادت نہ ہو وہ باطل قرار پاتا ہے۔

اگر یہ ''خاطر'' شیطان کے دخل سے ہو تو اکثر اوقات یہ گناہ پر آمادہ کرتا ہے اور اگر اپنے نفس کی طرف سے ہو تو اکثر اوقات خواہشاتِ نفس کی پیروی پر اکساتا ہے یا تکبر کا شعور دیتا ہے یا پھر ایسی ہی کسی نفسانی وصف کی خصوصیت بنتا ہے، پھر مشائخ اس بات پر اتفاق کرتے ہیں کہ جس کی غذا حرام ہو، اسے الہام اور وسواس میں تمیز دکھائی نہیں دیتی۔

حرام غذا والا الہام اور وسواس میں فرق نہیں کر سکتا:

میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا:

''جس کی غذا حرام ہو' وہ الہام اور وسواس میں فرق نہیں کر سکتا اور جس کے ہوا جس نفس صدقِ مجاہدہ کی بناء پر ساکن ہوں' وہ دل میں مکر رکھتا ہوگا۔

تمام مشائخ یہ کہتے ہیں کہ نفس کبھی سچ نہیں کہتا اور دل کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

ایک شیخ کا فرمان ہے کہ تمہارا نفس سچا نہیں اور تمہارا دل جھوٹا نہیں اور پھر تم پوری کوشش بھی کرو تو تمہاری روح تم سے مخاطب نہ ہوگی۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے ہوا جس نفس اور شیطانی وساوس کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ نفس جب تم سے کسی چیز کا مطالبہ کرتا ہے تو زاری کرتا ہے اور خوب دباؤ ڈالتا ہے اور اس کا یہ مطالبہ جاری رہتا ہے خواہ وقفے وقفے ہی سے کیوں نہ ہو حتیٰ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے اور اس کا مطلب پورا ہو جاتا ہے' یہ الگ بات ہے کہ تم ہمیشہ صدق دل سے مجاہدہ کرتے رہو لیکن پھر بھی وہ بار بار اپنی کوشش جاری رکھے گا۔''

رہا شیطان کہ جب تم کو بہکاوے میں لے اور تم اس کی مخالفت کرو تو وہ اور وسوسہ ڈالے گا کیونکہ ہر قسم کی مخالفت اس کے سامنے برابر ہے' اس کا کام ہی یہ ہے کہ وہ تمہیں کسی بھی طرح بہکائے' اس کے سامنے مخالفت کی صرف ایک ہی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اُسے اس سے غرض ہے کہ مخالفت کیسی ہے۔

ایسا بھی کہا گیا ہے کہ ہر وارد ہونے والا ''خاطر'' جو فرشتہ کے ذریعے ہوتا ہے' کبھی تو صاحبِ ''خاطر'' اس کی موافقت کرتا ہے اور کبھی مخالفت کر رہا ہوتا ہے' لیکن جو اللہ کی طرف سے وارد ہوتا ہے تو بندہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا۔

مشائخ نے اس دوسرے خاطر کے بارے میں گفتگو کی ہے کہ جب دونوں خواطر اللہ ہی کی طرف سے دل پر وارد ہوتے ہیں تو کیا دوسرا پہلے سے طاقتور ہوتا ہے؟ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ پہلا ''خاطر'' زیادہ طاقتور ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ دل میں باقی ہے تو صاحبِ ''خاطر'' سوچنے پر مجبور ہوگا اور وہ بھی اس وقت جب اسے معلوم ہو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے چنانچہ پہلے کا ترک دوسرے کو کمزور کر دے گا۔

حضرت ابنِ عطاء کہتے ہیں کہ دوسرا ''خاطر'' قوی ہوگا کیوں اسے پہلے کی وجہ سے تائید ملتی ہے اور متاخرین میں سے حضرت ابوعبداللہ بن خفیف کہتے ہیں کہ یہ دونوں ''خاطر'' ایک جیسے ہیں کیونکہ دونوں ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں لہٰذا کسی ایک کو دوسرے پر فوقیت نہ ہوگی نیز یہ بات بھی سامنے رکھو کہ دوسرے کے ہوتے ہوئے پہلا باقی نہیں رہ سکتا کیونکہ آثار و علامات باقی نہیں ہوا کرتے۔

عِلْمُ الْیَقِیْن' عَیْنُ الْیَقِیْن اور حَقُّ الْیَقِیْن

یہ الفاظ واضح علوم کا پتہ دیتے ہیں چنانچہ ''یقین'' وہ علم ہوتا ہے کہ عرفِ عام میں صاحب یقین کے دل میں شک نہیں آیا کرتا اور یہ اللہ کے بارے میں نہیں بولا جاتا کیونکہ اس میں توقیف نہیں ہے (قرآن وحدیث سے ثابت نہیں) اور چونکہ یقین ایک علم ہے تو علم

الیقین بھی یقین ہی کے معنیٰ میں ہے یونہی عین الیقین، نفس الیقین کو کہتے ہیں اور حق الیقین نفس الیقین کہلاتا ہے چنانچہ صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق علم الیقین وہ علم ہے جس میں برھان (کھلی دلیل) ہوتا ہے، عین الیقین وہ علم ہے جس میں وضاحت ہو اور حق الیقین وہ علم ہے جس میں ظاہر باہر دیکھنے کی صفت موجود ہو اور پھر یہ بھی یاد رکھو کہ علم الیقین، صاحب عقل لوگوں کا کام ہے، عین الیقین، صاحب علم لوگوں کا اور حق الیقین، اہلِ معرفت کا علم ہے رہا یہ کہ اس کی کیفیت کیا ہے، ہم بیان کر چکے ہیں، یہاں صرف تنبیہ کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔

وَارِدُ

صوفیہ کے کلام میں واردات کا لفظ بہت استعمال ہوتا ہے۔

''وارد'' وہ پاکیزہ ''خواطر'' ہیں جو دلوں پر اترتے ہیں اور ان میں انسان کا ذاتی دخل نہیں ہوتا یونہی انہیں بھی وارد کہا جاتا ہے جو ''خواطر'' میں شمار نہیں ہوتے پھر ایک وارد وہ ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہو اور ایک وارد وہ ہوتا ہے جس کا سبب علم ہوتا ہے چنانچہ یہ ''واردات'' ''خواطر'' سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ ''خواطر' خطاب ہی کے تحت آتے ہیں یا اس کا معنیٰ ضمن میں لیتے ہیں اور ''واردات'' اس طرح کے ہوتے: خوشی کا وارد، غم کا وارد، قبض کا وارد اور بسط کا وارد ان کے علاوہ اور واردات بھی ہوتے ہیں۔

شاھد

لفظ ''شاھد'' علماء کے ہاں اکثر استعمال ہوتا ہے جیسے وہ کہتے ہیں:

فُلَانٌ يُّشَاهِدُ الْعِلْمَ ، فُلَانٌ يُّشَاهِدَ الْوَجْدَ اور فُلَانٌ يُّشَاهِدُ الْحَالَ

اور لفظ شاھد سے مراد وہ کیفیت ہوتی ہے جو قلبِ انسان میں موجود ہوتی ہے اور یہ وہ چیز ہوتی ہے جس کا دل پر غلبہ ہوتا ہے تو گویا دل اسے دیکھ رہا ہوتا ہے اگر چہ وہ اس سے اوجھل ہوتی ہے لہٰذا ہر ایسی چیز جو ''شاھد'' کے دل میں سما جاتی ہے تو وہ اسے دیکھ رہا ہوتا ہے چنانچہ اگر اس پر علم کا غلبہ ہے تو وہ شاہدِ علم ہوگا اور اگر اس پر وجد غالب ہے تو وہ شاہدِ وجد ہے۔

شاہد کا لغوی معنیٰ ''خاطر'' ہوتا ہے تو ہر وہ چیز جو تمہارے دل میں حاضر ہے وہ تمہارا مشاہدہ کر رہی ہے۔

حضرت شبلی رحمہ اللہ سے ''مشاہدہ'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ہم کون ہوتے ہیں کہ اللہ کا مشاہدہ کریں؟ ہمارا مشاہدہ تو وہ خود فرماتا ہے'' اس میں شاہدِ حق کا اشارہ اللہ کی طرف ہے کہ دل جس کے قبضہ میں ہوتا ہے کیونکہ اسی کا ذکر غالب ہے اور وہ مسلسل اس کے دل میں موجود ہے چنانچہ جس مخلوق کا تعلق دل سے ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ دل کا شاھد ہے یعنی وہ اس کے دل میں حاضر ہے کیونکہ محبت دائمی طور پر محبوب کا ذکر چاہتی ہے اور اس پر غلبے کی شکل میں خواہاں ہوتی ہے۔

بعض نے اس لفظ کے اشتقاق میں تکلّف سے کام لیا ہے چنانچہ کہا: ''شاھد'' کا لفظ ''شہادۃ'' سے مشتق ہے تو گویا جب کسی نے ایک شخص کو خوبصورت دیکھا تو اگر بشریت پیش نظر نہیں اور اس کی موجودگی اسے غافل نہیں کرتی اور نہ ہی اس کی صحبت اثر انداز ہے تو وہ اس بات کا شاھد ہے کہ اس کا نفس فنا ہو چکا اور جس میں اس کی موجودگی اثر انداز ہو تو وہ جانتا ہے کہ وہ ''بقاء'' میں ہے اور احکامِ بشریت میں ہے، غرض یہ شہادت یا تو اس کے حق میں ہوگی یا اس کے مخالف اور یہی معنیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان سے مراد لیا گیا ہے۔

رَاَيْتُ رَبِّي لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ فِي اَحْسَنِ صُوْرَةٍ اَيْ اَحْسَنَ صُوْرَةٍ رَاَيْتُهَا تِلْكَ اللَّيْلَةَ لَمْ يَشْغَلْنِي عَنْ رُؤْيَتِهٖ تَعَالٰى بَلْ رَاَيْتُ الْمُصَوِّرَ فِي الصُّوْرَةِ وَالْمُنْشِئَ فِي الْاِنْشَآءِ

(میں نے اپنے رب کو معراج کی رات احسن صورت میں دیکھا یعنی جس صورت میں میں نے اس رات اسے دیکھا اس نے مجھے رؤیت الٰہی سے غافل نہ کیا بلکہ ٹھیک میں نے مصوِّر (صورت پیدا کرنے والا) کو دیکھا اور پیدا کرنے والے کو اس صفت میں دیکھا) یہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رؤیت علمی مراد لے رہے تھے نہ کہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا۔

نَفس

لغت میں کسی شے کا نفس اس کا وجود ہوتا ہے لیکن صوفیہ کے نزدیک یہ معنی نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ ڈھانچہ مراد ہوتا ہے جس کے لئے نفس کا لفظ بولا جاتا ہے یہ لفظ بول کر وہ بندے کے ایسے اوصاف مراد لیتے ہیں جن میں نقص ہو یا اس کے برے اخلاق واعمال مراد لئے جاتے ہیں۔

آدمی کے خامی والے اوصاف دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اوصاف وہ ہوتے ہیں جنہیں وہ اپنے ارادہ واختیار سے کرتا ہے جیسے اس کے گناہ اور مخالف شرع کام اور دوسری قسم اس کے برے اخلاق ہوتے ہیں چنانچہ یہ اخلاق ذاتی طور پر برے ہوتے ہیں اور اگر انسان ان کا علاج کرتے ہوئے ان سے گویا جنگ کرے تو مسلسل کوشش کر کے انہیں دور کر سکتا ہے۔

احکامِ نفس کی پہلی قسم وہ ہے جنہیں نہی تحریم کے ذریعے قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے یا نہی تنزیہ کے ذریعے ان سے روکا گیا ہے۔

نفس کی دو قسموں میں سے دوسری قسم ردی اور گھٹیا قسم کے اخلاق ہیں۔

یہ نفس کی نہایت مختصر سی تعریف ہے اور اس کی تفصیل میں تکبر، غضب، حقد (کینہ)، حسد، بداخلاقی اور تحمل کی کمی جیسے اخلاقِ بد شمار ہوتے ہیں۔ احکامِ نفس میں سے سخت اور مشکل یہ ہوتا ہے کہ ان اخلاق میں سے کسی کو انسان اچھا اور قابلِ قدر سمجھنے لگے اور اسی خیال کو شرک خفی میں سے شمار کیا گیا ہے۔

نفس کا علاج کرنے کے لئے بھوک، پیاس، بیداری اور قوت گھٹانے والے مجاہدات کی جگہ اسے ترک کر دینے اور اس کی صرف مخالفت کرنے کا طریقہ زیادہ کامل ہوتا ہے اور پھر بھوک وغیرہ کو بھی تو ترکِ نفس کرنے والے امور میں شمار کیا گیا ہے اور یہ بھی امکان ہے کہ نفس ایک لطیف شے ہو جسے اس ڈھانچے میں رکھ دیا گیا ہو اور یہی برے اخلاق کا محل ہو جیسے جسم میں روح ایک لطیف چیز ہے جو اچھے اخلاق کا محل شمار ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے پر برتری چاہتے ہیں ایک دوسرے کو مسخر کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہی مل ملا کر ایک انسان کہلاتا ہے۔

پھر روح اور نفس کا صورۃً اجسامِ لطیفہ میں ہونا ایسے ہی ہے جیسے ملائکہ اور شیاطین میں صفت لطافت پائی جاتی ہے اور جیسے یہ کہنا صحیح ہے کہ آنکھ دیکھنے کا محل ہے، کان سننے کا، ناک سونگھنے کا، منہ چکھنے کا پھر سننے والا، دیکھنے والا، سونگھنے والا اور چکھنے والا ہونا کی صفات سب مل کر انسان میں شامل ہوتی ہیں یونہی اچھے اوصاف کا محل قلب اور روح ہے اور برے اوصاف کا محل "نفس" ہوتا ہے چنانچہ نفس اس پورے انسان کا ایک حصہ ہے، دل بھی اسی انسان کا ایک حصہ اور انسان کا اطلاق پورے پر ہوا کرتا ہے۔

روح

اہل سنت کے محقق حضرات کا ''روح'' کے بارے میں اختلاف ہے چنانچہ ان میں سے کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ ''حیات'' پر بولا جاتا ہے اور بعض انہیں اجسام میں شمار کرتے ہیں جنہیں انسانی ڈھانچے میں رکھ دیا گیا ہے۔

لطیفہ: اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے انسانی ڈھانچے میں اس قوت ''حیات'' کو رکھا ہوا ہے جب تک کہ ارواح اس کے بدن میں موجود ہیں چنانچہ انسان ''حیات'' کی وجہ سے زندہ ہوتا ہے لیکن ارواح ڈھانچے میں ہوتے ہوئے بھی اور نیند کی حالت میں اوپر چڑھتی ہیں، بدن سے الگ ہوتی اور پھر واپس اسی میں آجاتی ہیں۔

انسان روح اور جسم دونوں کے مجموعے کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ایک دوسرے پر جوڑ رکھا ہے، حشر ان دونوں کا ہوگا اور ثواب وعقاب بھی دونوں ہی کو ہوگا ارواح مخلوق ہیں اور جو اسے قدیم مانتے ہیں، وہ سخت غلطی پر ہیں۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں لطیف جسم رکھتے ہیں۔

سِرّ

اس بات کا احتمال ہے کہ یہ ''سر'' انسانی ڈھانچے میں رکھی جانے والی لطیف شے ہو جیسے روح۔ صوفیہ کے اصول بتاتے ہیں کہ یہ (سرّ) مشاہدہ کا محل ہے جیسے ارواح محبت کا محل اور دل محل معرفت ہے۔

صوفیہ کے ہاں ''سرّ'' اس کیفیت کو کہتے ہیں جسے تم دیکھ سکو اور ''سرّ السرّ'' وہ ہوتا ہے جس کا علم حق تعالیٰ کے بغیر کسی کو نہیں ہوتا۔ صوفیہ کے نزدیک اصولوں کے لحاظ سے سرّ روح کے مقابلے میں زیادہ لطیف ہوتی ہے اور روح، قلب سے اشرف ہوتا ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسرار اغیار کی غلامی سے آزاد خواہ ہوتے ہیں خواہ وہ آثار قدیمہ اور ٹیلوں جیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

لفظ ''سرّ'' اس راز پر بھی بولا جاتا ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان ہر حالت میں محفوظ اور پوشیدہ ہے اور صوفیہ کے اس قول کا بھی یہی معنیٰ ہے جو وہ کہا کرتے ہیں کہ: ''ہمارے راز نئے سے نئے اور انوکھے ہوتے ہیں جن تک کسی کا وہم بھی نہیں جاسکتا۔''

یونہی ان کا یہ قول بھی ہے کہ: ''احرار کے سینے اسرار کے لئے قبریں ہوتی ہیں۔'' یونہی یہ بھی کہتے ہیں کہ: اگر میرا تکمہ بھی میرا راز جان لے تو میں اسے پھینک دوں۔''

یہ چند وہ تشریحات ہیں جو صرف صوفیہ کے استعمال میں آنے والے الفاظ اور ان کی عبارتوں کی وضاحت کی خاطر ذکر کر دی گئی ہیں، ہم نے مختصر طور پر انہیں ذکر کر دیا ہے اور اب ہم کچھ ابواب بیان کرتے ہیں جن میں ان مقامات کی شرح کی گئی ہے جو ارباب سلوک کے مدارج کہلاتے ہیں اور پھر بعد ازاں کچھ ابواب ہوں گے جن میں احوال کی تشریح بیان ہوگی، اللہ اپنے فضل وکرم سے یہ کام آسان فرما دے گا انشاء اللہ۔

توبہ

☆ ارشادِ الٰہی ہے: وَتُوبُوا إِلَى اللّٰهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ[1] (اور اللہ کی طرف توجہ کرو اے مسلمانو! سب کے سب' اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ)۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا' آپ نے فرمایا: اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهٗ وَإِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا لَّمْ يَضُرَّهٗ ذَنْبٌ[2] (گناہوں سے توبہ کر لینے والا ایسے ہوتا ہے جیسے اس کا کوئی گناہ تھا ہی نہیں اور جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو گناہ اسے گناہ کیسے ضرر دے گا؟) اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ[3] (بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو) عرض کی گئی یا رسول اللہ توبہ کی علامت کیا ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''شرمساری''۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مَا مِنْ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ مِنَ شَابٍّ تَائِبٍ[4] ''اللہ تعالیٰ کو اتنی اور کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی جتنا ایک توبہ کرنے والا بندہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اہل سلوک کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ''توبہ'' ہوتی ہے اور طالب المولیٰ حضرات کے مقامات میں پہلا مقام یہی ہوتا ہے۔

لفظ توبہ کی تشریح:

لغتِ عرب میں لفظ توبہ کا حقیقی معنیٰ ''رجوع'' (لوٹنا) ہوتا ہے' عرب کہتے ہیں تَابَ یعنی وہ شخص لوٹ آیا چنانچہ شریعت میں توبہ کا مفہوم' بدترین شے سے لوٹ کر اچھی شے کی طرف آجانے کا نام ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اَلنَّدَمُ التَّوْبَةُ[5] (شرمندگی' توبہ کہلاتی ہے)۔

شرائطِ توبہ:

اہل سنت کے اربابِ اصول لکھتے ہیں کہ صحبتِ توبہ کے لئے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ شریعت کی مخالفت میں کے گئے گئے امور پر شرمسار ہونا

۲۔ لغزش فوراً ترک کر دینا

۱۔سورۃ النور۔ آیت: ۳۱ ۲۔ابن ماجہ' باب الزھد ۳۔سورۃ البقرہ۔ آیت: ۲۲۲

۴۔جامع صغیر حدیث ۸۵۰ ۵۔ابن ماجہ' باب الزھد

۳۔ پختہ عہد کرنا کہ کئے گئے گناہوں کو نہیں دہرائے گا۔
یہ وہ بنیادی چیزیں ہیں جو صحتِ توبہ کے لئے ضروری ہیں۔

☆ اربابِ اصول کا فرمان ہے، یہ جو حدیث میں آیا ہے اَلنَّدَمُ تَوْبَۃٌ تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ نے اس میں ایک اہم جزء کی طرف اشارہ فرمایا ہے جیسے آپ کا یہ ارشاد ہے اَلْحَجُّ عَرَفَۃٌ (حج عرفہ کا نام ہے) یعنی عرفہ میں ٹھہرنا حج کا اہم رکن ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ حج کے موقع عرفہ میں ٹھہرنے کے علاوہ اور کوئی رکن نہیں ہوتا ہاں یہ وقوف (ٹھہرنا) اس حج کا اہم رکن ضرور ہے یونہی الندم التوبۃ کا مطلب یہ ہے کہ ندامت توبہ کا صرف ایک اہم جزو ہے۔

☆ ایک محقق نے کہا کہ ثبوتِ توبہ کے لئے صرف ''ندامت'' کافی ہے کیونکہ یہ دوسرے دو ارکان (ترک لغزش اور دوبارہ گناہ کرنا) اسی کے تابع ہوتے ہیں چنانچہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص گناہ پر اصرار کرنے اور اس کے دوبارہ کرنے کے باوجود نادم کہلا سکے۔
ایک حد میں رہتے ہوئے توبہ کی یہ اجمالی تعریف ہے لیکن تشریح اور مزید وضاحت کے لحاظ سے توبہ کے کئی اسباب، ایک خاص ترتیب اور اقسام ہیں۔

ان میں سے اول یہ ہے کہ انسان خوابِ غفلت سے بیدار ہو اور اپنی بری حالت کا ملاحظہ کرے۔ یہاں تک پہنچنے کے لئے ضروری ہے کہ بندہ دل میں کھٹکنے والی اللہ کی ڈانٹ ڈپٹ پر اس کی توفیق سے کان دھرے اور اسے دل سے سنے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے وَاعِظُ اللّٰہِ فِیْ قَلْبِ کُلِّ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ[1] (ہر مسلمان مرد کے دل میں اللہ کی طرف سے سمجھانے والا موجود ہوتا ہے) ایک اور حدیث یوں ہے اِنَّ فِی الْبَدَنِ لَمُضْغَۃً اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ جَمِیْعُ الْبَدَنِ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ جَمِیْعُ الْبَدَنِ اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ[2] (بلاشبہ جسم انسانی میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہوتا ہے، وہ جب صحیح ہو تو سارا بدن صحیح ہو جاتا ہے اور جب وہ خراب ہو جاتا ہے تو سارا بدن بگڑ جاتا ہے، غور سے سنو! وہ لوتھڑا بدن ہے)

چنانچہ آدمی جب اپنے برے کاموں کے بارے میں دل میں سوچتا ہے اور اپنے افعال بد پر نظر ڈالتا ہے تو اس کے دل میں ارادۂ توبہ ابھرتا ہے اور برے اعمال سے رک جانے کا ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ امداد فرماتے ہوئے اس کا ارادہ صحیح کرتا ہے کہ بہتر طور پر برے اعمال سے رکنا شروع ہو جائے اور پھر اس کی توبہ کے لئے اسباب تیار کرتا ہے۔

اسبابِ توبہ:

اسبابِ توبہ میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ انسان برے دوستوں کو ترک کر دے کیونکہ یہی دوست اسے توبہ کا ارادہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس کے اس ارادے میں شکوک و شبہات پیدا کرتے ہیں۔

برے دوستوں کو چھوڑنے کا عمل اس وقت پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے کہ جب انسان ایسے کاموں پر توجہ دے جو توبہ کی طرف راہنمائی کرنے کا سبب ہیں اور ایسے اسباب مہیا کرے جو اس عزم کو پورا کریں تا کہ اس کے دل میں خوفِ الٰہی پیدا ہو اور اللہ سے پرامید ہو سکے، چنانچہ یوں گناہوں پر اس کے اصرار کی گانٹھ کھل جائے گی، وہ برے کاموں سے رک جائے گا، ممنوعہ امور سے باز رہے گا، پھر خواہشاتِ نفسانی اور شہواتِ شیطانی کی اتباع سے اپنے نفس کو لگام دے لے گا، فوری طور پر غلطیوں سے الگ تھلگ ہو جائے گا اور پھر پختہ عزم کر

۱۔ ترمذی شریف، تفسیر سورۃ ۲، ۲۲، ابوداؤد، مناسک، ابن ماجہ، مناسک

۲۔ بخاری شریف۔ باب ایمان، مسلم شریف۔ باب مساقات، ابن ماجہ۔ باب الفتن، دارمی۔ باب البیوع

لے گا کہ ایسے گناہوں کی طرف دوبارہ نہیں آئے گا لہٰذا اگر وہ اپنے ارادے کے مطابق چلتا ہے اور اپنے عزم کو عملی جامہ پہنا لیتا ہے تو اللہ کی توفیق اس کے شاملِ حال ہوگی۔

اگر کسی شخص نے ایک یا کئی مرتبہ توبہ توڑ دی پھر اس کے دل نے دوبارہ توبہ کا ارادہ کیا (اور یوں ہوتا ہی رہتا ہے) تو انسان کو اس قسم کے گناہوں سے توبہ کرنے میں بے امید نہیں ہو جانا چاہیئے کیونکہ ہر کام کا اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ سے حکایت ہے' انہوں نے فرمایا کہ میں ایک قصہ گو کے پاس جایا کرتا تھا' اس کی کلام کا مجھ پر اثر ہوا مگر جب میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوتا تو وہ اثر باقی نہ رہا' میں دوبارہ اس کی مجلس میں گیا اور اس کا کلام سنا تو اس کا اثر برے دل پر برابر اثر ہوا اسی حالت میں میں اپنے گھر واپس آ گیا چنانچہ میں نے شریعت کے مخالفت کے سارے آلات توڑ دے اور راہِ مستقیم پر گامزن ہو گیا۔

☆ یہ حکایت حضرت یحییٰ بن معاذ کے پاس بیان ہوئی تو انہوں نے کہا: ''ایک چڑیا نے کونج کا شکار کر لیا اور کونج کا شکار چڑیا نے کر لیا'' آپ نے چڑیا سے مراد قصہ گو لیا اور شکار کرنے والے سے ابوسلیمان دارانی۔

☆ حضرت ابوحفص حدّاد سے حکایت ہے' انہوں نے کہا:

''میں نے کئی بار اپنا پیشہ چھوڑا مگر پھر وہی کام کرنا شروع کیا' آخر اس پیشہ نے مجھے چھوڑ دیا جس کے بعد میں نے وہ کام نہ کیا۔''

☆ کہتے ہیں کہ ابوعمرو بن نجید اپنے ابتدائی دور میں ابوعثمان کی مجلس میں جایا کرتے تھے ان کے دل پر ابوعثمان کا اثر ہوا تو وہ تائب ہو گئے پھر ان سے غفلت ہوئی' اب ابوعثمان کو دیکھتے تو بھاگ جاتے اور ان کی مجلس میں نہ جاتے' ایک مرتبہ ابوعثمان اچانک سامنے آ گئے' ابوعمرو دوسرے راستہ پر ہو گئے' انہوں نے پیچھا کیا اور چلتے چلتے انہیں جا لیا اور کہا اے بیٹے! جو شخص تجھ سے معصوم ہونے کی بناء پر محبت کرتا ہے' اس کی مجلس میں نہ جا' ابوعثمان تجھے اسی حالت میں نفع پہنچا سکتا ہے۔

راوی کے مطابق ابوبکر بن نجید توبہ کر کے ان کے مرید ہو گئے اور پھر توبہ پر قائم رہے۔

☆ میں نے ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا: ایک مرید نے توبہ کی پھر کچھ سستی کر گیا' وہ کچھ دنوں تک سوچتا رہا کہ اگر دوبارہ توبہ کرے تو اس کی پہلی توبہ کا کیا بنے گا' اس پر غیب سے آواز آئی کہ اے فلاں! تو نے ہماری اتباع کی تو ہم نے اسے پسند کیا' تم نے ہمیں چھوڑ دیا تو ہم نے تمہیں مہلت دی' واپس لوٹو گے تو ہم تجھے قبول کر لیں گے چنانچہ وہ مرید ارادت مند بن گیا اور ثابت قدم رہا۔

آدمی جب گناہ چھوڑ دیتا ہے اور دل سے اصرار کی گرہ کھول دیتا ہے اور پختہ عہد کر لیتا ہے کہ دوبارہ یہ کام نہیں کرے گا تو اس کے دل پر صحیح شرمساری واقع ہوتی ہے چنانچہ وہ اپنے کیے پر پچھتاتا ہے' حسرت میں مبتلا ہوتا ہے اور افعال بد کے ارتکاب پر نادم ہوتا ہے' اس کی توبہ مکمل ہوتی ہے اور مجاھدہ صحیح قرار پاتا ہے' وہ لوگوں سے میل جول رکھنے کی بجائے ان سے الگ ہونا شروع ہو جاتا ہے اور برے دوستوں سے ملاقات چھوڑ کر متنفر ہو کر خلوت پسند ہو جاتا ہے' اس کے شب و روز افسوس میں گزرتے ہیں اور اکثر صدق دل سے شرمسار ہوتا ہے' اپنے آنسوؤں کے پانی سے نشانات لغزش مٹاتا ہے' اچھی طرح تائب ہو کر گناہوں کے زخموں کا علاج کرتا ہے' اپنے دوستوں میں گناہ کی شہرت پاتا ہے اور اس کی کمزوری بتاتی ہے کہ وہ صحیح ہو چکا ہے۔

تکمیلِ توبہ کب؟

انسان کی توبہ اس وقت مکمل شمار ہوتی ہے جب وہ روٹھے مخالفوں کو رضامند کرتا ہے کیونکہ توبہ کی پہلی منزل یہ ہے کہ وہ مظالم

سے باز آئے۔ اگر اس کی طاقت میں ہو کہ مخالفوں کے حقوق ادا کردے تو ضرور ادا کرے یا پھر وہ لوگ اپنی مرضی سے معاف کردیں تو بہتر ہے ورنہ عہد کرے کہ ممکن ہونے پر ان کے حقوق ادا کردے گا اور پھر اللہ کی طرف رجوع کرے اور ان کے لئے دُعا کرے۔

توبہ کرنے والوں کے صفات واحوال ہیں جو ان کے خصائل میں شامل ہیں اور وہ توبہ ہی میں گنے جاتے ہیں کیونکہ ان کی صفات ہیں اس لئے نہیں کہ یہ ان کی صحت کی شرط ہیں توبہ کے اسی مفہوم کی طرف شیوخ کے اقوال کا اشارہ ہے۔

اللہ سے معافی، تین قسم

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا فرمایا اللہ سے معافی تین قسم ہوتی ہے ان میں سے اول کا نام "توبہ" ہے۔ درمیانی کا نام "اِنَابَہ" اور تیسری کو "اَوْبَۃٌ" کہتے ہیں چنانچہ آپ نے "توبہ" کو ابتداء میں رکھا اور "اَوْبہ" کو آخر میں اور "اِنَابہ" کو دونوں کے درمیان چنانچہ جو شخص سزا کے خوف سے توبہ کرتا ہے وہ صاحبِ "توبہ" ہوتا ہے جو ثواب کے طمع سے توبہ کرتا ہے وہ صاحب "اِنابہ" ہے اور جو اللہ کے حکم کے لحاظ سے توبہ کرتا ہے ثواب کا طمع نہیں رکھتا اور نہ ہی سزا کا خوف پیش نظر رکھتا ہے ایسا شخص صاحبِ "اَوْبہ" ہوتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "توبہ" مومنوں کی ایک صفت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ سے توبہ کرواے مومنو!)

اور "اِنَابت" اولیاء اور اللہ کے مقرب بندوں کی صفت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (توبہ کا ارادہ لے کر آئے)۔

اور "اَوبۃ" انبیاء ومرسلین کی صفت ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (اچھا ہے بندہ بلاشبہ وہ بہت توبہ کرنے والا ہے)۔

توبہ کے تین معانی

☆ میں نے حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمٰی رحمہ اللہ سے سنا انہوں نے منصور بن عبداللہ سے انہوں نے جعفر بن نصیر سے اور انہوں نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا توبہ کے تین معانی ہیں ان میں سے ایک "شرمساری اور ندامت" ہے اور دوسرا یہ ارادہ کہ جن برے کاموں سے اللہ نے روکا ہے انہیں دوبارہ نہ کرے گا اور تیسرا یہ کہ لوگوں سے ظلماً لیا ہوا ساز وسامان یا مال واپس کردے گا۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ لیت ولعل ترک کرنے کو توبہ کہا جاتا ہے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حارث سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے ایک مرتبہ بھی یوں نہیں کہا کہ اے اللہ "میں تجھ سے توبہ کا سوال کرتا ہوں" میں یوں کہا کرتا ہوں: "اے اللہ! میں تجھ سے توبہ کی خواہش رکھتا ہوں۔"

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں ان کا چہرہ بدلا ہوا دیکھا میں نے پوچھا: یہ حالت کیونکر ہوئی؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس ایک نوجوان آیا اور توبہ کی بابت پوچھا کہ یہ کیسی ہوتی ہے؟ میں نے اسے کہا کہ "تم اپنے گناہ کو نہ بھلایا کرو" وہ مجھ سے بحث کرنے لگا اور کہنے لگا کہ توبہ تو یہ ہوتی ہے کہ گناہوں کو بھلادوں۔ میں نے دل میں کہا بات تو وہی صحیح ہے جو اس نوجوان نے کہی ہے۔ اس نے پھر کہا توبہ کو کیوں پھیلائیں؟ اس پر میں نے کہا اس لئے کہ جب میں جفا کی حالت میں ہوں اور وہ تبدیل کر کے مجھے وفا کی حالت میں لے آئے تو صفائی کی حالت میں جفا کا ذکر کرنا جفا ہوگا۔ یہ سن کر سری

خاموش ہو گئے۔

☆ حضرت ابونصر سراج صوفی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ سے توبہ کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: ''تم اپنے گناہ نہ بھولا کرو۔''

یونہی حضرت جنید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ توبہ کیا ہوتی ہے تو فرمایا کہ ''اپنا گناہ نہ بھولو۔''

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت سہل نے مریدوں اور اعتراض کرنے والوں کے احوال کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ معنیٰ بیان کیا ہے کیونکہ ان کے یہ احوال کبھی ان کے حق میں ہوتے ہیں اور کبھی ان کے خلاف' لیکن حضرت جنید رحمہ اللہ نے محققین کی توبہ بیان کی ہے وہ اس لئے گناہوں کو یاد نہیں کرتے کہ ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت غالب ہوتی ہے اور وہ ہمیشہ ذکر کرتے ہیں۔

☆ ابونصر سراج کہتے ہیں کہ یہ جواب ویسے ہی ہے جیسے رویم سے سوال ہوا تو انہوں نے دیا تھا اور کہا تھا کہ ''یہ توبہ سے تائب ہونے کا نام ہے۔''

☆ پھر حضرت ذوالنون رحمہ اللہ سے توبہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''عوام کی توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے مگر خواص کی توبہ غفلت سے۔''

☆ حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''توبہ یہ ہے کہ تو اللہ کے سوا ہر چیز کے بارے میں توبہ کرلے۔''

☆ حضرت عبداللہ بن علی بن محمد تمیمی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''لغزشوں اور غفلتوں سے توبہ کرنے والوں اور اچھی چیزیں دیکھنے سے توبہ کرنے والوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔''

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''خالص توبہ' توبہ کرنے والے پر پوشیدہ اور ظاہر کسی ظاہری اور باطنی گناہ کا اثر نہیں رہنے دیتی اور جسے خالص توبہ کرنا نصیب ہو جاتا ہے تو اسے شب و روز کی پرواہ نہیں ہوتی کہ کیسے گذر رہے ہیں۔''

☆ حضرت یحیٰی بن معاذ رحمہ اللہ نے عرض کی:

''الٰہی! میں یہ نہیں کہتا کہ میں نے توبہ کر لی ہے اور میں دوبارہ غلطی نہیں کروں گا کیونکہ مجھے اپنی عادتوں کا علم ہے' میں گناہ چھوڑنے کی ضمانت نہیں دیتا کیوں کہ مجھے اپنی کمزوری کا علم ہے' پھر یہ وعدہ کیسے کروں کہ ایسا گناہ نہ کروں گا' ہوسکتا ہے کہ میں ایسے گناہ سے پہلے ہی مر جاؤں۔''

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا:

''گناہ ترک کرنے کے بغیر توبہ کر لینا جھوٹے لوگوں کا کام ہے۔''

☆ حضرت ابن بزدانیار رحمہ اللہ سے ایسے آدمی کے متعلق دریافت کیا گیا کہ جب وہ اللہ کی طرف پیش ہونے کا ارادہ کرے تو ادھر کیسے نکلے؟ اس پر آپ نے فرمایا: وہ ایسے نکلے کہ جہاں سے نکلا تھا' ادھر واپس نہیں آئے گا اور جس کی طرف نکل گیا ہے اس کے علاوہ کسی اور کی پرواہ نہ کرے گا اور جس سے بے زاری ہو چکی' اس کی طرف باطنی طور پر بھی اشارہ نہ کرے گا۔

آپ سے کہا گیا کہ یہ حکم تو اس شخص کے متعلق ہے جو کسی موجود مقام سے نکل کر آئے اور اگر وہ عدم سے نکل کر آئے تو اس کا حکم کیا ہے؟ اس پر فرمایا: ماضی میں گناہ کی تلخی پالینے کی بجائے توبہ کی مٹھاس چکھنا۔

☆ حضرت بوشنجی رحمہ اللہ سے کسی نے توبہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

"جب تم گناہ کو یاد کرو اور وہ تمہیں برا معلوم ہو تو جان لو کہ توبہ یہی ہے۔"

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا:

"حقیقی اور سچی توبہ یہ ہوئی ہے کہ زمین اتنی کھلی ہونے کے باوجود تنگ دکھائی دینے لگے اور تمہیں قرار نہ ہو اور خود تمہارا نفس بھی تنگی محسوس کرے جیسے اللہ فرماتا ہے: وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا[1] (اور وہ اپنی جان سے تنگ آئے اور انہیں یقین ہوا کہ اللہ سے پناہ نہیں مگر اسی کے پاس، پھر انکی توبہ قبول کی کہ تائب رہیں)۔

حضرت ابنِ عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ توبہ دو طرح سے ہوتی ہے:

۱۔ توبۃ الاقامہ اور

۲۔ توبۃ الاستجابہ

"توبۃ الاقامہ" یہ ہوتی ہے کہ انسان سزا کے ڈر سے توبہ کرے اور "توبۃ الاستجابہ" یہ ہوتی ہے کہ اللہ کے کرم دیکھ کر حیاء کرتے ہوئے توبہ کرے۔

☆ کسی نے ابوحفص رحمہ اللہ سے پوچھا کہ توبہ کرنے والا دنیا سے بغض کیوں رکھتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس لئے کہ دنیا وہ گھر ہے جس میں اس نے گناہ کیا ہے۔ سائل نے پھر پوچھا کہ دنیا تو وہ گھر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسے توبہ کی توفیق دی ہے؟ تو فرمایا اسے اپنے کئے کا تو یقینی طور پر معلوم ہے مگر قبولِ توبہ کے بارے میں کھٹکا ہوتا ہے۔

☆ حضرت واسطی کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے سرور اور اطاعت گذاری کی مٹھاس نے انہیں یوں کر دیا کہ وہ لمبی آہ بھرتے لیکن وہ دوسری یعنی غم کی حالت میں اپنی حالت کو چھپائے رکھتے۔

☆ کسی صوفی کا قول ہے کہ جھوٹے لوگوں کی توبہ ان کی زبان کی نوک پر ہوتی ہے یعنی وہ صرف زبانی طور پر "استغفر اللہ (میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں) کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ سے توبہ کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ توبہ میں بندہ کا تو کچھ نہیں ہوتا، یہ تو اللہ کی طرف توجہ کرنا ہوتا ہے نہ کہ بندہ کی طرف۔

☆ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو وحی فرمائی: اے آدم! تیری اولاد تھک جانے اور چور ہو جانے میں مبتلا ہوئی اور تو نے اسے توبہ کا راستہ بتایا چنانچہ ان میں سے جو مجھے ایسے بلائے گا جیسے تم نے پکارا ہے تو میں اس کی درخواست کا یوں جواب دوں گا جیسے تجھے دیا ہے اور اے آدم! توبہ کر لینے والوں کو میں یوں اٹھاؤں گا کہ وہ تبسم کر رہے ہونگے اور بہت خوش ہوں گے کیونکہ ان کی توبہ قبول ہو چکی ہوگی۔

☆ ایک شخص نے حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی کہ میں نے ڈھیروں کوتاہیاں اور گناہ کر رکھے ہیں تو کیا اگر میں توبہ کرلوں،

۱۔ سورۂ توبہ۔ آیت: ۱۱۸

میری توبہ قبول ہوگی؟ آپ نے فرمایا: نہیں بلکہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق توبہ دے گا تو توبہ کرلے گا۔

یاد رکھئے' اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ[1] (بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے اور اچھی طرح پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے)۔

جس سے کسی قسم کی کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے' اُسے اس کا احساس ہو جاتا ہے اور جب وہ توبہ کرتا ہے تو اس کے دل میں شک رہتا ہے بالخصوص اس وقت جب کہ توبہ کی مقبولیت کی شرط اور حق یہ ہوتا ہے کہ توبہ کرنے والا محبت الٰہیہ کرنا ہو اور یہ دور کی بات ہے کہ عاصی و گنہگار اپنے اوصاف میں ایسے نشانات معلوم کرلے جن سے اللہ تعالیٰ کی اس سے محبت معلوم ہوتی ہو لہٰذا جب بندے کو معلوم ہو رہا ہو کہ وہ ایسی خطا کر بیٹھا ہے جس کی توبہ ضروری ہے تو اسے اللہ کے سامنے عجز و انکسار سے کام لینا چاہیے' زاری کرتا رہے اور استغفار کی عادت بنا لے جیسے صوفیہ کا قول ہے کہ: اِسۡتِشۡعَارُ الۡوَجَلِ اِلَی الۡاَجَلِ (آخری دم تک خوفِ خدا کا شعور ہونا چاہیے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھنے کا ارادہ کرتے ہو تو بس میری فرمانبرداری کرنے لگو' وہ تمہیں پسند فرمالے گا)۔

☆ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ ہمیشہ استغفار فرماتے رہتے اور اسی لئے فرمایا تھا اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلۡبِیۡ فَاَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ فِی الۡیَوۡمِ سَبۡعِیۡنَ مَرَّۃً (میرے دل پر ایک بادل سا پردہ آجاتا ہے تو میں دن بھر میں ستر مرتبہ استغفار کیا کرتا ہوں)۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کا قول ہے "توبہ کر لینے کے بعد صرف ایک لغزش' توبہ سے پہلے کی ستر لغزشوں سے بدتر ہوتی ہے۔"

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ (ان کا لوٹنا ہماری ہی طرف ہوگا) کے متعلق فرماتے تھے کہ اگرچہ یہ لوگ کتنے ہی خلافِ شریعت کام کیوں نہ کرتے رہیں' آخر انہیں ہماری ہی طرف لوٹ آنا ہوگا۔

☆ حضرت ابوانماطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ علی بن عیسیٰ وزیر کی سواری بڑے اعزاز سے چلی' لوگ پوچھنے لگے کہ یہ شخص کون ہے؟ تو راستے میں کھڑی ایک عورت نے ان سے کہا کہ تم اس کے بارے میں کب تک پوچھتے رہو گے' یہ تو ایسا شخص ہے کہ اللہ نے جسے نظروں سے گرا دیا ہے چنانچہ جس مصیبت میں گرفتار ہے' تم دیکھ ہی رہے ہو' علی بن عیسیٰ نے یہ بات سن لی' وہیں سے گھر پہنچے اور وزارت سے مستعفی ہو گئے پھر مکہ چلے گئے اور وہیں رہے۔

[1] سورۂ آلِ عمران۔ آیت: ۳۱

باب

اَلْمُجَاهَدَہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے اور بے شک اللہ نیکوں کے ساتھ ہے)۔

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل جہاد کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (ایک ظالم بادشاہ کے سامنے عدل وانصاف کی بات کہہ دینا ہے) چنانچہ حضرت ابوسعید آبدیدہ ہو گئے۔

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا:

"ایسا شخص جو ظاہری طور پر اپنے آپ کو مجاہدے اور لگاتار مشقت میں مصروف رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے باطنی کاموں کو بھی سنوار دے گا۔" کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔

یہ بات یاد رکھئے کہ جو شخص ابتداء میں مجاہدہ سے کام نہیں لیتا وہ اس راستے میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جس شخص کا یہ خیال ہو کہ اس کے لئے مجاہدے اور کوشش کے بغیر راہیں کھل جائیں گی یا کچھ بھی سہارا ملے گا تو وہ غلطی میں ہے۔

☆ حضرت الاستاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ابتداءِ حال میں قومہ (قیام) نہیں کر سکتا اس کے لئے جلسہ (نماز میں بیٹھنا) کی باری کیسے آسکے گی؟

آپ نے یہ بھی فرمایا: لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ حرکت میں برکت ہوتی ہے اور وہ یہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ ظاہری عمل و کوشش ہی باطن میں برکتیں پیدا کر سکتی ہے۔

☆ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بارہ سال تک اپنے نفس کا لوہار رہا (عمل کی ضربیں لگاتا رہا)، پانچ سال تک اپنے دل کا آئینہ رہا (دل میں آنے والے خیالات کا جائزہ لیتا رہا) اور یوں ان دونوں کا کام دیکھتا رہا پھر دیکھا تو میرے اندر زنار ویسے ہی تھا (میں بے عمل ہو چکا تھا اور نفس میں خیالات دنیوی اور خواہشاتِ نفسانی بھری پڑی تھیں) جسے کاٹنے میں بارہ سال صرف کر دیئے، میں نے پھر دیکھا کہ ابھی زنار اندر ہی تھا چنانچہ پانچ سال تک کے عرصے میں میں ہر وقت دیکھتا رہا کہ اسے کیسے کاٹوں؟ آخر کار معاملہ واضح ہو گیا اور راستے کھل گئے، اب میں نے مخلوقات پر نظر دوڑائی تو مجھے پتہ چلا کہ یہ تو میرے لئے موت ہے چنانچہ میں نے اس پر جنازہ کی چار تکبیریں پڑھ دیں (یعنی دنیا سے بالکل تعلق توڑ لیا)۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اے میرے جوانو! میری عمر تک پہنچنے سے پہلے پہلے کوشش کر لو، ایسا نہ ہو کہ میری طرح کمزور اور بیکار ہو جاؤ۔" حالانکہ اس

بات (ولایت) میں کوئی جوان آدمی بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا اور نہ ہی ان جتنی عبادت کرسکتا تھا)۔

تصوف کی بنیاد:

☆ حضرت حسن قزار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصوف کا دارومدار تین چیزوں پر ہے۔

۱۔ جب تک فاقہ کی حالت نہ ہو نہ کھاؤ۔

۲۔ جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو سونے سے گریز رکھو

۳۔ ضرورت کے بغیر بات نہ کیا کرو۔

مرتبۂ صالحین کے شرائط:

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جب تک انسان سات گھاٹیاں عبور نہ کرلے' صالحین کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکتا۔

۱۔ ناز ونعمت کا دروازہ بند کر کے سختی برداشت کرنے کا دروازہ نہ کھول لے۔

۲۔ عزت کی طلب کا دروازہ بند کر کے ذل اپنانے کا دروازہ نہ کھول لے۔

۳۔ آرام وراحت کا دروازہ بند کر کے اور لگاتار کوشش کا دروازہ نہ کھول لے۔

۴۔ نیند کا دروازہ بند کر کے بیداری کا دروازہ نہ کھول لے۔

۵۔ امیر ہونے کا دروازہ بند کر کے فقر شروع نہ کر دے۔

۶۔ امیدیں لگانا بند کر کے موت کی تیاری شروع نہ کر دے۔

☆ حضرت عمر بن نجید رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جس کو اپنا نفس اچھا معلوم ہونے لگا' اس کے لئے دین اپنانا آسان ہو گیا۔''

☆ حضرت ابوعلی روزباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب صوفی بننے والا پانچ ہی دن کے بعد یہ کہہ اٹھے کہ میں بھوکا ہوں تو اسے بازار بھیج دو اور کہو کہ جاؤ محنت مزدوری کر کے پیٹ بھر لیا کرو۔

یہ یقین کرلو کہ مجاہدہ نفس اور اس کا دارومدار اس پر ہے کہ وہ مرغوب چیزوں سے اپنے نفس کو ہٹا لے اور ہر وقت اسے اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرے۔ دو ہی باتیں ہیں جو نفس کو نیک کام کرنے سے روکتی ہیں' ایک خواہشات نفسانی میں پڑ جانا اور دوسرا عبادتوں سے رک جانا چنانچہ جب نفس سرکشی کی حالت میں اپنی خواہشات کے مطابق کام کرنا چاہے تو اسے تقویٰ کی لگام دے دو (یعنی خوفِ خدا کی پابندی پر لگا دو) اور جب دین کی موافقت پر ڈٹ جائے تو اسے اس کی خواہشات کے خلاف چلنے پر مجبور کر دو اور جب وہ غصے سے بھر جائے تو اس پر نگاہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ بحالت غصہ اسے مقابلہ کے وقت حسنِ اخلاق برتنے کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اسی سے اس کا غرور توڑا جاسکتا ہے اور اس کی آگ کو نرمی ہی سے بجھایا جاسکتا ہے اور جب یہ نفس رعونت کی شراب کا جواز تلاش کرے' اس کی اچھائیاں بیان کرنے سے نہ رکے اور اسے بنا سنوار کر دکھانے سے باز نہ آئے تو ایسے نفس کو مروڑنا ضروری ہوتا ہے اور اسے ذلت کی سزا دینے کی ضرورت ہوتی ہے جس سے اس کی قدر و قیمت میں کمی ہو' اس کی بنیادی کمینگی ظاہر ہو اور اس کے افعالِ بد کا پتہ چل سکے۔

عام لوگوں کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعمال پورے طور پر ادا کریں لیکن خواص کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اپنے احوال درست کریں' یہ بھوک اور بیداری کا برداشت کر لینا آسان ہوتا ہے لیکن اخلاق کا سنوارنا اور خراب اخلاق کو درست کرنا بہر حال مشکل کام ہے۔

نفس کی ایک بری عادت یہ ہے کہ وہ اپنی تعریف پسند کرنے لگتا ہے چنانچہ جس نے تعریف ایک گھونٹ بھی پی لیا تو گویا وہ زمین و آسمان کو ایک پلک پر اٹھا لے گا اور اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ جب اسے اس کی شراب (تعریف) نہ ملے تو نیک اعمال کرنے سے ست ہو جاتا ہے۔

☆ ایک بزرگ سالہا سال تک پہلی صف میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے' ایک دن ایسا ہوا کہ انہیں مسجد میں صبح سویرے جانے سے کوئی چیز رکاوٹ بن گئی چنانچہ انہوں نے نماز آخری صف میں پڑھی اور پھر اس کے بعد عرصہ تک نظر نہ آئے' ان سے وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے کہا کہ میں نمازیں قضاء پڑھتا رہا ہوں اور اتنی اتنی قضا پڑھی ہیں جنہیں میں اتنے سال سے پڑھتا آ رہا ہوں' میرا خیال یہ تھا کہ اپنی نمازوں میں مخلص ہوں چنانچہ ایک دن ایسا آیا کہ لیٹ کی وجہ سے آخری صف میں نماز پڑھی' لوگوں نے مجھے دیکھا تو میں شرمسار ہو گیا' اس (شرمساری) پر مجھے پتہ چلا کہ میں تو (اگلی صف میں) وہ نمازیں ان لوگوں کے دکھلاوے کے لئے پڑھتا رہا ہوں اور اتنا عرصہ بھی گزر چکا ہے چنانچہ میں نے ایسی قضاء کر کے پڑھی ہیں۔

☆ حضرت ابو محمد مرتعش رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے' انہوں نے فرمایا:

''میں نے اتنے حج حالتِ تجرید (دنیا سے بے تعلق ہو کر) ادا کئے' مجھے پتہ چل گیا کہ ان میں میری خواہشاتِ نفسانی کا دخل تھا' ہوا یوں کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے پانی کا گھڑا لانے کو کہا' یہ بات مجھے گراں محسوس ہوئی' اس پر مجھے پتہ چلا کہ ان حجوں میں میری کوئی ذاتی غرض تھی (اور ان میں نفس کا کوئی دخل تھا) کیونکہ اگر میرا نفس فنا ہو چکا ہوتا تو شریعت کا حق (ماں کا حکم ماننا) مجھے مشکل محسوس نہ ہوتا۔

☆ ایک عمر رسیدہ خاتون سے اس کی حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے کہا:

''میں جوانی کے دنوں میں اپنے نفس کے اندر چستی اور ایک خاص حالت والی تھی جس سے میں سمجھتی تھی کہ مجھ پر ''حال'' کی قوت طاری ہے چنانچہ اب جبکہ میں بوڑھی ہو چکی ہو تو وہ قوت دکھائی نہیں دیتی اور نہ ہی میں اپنے مرتبۂ حال میں ہوں لہٰذا میں جان گئی ہوں کہ وہ ''حال'' کی قوت نہ تھی بلکہ صرف جوانی کی قوت تھی جسے میں نے حال سمجھ لیا تھا۔

میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' آپ نے فرمایا کہ اس بڑھیا کی یہ حکایت جس کسی نے بھی سنی' اس کے دل میں اس بڑھیا کے بارے میں رحم آیا کہ اس نے بڑے انصاف کی بات کی تھی۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے ایسی عزت کسی بھی بندے کو عطا نہیں فرمائی جیسی اس شخص کو دے دی جسے پتہ چل جاتا ہے کہ اس کا نفس ذلیل ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا ذلیل کیا جیسا اس شخص کو کیا جسے پتہ نہ چل سکا کہ اس کا نفس ذلیل ہے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ کا قول ہے کہ میں نے ہولناک دکھائی دینے والی ہر چیز پر سواری کی (نفس کو اس کی خواہش سے روکا)۔

☆ حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ ''راحت'' آرزوہائے نفس سے خلاصی حاصل کر لینے کا نام ہے۔''

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مخلوقات پر تین وجہ سے آفت آتی ہے طبیعت کی بیماری، عادت بد پر قائم رہنے اور محفل کی خرابی سے۔ اس پر میں نے پوچھا کہ طبیعت کی بیماری سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا: حرام کھانا (اس سے طبیعت بیمار ہو جاتی ہے) پھر پوچھا کہ عادت پر ملازمت کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ حرام طریقے پر دیکھنا اور حرام ہی طریقے سے سننا اور پھر چغلی کھانا۔ میں نے پھر پوچھا کہ یہ فساد صحبت کیا ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ جب بھی انسان کے نفس میں کوئی خواہش پیدا ہو تو وہ اس کے پیچھے پڑے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تجھے تیرے نفس نے قید کر رکھا ہے، تم اس سے نکل پڑو گے تو ہمیشہ کی راحت پاؤ گے۔"

☆ حضرت ابوالحسین وراق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ کی مسجد میں ابتدائے تصوف میں ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ اگر کچھ پاس ہو تو پہلے دوسروں کو دے کر ایثار کا ثبوت دو، رات کو ہر چیز تقسیم کر کے سوؤ، کوئی تکلیف بھی دے تو اس سے انتقام نہ لو بلکہ اسے معذور سمجھو، عاجزی سے پیش آؤ، کسی کے بارے میں حقارت پیدا ہونے پر اس کی خدمت کرو (یوں جذبۂ حقارت ختم ہو گا) اور اچھے طریقے سے برتاؤ کرو حتیٰ کہ تمہارے دل سے اس کے بارے میں حقارت دور ہو جائے۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا:

"نفس ایک تاریکی سمجھو، اگر اس میں اللہ تعالیٰ کا بھید آ جائے تو یہ روشن ہو گا، اس روشنی کے لئے توفیقِ خداوندی کی ضرورت ہے چنانچہ جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق نہیں ملتی، اس کا نفس پورے کا پورا تاریک ہی رہے گا۔"

☆ استاد امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں حضرت ابوحفص رحمہ اللہ کا یہ فرمانا "سِرَّ اجُهَا سِرُّهَا" اس سے آپ کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ بھید ہے جو بندے اور اللہ کے درمیان پایا جاتا ہے اور یہی اس کے خلوص کا مقام ہے، اسی سے انسان کو پتہ چلتا ہے کہ حادثاتِ زمانہ اللہ ہی کے ساتھ ہیں، اس کے اپنے نفس کے ساتھ نہیں، نہ ہی اس کے نفس کی طرف سے ان کی ابتداء ہے، ایسا خیال کر کے ہی وہ اپنے قوی اور طاقتور بن کر دکھانے سے بری رہے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے اپنے نفس کی برائیوں سے بچ سکے گا کیونکہ توفیق الٰہی جس کا ساتھ نہ دے، اسے اپنے نفس اور اپنے رب کی پہچان نہ ہوگی، اسی لئے مشائخ کا فرمان ہے "جو بھید سنبھالنے والا نہیں بنتا وہ برائی پر اڑا ہوا ہے۔"

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب تک انسان اپنے نفس کی کسی بھی چیز کو اچھا جان رہا ہوتا ہے تب تک وہ اپنے نفس کے عیب نہیں دیکھ سکتا، یہ عیب وہی دیکھے گا جو اپنے نفس کو ہر حال میں برا سمجھے۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص بہت جلد ہلاک ہو جائے گا جو اپنے نفس کے عیب نہیں دیکھتا کیونکہ یہ گناہ کفر کی ابتداء ہیں۔

☆ حضرت ابوسلیمان فرماتے ہیں کہ "میں نے اپنے نفس کے کسی کام کو اچھا نہیں سمجھا کہ اسے کارِ ثواب کے طور پر گن رکھوں۔"

تین چیزوں سے بچو:

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"امیر لوگوں کے پڑوس سے بچو، بازار میں قرآن پڑھنے والوں سے بچو اور حکمرانوں کے رکھے علماء سے بچو۔"

فساد کی بنیاد:

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلوق میں فساد چھ چیزوں سے پیدا ہوا:

۱۔ آخرت کے بارے لوگوں کی نیت کی کمزوری سے۔

۲۔ بدن کے شہوات میں پڑنے سے۔

۳۔ موت کو قریب جاننے کے باوجود لمبی امیدیں لگانے سے۔

۴۔ اللہ کی رضاء پر لوگوں کی رضاء کو ترجیح دینے سے۔

۵۔ خواہشاتِ نفسانی کے پیچھے چلنے اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیٹھ پیچھے ڈالنے سے۔

۶۔ اکابر کی معمولی کوتاہیوں پر نظر رکھنے اور ان کے مناقب (اچھائیاں) بھلانے سے۔

باب

خلوت و عزلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تمام لوگوں میں سے بہتر زندگی ایسے شخص کی ہے کہ وہ راہِ خدا میں (جہاد کے لئے) گھوڑے کی لگام تھامے تیار ہو، جب بھی کہیں گھبراہٹ یا خطرہ محسوس ہو، اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو جائے اور ایسے مقام پر پہنچے جہاں موت یا قتل کا اندیشہ ہو، یا وہ شخص بہتر ہے جو اپنی کچھ بکریاں لئے ان پہاڑوں میں سے کسی پہاڑ کی چوٹی پر رہائش رکھتا ہو یا کسی وادی میں اور وہاں نماز پڑھتا ہو، زکوۃ دیتا ہو اور مرتے دم تک اپنے پروردگار کی عبادت میں لگا رہے تو وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہتر رہے گا۔''

☆ حضرت استاد فرماتے ہیں کہ ''خلوت'' (تنہائی) صاف دل لوگوں کی ایک صفت ہے اور گوشہ نشینی وتنہائی اللہ کے وصال کی علامت ہوتی ہے اور راہِ تصوف میں قدم رکھتے ہی اپنے جیسے لوگوں سے علیحدگی ضروری ہوتی ہے اور آخری مقامات میں یہی تنہائی خلوت میں بھی ضروری ہوتی ہے کہ اللہ سے انس کا سلسلہ قائم ہو سکے۔

تنہائی کے دنوں میں بندے کو یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے کہ اس علیحدگی کی وجہ سے لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں، ذہن میں یہ نہ لائے کہ وہ لوگوں کے شر سے محفوظ رہے گا کیونکہ ان دو قسموں میں سے پہلی میں یہ بات ہے کہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانے گا اور دوسری میں یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ وہ لوگوں پر فوقیت رکھتا ہے حالانکہ بات سیدھی سی ہے، جو اپنے نفس کو حقیر سمجھے گا وہی تواضع والا ہوگا اور جس نے اپنے آپ کو فوقیت دی، وہ متکبر کہلائے گا۔

☆ کسی نے ایک راہب کو دیکھا اور پوچھا کہ تم راہب ہو؟ اس نے کہا، نہیں، میں تو کتے کا رکھوالا ہوں، میرا نفس تو ایک کتا ہے جو مخلوق کو کاٹتا ہے اس لئے میں نے اسے لوگوں میں سے نکال لیا ہے تاکہ وہ اس سے محفوظ ہو جائیں۔

☆ کوئی آدمی ایک صالح کے پاس سے گزرا تو اس صالح نے اس شخص سے اپنے کپڑے لپیٹ لئے۔ آدمی نے کہا: میرے کپڑے پلید تو نہیں ہیں، آپ اپنے کپڑے کیوں لپیٹ رہے ہیں، اس پر شیخ نے کہا: تم وہم میں پڑ گئے ہو، کپڑے تو میرے پلید ہیں لہٰذا میں نے انہیں اس لئے لپیٹا ہے کہ آپ کے کپڑے پلید نہ ہو جائیں، اپنے کپڑوں کے پلید ہونے کی وجہ سے نہیں لپیٹا۔

گوشہ نشینی کے آداب:

گوشہ نشینی کے آداب میں سے یہ ہے کہ انسان اس قدر علوم حاصل کر لے کہ اپنا عقیدۂ توحید صحیح کر سکے تاکہ شیطان اسے وسوسوں میں نہ ڈال سکے پھر شرعی علوم بھی اس قدر پڑھ لے کہ اپنے فرائض ادا کر سکے تاکہ اس کے تصوف کی بنیاد مضبوط بنیادوں پر قائم ہو سکے۔

درحقیقت ''عزلت'' بری عادتوں سے دوری کا نام ہے، اس کا مقصد اپنی صفات کی تبدیلی ہے، اپنے باطن سے دوری مقصود نہیں

چنانچہ اس سے پوچھا گیا کہ عارف کون ہوتا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ کائن بائن ہوتا ہے' مطلب یہ کہ وہ مخلوق کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی اندر سے اپنے آپ کو الگ رکھتا ہے۔

☆ میں نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے:

''لوگوں میں رہتے ہوئے وہی کچھ پہنو جو وہ پہنتے ہیں اور وہی کھاؤ جو وہ کھاتے ہیں اور صرف اندرونی طور پر ان سے الگ رہو۔''

☆ انہیں یہ بتاتے بھی سنا کہ:

''ایک شخص میرے پاس آیا اور بتایا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں' میں نے اس سے کہا کہ تصوف کا دارومدار سفر طے کرنے اور مشقت اٹھانے پر نہیں ہے' بس اتنا ہے کہ اپنے نفس سے قدم بھر بھی ایک طرف ہٹ سکو گے تو تمہیں تمہارا مقصود مل جائے گا۔''

☆ حضرت ابویزید رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے خواب میں اپنے پروردگار کو دیکھا تو عرض کی' اے پروردگار! میں تجھ سے ملاقات کے لئے کیا کیا کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اپنے نفس کو چھوڑ کر مل سکتے ہو۔''

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے گوشہ نشین ہو جاتا ہے تو اسے چاہئے کہ اپنے پروردگار کی یاد کے بغیر ہر یاد سے خالی ہو جائے' اللہ کی رضا کے بغیر کسی شے کا ارادہ نہ ہو' خواہشات نفس سے خالی ہو اور اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کی گوشہ نشینی اسے کسی آزمائش یا مصیبت میں ڈال دے گی۔ یہ بھی قول ملتا ہے کہ: ''خلوت میں گوشہ نشینی سے تمام اسبابِ سکون مہیا ہو جاتے ہیں۔''

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دیکھو! تمہیں گوشہ نشینی سے محبت ہے یا اس خلوت میں اللہ سے محبت ہے؟ اگر خلوت سے محبت ہے تو خلوت ترک کرنے کے بعد تمہارا انس و محبت ختم ہو جائے گا اور اگر خلوت کے موقع پر تمہارا انس اللہ تعالیٰ سے ہے تو پھر بیابان اور جنگل تمہارے لئے یکساں ہوں گے (جہاں چاہو' خلوت میں رہو' اس خدا سے انس جاری رہے گا)

☆ حضرت محمد بن حامد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے آیا' واپسی کا ارادہ کیا تو عرض کی' مجھے کوئی وصیت کیجئے! آپ نے فرمایا:

''میں نے تو خلوت اور تنہائی ہی میں دنیا و آخرت کی بھلائی دیکھی ہے' بہت لوگوں میں رہنے سے تو دنیا و آخرت میں برائی ہی دیکھی ہے۔''

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ سے عزلت (گوشہ نشینی) کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

''عزلت یہ ہے کہ تو لوگوں کے ہجوم میں ہو کر بھی اپنے نفس کو لوگوں کے گھل مل جانے سے بچائے رکھو' اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھو اور اپنا باطن حق تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ رکھو۔''

بعض صوفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ''جس نے گوشہ نشینی اختیار کر لی تو گویا اس نے علیحدگی کو پالیا (یعنی اللہ سے علیحدگی میں ملاقات کا موقع مل گیا)۔''

حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکلِ حلال کے بغیر گوشہ نشینی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اللہ کے حق ادا کرنے کے بغیر کوئی

رزق حلال نہیں کھا سکتا۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اخلاص کی طرف متوجہ کرنے والی کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جیسے گوشہ نشینی ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ رملی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمہیں خلوت کو دوست بنالینا چاہیئے' بھوک اپنی خوراک بنالو اور اپنی گفتگو کی جگہ پر اللہ سے سرگوشی کرلیا کرو' نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو تم مرجاؤ گے یا پھر اللہ وصال نصیب ہوجائے گا۔''

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جو شخص صرف تنہائی اختیار کر کے مخلوق سے چھپ جاتا ہے' وہ اس جیسا ہرگز نہ ہوگا جو اللہ سے تعلق رکھ کر مخلوق سے چھپ جاتا ہے۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی کی تکلیف برداشت کرنا لوگوں سے میل جول اور ان کی خاطر مدارات میں مصروف رہنے سے زیادہ آسان ہے۔

☆ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ لوگوں میں گھل مل کر رہنا بہتر ہوتا ہے لیکن گوشہ نشینی میں سلامتی موجود ہوتی ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوشہ نشینی میں صدیقین کی صحبت ملتی ہے۔

☆ حضرت الاستاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت شبلی رحمہ اللہ سے سنا' انہوں نے فرمایا:

''اے لوگو! افلاس سے بچو' عرض کی گئی کہ اے ابوبکر! یہ افلاس کیا ہوتا ہے؟ اس کی علامت کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اخلاص کی علامت یہ ہے کہ انسان لوگوں سے انس رکھنے لگے۔''

☆ حضرت یحییٰ بن ابوکثیر رحمہ اللہ نے فرمایا:

''لوگوں سے میل جول رکھنے والا ان کی خاطر مدارات کرتا ہے اور جب یہ دلجوئی کرتا ہے تو وہ دکھلاوا کرتا ہے۔''

☆ حضرت شعیب بن حرب رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں کوفہ پہنچا تو حضرت مالک بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملا' وہ تنہا بیٹھے تھے' میں نے عرض کی کہ اکیلا بیٹھے رہنے سے آپ کو تنہائی کا احساس نہیں ہوتا؟ انہوں نے فرمایا' میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے تنہائی محسوس کرے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص اپنے دین کی حفاظت چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ اس کا بدن اور دل راحت میں ہو تو اسے چاہیئے کہ لوگوں سے الگ تھلگ رہے کیونکہ یہی تنہائی کا وقت ہوگا اور عقل مند وہ ہے جو ایسے وقت میں اکیلا ہو۔

☆ حضرت ابویعقوب سوسی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''دنیا سے الگ تھلگ رہنا مضبوط لوگوں کا کام ہے اور ہم جیسے لوگوں کے لئے لوگوں سے میل جول ہی بہتر ہے کیونکہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ کر عمل کرتے ہیں''

☆ حضرت ابوالعباس دامغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت شبلی رحمہ اللہ نے یہ نصیحت فرمائی:

''تنہائی میں رہنا شروع کر دو' عام لوگوں میں سے اپنا نام مٹا دو اور فوت ہونے تک منہ دیوار کی طرف کئے رکھو۔''

☆ حضرت شعیب بن حرب رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا تو آپ نے پوچھا' کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا: آپ کے ہاں رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:

''اے بھائی! عبادت' شرکت گوارا نہیں کرتی اور پھر جو اللہ کے ساتھ انس نہیں رکھتا وہ اور کسی کے ساتھ بھی انس نہیں رکھ سکتا۔''

☆ کسی صوفی کے بارے میں آتا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ آپ کو دورانِ سفر کیا عجیب واقعہ پیش آیا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے حضرت خضر علیہ السلام ملے اور میری صحبت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی تو مجھے ڈر لگا کہ کہیں میرے توکل کو ضرر نہ پہنچے۔

☆ ایک صوفی سے کہا گیا' ہے کوئی یہاں جس سے آپ کو انس ہو؟ انہوں نے کہا ہاں چنانچہ انہوں نے قرآن کریم کی طرف ہاتھ بڑھایا' اور پکڑ کر اسے گود میں رکھ لیا پھر کہا کہ مجھے اس سے انس ہے۔

اسی سلسلے کا ایک شعر ہے:

''تمہارے خطوط میرے ارگرد ہیں کہ بستر سے الگ نہیں اور ان میں اس بیماری کے لئے شفا ہے جسے میں چھپا رہا ہوں۔''

☆ ایک شخص نے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کہا کہ میرے لئے گوشہ نشینی کب صحیح رہے گی؟ انہوں نے کہا: جب تم اپنے نفس سے علیحدہ ہو سکو گے۔

☆ حضرت ابنِ مبارک سے پوچھا گیا کہ دل کے لئے کونسی دوا ہوتی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ لوگوں سے ملاقات کم سے کم!

☆ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مصیبت کی ذلت سے نکال کر عبادت کی عزت کی طرف لے جانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے تنہائی سے مانوس کر دیتا ہے' قناعت کی دولت سے استغناء دے دیتا ہے' اسے اس کے عیب دکھاتا ہے اور جسے یہ نعمتیں مل گئیں تو گویا اسے دنیا و آخرت کی ہر بہتری مل گئی۔

التَّقْوٰی (پرہیز گاری)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ [1] (تم میں سب سے تقویٰ والا اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا ہوتا ہے)۔

☆ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی، یا رسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو کیونکہ اسی میں ہر بھلائی موجود ہے اور جہاد بھی لازم ہے کیونکہ مسلمانوں کے لئے یہی بہت بڑی عبادت ہے نیز ذکر اللہ تم پر لازم ہے کیونکہ یہ تمہیں روشنی دے گا۔[2]

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا: اے نبی اللہ! آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر متقی اور پرہیز گار۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ میں ہر بھلائی موجود ہے اور تقویٰ کا حقیقی معنی یہ ہے کہ عبادت کے ذریعے اللہ کی سزا سے بچا کرو جیسے عربی لوگ کہتے ہیں اِتَّقٰی فُلَانٌ بِتُرْسِہٖ (فلاں شخص اپنی ڈھال کے ذریعے بچ گیا) اور اصل تقویٰ یہ ہوتا ہے کہ آدمی شرک سے بچے، بعد ازاں گناہوں اور کوتاہیوں سے بچے، پھر شبہ ڈالنے والی اشیاء سے بچے اور پھر فضول باتیں چھوڑ دے۔

☆ میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے بھی یہی کچھ سنا اور پھر یہ بھی سنا کہ مذکورہ ہر قسم کا ایک الگ باب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے قول اِتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ [3] (اللہ سے خوف رکھنے کا حق ادا کرو) کی تفسیر میں آتا ہے کہ اس کا معنیٰ یوں ہوگا کہ اس کی اطاعت تو کی جائے لیکن نافرمانی نہ کی جائے، اسے یاد کیا جائے، بھلایا نہ جائے اور اس کا شکر کیا جائے اس کا انکار نہ کیا جائے۔

☆ نیز سنا کہ حضرت سعد بن عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا:

''اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر کوئی راہنما نہیں۔ تقویٰ کے بغیر کوئی آخرت کا سامان نہیں اور کوئی بھی عمل صبر کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔''

☆ آپ ہی سے یہ بھی سنا، وہ فرماتے تھے کہ میں نے ابوبکر رازی سے سنا اور انہوں نے کتانی کو فرماتے سنا کہ

''دنیا کی تقسیم آزمائش کی بنا پر اور آخرت کی تقویٰ کی بناء پر کی گئی۔''

☆ نیز اسی روایت سے حضرت جریری فرماتے ہیں:

''جس شخص کے اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کا فیصلہ نہ ہو سکے، وہ کشف اور مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔''

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تقویٰ یہ ہے کہ بندہ ہر ماسوی اللہ سے ڈرے۔

۱۔ سورۂ حجرات۔ آیت: ۱۳ ۲۔ مسند احمد بن حنبل ۳۔ سورۂ آل عمران۔ آیت: ۱۰۲

☆ حضرت سہل نے فرمایا: جو صحیح تقویٰ کا ارادہ کرے اُسے ہر قسم کے گناہ چھوڑنے ہوں گے۔

☆ حضرت نصر آبادی نے فرمایا:

"جو تقویٰ کی عادت اپنا لیتا ہے اس میں ترکِ دنیا کا شوق پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (دارِ آخرت تقویٰ اپنانے والوں کے لئے بہت بہتر ہے کیا تم عقل سے کام نہیں رہے؟)

☆ ایک صوفی نے کہا کہ "جو شخص تقویٰ کی عادت اچھے طور پر اپنا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل میں ڈالتا ہے کہ دنیا سے منہ موڑ لینا آسان ہے۔"

☆ حضرت ابو عبداللہ روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تقویٰ ہر اس چیز سے دور رہنے کا نام ہے جو اللہ سے دور کر دے۔"

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا:

"متقی وہ ہوتا ہے جو اپنے ظاہری معاملات کو شریعت سے ٹکرانے والی چیزوں کے ذریعے گندا نہ کرے نہ ہی برائیوں کے ذریعے اپنے باطن کو پلید کرے بلکہ اللہ کی رضا سے موافقت کرے۔"

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا:

"تقویٰ کی علامت ایک ظاہری ہوتی ہے اور ایک باطنی، ظاہری علامت یہ ہے کہ انسان شرعی حدود کی حفاظت کرے اور باطنی علامت، نیت کی درستگی اور دل میں خلوص کا ہونا ہے۔"

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"زندگی وہ ہوتی ہے جو ایسے لوگوں کے ساتھ ہو جن کے دل تقویٰ کا اشتیاق رکھتے ہیں اور ذکر الٰہی سے خوش ہوتے ہیں، یہ یقین کی روح اور خوشبو سے یوں سکون حاصل کرتے ہیں جیسے دودھ پیتا بچہ ماں کی گود میں سکون پاتا ہے۔"

متقی کے علامات:

☆ کہتے ہیں کہ آدمی کے تقویٰ میں تین علامتیں بطور دلیل ہوتی ہیں:

۱۔ جو چیز ابھی مل نہیں سکی، اس پر اچھا توکل کرنا۔

۲۔ جو مل چکی ہے، اس پر خوب راضی ہونا اور

۳۔ جو باقی نہیں رہی، اس پر اچھے طریقے سے صبر کرنا۔

☆ حضرت طلق بن حبیب رحمہ اللہ نے بتایا:

"اللہ کے عذاب کے ڈر سے نور الٰہی کے ذریعے اللہ کی عبادت کا عمل، تقویٰ کہلاتا ہے۔"

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"تقویٰ، خالص حلال اشیاء کھانے کا نام ہے نہ کہ کوئی اور چیز۔"

☆ حضرت ابوالحسین زنجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جس شخص کا اصل مال تقویٰ ہو (تقویٰ پر کاربند ہو) تو زبانیں اس کا نفع بتانے سے عاجز ہوتی ہیں۔"

تقویٰ پر کاربند ہو:

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تقویٰ' یہ ہے کہ اپنے تقویٰ سے بچے یعنی اپنے تقویٰ کو دیکھنے سے بچے اور متقی لوگ ابن سیرین رحمہ اللہ جیسے ہوتے ہیں' انہوں نے گھی کے چالیس مٹکے خریدے' آپ کے ایک غلام نے ایک گھڑے سے جوتا نکالا' آپ نے پوچھا کہ کس گھڑے سے نکالا ہے؟ اس نے کہا: میں بھول گیا چنانچہ آپ نے سارا گھی زمین پر بہادیا۔''

☆ یا پھر متقی ابویزید جیسا ہونا چاہیئے کہ آپ نے ہمدان میں کسنبہ کے بیج خریدے' ان میں سے کچھ بچ گئے (وہ ساتھ لے لئے) جب بسطام واپس آئے تو اس میں دو چیونٹیاں دیکھیں چنانچہ ہمدان واپس گئے اور چیونٹیاں وہاں چھوڑ دیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے مقروض کے درخت کے نیچے نہ بیٹھتے تھے' فرماتے تھے' حدیث پاک میں آتا ہے ''ہر وہ قرض جو فائدہ دے تو وہ فائدہ سود ہوتا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابویزید رحمہ اللہ نے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جنگل میں اپنا کپڑا دھویا' آپ کے ساتھی نے کہا کہ یہ کپڑا انگور کی بیل پر لٹکا دو' فرمایا' یہ ممکن نہیں کیونکہ کسی کی دیوار میں میخ نہیں گاڑی جاتی۔ اس نے عرض کی: درخت پر لٹکا دیجئے آپ نے کہا' نہیں' اس سے اس کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ اس نے پھر عرض کی کہ اسے اِذْخَر (ایک گھاس) پر ڈال دیجئے' آپ نے فرمایا' نہیں' یہ تو چار پایوں کا چارہ ہے جسے ڈھانپا نہیں جاسکتا۔ بعدازاں اپنی پیٹھ سورج کی طرف کر کے اس پر ڈال لیا' ایک جانب خشک ہوگئی تو الٹ کر دوسری جانب کر دی اور وہ سوکھ گیا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابویزید رحمہ اللہ ایک دن جامع مسجد میں گئے' اپنا عصا (لاٹھی) زمین پر گاڑ دیا' وہ گرا اور ایک بوڑھے کے زمین میں گڑے عصا پر جا پڑا اور اسے بھی گرا دیا۔ بوڑھے نے جھک کر لاٹھی اٹھالی' آپ نے اس بوڑھے کے گھر جا کر معافی مانگی اور کہا: آپ کے جھکنے کا سبب یہ ہوا کہ میں نے اپنا عصا اچھی طرح نہیں گاڑا تھا چنانچہ وہ گر پڑا اور آپ کو جھکنا پڑا۔

☆ کسی نے عتبۃ الغلام کو سردی کے موسم میں ایک مقام پر دیکھا کہ پسینے میں شرابور ہیں' ان سے وجہ پوچھی گئی تو بتایا' یہ وہ جگہ ہے جہاں میں نے اللہ کی نافرمانی کی تھی' آپ سے غلطی کا پوچھا گیا تو فرمایا میں نے اس دیوار سے مٹی کا ٹکڑا الگ کیا تھا جس سے میرے مہمان نے اپنا ہاتھ پونچھا تھا جبکہ میں نے دیوار کے مالک سے مٹی لینے کی اجازت نہیں لی تھی۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے بیت المقدس میں صخرہ کے نیچے ایک رات گزاری' رات کا کچھ حصہ گزرا تھا کہ دو فرشتے اترے' ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: یہ کون ہے؟ دوسرے فرشتے نے اسے جواب دیا کہ یہ ابراہیم بن ادہم ہیں' پھر بتایا کہ یہ وہی شخص ہے' جس کے مراتب میں سے اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ کم کر دیا ہے' پہلے فرشتے نے پوچھا کہ ایسا کیوں ہوا؟ اس پر اس پر دوسرے فرشتے نے بتایا کہ چونکہ انہوں نے بصرہ سے کھجوریں خریدی تھیں' ایک سبزی فروش کی ایک کھجور ان میں جا پڑی اور اس نے مالک کو واپس نہیں دی۔ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں بصرہ پہنچا اور اس شخص سے کھجوریں خریدیں اور اس کی کھجوروں پر ایک کھجور رکھ کر میں واپس بیت المقدس آ گیا پھر صخرہ کے نیچے رات گزاری' تھوڑی دیر گزری تھی کہ دو فرشتے آ گئے اور ان میں سے ایک نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟

دوسرے فرشتے نے جواب دیا کہ ابراہیم بن ادہم! پھر کہا یہ وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پہلا مرتبہ بھی عطا فرما دیا اور پھر اس کا

ایک درجہ اور بلند کر دیا ہے۔

اقسامِ تقویٰ:

کہتے ہیں کہ تقویٰ کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ عام لوگوں کا تقویٰ:.................. یہ شرک سے بچنے کا نام ہے۔

۲۔ خاص لوگوں کا تقویٰ:.................. یہ اللہ کی نافرمانی سے بچنے کا نام ہے۔

۳۔ اولیاء کا تقویٰ:.................. یہ اولیاء کے اپنے افعال کو وسیلہ سے بچانے کا نام ہے۔

۴۔ انبیاء کا تقویٰ:.................. یہ انبیاء کے افعال کو اپنی طرف منسوب نہ کرنے کا نام ہے۔ کیونکہ ان کا تقویٰ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور انہیں اللہ ہی کی طرف جانا ہوتا ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ سخی لوگ دنیا میں لوگوں کے سردار ہوتے ہیں اور آخرت میں سرداری متقی لوگوں کی ہوگی۔

☆ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے کسی خوبصورت عورت کو دیکھا اور فوری طور پر نظر جھکالی تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی عبادت نصیب کرے گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔''[1]

☆ حضرت محمد بن عبداللہ فرغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت جنید حضرت رویم' حضرت حریری اور ابن عطاء کے ساتھ بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: کہ ''جس نے بھی نجات حاصل کی' اللہ کے ہاں صدق دل سے پناہ لینے کی وجہ سے پائی۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰىٓ اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ[2] (اور ان تین پر جو موقوف رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہو کر ان پر تنگ ہوگئی)۔

حضرت رویم رحمہ اللہ نے کہا: ''جس نے بھی نجات پائی' صدق دل سے تقویٰ کے سہارے پائی کیونکہ ارشاد الٰہی ہے: وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ[3] (اور اللہ بچائے گا پرہیز گاروں کو ان کی نجات کی جگہ)

حضرت جریری رحمہ اللہ بولے: ''جس نے بھی نجات پائی' اللہ سے کئے عہد کو پورا کرنے سے پائی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ[4] (وہ جو اللہ کا عہد پورا کرتے ہیں اور قول باندھ کر پھرتے نہیں)

حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے بھی نجات پائی' سچی حیاء سے پائی کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى[5] (کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے)

حضرت الاستاذ امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے بھی نجات حاصل کی حکم الٰہی اور اس کے فیصلے کی بناء پر پائی' ارشاد الٰہی ہوتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى[6] (بیشک وہ جن کے لئے ہمارا وعدہ بھلائی کا ہو چکا)۔

پھر مزید فرمایا: جس شخص نے بھی نجات حاصل کی' اس لئے پائی کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اولاً منتخب کیا ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ[7] (اور ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھی راہ دکھائی)۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل ۲۔ سورۂ توبہ۔ آیت: ۱۱۸ ۳۔ سورۂ زمر۔ آیت: ۶۱ ۴۔ سورۂ رعد۔ آیت: ۲۰

۵۔ سورۂ علق۔ آیت: ۱۴ ۶۔ سورۂ الانبیاء۔ آیت: ۱۰۱ ۷۔ سورۂ الانعام۔ آیت: ۸۷

الوَرَع (گناہوں سے اجتناب)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''کسی انسان کے اچھے ہونے کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ ایسی چیزوں سے گریز کرتا ہے جن کا کوئی مقصد نہیں ہوتا۔''

☆ حضرت الاستاذ امام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''ورع'' شبہ والی اشیاء ترک کرنے کو کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے بھی ایسی وضاحت ملتی ہے کہ ''ہر مشتبہ چیز کو ترک کرنا ''ورع'' کہلاتا ہے اور تَرْكُ مَا لَا يَعْنِيكَ سے مراد یہ ہے کہ فضول اور بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ہم حلال جانتے ہوئے بھی کئی کام چھوڑ دیا کرتے تھے' اس خوف سے کہ کہیں ہم حرام میں نہ پھنس جائیں۔'' نیز آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا ''پرہیز گار بن جاؤ کیونکہ اس طرح تم بڑھ چڑھ کر عبادت گذار دکھائی دینے لگو گے۔''

چار نامور پرہیز گار:

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اپنے دور میں یہ چار شخص پرہیز گار رہے ہیں: حضرت حذیفہ مرتعش، حضرت یوسف بن اسباط، حضرت ابراہیم بن ادھم اور حضرت سلیمان الخواص رحمہم اللہ' ان چاروں نے ''ورع'' میں غور و فکر کی اور جب معاملات میں کمی نظر آنے لگی تو اپنی کمائی میں سے کم سے کم خرچ شروع کر دیا۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ورع'' اسے کہتے ہیں کہ تم ہر اس شے سے بچو جو اللہ کے سوا موجود ہے۔

☆ حضرت اسحاق بن خلف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ گفتگو میں احتیاط برتنا' سونے اور چاندی میں احتیاط برتنے سے زیادہ بھی مشکل ہوتا ہے اور پھر ریاست کی نگہداری' سونے اور چاندی کی نگہداری سے بھی زیادہ مشکل ہوتی ہے کیونکہ یہ سونا اور چاندی تو ریاست کی خاطر خرچ کر دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ورع'' زہد کی ابتدائی حالت کا نام ہے جیسے ''قناعت'' رضائے الٰہی کا ایک تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ورع'' کا اجر یہ ہوگا کہ حساب و کتاب میں نرمی برتی جائے گی۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ورع یہ ہے کہ انسان بغیر کسی حیل و حجت کے علم کی حد تک رہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں ایک ایسے شخص کو جانتا ہوں جو تیس سال تک مکہ میں مقیم رہا لیکن زمزم پیتے وقت اس نے صرف وہی پانی پیا جسے خود اس نے رسی اور اپنے ڈول سے نکالا ہوتا' وہ مصر سے منگوایا کھانا بھی نہیں کھاتا تھا۔

☆ حضرت علی بن موسیٰ تاھرتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مروان کے ہاتھ سے ایک گندے کنوئیں میں ایک پیسہ گر گیا چنانچہ انہوں نے تیرہ دینار مزدوری دے کر اسے نکلوایا' اس بارے میں ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس پیسے پر اللہ کا نام لکھا تھا۔

ورع کی دو قسمیں:

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ورع'' دو طرح کا ہوتا ہے' ایک تو ظاہری ورع ہے اور وہ یہ کہ اس کی حرکت جسمانی بھی صرف رضائے الٰہی کے لئے ہو اور دوسرا باطنی ورع ہوتا ہے اور وہ یہ کہ تمہارے دل میں اللہ کے سوا کوئی اور چیز داخل نہ ہو سکے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص ورع کی باریکی پر غور نہیں کرتا وہ کوئی زیادہ عطا حاصل نہیں کر سکتا۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس نے ورع میں باریک بینی سے کام لیا' قیامت کے دن ایک بڑا حصہ لے لے گا۔

☆ ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص فقر کی حالت میں تقویٰ کا دھیان نہیں کرتا' وہ محض حرام کھاتا ہے۔

☆ حضرت یونس بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ورع یہ ہے کہ انسان دینی معاملات میں شبہات میں نہ پڑے اور ہر وقت نفس کا محاسبہ جاری رکھے۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ورع سے زیادہ کامل چیز نہیں دیکھی' اس میں یہ ہوتا ہے کہ جو چیز دل میں شبہ پیدا کر لے' اسے چھوڑ دو۔

☆ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی زبان کو کسی کی تعریف کرنے سے یونہی بچاؤ جیسے کسی کی برائی سے بچاتے ہو۔

تین مشکل کام:

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے مشکل کام تین ہوتے ہیں' سرمایہ کی کمی کے باوجود سخاوت کرنا' تنہائی میں خوفِ خدا رکھنا اور ایسے شخص کے سامنے کلمۂ حق کہنا جس سے برائی کا ڈر ہو یا بھلائی کی امید ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے پاس حضرت بشر حافی کی ہمشیرہ آئیں اور کہنے لگیں کہ ہم چھت پر سوت کات رہی ہوتی ہیں تو وہاں سے طاہریہ مشعل لے کر گزرتے ہیں جن کی روشنی ہم پر پڑتی ہے تو کیا ان کی اس روشنی میں ہم سوت کاٹ سکتی ہیں؟ اس پر امام احمد نے کہا: تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ بشر حافی کی بہن ہوں۔ یہ سنتے ہی امام احمد رونے لگے اور کہا کہ کسی نے سچی اور حقیقی ورع دیکھنا ہو تو تمہارے ہی گھر سے دیکھتا ہے لہٰذا تمہیں سوت نہیں کاتنا چاہیئے۔

☆ حضرت علی عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کی ایک سڑک سے گزر رہا تھا' میں نے دیکھا کہ کچھ بوڑھے بیٹھے ہیں اور بچے کھیل رہے ہیں۔ میں نے بچوں سے کہا' تمہیں ان بوڑھوں سے حیاء نہیں آتی؟ ان میں سے ایک بچے نے کہا کہ ان بوڑھوں میں چونکہ ورع کی کمی ہے' اس لئے ان کا رعب بھی نہیں ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ بصرہ میں چالیس سال تک رہے لیکن اس دوران انہوں نے بصرہ کی پختہ یا کچی کھجوریں نہیں کھائیں اور بغیر چکھے ہی فوت ہو گئے۔ جب تازہ کھجوروں کا موسم گزر جاتا تو کہتے: اے اہلِ بصرہ! یہ رہا میرا پیٹ' دیکھو یہ کم نہیں ہوا اور نہ ہی تمہارے بڑھ سکے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ آبِ زمزم نہیں پیتے؟ آپ نے فرمایا' میرے پاس ڈول ہوتا تو پی لیتا۔

☆ حضرت الاستاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ جب کسی شبہ والے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو آپ کی انگلی کے سرے والی رگ پھڑک جاتی جس سے آپ کو پتہ چل جاتا کہ کھانا حلال نہیں۔

☆ حضرت الاستاذ ہی نے بتایا کہ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کو ایک دعوت پر بلایا گیا اور سامنے کھانا چن دیا گیا' آپ نے پوری کوشش کی کہ اس کی طرف ہاتھ بڑھائیں لیکن ہاتھ نہ بڑھ سکا' آپ نے تین بار کوشش کی۔ ایک واقف کار شخص نے کہا کہ آپ کا ہاتھ تو ایسے کھانے کی طرف نہیں بڑھتا جس میں کوئی شبہ ہو تو اس شخص نے آپ کو کیوں دعوت دی ہے؟

☆ کسی نے حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ سے حلال اور صاف ستھرے کھانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ایسا کھانا جسے حاصل کرنے میں اللہ کی بے فرمانی نہ ہوئی ہو۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حلال اور پاکیزہ چیز وہ ہوتی ہے جسے حاصل کرتے وقت اللہ کو بھلایا نہ جائے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ مکہ پہنچے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد سے ایک لڑکا دیکھا' وہ خانہ کعبہ سے ٹیک لگائے' وعظ کر رہے تھے' حضرت حسن بصری رحمہ اللہ ان کی طرف بڑھے اور پوچھا کہ دین کا دارومدار کس چیز پر ہوتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ورع پر' آپ نے پھر پوچھا کہ دین کے لئے مصیبت کیا چیز بنتی ہے؟ تو انہوں نے کہا: طمع و لالچ' یہ سن کر حضرت حسن بصری رحمہ اللہ حیران رہ گئے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حقیقی ورع کا ایک مثقال بھر حصہ' نماز روزہ کے ہزار مثقال بھر حصے سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! زھد و ورع جیسے .... کے بغیر کسی مقرب نے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا' کل قیامت کو بارگاہِ الٰہی میں ورع و زھد والے لوگ ہی بیٹھے ہوں گے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس شخص میں ورع موجود نہیں' وہ ہاتھی کا سر بھی کھا جائے تو اس کا پیٹ نہیں بھرے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس مالِ غنیمت میں سے کستوری آئی تو آپ نے ناک پر ہاتھ رکھ لیا اور فرمایا کہ اس کی خوشبو سے بھی استفادہ کیا جاتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ بغیر مسلمانوں کے اکیلا اسے سونگھوں۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ سے "ورع" کا تعارف پوچھا گیا تو فرمایا کہ حضرت ابوصالح حمدون اپنے ایک دوست کے پاس تھے جس پر حالت نزع طاری تھی' وہ آدمی فوت ہوگیا تو ابوصالح نے چراغ بجھا دیا' آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس وقت تو چراغ کا تیل اس شخص کے لئے تھا لیکن اب یہ وارثوں کا ہوگیا ہے لہٰذا اور تیل لے آؤ۔

☆ حضرت کہمس رحمہ اللہ نے بتایا کہ انہوں نے ایک گناہ کیا تھا جس پر چالیس سال سے روئے جا رہا ہوں' گناہ یہ تھا کہ میرے پاس میرا ایک بھائی ملنے آیا تو میں نے اس کے لئے ایک دانگ کی بھنی مچھلی خریدی' جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو میں نے ہمسائے کی

دیوار سے ہاتھوں کی صفائی کے لئے مٹی کا ایک ڈھیلا اتارا لیکن میں نے یہ کام ہمسائے کی اجازت کے بغیر کیا۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کوئی مکان کرائے پر لیا اور اس میں خطوط لکھتا تھا' اسے خیال آیا کہ ہمسائے کی دیوار سے مٹی لے کر خط کو سکھالے' پھر اسے خیال آیا کہ گھر تو کرایہ پر لیا ہے بعد ازاں سوچا کہ کیا حرج ہے اور مٹی لے کر خط پر ڈال دی' اسی دوران اس نے ایک غائبانہ آواز سنی' وہ کہہ رہا تھا: عنقریب قیامت کے دن مٹی کو معمولی جاننے والے کو اس کا لمبا حساب دیتے وقت پتہ چل جائے گا۔

☆ حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایک سبزی فروش کے پاس اپنا تانبے کا ایک برتن گروی رکھا اور جب آپ نے برتن چھڑانے کا ارادہ کیا تو دکاندار نے دو برتن آپ کے سامنے پیش کر کے کہا: جونسا چاہو لے لو! حضرت احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے کہا مجھے اپنے برتن پہچاننے میں دشواری ہو رہی ہے لہٰذا برتن بھی تمہارا اور درہم بھی اپنے پاس رکھو۔ یہ دیکھ کر سبزی فروش نے کہا آپ کا برتن یہ ہے' میں تو آپ کا تجربہ اور آزمائش کر رہا تھا۔ اس پر حضرت امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اب میں نہیں لونگا' یہ کہہ کر آپ وہاں سے چل دیئے اور برتن اسی کے پاس رہنے دیا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنا ایک قیمتی گھوڑا کھلا چھوڑ دیا اور خود نماز پڑھنے لگے۔ گھوڑا سرکاری زمین میں چرنے لگا چنانچہ آپ نے اسے وہیں چھوڑا اور سوار نہ ہوئے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ ''مرو'' سے عاریۃً قلم لیا ہوا واپس کرنے کے لئے شام آئے کیونکہ وہ اسے واپس نہ کر سکے تھے۔

☆ حضرت نخعی رحمہ اللہ نے کرائے پر ایک گھوڑا لیا' راستے میں ان کا کوڑا گر پڑا' آپ نے اتر کر گھوڑا باندھا اور وہ کوڑا اٹھا لیا۔ اس پر آپ سے کہا گیا کہ اگر گھوڑا موڑ کر کوڑا گرنے کی جگہ پر چلے جاتے اور کوڑا اٹھا لیتے تو یہ آپ کے لئے آسان رہتا۔ آپ نے فرمایا گھوڑا تو میں نے سیدھا سفر کے لئے لیا تھا' اس واپسی کے لئے نہیں!

☆ حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں بنو اسرائیل کے جنگل میں پندرہ دن تک پریشان گھومتا پھرتا رہا اور جب راستہ مل گیا تو ایک فوجی نے مجھے پانی پلا دیا چنانچہ تیس سال تک دل میں سختی رہی اور پریشان رہا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہ نے سرکاری مشعل کی روشنی میں اپنی قمیص پر کپڑے کا پیوند لگایا تو ایک عرصہ تک آپ کے دل میں بے چینی رہی چنانچہ قمیص پھاڑ دی تو دل کو اطمینان ہوا۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خواب میں کسی کو ملے کہ وہ اپنے جنت میں دو پروں سے اس درخت سے اڑ کر اس درخت کو جاتے تھے۔ آپ سے خواب ہی میں پوچھا گیا کہ یہ مرتبہ کس بنا پر ملا؟ آپ نے فرمایا ''ورع'' کی بناء پر۔

☆ حضرت حسان بن ابوسنان حضرت حسن اجری کے مریدوں کے پاس ٹھہرے اور ان سے پوچھا: کہ تمہیں کونسی چیز مشکل معلوم ہوتی ہے؟ وہ کہنے لگے کہ ''ورع'' آپ نے فرمایا: مجھے تو اس سے زیادہ آسان اور کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی۔ وہ کہنے لگے: یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا کہ میں چالیس سال سے آج تک تمہاری اس نہر سے سیراب نہیں ہوا۔

☆ حضرت حسان بن سنان رحمہ اللہ ساٹھ سال تک نہ تو زمین پر لیٹے' نہ روغنی کھانا کھایا اور نہ ہی ٹھنڈا پانی پیا' جب فوت ہوئے تو خواب میں کسی کو نظر آئے' پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ بتایا کہ اچھا ہوا ہے لیکن ابھی ایک سوئی کی وجہ سے داخلہ نہیں ہوا کیونکہ میں نے وہ عاریۃً لی تھی لیکن واپس نہ کی تھی۔

☆ حضرت عبدالواحد رحمہ اللہ کا ایک غلام تھا جس نے کئی سال تک آپ کی خدمت کی اور چالیس سال تک عبادت کی' ابتداء میں وہ وزن کرنے کا کام کرتا رہا۔ جب فوت ہوا تو کسی کو خواب میں ملا' اس سے پوچھا گیا کہ اللہ نے تم سے کیسا برتاؤ کیا؟ اس نے کہا: ٹھیک ہو گیا البتہ ابھی جنت میں داخلہ نہیں ملا کیونکہ پیانے کے غبار سے چالیس پیانہ بھر وزن میرے ذمے نکل آیا ہے۔

☆ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک قبرستان کے قریب سے گزرے اور ایک شخص کا نام لے کر آواز دی' اللہ تعالیٰ نے انسے زندگی دی تو آپ نے اس سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ اس نے عرض کی میں ایک مزدور تھا' لوگوں کا سامان اٹھا کر لے جاتا' ایک دن میں اس کی لکڑیاں اٹھا کر لئے جا رہا تھا کہ اس میں سے ایک تنکا لے کر دانت صاف کئے چنانچہ جب سے فوت ہوا ہوں' اسی کا حساب ہو رہا ہے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ ''ورع'' کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے کہ وہاں سے عباس بن مہتدی کا گزر ہوا' انہوں نے پوچھا: اے ابوسعید! تمہیں حیا نہیں آتی' تم جس چھت کے نیچے بیٹھے ہو' ابوالدوانیق کی ہے' پانی حوض زبیدہ کا پیتے ہو' کھوٹے درہموں کا سے کاروبار کرتے ہو اور پھر ''ورع'' کی تبلیغ بھی کر رہے ہو۔

باب

الزُّهدِ (دنیا سے کنارہ کشی)

☆ حضرت ابوخلاد صحابی رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" جب ایسا شخص دیکھو جو دنیا میں زھد کر رہا ہے اور دنیا سے منہ پھیر لینے کی ہدایت کرر ہا ہے تو اس کا قرب حاصل کرو کیونکہ وہ دانائی سکھاتا ہوگا۔"[1]

زہد کی تعریفیں:

☆ حضرت الاستاذ ابوالقاسم (قشیری) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگ "زھد" کے بارے میں اختلاف رکھتے ہین چنانچہ ایک یہ کہتے ہیں کہ "زھد" صرف حرام چیزوں سے بچنے کا نام ہے کیونکہ حلال کا استعمال تو اللہ کی طرف سے مباح قرار دے دیا گیا ہے تو جب اللہ تعالیٰ کسی پر حلال مال کا انعام کرتا ہے اور وہ اس پر بطور شکر عبادت کرتا ہے تو اپنے اختیار سے حلال ترک کر دے اللہ کے اذن کے بغیر اسے روکنا مقدم نہیں۔

ایک گروہ کا قول یہ ہے: زھد حرام میں واجب ہے اور حلال میں فضیلت کہلاتا ہے۔ کیونکہ بندے کو کم مال دینا اس سے بہتر ہے کہ اسے دنیا میں فراخ مال ملے حالانکہ بندہ اپنے حال پر صابر ہے اس کی تقسیم سے ملنے والے مال پر خوش ہے اور اس کی عطا پر قناعت کررہا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے بندے کو اس فرمان سے عرض کرنے کا حکم فرمایا ہے قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى (فرمادیجئے، سامانِ دنیا قلیل ہے اور آخرت میں پرہیزگاروں کو بہت کچھ ملے گا) یونہی اور آیات بھی ہیں جن میں دنیا کی مذمت اور اس سے توجہ ہٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک گروہ کا کہنا کہ جب بندہ اپنا مال عبادت کی نیت سے خرچ کرتا ہے اور اپنے مال پر صبر جانتا ہے، تنگی کی حالت میں اس مال کے درپے نہیں ہوتا جس سے اللہ نے روک رکھا ہے تو ایسے میں حلال مال کے اندر اس کا زہد زیادہ بہتر ہوگا۔

ایک گروہ کا کہنا ہے کہ بندے کے لئے مناسب یہ ہے کہ تکلف سے ترکِ حلال نہ کرے اور نہ ہی ضرورت کے بغیر فضول کی تلاش کرے، اللہ کی تقسیم پر راضی رہے، اگر اللہ تعالیٰ اسے حلال عطا فرمائے تو اس کا شکر کرے اور اگر صرف ضرورت کے لئے کافی دے دے تو بے فائدہ کے لئے تکلف سے کام نہ لے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صاحبِ فقر کے لئے صبر سے کام لینا اچھا ہوتا ہے اور حلال مال والے کو شکر کرنا چاہیئے۔

مفہوم زھد میں اقوالِ صوفیہ:

اپنے اپنے دور میں صوفیہ نے زہد کے بارے میں گفتگو کی ہے اور اس کا تعارف کرایا ہے۔

۱۔ ابن ماجہ شریف، باب الزھد

☆ چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا سے منہ موڑ لینا (زھد) یہ ہے کہ انسان لمبی لمبی امیدیں نہ لگایا کرے، زھد کا یہ مفہوم نہیں کہ انسان ثقیل روزی کھاتا رہے اور عبا پہن لیا کرے۔

☆ حضرت سری سقطی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء سے دنیا چھین رکھی ہے، اپنے اصفیاء کو اس سے محفوظ کر رکھا ہے اور اپنے اہلِ محبت کے دلوں سے اسے نکال دیا ہے کیونکہ اللہ اسے ان کے لئے پسند نہیں فرماتا۔

☆ کہتے ہیں کہ زھد کے مفہوم کے لئے اللہ کا یہ فرمان دیکھو لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ[1] (اس لئے کہ غم نہ کھاؤ اس پر جو ہاتھ سے جائے اور خوش نہ ہو اس پر جو تم کو دیا) چنانچہ زاہد کا یہ کام ہوتا ہے کہ دنیا میں موجود ہر خوشی کا اظہار نہ کرے اور نہ ہی ہاتھ سے جانے والی پر افسوس کرے۔

☆ حضرت ابو عثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زھد یہ ہوتا ہے، تم مالِ دنیا چھوڑ دو تو پھر یہ پرواہ نہ کرو کہ وہ مال کس کے پاس جا رہا ہے۔

☆ حضرت الاستاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا: زھد یہ ہوتا ہے کہ تو دنیا کو جوں کا توں چھوڑ دے، یہ نہ کہے کہ میں سرائے بناؤں گا یا مسجد تعمیر کروں گا۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زہد، قبضے میں چیز کی سخاوت کرنا سکھاتا ہے اور محبت یہ سکھاتی ہے کہ روح کی بھی سخاوت کر دو۔

☆ حضرت ابن جلاء رحمہ اللہ نے فرمایا: زہد یہ ہوتا ہے کہ تم مالِ دنیا کو فناء ہونے والا دیکھو یوں یہ تمہاری نظر میں حقیر ہوگا جسے چھوڑنا تمہارے لئے آسان ہوگا۔

☆ حضرت ابن خفیف رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اپنے قبضے میں مال کے نکل جانے پر تم سکھ کا سانس لو تو پہچان لو کہ یہ زھد ہے۔

☆ نیز فرمایا: زھد یہ ہے کہ مال تلاش کرنے کے اسباب کو دل میں جگہ نہ دے اور اپنے قبضے میں موجود چیزوں سے ہاتھ جھاڑ لے۔

☆ کہتے ہیں کہ نفس کا بلا تکلف دنیا سے اعراض ''زھد'' ہوتا ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زاہد دنیا میں کم دکھائی دیتے ہیں اور عارف آخرت میں خال خال ہوں گے۔

☆ کہتے ہیں کہ سچے زاہد کے پاس مال دنیا کھنچا چلا آتا ہے اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اگر آسمان سے ٹوپی گرے گی تو اسی پر جو اسے چاہتا نہ ہوگا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس مالِ دنیا سے ہاتھ خالی ہوں، اس سے دل بھی خالی ہونا ''زھد'' کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''گودڑی'' زھد کی علامت ہوتی ہے۔ لہٰذا زاھد کو نہ چاہیئے کہ گوڈری تو تین درہم کی پہنے اور دل میں پانچ درہم کی خواہش موجود ہو۔

مفہوم زہد میں صوفیہ کا اختلاف:

سلف صالحین ''زھد'' کے مفہوم میں اختلاف رکھتے ہیں چنانچہ

---

[1] سورۃ الحدید۔ آیت: ۲۳

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ، احمد بن حنبل اور عیسیٰ بن یونس وغیرہ کا خیال ہے کہ دنیا پر امیدیں کم از کم لگانا ''زھد'' ہے۔
زھد کا یہ مفہوم اس معنی میں ہوگا یہ صرف علامت زھد ہے، ان اسباب میں شمار ہے جو باعثِ زھد ہیں اور ان معانی میں شامل ہے جن کی وجہ سے صفتِ زھد آتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبتِ فقیر کے ساتھ ساتھ اللہ پر بھروسہ ''زھد'' ہوتا ہے اور یہی بات حضرت شقیق بلخی اور یوسف بن اسباط نے کہی ہے اور یہ بھی زھد کی علامات میں ہوتا ہے کیونکہ اللہ پر بھروسہ کئے بغیر انسان زھد کی قدرت نہیں رکھتا۔

☆ حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درہم و دینار ترک کرنا ہی ''زھد'' ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے کہ اللہ سے توجہ ہٹا دینے والی چیز ترک کرنا زھد کہلاتا ہے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے زھد کی وضاحت پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ زھد، دنیا کو حقیر جاننے اور دل سے اس کے اثرات مٹا دینے کا نام ہے۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زاہد اگر اصلاحِ نفس چھوڑ کر اور چیزوں پر توجہ دینے لگے تو اس کی زندگی اچھی نہ ہوگی، یونہی عارف اگر اپنے پروردگار کو چھوڑ کر اصلاحِ نفس میں مصروف ہو جائے تو اس کی زندگی بھی بہتر نہ ہوگی۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے زھد پر روشنی ڈالنے کو عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا: کوئی مال قبضے میں نہ رکھنا زہد کہلاتا اور یونہی دل میں اس مال کی طرف توجہ بھی نہ ہو۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے زھد کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لو۔

تین چیزیں زہد کیلئے ضروری:

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا: جب تک یہ تین خصلتیں نہ پائی جائیں، حقیقتِ زھد تک رسائی نہیں ہوتی۔

۱۔ عمل کرے تو کسی اور شے سے تعلق نہ ہو۔

۲۔ بات کرے تو دل میں طمع نہ ہو۔

۳۔ ریاست کے بغیر باوقار ہو۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زھد صرف حلال اشیاء میں ہوتا ہے اور دنیا میں حلال نہ ہونے پر زھد کیسا؟

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ زاھد کو اس کی طلب سے زیادہ دیتا ہے، طلبِ دنیا والے کو کم اور راہِ مستقیم اپنانے والے کو جیسا وہ چاہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''زاھد'' تمہیں سرکے اور رائی کی نسوار دیتا ہے اور ''عارف'' شکر و عنبر سنگھاتا ہے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بغض رکھنے کا نام ''زھد'' ہے۔

☆ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ زھد (دنیا سے اعراض) کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا دنیا کو اہلِ دنیا کے لئے چھوڑ دینے کو ''زھد'' کہتے ہیں۔

☆ ایک آدمی نے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں زاھد کب بن سکتا ہوں؟ فرمایا: جب دنیا کی لذتوں سے منہ

موڑلو۔

☆ حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زاھدوں کا ایثار تب ہوتا ہے جب وہ استغنفار دکھائیں اور حاجت مندی کے وقت پلے میں سے کسی کو دینا جوانمردی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (مومن اگرچہ تنگدست ہوں لیکن دوسروں کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہوں)۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ خواہ کوفی ہوں، خواہ مدنی، خواہ عراقی اور خواہ شامی کسی کا بھی ان باتوں میں اختلاف نہیں ہے کہ دنیا سے اعراض کیا جائے، اپنی جان کی سخاوت کی جائے اور مخلوق سے خیر خواہی کی جائے۔

☆ کسی نے حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے پوچھا کہ میں توکل کی دکان میں کب داخل ہو سکتا ہوں؟ زہد کی چادر کب پہنوں گا اور زاہدوں کے ہمراہ کب بیٹھنا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب باطنی طور پر تو اس حد تک پہنچ جائے کہ اللہ تین دن تک تمہیں روزی نہ دے تو اپنے جی میں کمزوری محسوس نہ کرو اور اگر تم اس درجہ تک نہیں پہنچتے تو زاھدوں کے ٹھکانے پر تمہارا بیٹھنا نری جہالت ہوگی پھر مجھے یہ بھی فکر ہے کہ کہیں صوفیہ میں ذلیل نہ ہو جاؤ۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زھد ایک فرشتہ ہے جو حب دنیا سے خالی دلوں میں رہائش کرتا ہے۔

☆ حضرت محمد بن اشعث بیکندی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص زہد کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کرے اور پھر ان کے مال کا طمع بھی کرے تو ایسے شخص کے دل سے اللہ آخرت کی محبت نکال دیتا ہے۔

☆ کہتے ہیں جب انسان دنیا سے بے غرض ہو جاتا ہے تو اللہ ایک فرشتے کے ذمہ لگا دیتا ہے کہ اس دل میں حکمت و دانائی بھرتا رہے۔

☆ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ تم دنیا سے بے غرض کیوں ہو؟ اس نے کہا اس لئے کہ وہ مجھ سے بے غرض ہے۔

زہد تین طرح کا:

☆ حضرت احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بتایا کہ زہد تین طرح کا ہوتا ہے۔

۱۔ عوام کا زہد: یہ حرام اشیاء کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

۲۔ خواص کا زہد: حلال سے وافر مقدار کو ترک کر دینے کا نام ہے۔

۳۔ عارفوں کا زہد: ہر وہ چیز جو اللہ سے توجہ ہٹا دے، اسے ترک کرنے کا نام ہے۔

☆ میں نے حضرت الاستاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، وہ کہتے ہیں، ایک شخص سے کہا گیا کہ آپ دنیا سے کیوں بے غرض ہیں؟ تو انہوں نے کہا: جب میں نے دنیا کی اکثر چیزوں سے رخ موڑ لیا تو باقی تھوڑی چیزوں سے بھی روگردانی کر لی۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا ایک دلہن جیسی ہے اور اس کے طالب اسے بنانے سنوارنے والے ہیں، زاہد اس کا منہ کالا کرتے، اس کے بال نوچتے، اور اس کے کپڑے جلاتے ہیں، لیکن ایک عارف اللہ کی دھن میں رہتا ہے اسے دیکھتا بھی نہیں۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے زہد کی ہر طرح چھانٹ پھٹک کی اور جو چاہتا تھا، مجھے مل گیا البتہ دنیا کی ملاقات دل سے نہ نکال سکا اور نہ ہی اس کی طاقت تھی۔

☆ کہتے ہیں کہ ”زاھد لوگ اپنے نفس کی اصلاح پر اس لئے توجہ دیتے ہیں کیونکہ باقی رہنے والی نعمتوں کی وجہ سے فانی نعمتوں کو چھوڑ دینا ہوتا ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ زھد میں زاہدوں کے خون کی تو حفاظت ہوتی ہے اور عارفوں کا خون بہتا ہے۔

☆ حضرت حاتم الاصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زاھد اپنے نفس سے قبل ہی اپنی تھیلی پگھلاتا ہے۔ لیکن زاہد صورت انسان تھیلی سے پہلے اپنے نفس کو پگھلاتا ہے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر شر کو ایک گھر میں رکھ دیا ہے اور اس کی چابی حبِ دنیا ہے (یعنی حبِ دنیا سے شر میں پڑو گے) پھر ہر بھلائی ایک گھر میں رکھ کر زہد کو اس کی چابی قرار دیا ہے۔

باب
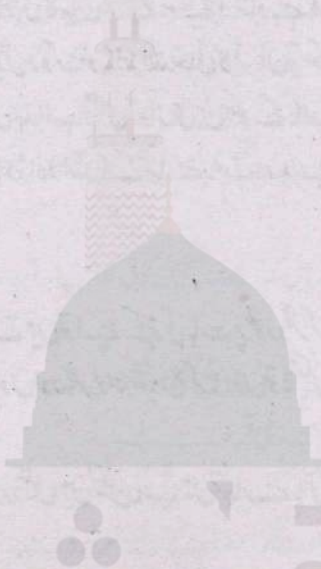
الصَّمت (خاموشی)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے کسی پڑوسی کو تکلیف نہ دینی چاہئے یونہی جو اللہ و آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہئے اور جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے بھلی بات کرنا چاہئے یا پھر چپ رہے۔

☆ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں میں نے عرض کی یا رسول اللہ! نجات کیا ہوتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان قابو میں رکھو گھر کی فراخی کو کافی جانو اور خطاؤں پر رویا کرو۔''

☆ حضرت الاستاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خاموش رہنے میں سلامتی ہے اور یہی بنیادی چیز ہے اسی کی وجہ سے شریعت میں ڈانٹ ہوتی ہے لہٰذا لازم ہے کہ اس میں شریعت کا لحاظ کرے اور امر و نہی کی پاسداری کرے پھر صحیح موقع پر خاموشی بندگانِ خدا کی صفت ہے جیسے موقع محل پر بولنا اچھی عادت ہے۔

☆ حضرت الاستاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا فرمایا: جو حق بات کہنے سے چپ رہا وہ گونگا شیطان ہے اور یہ خاموشی بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے آداب میں سے ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (جب قرآن کی تلاوت ہو تو اسے خوب غور سے سنو اور چپ کئے رکھو امید ہے کہ تم پر رحم ہوگا) نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں جنوں کی حاضری کا بیان کرتے ہوئے ارشاد ہے فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا (جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو ایک دوسرے سے کہا خاموش رہ کر سنو) نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (اللہ کے پاس آوازیں پست ہو گئیں لہٰذا اب دھیمی آواز ہی سن سکو گے) اب آپ خود فیصلہ کیجئے وہ بندہ جو جھوٹ اور غیبت سے بچنے کے لئے خاموشی اختیار کرتا ہے اور دوسرا بادشاہ (اللہ) کے سامنے رعب و دبدبے کی وجہ سے خاموش رہتا ہے ان دونوں میں کتنا فرق ہے؟

یہ اشعار اسی سلسلہ میں ہیں:

''جب ہم اپنی اپنی جگہ پر چلے جاتے ہیں تو اپنے کہنے کی بات پر غور و فکر کرتا ہوں اور بڑی کوشش سے دلائل گفتگو کو مضبوط بناتا ہوں اور ہماری ملاقات پر وہ دلائل بھول جاتا ہوں اور پھر بولنا شروع کرتا ہوں تو ناممکن باتیں کہہ جاتا ہوں۔''

یہ شعر بھی کہتے ہیں:

''اے لیلیٰ! میری کئی ایک مشکل ضرورتیں ہیں لیکن جب میں تمہارے پاس آجاتا ہوں تو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا تھیں؟''

یہ بھی انہی کا شعر ہے۔

''اے محبوب! تم سے کرنے کی بہت سی باتیں ہوا کرتی ہیں لیکن تمہاری ملاقات پر انہیں بھول جاتا ہوں۔''

یہ بھی کہتے ہیں:

''میں دیکھتا ہوں کہ ایک جوانمرد کے لئے بولنا اچھا ہے لیکن خاموش کے لئے خاموشی اچھی ہوتی ہے' بہت باتیں موت کا سبب بنتی ہیں اور بہت سے بولنے والے (بعد میں) کہتے ہیں کہ کاش وہ نہ بولتے۔''

خاموشی کے دواقسام:

خاموشی دوطرح کی ہوتی ہے' ظاہری خاموشی اور دل وضمیر کی خاموشی چنانچہ ایک توکل پسند انسان تقاضائے رزق سے خاموش رہتا ہے مگر عارف کا دل احکامِ خداوندی ماننے کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتا ہے لہٰذا یہ (توکل والا) اللہ کی مہربانیوں پر مکمل بھروسہ کرتا ہے لیکن ایک عارف تمام قسم کے احکام الٰہیہ پر قناعت کرتا ہے' اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے یہ شعر ہے۔

''محبوب کی طرف سے تم پر کئی مہربانیاں نظر آتی ہیں لیکن تمہارے پوشیدہ غم سر جھکائے رہتے ہیں۔'' (دیکھ نہیں سکتے ہو)

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خاموشی کا سبب فی البدیہ بولنے کی حیرانی ہوتی ہے کیونکہ اچانک ہی کشف ہو جائے تو عبارتیں گنگ ہو جایا کرتی ہیں چنانچہ نہ کوئی بیان اور نہ کوئی بولی پھر اس وقت شواھد ختم ہو جاتے ہیں چنانچہ نہ علم ہوتا ہے' نہ ہی احساس' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا (جس دن اللہ تعالیٰ تمام رسولوں کو اکٹھا کرے گا اور پوچھے گا تمہیں (امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا؟ تو وہ کہیں گے' ہمیں تو علم نہیں)۔

اب رہی یہ بات کہ مجاہدہ کرنے والے خاموشی کیوں پسند کرتے ہیں؟ تو وہ اس لئے کہ وہ گفتگو کے مصائب کو جانتے ہیں اور انہیں معلوم ہے کہ کلام کرنے میں نفس کا دخل ہوتا ہے' نفس کا تقاضا ہوتا ہے کہ صفاتِ مدح کا اظہار کرے پھر وہ اپنے جیسے لوگوں میں امتیازی حیثیت چاہتا ہے اور یہی وہ خواہش ہے جو مخلوق میں پائی جانے والی آفتوں میں سے ایک ہے۔ خاموشی ریاضت والوں کی صفت ہے اور مقامِ عجز وتہذیبِ اخلاق کے ارکان سے ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ نے جب اپنے گھر میں علیحدگی میں بیٹھنے کا ارادہ کیا تو پہلے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا ارادہ کیا کیونکہ ان کے شاگرد تھے' آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھتے مگر کسی مسئلہ میں بات نہ کرتے اور جب سال بھر میں اس عادت کو جاری رکھنے میں کامیاب ہو گئے تو گوشۂ تنہائی میں گھر جا بیٹھے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب بھی کوئی مضمون لکھتے تو الفاظ بہتر ہونے کی صورت میں اسے پھاڑ دیتے اور نئے سرے سے لکھتے۔

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جب تمہیں کوئی کلام پسند آجائے تو خاموش ہو جاؤ اور جب تمہاری چپ رہنے کی عادت تمہیں اچھی لگے تو بولا کرو۔''

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انسان کی خاموشی اس وقت درست ہوگی جب لازمی طور پر خلوت پسند ہو اور توبہ بھی اس وقت درست گنی جائے گی جب خاموش رہنا لازمی قرار دے لے۔

☆ حضرت ابوبکر فارسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے خاموشی کی عادت نہ ڈالی وہ اگرچہ خاموش ہو مگر اس کا یہ فعل فضول ہوگا اور پھر خاموشی صرف زبان سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ دل اور دیگر اعضاء کے لئے ضروری ہے۔

☆ کسی صوفی نے کہا: جس نے خاموش رہنا غنیمت شمار نہ کیا تو وہ بولتے وقت بیہودہ بولے گا۔

☆ حضرت ممشاد دنیوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خاموشی اور غور وفکر ہی کی وجہ سے حکماء صاحبِ حکمت و دانائی بنے تھے۔

☆ حضرت ابوبکر فارسی رحمہ اللہ راز کی خاموشی کے بارے میں جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ راز کی خاموشی یہ ہوتی ہے کہ تو ماضی و مستقبل میں مشغول نہ ہو۔

☆ حضرت ابوبکر فارسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص بامقصد ضروری بات کرنا چاہے تو وہ خاموشی کی حدود میں رہے۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا:

''لوگوں سے کم بولو اور اللہ سے کھل کر باتیں کرو کہ شاید تمہارا دل اللہ کو دیکھ لے۔''

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ ایسا کونسا شخص ہے جو اپنے نفس کی حفاظت سب سے زیادہ کرسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ جس کی زبان اس کے قبضہ میں رہے۔

☆ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما نے فرمایا: زبان سے زیادہ ایسی کوئی چیز نہیں جسے دیر تک قابو میں رکھا جائے۔

☆ حضرت علی بن بکار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دروازے بنائے ہیں اور زبان کے چار دروازے ہوتے ہیں چنانچہ دونوں ہونٹ اور دونوں دانت، چوکھٹوں کا کام دیتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کئی سال تک منہ میں پتھر رکھتے رہے تا کہ کم سے کم بات کیا کریں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوحمزہ بغدادی رحمہ اللہ بڑی اچھی گفتگو فرماتے تھے، ایک دن غائبانہ آواز آئی کہ تم گفتگو کرتے رہے اور اچھا بولتے رہے، اب یہ ہے کہ مکمل طور پر خاموش رہو چنانچہ اس کے بعد مرتے دم تک انہوں نے گفتگو نہ کی اور تقریباً ایک ہفتہ بعد انتقال کر گئے۔

☆ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ادب سکھانے کے لئے کلام کرنے والے کو چپ رہنے کا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کسی معاملے میں بے ادبی کر چکا ہوتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ جب اپنے حلقے میں بیٹھے ہوتے اور شاگرد کوئی سوال نہ کرتے تو آپ یہ آیت پڑھتے ''ان کے ظلم کی وجہ سے ہمارا حکم ان پر واجب ہو گیا چنانچہ وہ بول نہیں سکتے۔

☆ کبھی ایسا ہوتا ہے، متکلم کو چپ رہنے کا اس لئے کہا جاتا ہے کہ محفل میں اس سے بہتر کلام کرنے والا موجود ہوتا ہے۔

☆ میں نے ابن السماک رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ شاہ کرمانی اور یحیٰی بن معاذ کے مابین دوستی تھی، اتفاقاً وہ ایک ہی شہر میں جمع ہو گئے لیکن شاہ کرمانی حضرت یحیٰی بن معاذ کی مجلس میں نہیں پہنچے، کسی نے وجہ پوچھی تو کہا: ان کی مجلس میں نہ جانا ہی صحیح ہے، لوگ اصرار کرتے رہے تو ایک دن آپ چلے گئے اور ایسے مقام پر جا بیٹھے کہ یحیٰی بن معاذ کو پتہ نہ چل سکے۔ اب یحیٰی نے گفتگو شروع کی تو چپ ہو گئے اور کہا یہاں مجھ سے بہتر کلام کرنے والا موجود ہے اور پھر بول نہ سکے، اس پر شاہ کرمانی نے کہا: میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ ان کی مجلس میں نہ جانا بہتر ہے۔

کبھی یوں ہوتا ہے کہ حاضرین میں کوئی خرابی ہوتی ہے اس لئے اس پر سکوت طاری ہو جاتا ہے اور وہ یوں کہ وہاں کوئی سننے والا لائق موجود نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ کسی نااہل کے بات سننے سے بچاؤ کے لئے متکلم کی زبان کو محفوظ رکھتا ہے۔

بعض اوقات متکلم کی خاموشی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ حاضرین میں سے کچھ کے متعلق اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اگر یہ کلام سن

لیں گے تو آزمائش میں پڑ جائیں گے' یا اس لئے کہ اس کے مطابق اس کا وہ وقت ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا یا وہ اپنے نفس پر بوجھ ڈالے جس کی اسے طاقت نہیں' لہٰذا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرماتا ہے کہ اس کے کان کو اس کلام سننے سے محفوظ فرما دیتا ہے یا تو اسے بچانے کے لئے یا غلطی سے حفاظت کے لئے۔

☆ کچھ اہلِ طریقت مشائخ فرماتے ہیں: بعض اوقات خاموشی کا سبب یہ ہوتا ہے کہ مجلس میں ایسے جن ہوتے ہیں جو کلام سننے کے اہل نہیں ہوتے کیونکہ جنات کی شمولیت سے صوفیہ کی مجالس خالی نہیں ہوتیں۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا' فرمایا تھا: میں ایک مرتبہ "مرو" میں بیمار ہو گیا' میرا دل چاہا کہ نیشاپور چلا جاؤں' میں نے خواب میں دیکھا گویا مجھے کوئی کہہ رہا ہے کہ تمہارے لئے اس شہر سے جانا ممکن نہیں کیونکہ جنات کی ایک جماعت کو تمہاری گفتگو پسند آئی ہے وہ آپ کی مجلس میں حاضری دیتے ہیں لہٰذا ان کی خاطر آپ کو یہیں ٹھہرنا ہوگا۔

☆ بعض حکماء کہتے ہیں کہ انسان کو ایک زبان' دو آنکھیں' دو کان اس لئے دیئے گئے کہ بولنے سے زیادہ دیکھے اور سنے۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کو ایک دعوت پر بلایا گیا' جب آپ بیٹھ گئے تو انہوں نے چغلی کھانا شروع کر دی' آپ نے فرمایا ہمارے ہاں تو روٹی گوشت سے پہلے کھائی جاتی ہے لیکن تم نے گوشت کھانے سے ابتداء کی ہے؟ آپ کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ (کیا تم میں سے کوئی پسند کرے گا کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے' (اگر تمہیں دیا جائے تو) تم اسے ناپسند کرو گے)۔

☆ ایک صوفی نے کہا: بردباری کی زبان' خاموشی ہوتی ہے۔

☆ ایک اور صوفی نے کہا: خاموش رہنا سیکھو جیسے کلام کرنا سیکھتے ہو کیونکہ اگر کلام تجھے راستہ دکھاتی ہے تو خاموشی بچاتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ خاموشی' زبان کی پارسائی ہے۔

ا۔ سورۃ الحجرات۔ آیت: ۱۲

☆ کہتے ہیں کہ زبان ایک درندہ ہے' اگر اسے جکڑو گے نہیں تو تم پر حملہ کر دے گا۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ولی کے لئے خاموشی افضل ہے یا کلام کرنا؟ فرمایا اگر بولنے والے کو معلوم ہو جائے کہ کلام کرنے کی مصیبت کیا ہوتی ہے تو حضرت نوح جتنی عمر بھی خاموش رہے اور اگر خاموش رہنے والا یہ جان لے کہ خاموشی کی آفت کیا ہوتی ہے تو وہ اللہ سے نوح جتنی دو عمریں مانگے گا کہ بول سکے۔

☆ کہا گیا ہے کہ عوام کی خاموشی صرف زبان ہی سے تعلق رکھتی ہے لیکن عارفوں کی خاموشی دل سے ہوتی ہے اور محبّین کی خاموشی ان کے باطنی خیالات سے۔

☆ ایک صوفی کو بولنے کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا: میرے پاس تو بولنے کے لئے زبان نہیں' اس پر اسے پھر کہا گیا کہ سن! تو اس نے کہا کہ میرے پاس سننے کے کان ہی نہیں کہ سن سکوں۔

☆ ایک صوفی نے کہا: تیس سال تک میری یہ حالت رہی کہ جو کچھ میری زبان سنتی' دل کی طرف سے سنتی' اس کے بعد ایسے تیس سال گزارے کہ دل جو بھی سنتا' زبان کی طرف سے سنتا۔

☆ ایک اور صوفی نے کہا: خواہ تو اپنی زبان بھی کیوں نہ بند کر دے تو دل کے کلام سے چھٹکارا نہیں پا سکتا اور تمہاری ہڈیاں کمزور

کیوں نہ ہو جائیں، تم نفس کی گفتگو سے خلاصی نہیں پا سکتے اور کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرلو؛ تمہاری روح تم سے کلام نہ کر سکے گی کیونکہ وہ اسرار کو چھپانے والی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جاہل کی زبان اس کی موت کی کنجی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ محب جب چپ ہو جاتا ہے تو مر جاتا ہے اور عارف چپ رہ کر اپنے آپ پر قابو پا لیتا ہے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا: جس نے اپنی گفتگو کو اپنے اعمال میں سے شمار کیا وہ ان چیزوں کے علاوہ کم بولے گا جن کی اسے ضرورت ہے۔

باب

اَلْخَوْفِ (خوف)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا[1] (وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی بناء پر پکارتے ہیں)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''وہ شخص جہنم میں داخل نہ ہوگا جو اللہ کے خوف سے روتا ہے یہاں تک کہ (بفرض محال) تھنوں میں دودھ واپس نہ چلا جائے اور ایک بندے کے نتھنوں میں راہِ خدا کا غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔''[2]

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

''اگر تم جان لیتے جو میں جانتا ہوں تو تم کم ہنستے اور زیادہ روتے۔''[1]

میں کہتا ہوں کہ ''خوف'' ایک ایسی حالت ہے جس کا مستقبل سے تعلق ہوتا ہے کیونکہ یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں کوئی غیر پسندیدہ بات نہ ہو جائے یا محبوب چیز نہ چلی جائے اور یہ دونوں ہی ایسی چیز سے متعلق ہیں جو آئندہ وقت میں ہونے والی ہوتی ہے اور جو موجود وقت میں پائی جاتی ہے اس سے خوف کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

اللہ سے ڈرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ کہیں اسے اس دنیا یا آخرت میں سزا نہ دے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کر رکھا ہے کہ وہ اس سے ڈرتے رہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[2] (اگر ایماندار ہو تو مجھ سے ڈرتے رہو) نیز فرمایا وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ[4] (اور اللہ نے فرمایا' دو خدا نہ ٹھہراؤ' وہ تو ایک ہی معبود ہے تو مجھی سے ڈرو)

اور پھر اللہ نے اس خوف کی بناء پر مومنوں کی تعریف فرمائی کہ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ[4] (اس رب سے ڈرتے ہیں جو (عظمت میں) ان کے اوپر ہے)۔

مراتبِ خوف:

☆ میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا کہ خوف کے تین مرتبے ہیں:

۱۔ خوف ۲۔ خشیت ۳۔ ہیبت

''خوف'' تو شرطِ ایمان اور اس کا تقاضا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[5] (اور مجھ سے ڈرو اگر مومن ہو)

۱۔ بخاری شریف۔ باب الکسوف' نسائی شریف۔ کتاب السہو' ترمذی شریف۔ باب الزھد' ابن ماجہ۔ باب الزھد' دارمی شریف۔ باب الرقاق' موطاء۔ باب الکسوف' مسند امام احمد بن حنبل۔ ۲۔ سورۂ آل عمران۔ آیت: ۱۶۵ ۳۔ سورۂ الفیل۔ آیت: ۵۱

۴۔ سورۂ النحل۔ آیت: ۵ ۵۔ سورۂ آل عمران۔ آیت: ۱۷۵

''خشیت''، علم کے بغیر ممکن نہیں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓءُ[1] (اللہ کے بندوں میں سے اس سے صرف علماء ہی خوف رکھتے ہیں)

''مصیبت''،معرفت کی شرط ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰہُ نَفْسَہٗ[2] (اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے)۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''خوف'' اللہ کا ایک کوڑا ہے جس سے اللہ تعالیٰ اپنے دروازے سے بھٹکے ہوئے لوگوں کوراہِ راست پر ڈالتا ہے۔

خوف کی اقسام:

☆ حضرت ابوالقاسم حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خوف کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ رہبت

۲۔ خشیت

''رہبت'' والا ڈرے تو راہِ فرار اختیار کرتا ہے جبکہ ''خشیت'' والا اللہ کے ہاں پناہ لیتا ہے۔

☆ پھر فرمایا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جیسے جَذَبَ وَجَبَذَ ایک ہی معنی رکھتے ہیں، ویسے ہی رھب اور ھرب کا معنیٰ بھی ایک ہی ہے لہٰذا جو بھاگ گیا، وہ اپنی خواہش کے تقاضوں میں چلا گیا جیسے وہ راہب لوگ جو اپنی خواہشات کے پیچھے چلتے ہیں تو جب علم کی لگام انہیں قابو میں لے لے اور وہ شریعت کے حقوق ادا کرنے لگیں تو یہی ''خشیت'' ہے۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''خوف'' دل کا چراغ ہوتا ہے اور وہ اسی سے اس کا خیر و شر دیکھتا ہے۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''خوف'' یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو ''امید اور انتظار'' کے چکر میں نہ ڈالے۔

☆ حضرت ابوبکر دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خائف'' وہ ہوتا ہے جو شیطان سے بھی زیادہ اپنے نفس سے ڈرتا رہے۔

☆ حضرت ابن الجلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''خائف'' (ڈرنے والا) وہ ہوتا ہے جسے دنیا میں کوئی ڈرانے والی چیز امن و امان دے۔

☆ نیز کہتے ہیں کہ جو روتا اور آنکھیں پونچھتا ہے، وہ خائف نہیں ہوتا بلکہ خائف وہ ہوتا ہے جو ہر ایسی شے کو چھوڑ دے جس کی وجہ سے اسے عذاب کا ڈر ہے۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کیا وجہ ہے کہ ہم کوئی بھی ''خائف'' شخص نہیں دیکھ رہے؟ تو آپ نے فرمایا: تم خود خائف ہوتے تو تمہیں نظر آجاتے کیونکہ خائف ہی خائف کو دیکھ سکتا ہے اور یونہی مرنے والے بچے کی ماں کا احساس وہی کرسکتی ہے جس کا خود اپنا بچہ مرگیا ہو۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مسکین سا ابن آدم، جیسے تنگدستی سے ڈرتا ہے اگر جہنم سے ڈرنے لگتا تو جنت میں داخل ہوجاتا۔

☆ حضرت شاہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمیشہ غمگین رہنا ہی خوف کی علامت ہوتا ہے۔

۱۔ سورۂ فاطر۔ آیت: ۲۸ ۲۔ سورۂ آل عمران۔ آیت: ۲۸

☆ حضرت ابوالقاسم حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو کسی شے سے ڈرتا ہے وہ کہیں بھاگ سکتا ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے وہ بھاگ کر آخر کار اسی کی طرف جاتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بندہ کے لئے راہِ خوف کب کھلتی ہے؟ تو فرمایا کہ جب وہ اپنے آپ کو بیمار سا بنالیتا ہے کیونکہ وہ بیماری کے طول پکڑنے کے اندیشے سے ہر چیز سے خوف کھاتا ہے۔

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دلِ مومن کو اس وقت تک چین نہیں ملتا' نہ ہی خوف سے بے فکر ہوتا ہے' جب تک وہ جہنم کے پل کو پیچھے چھوڑ کر آگے نہیں نکل جاتا۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "خوفِ خدا" ایک فرشتہ ہے جو صرف پرہیز گار ہی کے دل میں گھر کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ڈرنے والے کے لئے یہ درست نہیں کہ وہ خوف کرتے وقت خوف ہی سے سکون پائے کیونکہ یہ راز کی بات ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان پردہ صرف خوف ہی بنتا ہے۔

☆ حضرت واسطی کے اس قول میں اشکال ہے یعنی خائف (موجود وقت کی بجائے) کسی اور وقت کی طرف دیکھتا ہے جبکہ صوفی کی نظر مستقبل کی طرف نہیں ہوتی (اس لئے خوف حجاب بنا) اور نیک لوگوں کی نیکیاں بارگاہِ الٰہی کے مقرب لوگوں کے لئے گناہ شمار ہوتی ہیں۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ سے خوف کرنے والا بالآخر اسی طرف دوڑ جاتا ہے۔

☆ کچھ صوفیہ کا کہنا ہے کہ خوفِ خدا کی علامت یہ ہے کہ وہ خائف حیران ہوتا ہے اور اللہ کے دروازے پر ٹھہرا کرتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ خوف کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ ہر چلتے سانس کے دوران سزا کی فکر رکھنا' خوف کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کسی دل سے خوف چلا جائے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سچا خوف یہ ہوتا ہے کہ انسان ظاہری اور باطنی طور پر گناہوں سے پرہیز کیا کرے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس وقت تک راہِ راست پر ہی ہوتے ہیں جب تک ان کے دل سے خوفِ خدا نہیں نکلتا اور جب نکل جاتا ہے تو وہ راستہ ہی گم کر بیٹھتے ہیں۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شے کیلئے کوئی چیز خوبصورتی کا باعث ہوتی ہے اور عبادت کی خوبصورتی' خوفِ خدا کی بنا پر ہوتی ہے اور پھر خوف کی علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان لمبی امیدیں نہ لگائے۔

☆ کسی نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ سے کہا: لگتا ہے کہ آپ موت سے ڈرتے رہتے ہیں' آپ نے فرمایا کہ اللہ کے سامنے ہونا بڑا مشکل ہوتا ہے۔

☆ حضرت الاستاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عیادت کی غرض سے حضرت امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ کے ہاں گیا' مجھے دیکھ کر ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے میں نے کہا: اللہ کو منظور ہوا تو آپ کو شفاء عطا فرمائے گا' پھر مجھے دیکھ کر کہا کہ شاید آپ سمجھتے ہیں کہ خوفِ موت کر رہا ہوں؟ (نہیں) میں تو اس (اللہ) سے خوفزدہ ہوں جو اس خوف کے پیچھے ہے۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ نے جو فرمایا ہے کہ "وہ لوگ عمل کر رہے

ہوتے ہیں پھر بھی وہ ڈرتے جاتے ہیں۔"

کیا یہ وہ لوگ تو نہیں جو چوری' زنا اور شراب خوری کا ارتکاب کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے' نمازیں پڑھتے' صدقہ وخیرات کرتے ہیں تاہم پھر بھی انہیں خوف رہتا ہے کہ کہیں یہ سب قبول ہونے سے نہ رہ جائے۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پوشیدہ اور ظاہری طور پر اللہ کی طرف دھیان ہی ایک ایسی چیز ہے جو خوف کو بھگا کر دل میں جاگزیں کر دیتا ہے۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ بھی اسی بات کی تائید فرماتے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب خوفِ خدا دل میں سما جایا کرتا ہے تو اس میں سے شہواتِ نفسانیہ کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور وہاں سے دنیا کی طرف توجہ کو نکال دیتا ہے۔

☆ کہتے ہیں' خوف یہ ہوتا ہے کہ انسان کو احکامِ خداوندی جاری ہونے کا ٹھوس علم ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ جب پروردگار کی عظمت کے سامنے دل حرکت کرنے لگے تو یہ خوفِ خدا کی علامت ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: دل کے لئے مناسب یہ ہوتا ہے کہ اس پر صرف خوفِ خدا غالب نظر آئے کیونکہ دل پر آرزوئیں غالب ہونے کی صورت میں دل بگڑ جاتا ہے۔

دوبارہ فرمایا: اے احمد! یہ صوفی لوگ خوف کی بدولت بلند مرتبہ ہوئے اگر یہ نہ ہوتا تو اس مقام پر نہ پہنچتے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفسِ انسانی کو خوف اور امید ہی لگام دئے رکھتے ہیں کہ کہیں سرکش نہ ہو جائے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب باطنِ انسانی میں حق دکھائی دینے لگے تو امید اور خوف کا داغ دکھائی نہیں دیتا۔

☆ حضرت استاذ ابوالقاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس فرمان میں اشکال موجود ہے' مطلب یہ ہے کہ جب شواہدِ حق' اسرار کو فنا کر دیتے ہیں تو وہ انہیں سمیٹ لیتے ہیں' ان میں کوئی چیز داخل نہیں ہو سکتی لہٰذا خوف ورجاء کی گنجائش کیسے رہے گی' یہ تو بشریت کے احساس کی علامتیں ہیں (اور احساس ہی نہیں تو ان کی جگہ کہاں؟)

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اللہ کے علاوہ کسی اور شے سے ڈرے یا کسی اور چیز سے امیدیں لگائے تو اس کے لئے سب طرف کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور اس پر خوف مسلط کر دیا جاتا ہے' اسے ستر پردوں میں ڈھانپ دیا جاتا ہے جن میں سب سے کم پردہ "شک" کا ہوتا ہے اور وہ انجام میں فکر کرنے کی بناء پر سخت خوف میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے احوال کے تغیر سے خوفزدہ رہتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (ان کے لئے اللہ کی طرف سے وہ امور ظاہر ہوئے جو اُن کے خیال میں بھی نہ تھے) نیز فرمانِ الٰہی ہے۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا ○ الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا (آپ فرما دیجئے: کیا میں تمہیں بتا دوں کہ عمل کے اعتبار سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ یہ وہ ہیں جن کی کوششیں دنیا کی زندگی ہی میں رائیگاں گئیں اور وہ نہ سمجھتے رہے کہ وہ اچھا کام کرتے ہیں) چنانچہ کتنے ہی اچھے لوگ ہوئے جن کی حالت پر لوگ رشک کرتے تھے' ان کی حالت تبدیل ہوئی اور برے کام کرنے لگے' اس کی جگہ وحشت سے دوچار ہوئے اور بارگاہِ الٰہی کے سامنے رہنے کی بجائے پردے میں چلے گئے۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کو یہ اشعار پڑھتے سنا:

''اچھے دنوں میں تم نے زمانہ کو اچھا جانا اور تقدیر کی طرف آنے والی برائیوں کا خوف نہ رہا۔''
تجھ سے دوستی کر کے دکھائی تو تم دھوکا کھا گئے حالانکہ کدورت، رات کے چھپ جانے پر ہی آتی ہے۔''

بے دین ہونے پر دل سے قرآن صاف ہو گیا:

☆ حضرت منصور بن خلف مغربی رحمۃ اللہ بتاتے ہیں کہ دو شخص ایک مدت تک کسی پیر کے مرید بن کر رہے پھر ایک تو سفر پر نکل گیا 'اور عرصہ تک اس کے بارے میں کوئی خبر نہ سنی۔ اسی دوران یہ دوسرا شخص رومیوں سے جنگ کرنے گیا، رومیوں کی طرف سے ایک مسلح شخص نے دعوت جنگ دیتے ہوئے للکارا چنانچہ مسلمانوں کی طرف سے ایک بہادر اس سے مقابلے کو نکلا لیکن رومی نے اسے شہید کر دیا، پھر ایک اور نکلا تو اسے بھی شہید کر دیا اور پھر تیسرا نکلا تو اسے بھی شہید کر ڈالا، بعد ازاں یہ صوفی مقابلے پر آیا، دونوں تلواروں سے لڑنے لگے، اسی دوران اس رومی نے چہرے سے پردہ ہٹایا تو پتہ چلا کہ یہ وہی ہے جو اس صوفی کا کئی سال پیر بھائی رہا تھا اور دونوں مل کر عبادت میں مصروف رہے تھے۔

اس صوفی نے اس سے کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اس نے بتایا کہ وہ مرتد ہو کر رومیوں کا ساتھی بن چکا ہے اور اب تو وہ صاحب اولاد بھی ہو چکا ہے اور خاصا مالدار ہے۔ اس صوفی نے کہا کہ تم تو کئی قراءتوں سے قرآن کریم پڑھا کرتے تھے؟ وہ کہنے لگا کہ اب تو مجھے ایک حرف بھی یاد نہیں رہا۔ صوفی نے کہا: باز آ جاؤ اور اپنے دین پر آ جاؤ! اس نے کہا کہ اب یہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ رومیوں میں میری بڑی عزت ہے اور میں ان میں امیر شمار ہوتا ہوں، اس لئے تم میرے ہاں سے دور ہو جاؤ ورنہ میں تمہارا ابھی وہی حال کروں گا جو ان لوگوں کا کیا ہے!

صوفی بولا کہ تم نے تین مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے اور اب واپس چلے جاؤ تو یہ میرے لئے عار نہیں ہوگی، میں کہتا ہوں کہ اب تم یہاں سے چلے جاؤ، میں تمہیں مہلت دے رہا ہوں چنانچہ وہ رومی پچھلے قدم واپس مڑا، اس صوفی نے پیچھا کر کے اسے قتل کر دیا۔

حیرت ہے کہ اتنے مجاہدوں اور ریاضتوں کے بعد یہ نصرانی ہو کر قتل ہوا۔

☆ کہتے ہیں کہ جب ابلیس سے جو ہونا تھا، ہو گیا تو حضرت جبرائیل و میکائل علیہما السلام ایک عرصہ تک روتے رہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ڈالا کہ تم اتنا کیوں رو رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی اے پروردگار! ہمیں تیرے رویے سے فکر ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے، میری چارہ سازی سے بے فکر نہ رہنا۔ (میں جو چاہوں کر سکتا ہوں)

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے' آپ نے فرمایا' میں دن میں کئی مرتبہ اپنی ناک دیکھا کرتا ہوں کہ کہیں اس بنا پر تو سیاہ نہیں ہو گئی کہ میں سزا سے ڈرتا ہوں؟

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس سال ہو گئے ہیں اپنے دل میں جھانکتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ناراضگی سے دیکھتا ہے اور پھر یہ بات میرے کاموں سے بھی دکھائی دیتی ہے۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی نیک مقام سے دھوکا نہ کھاؤ (کہ اس کی وجہ سے کچھ نہیں بگڑے گا) کیونکہ جنت سے بہتر تو کوئی جگہ ہے ہی نہیں اور وہاں جو کچھ حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا، تمہارے سامنے ہے، یونہی اپنی عبادت گذاری سے بھی دھوکے میں نہ رہو کیونکہ ابلیس کو سزا بہت سی عبادتوں کے بعد ہی ہوئی تھی، ایسے ہی اپنے کثیر علم پر بھی دھوکا نہ کھاؤ کیونکہ (اسرائیلی عالم) بلعام اسم اعظم سے خوب واقف تھا لیکن اس سے جو ہوا، وہ بھی تم جانتے ہو، نہ ہی صالحین کی صرف زیارت کر لینے سے دھوکا کھاؤ کیونکہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے تو مرتبہ میں کوئی بھی بڑھ کر نہیں لیکن آپ کے رشتہ دار اور آپ کے مخالفین اس چہرے سے فائدہ نہ لے سکے۔

☆ ایک دن حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ ساتھیوں کے ہمراہ باہر آئے تو فرمایا: آج صبح میں نے بڑی جسارت کی ہے اور اللہ سے جنت کا سوال کر دیا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں چلے تو ان کے ساتھ ایک صالح اسرائیلی بھی تھا چنانچہ انہی میں سے ایک مشہور فاسق و فاجر شخص دونوں کے پیچھے ہولیا پھر ان سے الگ ہو کر نہایت عاجزی میں دور جا بیٹھا اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی ''الٰہی مجھے بخش دے'' اس پر صالح اسرائیلی نے دعا کی کہ ''الٰہی! کل یہ عاصی شخص ہمارے ساتھ نہ ہو'' چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وحی آگئی کہ میں نے ان دونوں کی دعا قبول کر لی ہے، میں اس صالح کو تو مردود کرتا ہوں مگر اس گنہگار کو بخش رہا ہوں۔''

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ''علیم'' سے پوچھا کہ تمہارا نام ''مجنون'' کیسے پڑا؟ تو اس نے بتایا کہ جب عرصہ تک میں دیدار الٰہی سے رکا رہا تو اس خوف سے کہ کہیں آخرت میں بھی محروم نہ رہ جاؤں، میں مجنون ہو گیا۔

یہ شعر یہی معنیٰ بتا رہا ہے:

''اگر میری حالت پتھر پر طاری ہو جائے تو اسے بھی ڈھال دے گی پھر بھلا مٹی سے بنی چیز اسے کیسے برداشت کر سکتی ہے؟''

☆ ایک صوفی نے کہا کہ میں نے حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے بڑھ کر اس امت میں کوئی اور شخص نہیں دیکھا جو امت کے لئے تو پر امید ہو لیکن اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ بیمار ہو گئے تو طبیب کو آپ کی قارورہ دکھایا گیا، اس نے کہا کہ اس شخص کے خوف نے اس کا جگر کباب کر دیا ہے۔ اس کے بعد طبیب نے آکر نبض ٹٹولی اور کہا ''مجھے کیا معلوم کہ دین اسلام میں ایسے شخص بھی پائے جاتے ہیں؟''

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ غروب کے وقت سورج زرد کیوں ہوتا ہے؟ تو فرمایا: اس لئے کہ اسے کمال پر پہنچنے کے بعد معزول کر دیا جاتا ہے لہٰذا وہ اس کے غم میں اگلے مقام سے ڈر کر زرد ہو جاتا ہے، بالکل ایسے ہی جب مومن کے دنیا سے نکلنے کا وقت آ جاتا ہے تو اس کا رنگ زرد ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اگلے مقام سے خوفزدہ ہوتا ہے اور جب سورج اگلے دن طلوع ہوتا ہے تو چمکتا دکھائی دیتا ہے، یونہی مومن جب قبر سے اٹھے گا تو اس کا چہرہ روشن ہو گا۔

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: ''میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا کہ میرے لئے خوف کا دروازہ کھول دے تو اس نے کھول دیا اور میں نے اپنی عقل کے چلے جانے کا خوف کیا تو عرض کی کہ الٰہی! مجھے اس قدر خوف دے جتنی مجھ میں طاقت ہے چنانچہ میرا وہ خوف کم ہو گیا۔

باب

الرجاء (امید)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [1] (جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو پھر اللہ کی طرف سے موت آ ہی رہی ہے)

☆ حضرت علاء بن زید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں مالک بن دینار کے ہاں گیا تو شہر بن حوشب کو وہاں دیکھا، ہم وہاں سے نکلے تو میں نے حوشب سے کہا کہ اللہ تمہیں سلامتی دے، مجھے کچھ سناؤ! حضرت مالک نے کہا ہاں سناتا ہوں، مجھے میری پھوپھی ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے حدیث سنائی، انہوں نے ابوالدرداء سے سنی، فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اور انہوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا، انہوں نے کہا ''تمہارا پروردگار فرماتا ہے: ''اے میرے بندے! جب تک تو میری عبادت کرتا اور مجھ سے امید لگائے ہوئے ہے اور میرا شریک نہیں بنایا تو تم سے جو برا عمل ہو جائیگا تو میں معاف کردوں گا، اگر تو زمین کی وسعت جتنے گناہ اور لغزشیں لے کر بھی میرے پاس آئے گا تو میں تمہیں اتنی ہی بخشش سے نوازوں گا، اور تمہیں بخش دوں گا کیونکہ مجھے کسی سے ڈر نہیں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: جس کے دل میں جو کے دانے کے برابر بھی ایمان تھا، اسے دوزخ سے نکال لو، پھر حکم ہوگا کہ جہنم سے اسے بھی نکال لو جس کے دل میں رائی بھر ایمان تھا، پھر حکم ہوگا مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! میں نے غیر مومن سے جو معاملہ کیا ہے وہ اس شخص سے نہیں کروں گا جو رات یا دن میں گھڑی بھر ہی کے لئے مجھ پر ایمان لایا تھا۔''

رجاء کا مطلب:

مستقبل میں جلد حاصل ہو جانے والی چیز سے دل کے تعلق کو ''رجاء'' کہتے ہیں اور جیسے خوف، مستقبل زمانے میں ہونے والے کام سے تعلق رکھتا ہے، ویسے ہی ''رجا'' اس چیز سے تعلق رکھتی اور اس سے حاصل ہوتی ہے، جس کی زمانۂ آئندہ میں امید ہو اور اسی ''رجا'' سے دلوں میں زندگی کی رمق موجود ہے اور انہیں استقلال حاصل ہے۔

رجاء اور تمنّی میں فرق:

یہ ''آرزو'' آرزومند کے دل میں سستی پیدا کر دیتی ہے اور وہ کسی سخت راستے میں نہیں پڑ سکتا، نہ ہی اس کے لئے کوشش کرتا ہے لیکن ''امید'' والا بالکل اس کے برعکس ہے، اس لئے ''رجاء'' ایک بہتر عمل ہے جبکہ ''تمنیٰ'' ایک ناقص فعل ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل۔ مسلم شریف، باب الذکر۔ ترمذی شریف، باب الدعوات۔ ابن ماجہ شریف، باب الادب۔ دارمی شریف، باب الرقاق۔

☆ صوفیہ نے ''رجاء'' کے بارے میں بہت کلام کی ہے چنانچہ حضرت شاہ کرمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اچھی عبادت اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ اس شخص میں ''رجاء'' موجود ہے۔''

''رجاء'' کی اقسام:

☆ حضرت ابن خبیق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رجاء'' تین قسم کی ہوتی ہے:

1۔ ''رجاء'' اس آدمی میں پائی جاتی ہے جو نیک کام کرے اور ان کی قبولیت سے پر امید ہو۔

2۔ اس آدمی میں ہوتی ہے جو برائی کرے، پھر توبہ کرلے اور بخشش کی امید رکھے۔

3۔ وہ جھوٹا آدمی جو مسلسل گناہ کرتا رہے اور مغفرت کی امید رکھے (یہ بھی تو ''رجاء'' ہے)

جو شخص یہ جانتا ہے کہ اس نے برے کام کئے ہیں، اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ رجاء کے مقابلے میں دل کے اندر خوف خدا زیادہ رکھے۔

☆ کہتے ہیں کہ کرم فرمانے والے، محبت رکھنے والے کی طرف سے امید سخاوت ''رجاء'' کہلاتی ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جلال وعظمت کو جمال کی آنکھوں سے دیکھنے کا نام ''رجاء'' ہے۔

☆ کچھ صوفی فرماتے ہیں کہ دلوں کے اللہ کی مہربانی سے قرب کو ''رجاء'' کہتے ہیں۔

☆ کچھ صوفیہ کا قول ہے کہ اچھے انجام (حسن خاتمہ) پر دلوں کے خوش ہونے کو کہتے ہیں۔

☆ صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ کی وسیع رحمت کو دیکھنے کا نام ''رجاء'' ہے۔

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''خوف'' اور ''رجاء'' پرندے کے دو پروں کی طرح ہوتے ہیں، برابر ہوں تو پرندہ یکساں اور معمول کے مطابق پوری قوت سے اڑتا ہے اور جب ایک میں نقص آجائے تو اس کی اڑان میں بھی فرق آجاتا ہے اور جب پر ہی نہ رہیں تو پرندہ موت کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ حضرت احمد بن عاصم انطاکی رحمہ اللہ سے بندے کی علامت رجاء کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: وہ ایسے ہے کہ جب بندے پر ہر طرف سے احسان ہو تو وہ اس امید پر شکر کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں پوری نعمتیں عطا فرمائے گا اور ساتھ ہی آخرت میں مکمل معافی ہوگی۔

☆ حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل کی موجودگی پر خوشی کرنا ''رجاء'' کہلاتا ہے۔ نیز فرمایا: امیدوں کے مرکز محبوب (خدا) کا کرم دیکھ کر دلوں کے خوش ہونے کو ''رجاء'' کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو عثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے نفس کو ''رجاء'' پر لگائے رکھا، وہ بیکار ہو گیا اور جس نے ''خوف'' کی بنیاد پر عمل کیا، وہ قناعت پسند ہے (مایوس ہے) آدمی کو رجاء اور خوف کے بین بین ہونا چاہیے۔

☆ حضرت بکر بن سلیم صواف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہم اس رات حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے جس دن آپ کا وصال ہوا، ہم نے عرض کی، اے ابو عبداللہ! کیا محسوس کرتے ہو؟ آپ نے فرمایا: میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ میں کونسا جواب دوں؟ ہاں تم جلد ہی اللہ کی مہربانی ملاحظہ کرلو گے جو تمہارے گمان میں بھی نہ آسکے گی!'' چنانچہ ہم کافی دیر وہیں رہے اور ان کی آنکھیں ہمیں نے بند کیں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''الٰہی! لگتا ہے کہ گناہوں کی حالت میں میری تجھ پر امید، اس امید پر غالب آ جائے گی جو اعمال کرنے کی حالت میں ہوتی ہے کیونکہ مجھے بھروسہ ہے کہ میں نے خلوص دل سے عمل کئے ہیں لیکن میں آفتوں میں گھرا ہوا کران گناہوں سے کیسے بچ سکتا ہوں اور پھر میں گناہوں کی معافی کے بارے میں بھی تم پر اعتماد کرتا ہوں کہ تو بھلا سخاوت سے موصوف ہوتے ہوئے انہیں کیوں نہیں بخشے گا۔''

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ سے حالت نزع میں لوگوں نے بات کرنی چاہی تو آپ نے فرمایا، مجھے مشغول نہ کرو کیونکہ میں اپنے اوپر اللہ کی مہربانیاں ہوتے دیکھ کر تعجب میں ہوں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا: الٰہی! میرے دل میں تیری سب سے میٹھی مہربانی، تجھ سے امید ہے اور میری زبان پر شیریں کلام تیری حمد وثنا ہے اور پھر میری سب سے بہتر وہ گھڑی ہوگی جس میں تجھ سے ملاقات ہوگی۔

☆ ایک تفسیر میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم باب بنو شیبہ سے نکل کر اپنے صحابہ کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ وہ کھل کھلا رہے تھے، آپ نے فرمایا: ''تم ہنس رہے ہو؟ اگر تمہیں وہی کچھ معلوم ہو جائے جسے میں جانتا ہوں تو تمہیں ہنسی کم آئے گی اور رونا زیادہ۔''

پھر ذرا آگے تشریف لے گئے اور واپس تشریف لائے تو بتایا کہ ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس حاضر ہوئے اور اللہ کا فرمان لائے ہیں نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ [1] (میرے بندوں کو بتا دیجئے کہ بڑا بخشنہار اور مہربان میں ہی ہوں)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا، ارشاد ہوا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس وقت (اپنی شان کے مطابق) ہنستا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے بندے اس سے بے امیدی کرتے ہیں حالانکہ اس کی رحمت ان کے قریب ہوتی ہے چنانچہ میں نے (سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ! میرے ماں باپ آپ قربان! کیا ہمارا رب بھی ہنستا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ وہ ہنسا کرتا ہے، اس پر سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، اگر ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ ہمیں کسی بھلے اجر سے محروم نہ فرمائے گا۔''

اللہ کے ہنسنے کی وضاحت:

یاد رکھئے کہ ''ضحک'' (ہنسنا) کا لفظ اللہ تعالیٰ کی ایک فعلی (مخلوق سے برتاؤ کی) صفت ہے اور اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ اہل لغت اس لفظ کا یوں استعمال کیا کرتے ہیں ضَحِکَتِ الْاَرْضُ بِالنَّبَاتِ (زمین سے سبزہ ظاہر ہونے لگا) اور لوگوں کی مایوسی پر اللہ کے ہنسنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر یقیناً مہربانی فرما رہا ہے اور یہ مہربانی اور فضل وکرم ان لوگوں کے اس انتظار کے مقابلہ میں کئی گناہ زیادہ ہے، جس کی انہیں انتظار رہتی ہے۔

آتش پرست کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام:

☆ کہتے ہیں کہ ایک آتش پرست نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کھانا مانگا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسلام لے آؤ تو میں کھانا دے دوں گا! اس نے کہا: اگر میں اسلام لے آتا ہوں تو پھر مجھ پر آپ کا کیا احسان ہوگا؟ یہ کہہ کر وہ مجوسی چلا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی فرمائی' اے ابراہیم علیہ السلام! تو نے مجوسی کو کھانا اس لئے نہیں دیا کہ اس نے اپنا دین تبدیل کیا ہوا ہے؟

[1] سورۂ حجر، آیت ۴۹

جبکہ ہم ستر سال سے اسے اسی حالت کفر میں روزی دے رہے ہیں، آپ صرف ایک رات کا کھانا دے دیتے تو کیا حرج تھا؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس مجوسی کے پیچھے گئے اور کھانے کا کہا: اس پر مجوسی نے پوچھا اب کیا ہوا کہ آپ کھانے کا کہہ رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے واقعہ بتا دیا تو مجوسی بولا: تو کیا اللہ تعالیٰ میرے ساتھ یوں معاملہ فرما رہا ہے؟ پھر آپ سے عرض کی کہ مجھے اپنا کلمہ پڑھاؤ چنانچہ مسلمان ہو گیا۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ استاد ابوسہل صعلوکی رحمہ اللہ نے ابوسہل زجاج کو خواب میں دیکھا (اس کا عقیدہ یہ تھا کہ جس اللہ نے عذاب کی دھمکی دی، وہ اسے ضرور ہی ہوگا) اور پوچھا، اللہ نے کیا برتاؤ فرمایا؟ تو اس نے کہا: ''جیسے میرا وہم تھا، معاملہ اس سے آسان رہا''

☆ حضرت ابوبکر بن اشکیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں استاد ابوسہل صعلوکی کو دیکھا کہ وہ ایسی خوبصورت حالت میں تھے جو بیان سے باہر ہے۔ میں نے پوچھا: اے استاذ! یہ مرتبہ کیسے ملا؟ اس نے کہا: ''یہ جو اللہ کے بارے میں حسن ظن رکھتا ہوں!''

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو ان سے پوچھا گیا اللہ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے کہا میں بہت سے گناہ لے کر اللہ کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اس وجہ سے سب گناہ بخش دیئے کہ میں اس کے بارے ہمیشہ اچھا گمان رکھتا تھا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میرا رب فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے وقت ساتھ ہی ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو بھی ساتھ ہوتا ہوں پھر اگر وہ اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں ویسے یاد کرتا ہوں اور اگر کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر فرشتوں کی جماعت میں یاد کرتا ہوں پھر اگر وہ بالشت بھر میری طرف آتا ہے تو میں ہاتھ بھر اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ہاتھ بھر (64 سنٹی میٹر) میرے قرب میں آتا ہے تو میں بازو بھر قریب ہوتا ہوں اور پھر اگر وہ پیدل چل کر آتا ہے تو میں ذرا تیزی سے اس کی طرف جاتا ہوں۔''

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی روایت سے یہ واقعہ ملتا ہے۔

وعدہ پورا ہوتے دیکھ کر مجوسی کا اسلام:

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابن المبارک ایک مرتبہ ایک طاقتور کافر سے جنگ کر رہے تھے کہ اس کافر کی عبادت کا وقت ہو گیا، اس نے مہلت مانگی تو آپ نے مہلت دے دی۔ جب اس نے سورج کو سجدہ کیا تو ابن مبارک نے خیال کیا کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں، اسی دوران ہوا سے ایک آواز آئی، کوئی کہہ رہا تھا وَاَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا (وعدہ پورا کرو کیونکہ اس کے بارے میں سوال ہوگا) چنانچہ آپ نے ایسا نہ کیا۔ سورج پرست نے سلام پھیرا تو اس نے آپ سے پوچھا: یہ جو تم نے ارادہ کیا تھا، اس سے کیوں رک گئے؟ اس پر آپ نے جو آواز سنی تھی اس کے بارے میں بتایا، اس پر مجوسی نے آپ سے کہا: ''وہ کتنا اچھا رب ہے جو اپنے ایک ولی کو اس کے دشمن کے بارے میں ڈانٹ رہا ہے چنانچہ وہ پورے طور سے اسلام لے آیا۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا نام عفو رکھا تو مخلوق اس سبب سے گناہ میں مبتلا کی گئی۔

☆ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ اگر یہ فرما دیتا کہ میں گناہ نہیں بخشوں گا تو کوئی مسلمان بالکل گناہ نہ کرتا جیسے اس نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (اللہ تعالیٰ سے شرک کیا جائے تو اسے بخشتا نہیں) چنانچہ کسی مسلمان نے قطعاً شرک نہیں کیا لیکن جب اس نے فرمایا وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (شرک سے کم جس کے گناہ بخشنا چاہے، بخش دے گا) تو لوگ گناہ کا طمع کرنے لگے (کہ بخشش

مل سکے)

ابراہیم بن ادھم کا تنہا طواف:

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

''میں ایک زمانہ تک دیکھتا رہا کہ مطاف (طواف کی جگہ) میرے لئے خالی ہو چنانچہ ایک تاریک رات تھی، شدید بارش ہو رہی تھی کہ مطاف خالی ہو گیا، میں نے جھٹ طواف شروع کر دیا ساتھ ہی میں کہتا جاتا تھا: ''الٰہی مجھے بچالے، میرے گناہ معاف فرمادے'' چنانچہ غائبانہ آواز آئی کہ کسی نے کہا: اے ابن ادھم! تم مجھ سے گناہوں سے بچنے کی درخواست کر رہے ہو، سبھی لوگ گناہ سے بچاؤ کا سوال کرتے ہیں اور اگر میں تم جیسوں کو گناہوں سے بچائے رکھوں تو پھر میری ''رحمت'' کس پر ہوگی؟۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالعباس بن شریح نے اپنی مرض موت میں حالت خواب کے اندر دیکھا کہ گویا قیامت برپا ہو چکی ہے اور اللہ جبار یہ فرمارہا ہے: علماء کہاں ہیں؟ ابوالعباس نے بتایا وہ لوگ آ گئے، پھر فرمایا کہ تم نے تعلیم کے مطابق عمل کیا تھا؟ ہم نے کہا: الٰہی ہم سے کوتاہی ہوئی اور ہم نے برا کیا، (راوی بتاتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے دوبارہ پوچھا (گویا اسے ان کا جواب پسند نہ آیا اور کوئی دوسرا جواب چاہا) تو میں بولا (الٰہی) رہا میں، تو میرے اعمالنامے میں شرک کا ارتکاب موجود نہیں اور تیرا وعدہ ہے کہ شرک سے کم کو بخش دے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ، میں نے تم سب کو بخش دیا۔'' اور پھر اس کے تین دن بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

شراب خوروں کی بخشش کا سامان:

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص بڑا شراب خور تھا، اس نے شراب خوروں کو اکٹھا کر کے ایک غلام کو چار درہم دیتے ہوئے کہا کہ اہل مجلس کے لئے کچھ پھل لے آؤ، چنانچہ وہ غلام منصور بن عمار کی مجلس کے دروازے گزرا، جو ایک فقیر کے لئے چار درہم کا سوال کر رہے تھے اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ جو اسے چار درہم دے دے گا میں اس کے لئے چار دعائیں کروں گا۔ چنانچہ اس غلام نے وہ درہم دے دیئے، اس پر منصور نے کہا: کونسی دعا کرانے کا ارادہ ہے؟ غلام نے کہا: میرا ایک آقا ہے جس سے خلاصی چاہتا ہوں چنانچہ منصور نے میرے لئے یہ دعا کر دی، پھر پوچھا دوسری کیا ہے؟ غلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میرے دراہم کے بدلے اور دراہم دے دے، چنانچہ انہوں نے یہ بھی کر دی اور پھر پوچھا کہ اگلی دعا کیا کروں؟ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ میرے آقا کو بخش دے۔ اس پر انہوں نے یہ دعا بھی کر دی اور پوچھا اگلی دعا بتاؤ! تو اس نے کہا کہ یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے، میرے آقا اور آپ کو نیز ان سب شرابیوں کو بخش دے! چنانچہ منصور نے یہ دعا بھی کر دی۔

اس کے بعد وہ غلام اپنے آقا کے پاس واپس چلا گیا، آقا نے پوچھا: اتنی دیر کیوں کر دی؟ اس پر غلام نے پوری بات کہہ سنائی۔ آقا نے کہا، انہوں نے کیا دعا کی تھی؟ غلام نے بتایا کہ میں نے اپنی آزادی کی دعا کرائی تھی۔ یہ سن کر آقا نے غلام سے کہا: جاؤ تم آزاد ہو، یہ بتاؤ دوسری دعا کیا تھی؟ اس نے بتایا کہ اللہ درہم واپس کرا دے، آقا بولا، یہ لو چار ہزار درہم، پھر پوچھا تیسری دعا کیا تھی؟ غلام نے کہا: میں نے کہا تھا کہ اللہ آپ کو بخش دے۔ آقا نے کہا تو پھر میں بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتا ہوں، پھر پوچھا کہ چوتھی دعا کیا تھی؟ اس نے کہا، یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو، مجھے، ان شرابیوں اور نصیحت کرنے والے کو بخش دے۔ یہ سن کر آقا نے کہا: یہ وہ واحد دعا ہے جسے پورا کرنا میرے بس میں نہیں ہے۔

رات ہو گئی تو اس آقا نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے: تم نے تو وہ کام کر دیا جو تمہارے ذمے تھا تو کیا تم یہ خیال کرتے

ہو کہ جو کچھ میرے ذمے ہے، میں نہ کرسکوں گا، میں نے تجھے بخشا، غلام کو بخشا، منصور بن عمار کو بخشا اور سارے حاضر شرابیوں کو بھی بخش دیا ہے۔

☆ کہتے ہیں حضرت رباح قیسی رحمہ اللہ نے بہت سے حج کئے ایک دن (میزاب رحمت کے نیچے کھڑے ہوکر) یوں دعا کی:

''الٰہی! میں اتنے حج کا ثواب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتا ہوں، ان میں سے دس حجوں کا ثواب آپ کے دس (مبشرہ) صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین کو پیش کرتا ہوں، دو کا ثواب اپنے والدین کو اور باقی کا تمام مسلمانوں کو پہنچاتا ہوں۔

اس نے اپنے لئے کوئی حج بھی باقی نہ رکھا، چنانچہ ایک غائبانہ آواز آئی:

''یہ لو! یہ شخص ہم پر اپنی سخاوت جتلا رہا ہے، میں تمہیں بخشتا ہوں، تمہارے والدین کو بخشتا ہوں اور جنہوں نے صدق دل سے کلمہ شہادت پڑھا ہے انہیں بھی ضرور بخش دوں گا۔''

ہیجڑے سے لوگوں کی نفرت اور اس پر نوازش الٰہی:

☆ حضرت عبدالوہاب بن عبدالمجید ثقفی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا:

''میں نے ایک میت دیکھی جسے تین مرد اور ایک عورت اٹھائے جا رہے تھے (راوی کہتے ہیں) عورت کی جگہ میں نے لے لی اور ہم قبرستان کو چلے، ہم نے نماز جنازہ پڑھی اور میت دفن کردی۔ میں نے عورت سے پوچھا کہ یہ تمہارا کیا لگتا تھا؟ اس نے کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ میں نے کہا: کوئی ہمسائے نہ تھے؟ اس نے کہاں، ہاں لیکن وہ اسے حقیر جانتے ہیں، میں نے کہا، اسے کیا تھا؟ اس نے کہا کہ یہ مخنث (نہ مرد، نہ عورت) تھا، عبدالوہاب کہتے ہیں کہ مجھے اس عورت پر رحم آیا، میں اسے اپنے گھر لے گیا، اسے درہم دیئے، گندم دی اور کپڑے بھی دیئے۔

پھر رات کو میں سوگیا، میں نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص آیا جیسے چودھویں رات کا چاند ہے، اس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے میرا شکریہ ادا کرنا شروع کردیا، میں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا: وہی مخنث جسے تم لوگوں نے آج ہی دفن کیا ہے: لو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس وجہ سے رحم فرمادیا کہ لوگوں نے مجھے حقیر سمجھا تھا۔

☆ میں نے سنا کہ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا:

حضرت ابوبکر بیکندی رحمہ اللہ ایک دن بازار سے گزرے، انہوں نے محلہ کے ایک نوجوان کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے نکال دینے کا ارادہ کیا مگر ایک عورت رونے لگی، بتایا گیا کہ یہ اس کی ماں ہے، ابوعمرو کو اس عورت پر رحم آیا اور انہوں نے لڑکے کے بارے ان لوگوں سے سفارش کی اور ان سے کہا کہ اس مرتبہ میری وجہ سے اسے چھوڑ دو اور اگر یہ دوبارہ وہی کرے تو تمہاری مرضی جیسے چاہو کر لینا چنانچہ انہوں نے اس نوجوان کو آپ کے سپرد کردیا اور ابوعمرو چلے گئے۔

کچھ دن گذرے تو ابوعمرو اسی راستے سے گزرے، دروازے کے پیچھے سے رونے کی آواز سنی، دل میں کہا کہ شاید وہ نوجوان فساد پر اتر آیا ہے اور محلے سے نکال دیا گیا ہے۔ آپ نے دروازے پر دستک دی اور اس عورت سے نوجوان کے بارے میں پوچھا، عورت باہر آئی اور بتایا کہ وہ تو فوت ہوگیا ہے، ابوعمرو نے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا: ''جب نوجوان قریب المرگ ہوا تو مجھے کہا تھا کہ میری موت کا کسی سے ذکر نہ کرنا کیونکہ میں انہیں ستا تا رہا ہوں، وہ مجھے گالیاں دیں گے اور میرے جنازے میں شامل نہیں ہوں گے اور جب

مجھے دفنا دو تو یہ میری انگوٹھی ہے جس پر بسم اللہ لکھا ہے، اسے میرے ساتھ ہی دفن کر دینا اور جب میرے دفن سے فارغ ہو جاؤ تو میرے رب سے میری سفارش کرنا۔''

اس عورت نے بتایا کہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کیا چنانچہ میں اس کے سرہانے سے واپس مڑی تو اس کی آواز سنی، وہ مجھے کہہ رہا تھا: اے ماں! اب چلی جاؤ کیونکہ میں کرم فرمانے والے رب کے پاس پہنچ گیا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ لوگوں سے کہہ دو، میں نے انہیں اس لئے پیدا نہیں کیا کہ ان سے کوئی فائدہ لوں بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے کہ انہیں فائدہ پہنچاؤں۔

☆ حضرت ابراہیم بن اطروش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم بغداد میں دجلہ پر حضرت معروف کرخی کے پاس بیٹھے تھے کہ نوجوانوں کی ایک جماعت کشتی میں بیٹھے، دف بجاتے، شراب پیتے اور کھیلتے گذری۔ ہم نے معروف کرخی سے عرض کی: دیکھئے یہ لوگ کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کیسے کر رہے ہیں لہٰذا ان کے لئے بددعا کیجئے، انہوں نے ہاتھ اٹھایا اور کہا: الٰہی! جیسے انہیں تو نے دنیا میں خوش رکھا ہے، آخرت میں یونہی رکھنا! انہوں نے کہا: ہم نے تو آپ کو بددعا کے لئے کہا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں آخرت میں خوش کرے گا تو ان کی توبہ بھی قبول ہوگی۔

☆ حضرت عبداللہ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن اکثم قاضی میرے دوست تھے، وہ مجھ سے پیار کرتے اور میں ان سے کرتا تھا، یحییٰ فوت ہو گئے تو میری خواہش تھی کہ میں انہیں خواب میں دیکھوں اور ان سے پوچھوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ چنانچہ ایک رات میں نے انہیں خواب میں دیکھا، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا ہے؟ اس نے کہا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے البتہ مجھے ڈانٹا ہے اور ڈانٹنے کے بعد مجھے فرمایا کہ اے یحییٰ! تو نے دنیا میں اچھے برے کی تمیز نہیں کی، میں نے عرض کی، ہاں یا اللہ! میں نے اس حدیث پر بھروسہ کر رکھا ہے جسے ابو معاویہ ضریر نے اعمش سے روایت کیا ہے، انہوں نے ابو صالح اور انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''(اے اللہ!) تو نے تو کہا ہے کہ میں سفید بالوں والے کو عذاب نہیں دوں گا۔'' تو اللہ نے فرمایا: اے یحییٰ! میں نے تجھے معاف کر دیا اور میرے نبی نے سچ کہا ہے لیکن تو نے میرے سامنے نیک و بد اعمال کو خلط ملط کر دیا۔

باب

الحُزْنَ (غم)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ **وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحُزْنَ** [1] (اور انہوں نے کہا ہر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے غم دور کر دیا)

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا' میں نے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: "جو بیماری، تکان، غم یا کوئی بے چین کرنے والا دکھ کسی مومن بندے کو لگ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔" [2]

وضاحت حزن:

"حزن" ایک ایسی حالت کا نام ہے جو دل کو غفلت کی وادیوں میں پریشان پھرنے سے روکتی ہے اور یہ اہل سلوک کی ایک صفت ہوتی ہے۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ "صاحب حزن' اللہ تعالیٰ کے راستے کو ماہ بھر کے اندر اتنا طے کر جاتا ہے جتنا غم کے بغیر شخص کئی سال میں بھی طے نہیں کر سکتا، حدیث پاک میں آتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر غم و حزن والے دل سے محبت فرماتا ہے۔"

تورات میں آیا ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ کسی سے محبت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں رونے دھونے کا جذبہ پیدا کر دیتا ہے اور جب کسی پر ناراضگی کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل میں خوش ہونے کا جذبہ پیدا فرما دیتا ہے۔"

☆ ایک روایت بتاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم مسلسل غمگین اور فکر مند رہتے تھے۔

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "حزن" ایک فرشتہ ہے کہ جب وہ کسی دل میں گھر کر لیتا ہے تو کسی اور کا وہاں ٹھہرنا پسند نہیں کرتا۔

☆ کہتے ہیں کہ جس دل میں حزن نہ ہو وہ ویران ہو جاتا ہے جیسے کسی گھر میں کوئی ٹھہرنے والا نہ ہو تو ویران ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو سعید قرشی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حالت حزن میں رونا اندھا کر دیتا ہے اور شوق میں رونا کمزور تو کرتا ہے لیکن اندھا نہیں کرتا جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ** (غم کی بنا پر ان کی بینائی چلی گئی اور وہ مغموم تھے)

☆ حضرت ابن خفیف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "حزن" نفس کو خوشی کے لئے اٹھنے سے روکنے کا نام ہے۔

☆ حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا نے ایک آدمی کو یہ کہتے سنا کہ "وَاحُزْنَاهُ" تو فرمایا کہ یوں کہو وَاقِلَّةَ حُزْنَاهُ، اگر تو غمناک

---

[1] سورۂ فاطر، آیت ۳۴

[2] موطا: باب العین۔ بخاری شریف، باب المرضیٰ۔ مسلم شریف، باب البر۔ ترمذی شریف، باب الجنائز۔ احمد بن حنبل

ہوتا تو سانس نہ لے سکتا۔

☆ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ''اگر ایک صاحب حزن پوری امت میں روئے تو اللہ تعالیٰ پوری امت پر اس کے رونے کی وجہ سے رحم فرمادے گا۔

☆ حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ پر حزن کی کیفیت غالب رہتی تھی، آپ رات کو فرمایا کرتے: ''الٰہی! تیرا غم وہ ہے جس نے سارے غم مٹا دیئے ہیں اور میرے اور میری نیند میں پردہ بن گیا ہے۔

☆ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''اسے غم سے رہائی کب مل سکتی ہے جس پر ہر وقت نئی سے نئی مصیبتیں آتی رہتی ہوں۔''

☆ کہتے ہیں کہ ''حزن'' کھانے سے روکتا ہے اور خوف، گناہوں سے۔

☆ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ آدمی کے غمزدہ ہونے کا کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، بکثرت آہ وزاری کرنے سے۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مجھے تو یہ بات پسند ہے کہ تمام لوگوں کے غم مجھ پر ڈال دیئے جائیں۔

☆ صوفیہ نے غم کے بارے میں گفتگو کی ہے تو سب نے کہا ہے کہ غم آخرت اچھی چیز ہے لیکن غم دنیا پسندیدہ چیز شمار نہیں ہوتا البتہ ابوعثمان حیری نے ان کے اس قول کا انکار کرتے ہوئے کہا کہ ''حزن'' ہر لحاظ سے ایک مرتبہ ہے اور مومن کے اجر میں زیادتی کا سبب ہے جب تک گناہ کی وجہ سے نہ ہو مومن کے لئے زیادتی مراتب کا باعث ہے کیونکہ اگر بالفرض یہ درجات انسانی بلند نہیں کرتا تو گناہ یقیناً صاف کرتا ہے۔

☆ ایک صوفی کے بارے میں آتا ہے کہ اگر ان کے مریدوں میں سے کوئی سفر کا ارادہ کرتا تو آپ اسے فرماتے: ''جب بھی کسی غمزدہ کو دیکھو تو میری طرف سے اسے سلام کہنا۔''

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ ایک صوفی غروب آفتاب کے وقت سورج سے کہتے تھے: آج تم نے کوئی غمزدہ دیکھا ہے؟

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی حالت یہ تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا وہ یہی سمجھتا کہ آج پھر ان پر کوئی نئی مصیبت نازل ہوئی ہے۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ فوت ہوئے تو حضرت وکیع نے کہا کہ آج زمین سے ''حزن'' ختم ہو گیا ہے۔

☆ ایک پہلے بزرگ نے فرمایا کہ مومن اپنے نامہء اعمال میں کثرت سے غم اور حزن کی نیکیاں لکھی دیکھے گا۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلے بزرگ کہا کرتے تھے کہ ''ہر چیز پر زکوٰۃ لازم ہے اور عقل کی زکوٰۃ طویل غم ہے۔''

☆ حضرت ابوالحسین وراق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوعثمان حیری رحمہ اللہ سے ایک دن غم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا ''غمزدہ کو حزن کے سوال کی فرصت نہیں ہوتی لہذا پہلے غم کرنا سیکھو اور بعد میں سوال کرو۔''

باب

الجُوعِ وَتَرْكِ الشَّهْوَةِ (بھوک اوراس کی خواہش کا ترک)

☆ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ [1] (ہم کچھ خوف اور بھوک کے ذریعے تمہاری آزمائش کریں گے) پھر آیت کے آخر میں فرمایا: وَبَشِّرِ الصّٰبِرِينَ یعنی آپ انہیں خوشخبری دے دیں کہ تمہاری بھوک کے اندازے کے مطابق صبر کرنے پر تمہیں اچھا ثواب ملے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ [2] (اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیں گے اگرچہ خود ضرورتمند ہوں)

☆ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئیں تو آپ نے پوچھا، فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! یہ ٹکڑا کیسا ہے؟ انہوں نے عرض کی، میں نے ایک روٹی پکائی تھی تو میرے دل نے یہ گوارانہ کیا کہ میں اکیلی کھالوں چنانچہ یہ ٹکڑا آپ کے لئے لائی ہوں۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ بیٹی! یہ پہلا کھانا ہے کہ تین دن کے بعد تیرے باپ کے پیٹ میں جارہا ہے۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کی روٹی لئے حاضر ہوئی تھیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بھوک صوفیہ کی صفات میں شمار ہوتی ہے اور یہ مجاہدہ کا ایک رکن ہے کیونکہ اہل سلوک نے آہستہ آہستہ بھوکا رہنے کی عادت ڈالی اور کھانے سے رکتے گئے اور پھر انہیں اس بھوک کے نتیجے میں حکمت کے چشمے ملے۔ اس بارے میں صوفیہ کی بہت سی حکایتیں ملتی ہیں۔

☆ حضرت ابن سالم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بھوک کا طریقہ یہ ہے کہ روزمرہ کی خوراک میں سے صرف بلی کے کان کے برابر کم کرتا جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ پندرہ دن میں سے صرف ایک دن کھانا کھاتے تھے، جب ماہ رمضان آجاتا تو پھر آپ عید کا چاند نظر آنے تک کچھ نہ کھاتے اور عادت یہ تھی کہ ہر رات خالص پانی سے افطاری فرماتے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کہتے تھے: اگر بھوک بازار میں بکتی تو طالب آخرت لوگوں کے لئے یہ مناسب نہ ہوتا کہ اس کے سوا کوئی اور چیز خریدتے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا فرمایا تو شکم سیری میں بے فرمانی اور جہل کو رکھا اور بھوک میں علم وحکمت کو رکھا۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا بھوک مریدین کے لئے ایک ریاضت ہے، توبہ کرنے والوں کے لئے تجربہ، زاہدوں کے لئے سیاست اور عارفوں کے لئے ایک بزرگی کی حیثیت رکھتی ہے۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ ایک صوفی ایک شیخ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، ان سے پوچھا کہ کیا ہوا کیوں رو رہے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ میں بھوکا ہوں۔ صوفی نے کہا: تم جیسے کا رونے سے کیا کام؟ شیخ نے کہا: چپ ہوجاؤ! کیا تم نہیں جانتے کہ میری بھوک سے اس کی (اللہ) مراد یہ ہے کہ میں روؤں۔

۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۵۵ ۔ ۲۔ سورۂ حشر، آیت ۹

☆ حضرت مخلد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حجاج بن فرافصہ شام میں ہمارے ہمراہ تھے، انہوں نے پچاس راتوں تک نہ پانی پیا اور نہ ہی کوئی شے کھا کر سیر ہوئے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ یحییٰ بن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوتراب نخشبی بصرہ کے جنگل کے راستے مکہ آئے (اللہ تعالیٰ مکہ کو محفوظ رکھے) تو ہم نے ان سے کھانے کے بارے میں سوال کیا' انہوں نے بتایا کہ میں بصرہ سے نکلا تو نباج میں کھانا کھایا پھر ذات عرق میں اور ذات عرق سے تمہارے پاس آ پہنچا ہوں اور یوں انہوں نے صرف دومرتبہ کھانے سے سارا جنگل طے کرلیا۔

☆ حضرت عبدالعزیز بن عمیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پرندوں کی ایک قسم کے پرندے چالیس دن تک بھوکے رہے پھر ہوا میں اڑ گئے اور چند دن بعد واپس آئے تو ان سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ جب بھوکے رہتے تو قوی نظر آتے اور جب کچھ کھا لیتے تو کمزور ہو جاتے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرات ربّانی (اللہ والے) چالس دن تک کھانا نہ کھاتے اور حضرات صمدانی اسی دنوں تک کھانا نہ کھاتے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا کی چابی شکم سیر ہو کر کھانا ہے اور آخرت کے اجر کی چابی بھوک ہوتی ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اس آدمی کے بارے میں بتایئے جو دن میں ایک بار کھانا کھاتا ہے انہوں نے کہا کہ یہ صدیقین کا طریقہ ہے، اس نے پوچھا کہ دودفعہ کھائے تو؟ انہوں نے بتایا کہ یہ مومنین کا طریقہ ہے، پھر کہا اگر تین بار کھائے تو؟ آپ نے کہا: گھر والوں سے کہہ دو کہ تمہارے لئے تھان (جسے پنجابی میں کھرلی کہتے ہیں) تیار کردیں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بھوک نور ہوتی ہے، پیٹ بھر کھانا، آگ (میں جلنا) ہے اور شہوت، ایندھن ہے جس سے جلنے کی صورت بنتی ہے اور اس کی آگ اس وقت تک نہیں بجھتی جب تک اسے جلا نہ دے۔

☆ حضرت ابونصر سراج طوبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی ایک شیخ کے پاس آیا، اس نے کھانا پیش کیا اور پھر پوچھا کہ کتنے دنوں سے کھانا نہیں کھایا تو اس نے کہا، پانچ دن سے، انہوں نے کہا کہ تمہاری بھوک ایک بخیل کی بھوک معلوم ہوتی ہے، کپڑے تو تن پر موجود ہیں لیکن تم بھوکے کیوں رہے ہو؟ یہ فقیری کی بھوک نہیں ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے لئے پوری رات قیام کرنے سے یہ بہتر ہے کہ میں رات کا کھانا ایک لقمہ کم کھالوں۔

☆ حضرت ابوالقاسم جعفر بن احمد رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالخیر عسقلانی کو سال بھر مچھلی کھانے کی خواہش رہی پھر انہیں حلال طریقے سے کھانے کا موقع ملا، جب انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مچھلی کا ایک کانٹا انگلی میں چبھ گیا جس کی وجہ سے ان کا ایک ہاتھ ضائع ہوگیا، انہوں نے عرض کی، اے رب! یہ تو اس شخص کا حال ہے جس نے حلال طریقے سے کھانے کی طرف خواہش سے ہاتھ بڑھایا تو پھر اس شخص کا حال کیا ہوگا جو خواہش سے حرام کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔

☆ حضرت استاذ ابوبکر بن فورک نے فرمایا کہ حلال کی خواہش رکھ کر کھانے کا نتیجہ عیال داری میں مشغول ہو جاتا ہے اور حرام کی خواہش کا نتیجہ کیا ہوگا؟

باشرع پیر مرید کی کسی کام میں پہل، بے ادبی:

☆ حضرت رستم شیرازی صوفی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوعبداللہ بن خفیف ایک دعوت میں تھے کہ ان کے مریدوں میں سے ایک نے شیخ سے قبل کھانے کی طرف ہاتھ بڑھادیا کیونکہ فاقہ سے تھا چنانچہ اس شیخ کے ایک مرید نے ارادہ کیا کہ بے ادبی کی وجہ سے اسے ڈانٹ دیں کیونکہ اپنے شیخ سے قبل کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے اور پھر اس نے اس فقیر کے سامنے کچھ کھانا رکھ دیا اس سے فقیر کو پتہ چل گیا کہ اس نے بے ادبی کی بناء پر اسے براجانا ہے اور پھر عہد کرلیا کہ پندرہ دن تک کھانا نہیں کھائے گا جس کا مقصد نفس کو سزا اور تادیب ہوگی اور اس سے بے ادبی پر توبہ کا اظہار ہو جائے گا، حالانکہ وہ پہلے ہی فاقہ سے تھا۔

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دنیا کی خواہشات پر غالب آ گیا تو یہ وہی شخص ہوگا جس کے سائے سے شیطان خوف کھاتا ہے۔

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفی جب صرف پانچ ہی دن بعد کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے تو اسے بازار بھیج دو اور کہہ دو کہ اپنا کوئی کاروبار کرے۔

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، آپ نے ایک صوفی کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل دوزخ کی نفسانی خواہش، بجائے پرہیز گاری کے ان پر غالب آ گئی اسی وجہ سے وہ خوار ہو گئے۔

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا' ایک صوفی سے کہا گیا' کیا تمہیں دنیوی خواہش نہیں ہوتی؟' اس نے کہا تھا کہ مجھے خواہش نفس تو ہوتی ہے لیکن میں روک لیا کرتا ہوں۔

☆ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں کوئی خواہش نہیں ہوتی؟ اس نے کہا مجھے یہ خواہش ہوتی ہے کہ میں خواہش نہ کروں اور یہ مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے۔

☆ حضرت ابونصر تمار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میرے پاس حضرت بشر حافی آئے تو میں نے کہا کہ خدا کا شکر ہے جو تمہیں یہاں لے آیا، ہمارے ہاں خراسان سے کچھ روئی آئی تو بچی نے اسے کات کر بیچ کر ہمارے لئے گوشت منگوایا ہے لہذا آج افطاری ہمارے پاس کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ اگر میں نے کھانا ہوگا تو آپ ہی کے پاس کھاؤں گا اور پھر کہا کہ مجھے کئی سال سے بینگن کھانے کی خواہش رہی ہے مگر کھانے کا اتفاق نہیں ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ اس میں حلال طریقے سے بینگن بھی ڈالے ہیں تو کہنے لگے کہ اس وقت کھاؤں گا جب اس کی طلب خوب ہو جائے۔

☆ حضرت ابواحمد صغیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں' ابوعبداللہ بن خفیف نے مجھے حکم دیا ہے کہ افطاری کے لئے ہر رات ان کے سامنے دس دانے کشمش بھی رکھ دیا کروں، ایک دن ایسا ہوا کہ ان کے لحاظ کے لئے میں نے پندرہ دانے رکھ دیئے، انہوں نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: تجھے یہ کس نے کہا تھا؟ اور پھر دس دانے کھائے، دوسرے چھوڑ دیئے۔

☆ حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرے نفس میں خواہش پیدا ہوئی، نفس نے ایک روٹی اور انڈا مانگا حالانکہ میں سفر میں تھا چنانچہ میں ایک بستی کو چلا، وہاں ایک آدمی مجھ سے چمٹ گیا اور کہنے لگا کہ "یہ بھی ان چوروں کے ساتھ تھا" لوگوں نے مجھے کوئی ستر کوڑے لگائے، بعد ازاں ایک آدمی نے مجھے پہچان کر کہا کہ یہ تو ابوتراب نخشبی ہیں' وہ لوگ مجھ سے معذرت کرنے لگے پھر ایک آدمی ازراہ اعزاز وشفقت مجھے گھر لے گیا اور روٹی بمع انڈا میرے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے دل میں کہا: "اب تو کھالو کہ ستر کوڑے پڑ چکے۔"

باب

الخُشُوعِ وَالتَّوَاضُعِ (عاجزی وانکساری)

ارشاد خداوندی ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ [1] (وہ مومن یقیناً نجات پا گئے جو اپنی نمازیں بحالت عجز وانکسار پڑھتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہو سکے گا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبر ہوگا اور نہ ہی وہ شخص جہنم میں جا سکے گا کہ جس کے دل میں ذرہ بھر ایمان ہوگا۔'' [2]

یہ سن کر صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! عموماً آدمی کے دل میں آتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں! آپ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ خود حسین ہے اور خوبصورت اشیاء ہی کو پسند فرماتا ہے۔ لیکن قبول حق سے انکار اور لوگوں کی تحقیر تکبر بن جاتی ہے۔''

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عادت شریفہ کے مطابق مریض کی عیادت کو تشریف لے جاتے، جنازے کے ہمراہ چلتے، گدھے پر سوار ہوتے اور غلام تک کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور (پھر آپ کو یاد ہوگا کہ) بنو قریظہ اور بنو نضیر کی جنگ کے دن بھی تو آپ نے گدھے ہی پر سواری کی تھی جس کی لگام کھجور کی چھال سے تیار کردہ تھی اور پالان بھی اسی چھال سے بنا تھا۔''

خشوع اور تواضع کا تعارف:

''خشوع'' یہ ہوتا ہے کہ انسان حق تعالیٰ کے سامنے جھک جائے۔

''تواضع'' یہ ہے کہ اپنا آپ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دے اور اللہ کے کسی حکم پر اعتراض نہ کرے۔''

☆ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا (وقت آئے گا) کہ تمہارے دین میں سب سے پہلے خشوع ختم ہو جائے گا۔

☆ کسی صوفی سے ''خشوع'' کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا اللہ کے سامنے دل کا پورے اور مکمل ارادے سے کھڑا ہونا ''خشوع'' کہلاتا ہے۔

☆ نیز فرمایا: خشوع کا پتہ یوں چلتا ہے، جب کسی شخص پر اظہار ناراضگی کیا جائے، اس کی مخالفت ہو یا اسے رد کر دیا جائے تو وہ یہ سب باتیں بخوشی مان لے۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں کہ ناجائز چیز کو دیکھنے سے نظر کو پابند کرنا خشوع ہوتا ہے۔

☆ حضرت امام محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''خاشع'' (عاجزی کرنے والا) وہ ہوتا ہے جس کی خواہش کی آگ بجھ چکی

---

[1] سورۂ مومنون

[2] مسلم شریف، باب الایمان۔ ابوداؤد شریف، کتاب العباس۔ ابن ماجہ شریف، مقدمہ، کتاب الزہد۔ مسند احمد بن حنبل

ہو۔ سینہ کا دھواں تھم چکا ہو، تعظیم کا نور دل میں آ چکا ہو، خواہشات نفسانی مر چکی ہوں چنانچہ ایسے شخص کی خواہش نفس مری ہوئی شمار ہوگی، دل زندہ گنا جائے گا اور اس کے ایک ایک عضو میں عاجزی دکھائی دے گی۔

☆ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر دل میں خوف لازماً موجود ہو اور ہمیشہ رہے تو یہ "خشوع" ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے "خشوع" کی کیفیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ اللہ عالم الغیوب کے سامنے دل کا فقیر ہونا، خشوع کہلاتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (اللہ کے بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر بغیر اکڑ کے چلتے ہیں)

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، آیت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بندے نہایت انکساری اور عاجزی سے چلتے ہیں۔

☆ میں نے آپ سے یہ بھی سنا، فرماتے تھے کہ بندگان خدا وہ ہوتے ہیں جو اپنے جوتوں کے تسمے بھی اچھے نہیں رکھا کرتے۔ سب صوفیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ محل خشوع، دل ہوتا ہے۔

☆ کسی صوفی نے ایک شخص کو دیکھا کہ گھٹا گھٹا اور منکسر المزاج نظر آتا تھا، کندھوں پر چادر لپیٹی تھی چنانچہ اس صوفی نے پوچھا: اے بندۂ خدا! خشوع نہ تو یہاں ہوتا ہے (سینہ کی طرف اشارہ کیا) اور نہ ہی یہاں (کندھوں کی طرف اشارہ کر کے کہا)

☆ کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتے میں اپنی داڑھی کو چھیڑ رہا ہے، اس پر فرمایا: "اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی اس کا اثر ہوتا۔"

☆ کہتے ہیں خشوع کی شرط یہ ہے کہ نمازی کو اپنے دائیں یا بائیں کا کچھ علم نہ ہونے پائے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دل کو حق تعالیٰ کے سامنے باادب جھکا دینے کو "خشوع" کہتے ہیں۔

☆ یہ بھی کہہ سکتے ہیں: اللہ کا نام سنتے ہی دل کا پگھل جانا خشوع کہلاتا ہے۔

☆ یہ بھی کہا جا سکتا ہے: اللہ سلطان حقیقت کے سامنے جھک جانے اور دل کے پگھل جانے کا نام خشوع ہوتا ہے۔

☆ نیز کہہ سکتے ہیں کہ خشوع، غلبہء ہیبت خداوندی تسلیم کرنے کی ابتداء شمار ہوتی ہے۔

☆ یوں بھی کہا جاتا ہے: جب اچانک حقیقت ایزدی کھلتی ہے تو یکایک دل پر کپکپی طاری ہو جانے کا نام خشوع ہے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ دل میں خشوع کے مقابلے میں ظاہری خشوع کو ناپسند کرتے تھے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر لوگ مل کر بھی میرے اس خشوع کو گھٹانا چاہیں جو میرے اندر موجود ہے تو وہ اس سے زیادہ گھٹا نہیں سکیں گے۔

☆ صوفیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود اپنے اندر عاجزی پیدا نہیں کرتا وہ اوروں کے سامنے عاجزی کیا دکھائے گا۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما (عجز کی وجہ سے) زمین پر ہی سجدہ کیا کرتے تھے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"ایسا شخص بالکل جنت میں نہ جا سکے گا جس کے دل میں رائی بھر بھی تکبر ہوگا۔"[1]

---

[1] مسلم شریف، باب الایمان۔ ابوداؤد، کتاب اللباس۔ ابن ماجہ، مقدمہ و جاب الزہد۔ مسند احمد بن حنبل

☆ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ بتاتے تھے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر دیا تو سب پہاڑ جوں کے توں بلند رہے مگر جودی پہاڑ سرنگوں ہو گیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لئے قیام گاہ بنایا۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما تیز رفتاری سے چلتے اور فرماتے کہ یہ چال کام جلد نمٹاتی ہے اور اس میں غرور نہیں ہوتا۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کچھ لکھ رہے تھے، پاس ہی مہمان تھا، چراغ بجھنے لگا تو اس نے عرض کی، اجازت ہو تو میں چراغ میں تیل وغیرہ ڈال دوں؟ آپ نے فرمایا، نہیں، یہ کوئی اچھی بات نہیں کہ مہمان سے خدمت لی جائے۔ مہمان نے عرض کی: میں غلام سے کہتا ہوں، آپ نے فرمایا: نہیں، وہ ابھی سویا ہے، پھر یہ کہہ کر خود تیل کے برتن کی طرف گئے اور تیل لے کر چراغ میں ڈالا۔

مہمان کہنے لگا: امیر المومنین! آپ نے اتنی تکلیف اٹھا کر اچھا نہیں کیا۔

آپ نے فرمایا: میں جب اٹھ کر چلا ہوں تب بھی عمر تھا اور تیل ڈال کر واپس آیا ہوں تب بھی عمر ہی ہوں۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض نے فرمایا اللہ کے لئے قرآن پڑھنے والے عجز وانکساری میں ہوتے ہیں اور حکام کے لئے پڑھنے والے تکبر میں ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اونٹ کو خود چارہ ڈالتے، گھر میں جھاڑو پھیرتے، جوتا سیتے، کپڑا گانٹھتے، بکری دوہتے، اپنے غلام سے مل کر کھانا کھاتے، غلام تھک جاتا تو اس کے ساتھ چکی پیستے، بازار سے سودا خرید کر لانے میں شرم محسوس نہ فرماتے، مصافحہ کرتے تو ہر غنی اور فقیر سے کرتے، پہلے سلام خود فرماتے، دعوتی کھانے کو حقیر شمار نہ فرماتے اگر چہ وہ ردی کھجور ہی کیوں نہ ہوتی۔ نرم خو اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے، طبیعت اچھی پائی تھی، لوگوں سے اچھا میل جول رکھتے، خندہ پیشانی سے پیش آتے، ہنسی نہیں بلکہ تبسم فرماتے، غم میں ڈوبے دکھائی دیتے اور ترش مزاجی نہ ہوتی، تواضع فرماتے تو ذلت کا شائبہ تک دکھائی نہ دیتا، سخاوت فرماتے مگر فضول خرچ نہ تھے، نہایت نرم دل تھے، ہر مسلمان سے رحم دلی برتتے، کبھی سیر ہونے میں ڈکار نہ لیتے اور نہ ہی بطور لالچ کسی چیز کی طرف بڑھتے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے آپ کی کوئی قیمت سمجھتا ہے، اس میں ذرہ بھر تواضع نہیں پائی جاتی۔

☆ حضرت فضیل سے ''تواضع'' کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: تواضع یہ ہوتی ہے کہ تو حق بات کے سامنے جھک جائے، اسے مانے اور اسے قبول کرے۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کی طرف وحی فرمائی کہ میں تم میں سے کسی ایک پر ایک عظیم نبی سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں جس پر پہاڑوں نے سر بلندی دکھائی مگر ''طور سینا'' نے انکساری سے کام لیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا کیونکہ اس نے تواضع دکھائی تھی۔

☆ حضرت ابراہیم بن فاتک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید سے تواضع کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مخلوق خدا کے سامنے جھک جاؤ اور ان سے نرم رویہ اپناؤ۔

☆ حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہے: (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) اور کوئی تواضع والا نہ تھا چنانچہ اسی لئے میں نے ان کا انتخاب کر کے ان سے کلام کی۔''

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال والوں سے تکبر کرنا اور فقیروں سے عاجزی کرنا، تواضع شمار ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آدمی تواضع والا کب بنتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب وہ اپنا کوئی مقام و حال نہ سمجھے، اور نہ یہ دیکھے کہ مخلوق میں اس سے کوئی برا بھی ہے۔

☆ کہتے ہیں: تواضع ایک ایسی نعمت ہے کہ اس پر حسد نہیں، تکبر ایک ایسی آفت ہے کہ اس پر کوئی رحم نہیں کرتا اور عزت تو تواضع ہی میں ہوتی ہے چنانچہ جو اسے تکبر میں ڈھونڈے، نہیں پا سکے گا۔

☆ حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تواضع میں شرافت ہے، تقویٰ میں عزت ہے اور قناعت میں آزاد ہونے کا پہلو ہوتا ہے۔

☆ میں نے آپ سے مزید سنا، انہوں نے حسن بن ساوی سے سنا انہوں نے ابن الاعرابی سے سنا اور وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ مخلوق خدا میں سب سے عزت والے پانچ لوگ ہوتے ہیں:

1۔ زاہد قسم کا عالم

2۔ صوفی فقیہ

3۔ تواضع کرنے والا امیر

4۔ شکر کرنے والا فقیر

5۔ سید زادہ سنی (سنت کی اتباع کرنے والا)

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تواضع ہر شخص میں ہونی چاہیے لیکن اغنیاء میں بہت اچھی ہوتی ہے لیکن تکبر ہر شخص کے لئے برا ہے اور فقیروں کے لئے اس سے برا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق جہاں بھی ہو، اسے قبول کر لینا، تواضع کہلاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سواری پر بیٹھے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما لگام تھامنے کو آگے بڑھے، اس پر حضرت زید نے کہا، اے فرزند عم رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، رک جایئے! پھر فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں علماء کرام کی تعظیم کی ایسی ہی تعلیم دی تھی، پھر اتر کر حضرت ابن عباس کا ہاتھ تھام کر بوسہ دیا اور فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمیں اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم کا ایسے ہی حکم ملا ہے۔

☆ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور کہ ان کے کندھوں سے پانی کا مشکیزہ لٹکا ہے، دیکھ کر میں نے عرض کی: اے امیر المؤمنین! یہ تو مناسب نہیں! اس پر آپ نے فرمایا: جب سے میرے پاس سنتے، اطاعت کرتے وفد آنے لگے ہیں تو میرے دل میں کچھ تکبر سا پیدا ہونے لگا ہے لہذا خیال کیا ہے کہ اسے چور کر دوں، پھر آپ مشکیزہ لے کر انصار کی ایک خاتون کے گھر تشریف لے گئے اور پانی اس کے برتن میں ڈال دیا۔

☆ حضرت ابو نصر سراج طوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ میں بطور امیر تھے تو انہیں اس حال میں دیکھا گیا کہ پیٹھ پر لکڑی کا گٹھا تھا اور آپ فرما رہے تھے کہ اپنے حاکم کو راستہ دو۔

☆ حضرت عبد اللہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تواضع یہ ہے کہ بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرو۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو یہ سمجھتا ہے کہ اس کی کوئی حیثیت ہے تو اسے خدمت کے مفہوم سے واقفیت نہیں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبر دکھانے والے سے تکبر کر کے دکھانا، تواضع ہی کہلاتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری فروتنی اور عجز دیکھ کر یہودی بھی اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز آ گئے ہیں۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا تو آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ حضور! یوں سمجھئے جیسے پوری "ب" کے نیچے نقطے کی ہے۔ آپ نے فرمایا تم میرے (عجز) کے بھی گواہ رہو بشرطیکہ اپنے آپ پر اترانے نہ لگو۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، یہ بھی ایک تواضع ہوتی ہے کہ انسان اپنے دینی بھائی کا جھوٹا پی لیا کرے۔

☆ حضرت بشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ تمہیں سلام کہنا چھوڑ دیں تو انہیں (تعلیم دینے کو) سلام کہا کرو۔

☆ حضرت شعیب بن حرب رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں طواف کر رہا تھا کہ ایک انسان نے میرے سینے پر کہنی ماری۔ میں نے اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا تو فضیل بن عیاض تھے، فرمایا اے ابوصالح! اگر تمہارا خیال یہ ہے کہ حج کے اس موقع پر میرے اور تیرے سوا کوئی اور برا شخص آیا ہوگا تو تمہارا خیال غلط ہے۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں نے طواف کے دوران ایک انسان کو دیکھا کہ اس کے آگے نوکر، لوگوں کو اس کے طواف کی وجہ سے ہٹا رہے ہیں اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ وقت بھی آیا، میں نے دیکھا کہ بغداد کے ایک پل پر لوگوں سے مانگتا پھر رہا تھا، میں دیکھ کر حیران رہ گیا، مجھے دیکھ کر کہنے لگا کہ میں نے وہاں تکبر دکھایا، جہاں لوگ عاجزی دکھاتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس مقام پر ذلیل کر دیا جہاں لوگ اپنے آپ کو اونچا کر دکھاتے ہیں۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کے بیٹے نے ایک ہزار میں انگوٹھی خریدی ہے۔ اس پر بیٹے کو خط لکھا: "مجھے پتہ چلا ہے کہ تو نے ایک ہزار درہم میں انگوٹھی خریدی ہے، میرے اس خط کے پہنچتے ہی انگوٹھی فروخت کر دو، ہزار آدمی کو پیٹ بھر کھانا کھلا دو اور صرف دو درہم کی انگوٹھی لے کر پہن لو۔ پھر اس کا نگینہ چینی لوہے کا ہونا چاہیے جس پر یہ کندہ کراؤ "اللہ ایسے شخص پر رحم فرمائے جو اپنی حیثیت کو پہچانتا ہے۔"

☆ کہتے ہیں کہ ایک حکمران کے پاس ایک ہزار درہم کا ایک غلام لایا گیا، جب حاکم نے رقم منگوالی تو دیکھا کہ یہ قیمت زیادہ ہے۔ بعد ازاں اسے پھر خریدنے کا خیال آیا لیکن اب رقم خزانہ میں لوٹا دی، اس پر غلام نے کہا اے آقا! مجھے خرید لو کیونکہ مجھ میں ہر درہم کے بدلے میں ایک فضیلت موجود ہے جو مل کر ہزار درہم سے بھی بڑھ جائے گی۔ حاکم نے کہا کونسی خصلتیں ہیں؟ اس نے عرض کی آپ اسے کم جانیں یا زیادہ، اگر آپ نے مجھے خرید لیا اور اپنے تمام غلاموں کا سربراہ بھی بنا دیا تو مجھ میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی بلکہ میں یہی کہوں گا کہ میں آپ کا غلام ہوں، چنانچہ حاکم نے اسے خرید لیا۔

☆ حضرت رجاء بن حیوہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ان کپڑوں کی قیمت کا حساب لگایا جو آپ دوران خطبہ پہنے ہوئے تھے تو کل قیمت بارہ درہم بنی، کپڑے یہ تھے: قباء، عمامہ (پگڑی)، قمیص، موزے اور ٹوپی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن محمد بن واسع رحمہ اللہ ایک مرتبہ اس غرور سے ملے کہ انہیں کسی نے پسند نہیں کیا چنانچہ ان کے والد نے کہا، جانتے ہو کہ میں نے تمہاری ماں کو کتنے میں خریدا تھا؟ صرف تین سو درہم میں، جبکہ تمہارے باپ کی یہ حیثیت ہے کہ اللہ مسلمانوں

میں اس جیسا پیدا نہ کرے اور تمہاری یہ چال؟

☆ حضرت حمدون قصار رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تواضع یہ ہوتی ہے، تم اپنے آپ کو ایسا سمجھو کہ دین و دنیا میں لوگوں کو تیری ضرورت ہی نہیں ہے۔

نفس کی تحقیر پر حضرت ابراہیم بن ادھم کی خوشی:

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں، صرف تین مرتبہ خوش ہوا ہوں: ایک مرتبہ اس وقت کہ میں کشتی میں سوار تھا، ایک اور شخص بھی تھا جو لوگوں کو بہت ہنساتا تھا، اس نے کہا: ہم ترکی شہروں میں بہادروں کو یوں پکڑ لیا کرتے تھے اور پھر میرے سر کے بال پکڑے اور خوب حرکت دی، مجھے یہ بات بھلی لگی اور میں خوش ہوا (کہ نفس کی گت بن رہی ہے) کشتی میں اسے مجھ سے زیادہ کوئی نکما شخص نظر نہ آیا تھا۔

دوسرا یہ موقع تھا، میں ایک مسجد میں بیمار پڑا تھا کہ مؤذن آ گیا اور مجھ سے کہا: نکل جاؤ یہاں سے، مجھ میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی تو اس نے پاؤں سے پکڑا اور گھسیٹ کر مسجد سے باہر پھینک دیا۔

تیسرا موقع یہ تھا کہ میں شام پوستین پہنے ہوئے تھا، میں نے اس پر نظر جو ڈالی تو جوؤں کی کثرت کی وجہ سے میں پوستین کے بالوں اور جوؤں میں تمیز نہ کر سکا چنانچہ اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

☆ ایک اور حکایت میں آپ کا یہ واقعہ ملتا ہے، فرمایا: مجھے کسی شے پر اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی اس بات پر کہ میں بیٹھا ہوا تھا، ایک انسان آیا اور مجھ پر پیشاب کر دیا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما میں کچھ ناراضگی سی ہو گئی، حضرت ابوذر نے انہیں کالا کہہ دیا تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کر دی، آپ نے فرمایا: ارے! تمہارے تو دل میں ابھی جاہلیت کی اکڑ موجود ہے، یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا اور قسم اٹھالی کہ جب تک بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے چہرے کو پاؤں سے لتاڑ نہیں دیتے، میں اپنا سر نہیں اٹھاؤں گا چنانچہ جب تک انہوں نے ایسا نہیں کیا، سر نہیں اٹھایا۔

☆ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ ایسے لڑکوں کے قریب سے گذر رہے تھے جن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ لڑکوں نے دعوت دی تو آپ نیچے اترے اور ان کے ساتھ مل کر کھایا اور پھر سب کو گھر لے گئے، انہیں کھانا کھلایا اور لباس بھی دیئے پھر فرمایا: احسان لڑکوں کا تھا کیونکہ ان کے پاس اس کے سوا کچھ تھا ہی نہیں جو انہوں نے مجھے بھی کھلا دیا لیکن ہمارے پاس تو اس سے کہیں زیادہ موجود ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مال غنیمت میں آئے لباس، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں تقسیم کئے چنانچہ ایک یمنی پوشاک حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی بھیجی، انہوں نے اسے فروخت کر کے دس غلام خریدے اور آزاد کر دیئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی یہ خبر پہنچ گئی۔ آپ نے پوشاکیں پھر تقسیم کیں تو آپ کی طرف اس سے کم قیمت بھیجی۔ اس پر حضرت معاذ نے انہیں ڈانٹا۔ تو انہوں نے کہا: اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں کیونکہ آپ نے پہلا جوڑا بیچ دیا تھا۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اس سے آپ کا کیا نقصان ہو گا؟ میرا حصہ مجھے دے دو کیونکہ میں نے قسم کھالی ہے کہ میں یہ آپ کے سر پر ماروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے! یہ میرا سر آپ کے سامنے ہے اور یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ بوڑھا شخص بوڑھے سے نرمی برتا کرتا ہے۔

باب

مُخَالَفَةُ النَّفْسِ وَذِكْرِ عُيُوبِهَا (مخالفت نفس اوراس کے عیوب کا ذکر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى [1] (جو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور خواہشات سے اپنے نفس کو روکے رکھا تو پھر جنت ہی ٹھکانا ہوگا)

☆ حضرت جبر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''مجھے امت کے بارے میں سب سے زیادہ خوف، ان کے خواہشات نفس میں پڑنے اور لمبی امیدیں لگانے سے رہتا ہے، خواہشات کے پیچھے پڑنے سے یہ اسے حق سے روک دیں گی اور لمبی امیدیں لگانا آخرت کو بھلا دے گا۔''

پھر آپ کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ نفس کی مخالفت ہی میں تو عبادت کا نکھار ہوتا ہے، اور جب مشائخ سے اسلام کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے یوں وضاحت کی کہ ''مخالفت نفس کی تلواروں سے اسے ذبح کرو۔''

یہ بھی یاد رہے کہ جس شخص کی نفسانی خواہشات ظاہر ہونے لگتی ہیں، اس کے انس کی چمک دمک ختم ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ علیہ نے فرمایا: دین میں غور و فکر، عبادت کی چابی ہے، صحیح راہ پر آنے کی علامت یہ ہے کہ انسان نفس کی مخالفت کرے اور خواہشات نفس کو مٹا دے اور ان دونوں کی مخالفت سے خواہشات نفس دم توڑ جاتی ہیں۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفس کی جبلت میں بے ادبی کا عنصر ہوتا ہے اور بندے کو ادب پر کاربند ہونے کا حکم ہے تو نفس طبعی طور پر میدان مخالفت میں لگا رہتا ہے اور بندہ اپنی کوشش سے اس برے مطالبہ سے اسے رد کرتا ہے چنانچہ جو اس کی لگام ڈھیلی چھوڑ دے تو وہ فساد میں اس کا شریک کار ہوتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفس امارہ ہی تو ہلاکتوں کو دعوت دیتا ہے جو دشمنوں (شیطانوں) کی مدد کرتی ہیں، خواہشات کے پیچھے چلتی ہیں اور کئی قسم کی برائیاں ان پر تہمت بنتی ہیں۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر وقت نفس کو کوستا نہیں، ہر حالت میں اس کی مخالفت نہیں کرتا اور اسے اس کے ناپسندیدہ امور کی طرف نہیں کھینچتا تو وہ مغرور ہو جاتا ہے اور جو نفس کی کسی ایک مکروہ چیز کو بھی دیکھ لے تو گویا اس نے اسے ہلاک کر دیا اور پھر کسی عاقل کے لئے کب روا ہے کہ وہ نفس سے خوش ہو حالانکہ کریم، ابن کریم، ابن کریم، ابن کریم حضرت یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام نے بھی فرمایا تھا۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ [2] (میں تو اپنے نفس کو بری قرار نہیں دیتا یہ نفس تو برائی کا کہا کرتا ہے)

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک رات میں اپنی روزانہ کی عبادت کے لئے بیدار ہوا لیکن روزانہ جیسی وہ لذت نہ آئی جس میں اپنے رب سے سرگوشی کیا کرتا تھا، میں حیران ہو گیا، میں نے سونا چاہا لیکن نیند نہ آسکی، میں اٹھ بیٹھا لیکن بیٹھنے کی طاقت نہ تھی چنانچہ

---

[1] سورۂ نازعات، آیت ۴۰-۴۱

[2] سورۂ یوسف، آیت ۵۳

میں نے دروازہ کھول دیا اور باہر نکل گیا، اچانک دیکھا کہ ایک شخص چوغے میں لپٹا راستے میں گرا پڑا ہے، جب میری آہٹ سنی تو سر اٹھایا اور کہا اے ابوالقاسم! اتنی دیر کیوں لگائی، میں نے کہا، کسی وعدہ کے بغیر ہی کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا، کیوں نہیں کیونکہ دلوں کو پھیرنے والے رب سے میں نے دعا کی تھی کہ آپ کے دل کو پھیر دے۔ اس پر میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے یہ تو کر دیا، اب کیا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا کہ نفس کی بیماری کا علاج نفس سے کب ممکن ہوتا تھا؟ میں نے جواب دیا کہ جب نفس خود اپنی مخالفت پر اتر آتا ہے تو اس کی اپنی مرض ہی اس کا علاج بن جاتی ہے۔

یہ سنا اور اپنے نفس سے کہنے لگا سن لو، یہی وہ جواب ہے جو میں تجھے سات بار دے چکا ہوں اور ہر بار تم یہی کہتے رہے ہو کہ جب تک جنید سے نہ سن لوں گا، مانوں گا نہیں، چلو اب تو مان لو۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ شخص نامعلوم کدھر چلا گیا نہ وہ مجھے جانتا تھا، نہ میں اسے۔

☆ حضرت ابوبکر طمستانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نفس کی اتباع سے نکل جانا عظیم نعمت ہے کیونکہ یہی نفس تمہارے اور اللہ کے درمیان پردہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نفس اور اس کی خواہشات کی مخالفت سے بڑھ کر کسی اور چیز سے اللہ کی عبادت ممکن نہیں۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے اللہ کی ناراضگی کا جھٹ سبب بننے والی چیز کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: نفس اور اس کے احوال کو دیکھتے رہنا اور اس سے بھی سخت یہ ہے کہ اس کے افعال پر معاوضہ کا مطالبہ کرے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "لکام" پہاڑ پر تھا کہ ایک انار دیکھا اور اس کی خواہش ہوئی، اس کے قریب ہوا اور ایک انار توڑ لیا، اسے چیرا تو وہ ترش تھا، میں نے انار چھوڑا اور چل دیا، دیکھا تو ایک آدمی راستے میں پڑا تھا، اس پر بھڑیں جمع تھیں، میں نے اسے سلام کیا تو اس نے کہا: وعلیکم السلام اے ابراہیم! میں نے پوچھا: مجھے کیسے پہچان لیا؟ تو اس نے کہا: اللہ کو پہچاننے والے پر کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ میں نے کہا آپ اللہ والے لگتے ہیں، اگر آپ اللہ سے دعا کریں تو آپ کو ان بھڑوں کی تکلیف سے بچا نہ لے گا؟ انہوں نے کہا کہ آپ بھی مجھے اللہ والے لگتے ہیں۔ آپ نے اس سے انگوروں کی خواہش سے بچنے کی دعا کی ہوتی، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ انار کو کاٹنے کا درد انسان آخرت میں پائے گا لیکن بھڑوں کے کاٹنے کا درد اسی دنیا میں ہوگا۔ یہ سن کر میں نے اسے وہیں چھوڑا اور چل دیا۔

☆ حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال ہوئے، نہ تو رات چھت کے نیچے گذاری اور نہ ہی ایسی جگہ سویا جہاں تالا لگا ہو۔ کبھی کبھی دل میں آتا کہ مسور کی دال پیٹ بھر مل جائے لیکن ایسا ممکن نہ ہوا۔ ایک وقت آیا، میں شام میں تھا کہ چینی کا ایک بڑا پیالہ میرے پاس لایا گیا جس میں مسور کی دال تھی، اس میں سے میں نے کچھ کھائی اور باہر نکل گیا، میں نے کچھ لٹکی بوتلیں دیکھیں جس میں لگتا تھا کہ بطور نمونہ کوئی مائع چیز تھی، میں نے سرکہ ہی سمجھا۔ اس پر ایک شخص نے کہا، کیا دیکھ رہے ہو؟ یہ شراب کے نمونے ہیں اور یہ مٹکے بھی شراب بھرے ہیں۔

میں نے دل میں کہا اب مجھ پر ایک فرض لاگو ہو گیا ہے چنانچہ میں شراب فروش کی دکان میں داخل ہوا اور مٹکے انڈیلنے لگا، بیچارا شراب فروش اس خیال میں تھا کہ شاید میں حکمران کے حکم پر انڈیل رہا ہوں، لیکن جب اسے پتہ چلا تو وہ مجھے ابن طولون کے پاس لے گیا اس نے مجھے دو سو چھڑی لگانے کا حکم دیا اور پھر قید کر دیا۔ میں کچھ عرصہ وہاں رہا۔ ایک دن میرے استاذ ابوعبداللہ مغربی شہر میں داخل

ہوئے تو انہوں نے میری سفارش کردی اور جب مجھ پر نظر پڑی تو فرمایا: تم نے کیا کیا تھا؟ میں نے عرض کی پیٹ بھر کر مسور کی دال کھائی اور دو سو چھڑیاں برسیں۔ اس پر انہوں نے فرمایا، پھر تو مفت میں جان چھوٹ گئی۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تیس یا چالیس سال ہوئے، دل چاہ رہا تھا کہ ایک گاجر رُبّ (کھجور اور کشمش سے تیارہ کردہ) میں ڈبو کر کھاؤں لیکن میں نے دل کی یہ بات نہ مانی۔

☆ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے اپنے دادا سے سنا، انہوں نے کہا تھا، بندے کے لئے یہ بات گویا مصیبت ہے کہ اپنے دل میں موجود ہر خوشی کا اظہار کرے۔

☆ یہ بھی ان سے سنا، انہوں نے محمد بن رازی، انہوں نے حسین بن علی قرسینی سے سنا، وہ کہتے تھے کہ عصام بن یوسف بلخی نے حاتم اصم کی طرف کوئی شے بھیجی تو انہوں نے قبول کرلی۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے ان سے کیوں لے لی؟ کہنے لگے کہ اس کے لینے سے مجھے تو ذلت ملی لیکن اسے عزت اور اسے رد کر دیتا تو میری عزت ہوتی اور اس کی ذلت، چنانچہ میں نے ان کی عزت بچائی اور اپنی ذلت کی پروانہ کی۔

☆ کسی صوفی سے ایک شخص نے پوچھا کہ میں تن تنہا حج کرنا چاہتا ہوں (اس وقت کوئی اور حج نہ کرے) صوفی نے کہا کہ پہلے یہ کرو کہ دل سے ہر بھول نکال دو، نفس کو کھیل کود سے بچاؤ اور زبان کو لایعنی باتوں سے بے تعلق کردو اور پھر جہاں چاہو، چلے جاؤ۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص رات کو کوئی اچھا کام کرتا ہے اسے اسی دن میں اس کی جزا دے دی جاتی ہے یونہی دن کو کام آنے والا، اسی رات بدلہ لے لیتا ہے پھر جو حقیقۃً خواہشات کو ترک کر دیتا ہے تو اللہ ان خواہشات کے بدلے اپنے انعام سے نوازتا ہے اور اللہ کو یہ جچتا نہیں کہ ایسے دل کو عذاب دے جس نے صرف اسی کی رضا کے لئے خواہشات ترک کردی ہوں۔

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! تم اپنے امتیوں کو اس بات سے ڈراؤ کہ وہ نفسانی خواہشات کی خاطر کھائیں کیونکہ ایسے دل جو شہوات دنیا سے لٹکے ہیں ان کی عقلیں مجھ سے پردے میں چھپی رہتی ہیں۔

☆ ایک آدمی کو دیکھا گیا کہ وہ ہوا میں بیٹھا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ مرتبہ کیسے ملا؟ اس نے کہا کہ ہوا (خواہشات نفسانی) کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا میرے تابع کردی۔

☆ بتاتے ہیں کہ اگر کسی مومن کے دل میں ہزار خواہشیں بھی پیدا ہو جائیں تو وہ انہیں ''خوف'' کے ذریعہ نکال باہر کرے گا، اس کے برعکس اگر فاجر و فاسق کے دل میں ایک بھی خواہش پیدا ہو جائے تو وہ اکیلی ہی اس کے دل سے خوف خدا نکال دے گی۔

☆ کہتے ہیں کہ خواہشات کے ہاتھوں اپنا قیمتی وقت ضائع نہ کرو کیونکہ خواہشیں تمہیں تاریکی میں لے پہنچیں گی۔

☆ حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دل سے خواہشات کو صرف وہی خوف نکال سکتا ہے جو دل کو بے قرار کردے یا وہ شوق جو اضطراب پیدا کردے۔

☆ حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو کسی شہوت و خواہش کو ترک کرتا ہے اور پھر دل میں اس کے عوض کوئی شے نہیں پاتا تو وہ ترک خواہش میں جھوٹا ہے۔

☆ حضرت جعفر بن نصیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید نے مجھے ایک درہم تھمایا اور فرمایا کہ میرے لئے وزیری انجیر لے کر آؤ۔ چنانچہ میں خرید لایا۔ افطاری کا وقت ہوا تو ایک انجیر لی اور منہ میں ڈال لی پھر پھینک کر رونے لگے اور مجھ سے کہا کہ اسے اٹھالو۔ میں

نے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا: میرے دل سے آواز آئی' تم کو حیاء نہیں؟ ایک خواہش تھی جسے تم نے میری خاطر چھوڑا تھا، اب پھر وہی کرنے چلے ہو؟

اسی موقع کی مناسبت سے صوفیہ کا یہ شعر ملتا ہے۔

''لفظ'ھویٰ'' سے ''ھوان'' (ذلت) کا ''نون'' چرالیا گیا ہے (ھوان سے لگ گیا ہے) چنانچہ خواہش کا ہر پچھاڑا ہوا شخص ''ھوان'' کا پچھاڑا گنا جاتا ہے۔ (خواہش کا نتیجہ ذلت)

یادرکھئے کہ نفس میں بہت سی بری عادتیں موجود ہیں جن میں سے ایک ''حسد'' بھی ہے۔

الحَسَدِ (کسی کی نعمت دیکھ کر جل جانا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ ا (اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کو ذکر حسد پر ختم فرمایا کہ جسے پناہ دینے والی قرار دیا ہے۔

ہر برائی کی جڑ تین چیزیں:

☆ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:
''تین ایسی چیزیں ہیں جو ہر قسم کی برائی کی جڑ ہیں لہذا ان سے بچتے رہو اور ڈرو:

1۔ تکبر کرنے سے بچو کیونکہ تکبر ہی نے ابلیس کو برانگیختہ کیا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرے۔

2۔ حرص وطمع سے بچو کیونکہ اسی نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس بات پر ابھارا تھا کہ درخت کا پھل کھائیں۔

3۔ حسد سے بچو کیونکہ حضرت آدم علیہ اسلام کے دو بیٹوں میں سے ایک کو حسد ہی نے اس بات پر تیار کیا تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کردیں۔''

☆ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ حسد کرنے والا شخص دراصل انکار کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے فیصلے پر راضی نہیں ہوتا۔

☆ کہتے ہیں کہ حسد کرنے والا کبھی سرداری نہیں لے سکتا۔

☆ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَاظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ (فرمادیجئے میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ''مَابَطَنَ'' سے مراد ''حسد'' ہے۔

ایک (آسمانی) کتاب میں ہے کہ ''حاسد'' میری نعمتوں کا دشمن ہوتا ہے۔

☆ حضرت اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس سال عمر کا ایک بدو دیکھا تو پوچھا: کتنی لمبی عمر ہے تمہاری؟ اس نے کہا: چونکہ میں نے حسد چھوڑے رکھا اس لئے میں بچ گیا۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا: اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے امیر کے دل میں وہ بات ڈالی جو مجھ سے حسد کرنے والے کے دل میں ڈال رکھی ہے۔

☆ ایک حدیث میں آیا ہے کہ پانچویں آسمان میں ایک فرشتہ ہے کہ بندے کے سورج کی روشنی جیسے اعمال اس کے قریب سے گذرتے ہیں تو وہ کہتا ہے، ٹھہر جاؤ کیونکہ میں فرشتہء حسد ہوں لہذا میں اسے حاسد کے منہ پر ماروں گا کیونکہ یہ حاسد ہے۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حاسد کے علاوہ ہر شخص کو خوش کرسکتا ہوں کیونکہ وہ میری نعمت کے چھن جانے کے سوا خوش نہ ہوگا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ حسد کرنے والا شخص ایسا ظالم اور غاصب ہوتا ہے جو نہ تو کسی چیز کو بچنے دیتا ہے اور نہ رہنے دیتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے آج تک ایسا ظالم نہیں دیکھا جو حاسد سے بڑھ کر مظلوم کی مشابہت رکھتا ہو، کیونکہ حاسد ہمیشہ غم میں رہتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کی علامات میں سے ہے کہ سامنے آنے پر چاپلوسی شروع کر دیتا ہے، تو چلا جائے تو تیری چغلی شروع کر دیتا ہے اور جس سے حسد رکھتا ہے اس پر مشکلات آئیں تو وہ خوشی مناتا ہے۔

☆ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شر کی عادتوں میں سے ایسی کوئی عادت نہیں جو حسد سے بڑھ کر انصاف کرتی ہو کیونکہ یہی چیز حاسد کو اس سے پہلے برباد کر دیتی ہے جس سے حسد ہو رہا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام پر وحی نازل فرمائی' میں تمہیں سات چیزوں کے بارے میں وصیت کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، میرے نیک بندوں کی غیبت کبھی نہ کرنا اور نہ ہی میرے نیک بندوں سے کبھی حسد کرنا، اتنا سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے یہی نصیحتیں کافی ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرش الٰہی کے قریب ایک شخص کو دیکھا تو رشک کیا اور پھر پوچھا کہ اس میں کیا صفت پائی جاتی ہے؟ چنانچہ کہا گیا کہ یہ ان لوگوں پر حسد نہیں کرتا تھا جنہیں اللہ نے اپنے فضل و مہربانی سے نوازا تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ حاسد کسی میں نعمت کو دیکھتے ہی مبہوت و پریشان ہو جاتا ہے لیکن جب کسی میں غلطی دیکھتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اگر حاسد سے بچنا چاہتے ہو تو ایسے کام کرو جن میں وہ شبہ میں پڑ جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ جس شخص میں کوئی گناہ نہیں ہوتا، حاسد اس پر غضبناک ہوا کرتا ہے اور ایسی چیزوں میں بھی بخل دکھانے لگتا ہے جن کا مالک بھی نہیں ہوتا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ جو شخص تم پر حسد کرتا ہے، اس سے دوستی میں تھکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تمہاری کسی بات کو اچھا نہیں مانے گا۔

☆ کہتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی پر بے رحم دشمن مسلط کر دے تو اس پر حاسد کو مسلط کر دیتا ہے۔

☆ چنانچہ یہ شعر اسی موقع پر پڑھتے ہیں:

''کسی بھی شخص کے لئے یہ بات ایک حادثہ سے کم نہیں کہ اس کے حادث بھی اس پر رحم کھانے لگیں۔''

☆ یہ شعر بھی کہتے ہیں۔

''ہر دشمنی کے بارے میں یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ وہ ختم کر دی جائے گی لیکن حسد کی بنا پر تم سے دشمنی رکھنے والے کی دشمنی ختم نہ ہو سکے گی۔''

☆ ابن المعتز نے کہا:

''ایک بڑا حاسد جب آہ بھرے تو کہو کہ اے ظالم! خدا تمہیں نیزہ مارے حالانکہ بظاہر تو وہ حاسد تمہیں مظلوم دکھائی دے رہا ہوگا۔''

☆ یہ شعر بھی انہی کا ہے:

''اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے کہ کسی کی نہ دکھائی دینے والی فضیلت ظاہر ہو تو حاسد کی زبان اس کے حصے میں کر دیتا ہے۔''

نفس کے برے اخلاق میں سے یہ عادت بھی ہے کہ وہ غیبت کرنا ایک عادت بنا لیتا ہے۔

باب

الغِیبَۃِ (چغلی کرنا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے لَایَغتَبْ بَّعضُکُم بَعضاً اَیُحِبُّ اَحَدُکُم اَنْ یَّاکُلَ لَحمَ اَخِیہِ مَیْتاً (تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی چغلی نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھالے گا)۔

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ ایک شخص کھڑا ہو گیا حالانکہ پہلے وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی نے کہا کہ یہ شخص کتنا عاجز و کمزور ہے، اس پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے بھائی کو کھالیا کیونکہ اس کی غیبت کر دی۔''

☆ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ ''جو شخص غیبت سے توبہ کر کے فوت ہو، وہ سب سے آخر میں جنت کے اندر جائے گا اور جو شخص مسلسل غیبت کرتا ہی رہا، وہ دوزخ میں سب سے پہلے چلا جائے گا۔''

☆ حضرت عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ کے پاس گیا اور حجاج کے بارے میں برے الفاظ کہہ دیئے۔ اس پر ابن سیرین نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بلاشبہ عدل کرنے والا حاکم ہے اور جیسے وہ حجاج سے انصاف لے کر دے گا ویسے ہی حجاج کو بھی انصاف لے کر دے گا اور کل جب تم اللہ سے جا ملو گے تو تمہارا چھوٹے سے چھوٹا گناہ حجاج کے کئے بڑے سے بڑے گناہ سے بھی تمہارے لئے سخت واقع ہوگا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کو ایک دعوت پر بلایا گیا تو آپ پہنچ گئے ،لوگوں نے نہ آنے والے ایک شخص کا ذکر چھیڑتے ہوئے کہا کہ کیا وہ زیادہ بوجھل ہے؟ یہ سن کر حضرت ابراہیم نے کہا: یہ معاملہ (غیبت سننے کا کام) میرے نفس کی وجہ سے سرزد ہو گیا ہے کہ میں ایسے مقام پر آیا ہوں جہاں لوگ غیبت کر رہے ہیں، یہ کہہ کر وہاں سے نکل گئے اور تین دن تک کھانا نہیں کھایا۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک ایسا شخص جو غیبت کیا کرتا ہے، اس شخص جیسا شمار ہوتا ہے جس نے منجنیق نصب کر رکھی ہو اور اس سے اپنی نیکیوں کو نشانہ لگا رہا ہو، کبھی کسی خراسانی کی غیبت کرتا ہو اور کبھی کسی ترکی کی اور یوں وہ اپنی نیکیاں بکھیر رہا ہوگا اور جب اٹھے تو اس کے پاس کچھ بھی نہ ہوگا۔

☆ کہتے ہیں کہ بروز قیامت ایک شخص کو نامہ ءاعمال دیا جائے گا تو اس میں کوئی نیکی دکھائی نہ دے گی، وہ کہے گا: میری نماز کدھر گئی، روزہ اور عبادت کہاں گئے؟ اسے کہا جائے گا کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔

☆ کہتے ہیں کہ جس شخص کی ایک غیبت کی گئی تو اس کے آدھے گناہ بخش دیئے جائے گئے۔

☆ حضرت سفیان بن حسین رحمہ اللہ نے بتایا' میں ایاس بن معاویہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک انسان کے بارے ناپسندیدہ الفاظ بول دیئے گئے، الیاس نے کہا: کیا اس سال تم نے ترکیوں اور رومیوں سے جنگ کی ہے؟ میں نے کہا: نہیں، اس نے کہا کہ ترکی اور رومی تو تم سے بچ گئے لیکن ایک مسلمان بھائی تم سے نہ بچ سکا؟

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص کو اس کا نامہ ءاعمال دیا جائے گا تو وہ اس میں ایسی نیکیاں لکھی دیکھے گا جو اس کے علم میں بھی نہ ہوں گی

چنانچہ کہا جائے گا یہ وہ نیکیاں ہیں جو اس وجہ سے لکھی گئی ہیں کہ لوگوں نے تمہاری غیبت کی تھی اور تمہیں پتہ بھی نہ چل سکا تھا۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے قول رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ''اللہ تعالیٰ اس گھرانے کے موٹے تازے لوگوں کو ناپسند کرتا ہے'' کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی غیبت کرتے تھے اور ان کا گوشت کھاتے تھے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ہاں غیبت کا ذکر چھڑا تو آپ نے فرمایا: اگر میں کسی بھی شخص کی غیبت کرنا چاہوں تو اپنے والدین کی کروں گا کیونکہ میری نیکیوں کے سب سے زیادہ حقدار وہی ہیں۔''

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مومن کے حصے میں تمہاری تین خصلتیں آنی چاہئیں:

1۔ تجھ سے اگر فائدہ نہ ہو سکے تو اسے نقصان بھی نہ دو۔ 2۔ اگر اسے خوش نہیں کر سکتے تو غمگین بھی نہ کرو۔

3۔ اگر اس کی تعریف اچھی نہیں لگتی تو برائی بھی نہ کرو۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے چنانچہ آپ نے اس کی طرف حلوے کا ایک طبق بھیج دیا اور کہلا بھیجا مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم نے اپنی نیکیوں کا مجھے تحفہ دیا ہے تو میں بھی اس کا بدلہ بھیج رہا ہوں۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے چہرے سے حیاء کی چادر اتار پھینکی تو اس کے متعلق جو بھی کہا جائے گا، غیبت نہ ہوگا۔''

دل میں کسی کی برائی کرنا بھی غیبت بن جاتا ہے:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ایک جنازے کی انتظار کر رہا تھا، کہ نماز جنازہ پڑھ سکوں، ادھر اہل بغداد بھی اپنے اپنے مقام پر بیٹھے انتظار میں تھے، اسی دوران میں نے ایک فقیر دیکھا اس پر عبادت کی علامات تھیں اور وہ لوگوں سے مانگ رہا تھا، میں نے دل میں کہا کاش یہ شخص کاروبار کرتا اور ان لوگوں سے اپنے آپ کو بچاتا۔

فارغ ہو کر میں گھر پہنچا، رات کو وظیفہ کرنا تھا یعنی رونے کا کام اور نوافل وغیرہ مگر یہ ورد بوجھل معلوم ہوئے، میں نے وہیں بیٹھے صبح کر دی، ادھر مجھے نیند آ گئی تو خواب میں وہی فقیر دیکھا جسے ایک لمبے خوان پر لایا گیا اور مجھ سے کہنے لگے کہ اس کا گوشت کھا لو کیونکہ تم نے اس کی غیبت کی تھی۔ اب مجھ پر حال کھلا تو میں نے کہا میں نے زبانی غیبت تو نہ کی تھی، صرف دل ہی میں تو خیال کیا تھا۔ اس پر مجھے کہا گیا کہ تم ان لوگوں میں سے تو شمار نہیں ہوتے جن کی ایسی باتیں پسند کر لی جائیں، جاؤ اور اس سے معافی مانگو۔

صبح ہو چکی تھی، مسلسل اسے تلاش کرتا رہا، حتیٰ کہ اسے اس مقام پر دیکھا جہاں پانی کی زیادتی کے سبب سبزی کے گرنے والے پتوں کو چن رہا تھا جو دھوتے وقت گرے تھے، میں نے اسے سلام کہا تو اس نے کہا، اے ابوالقاسم! اب پھر دوبارہ ایسا کرو گے؟ میں نے کہا نہیں کروں گا، اس پر اس نے کہا: اللہ ہماری اور تمہاری بخشش فرمائے۔

☆ حضرت ابوجعفر بلخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں بلخ کا ایک جوان تھا، وہ مجاہدے کرتا اور عبادت کیا کرتا تھا لیکن عادت یہ تھی کہ لوگوں کا گلہ کرتا رہتا اور کہتا فلاں شخص ایسا ہے، فلاں ایسا ہے۔ ایک دن میں نے اسے دیکھا کہ کپڑے دھونے والے ہیجڑوں کے پاس سے نکلا ہے، میں نے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے یہ سزا لوگوں کی برائی کی وجہ سے ملی ہے کہ جس نے مجھے اس مقام پر پہنچا دیا ہے، میں ان میں سے ایک ہیجڑے پر عاشق ہو گیا ہوں اور اسی کی وجہ سے ان سب کی خدمت کر رہا ہوں۔ میرے سب (نیکیوں کے) احوال ختم ہو گئے، آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

باب

الْقَنَاعَةِ (اپنے حصہ پر صبر کرنا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً [1] (جس شخص نے نیک عمل کئے، مرد ہو یا عورت اور وہ ایماندار ہو تو ہم اسے ضرور پاکیزہ زندگی عطا کریں گے)

☆ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:
"قناعت ایک ایسا خزانہ ہے جو کبھی فنا نہ ہوگا۔"

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"پرہیز گار بن جا کہ اس کے ذریعے سب سے زیادہ عبادت گذار شمار ہوگا، قناعت کر کہ اس سے شکر گذار بن جائے گا، لوگوں کے لئے بھی وہی چیز پسند کر جو اپنے لئے پسند ہے کہ اس کے ذریعے مومن بن جائے گا، پڑوسی سے بہتر برتاؤ کر، مسلمان بن جائے گا، کم از کم ہنس کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مار دیتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ فقیر لوگ مردہ ہوتے ہیں، ہاں ایسے فقیر مردہ نہیں ہوتے جنہیں اللہ تعالیٰ قناعت کی عزت دے کر زندہ رکھے۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قناعت ایک فرشتہ ہے جس کا ٹھکانہ مومن کے دل کے سوا کہیں نہیں ہوتا۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "قناعت" "رضا" ہی سے شمار ہوتی ہے جیسے ورع کو زہد سے گنتے ہیں، قناعت گویا رضا کی ابتداء ہے اور ورع زہد کی۔

☆ کہتے ہیں کہ انسان کو پیاری لگنے والی چیزوں کے نہ ہونے پر اطمینان وسکون ہونے کو "قناعت" کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو بکر مراغی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عقلمند وہ شخص ہوتا ہے جو قناعت اور لیت ولعل کے ذریعے دنیوی معاملات کو درست رکھے، آخرت کے معاملات حرص اور تیز رفتاری سے سدھارے اور دینی معاملات سلجھاتے وقت علم اور کوشش سے کام لے۔

☆ اللہ کے اس فرمان میں رزق سے مراد قناعت ہے، ارشاد ہے لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقاً حَسَناً (اللہ انہیں اچھا رزق عطا فرمائے گا)

☆ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قناعت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ملنے والے رزق پر دل راضی ہو جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ قناعت، اپنے پاس موجود چیز کو کافی سمجھنے اور جو حاصل نہیں اس پر طمع نہ کرنے کا نام ہے۔

☆ حضرت وہب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عزت اور امیری دونوں پھرتی رہیں کہ کوئی دوست مل جائے چنانچہ "قناعت" سے ملاقات ہوگئی تو دونوں کو قرار آ گیا۔

---

[1] سورۃ النحل، آیت ۹۷

☆ کہتے ہیں کہ جس میں قناعت اچھی بھلی ہوگی اسے ہر شوربہ اچھا لگے گا اور جو ہر حال میں اللہ کی طرف رجوع کیا کرے، اللہ تعالیٰ اسے قناعت نصیب فرمادے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوحازم رحمہ اللہ ایک قصاب کے ہاں سے گذرے جس کے پاس اچھا گوشت تھا، اس نے کہا اے ابو حازم! یہ گوشت لے لو کیونکہ یہ بہت موٹا ہے میں نے کہا میرے پاس رقم نہیں اس نے کہا کچھ مہلت سے لو آپ نے فرمایا کہ میرا نفس مجھے اس سے بہتر مہلت دے دے گا۔ (کہ یہ کچھ نہ مانگے گا)

☆ ایک صوفی سے کہا گیا کہ سب سے زیادہ قناعت پسند کون ہوتا ہے؟ تو اس نے کہا: ایسا شخص جو مدد میں لوگوں سے بڑھ چڑھ کر رہے اور تکلیف کم سے کم پہنچنے دے۔

☆ زبور شریف میں لکھا ہے کہ قناعت پسند غنی ہوتا ہے اگرچہ بھوکا ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں، پانچ مقامات پر رکھی ہیں۔

1۔ عزت کو فرمانبرداری میں رکھا ہے۔

2۔ ذلت کو بے فرمانی میں رکھا ہے۔

3۔ رعب کو رات کے قیام میں رکھا ہے۔

4۔ دانائی کو خالی پیٹ میں رکھا ہے۔

5۔ بے پرواہی کو قناعت میں رکھا ہے۔

☆ حضرت ابراہیم المارستانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "قناعت کے ذریعے اپنی حرص سے انتقام لیا کرو بالکل ایسے ہی جیسے اپنے دشمن سے قصاص لینے پر تلے ہوتے ہو۔"

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "جو قناعت کرتا رہا وہ اپنے ہمعصروں سے امن میں رہا اور اس معاملے میں ان سے آگے نکل گیا۔"

☆ کہتے ہیں کہ "جو قناعت کرتا ہے، اسے کسی اور کام میں مشغول ہونے کی ضرورت نہیں اور اس سلسلے میں وہ سب سے آگے نکل گیا۔"

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے قناعت کرتے ہوئے حرص چھوڑنے کا سودا کرلیا تو عزت اور مروت پا گیا۔"

☆ کہتے ہیں کہ "جس کی للچائی نظریں لوگوں کے قبضے میں مال کو دیکھتی رہیں، وہ ہمیشہ غمگین رہے گا۔

☆ صوفیہ اسی سلسلے میں یہ شعر پڑھتے ہیں۔

☆ "مال و دولت کمانے والے شرمساری کے دن سے انسان کے لئے کرم اور بھوک والا دن بہتر ہے۔"

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک حکیم دانا کو دیکھا کہ وہ پانی پر گرنے والی سبزی کھا رہا تھا چنانچہ اسے کہنے لگا کہ "اگر تم اپنے سلطان کی نوکری کرتے تو اس گھٹیا کام میں محتاج نہ بنتے۔" دانا نے جواب دیا کہ اگر تم قناعت کرتے رہتے تو بادشاہ کی خدمت سرانجام دینے کی ضرورت نہ پڑتی۔"

☆ کہتے ہیں کہ "عقاب" جب تک اپنی باعزت اڑان میں رہتا ہے تب تک شکاری یا لالچی کی نظر میں نہیں ہوتا اور جب وہ جال

میں پھنسے مردار کا لالچ کرتے ہوئے نیچے آجاتا ہے۔ تو جال میں پھنس جاتا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طمع کا ذکر کرتے ہوئے پڑھا لَوْ شِئْتَ لَاتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْراً [۱] (اگر آپ چاہتے تو اس کی اجرت لے لیتے) تو حضرت خضر علیہ السلام نے کہا: ''اب آپ کے اور میرے راستے الگ الگ ہو گئے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا تھا تو آپ کے اور حضرت خضر علیہما السلام کے درمیان ایک ہرن آ کھڑا ہوا تھا دونوں حضرات کو بھوک لگی ہوئی تھی جبکہ ہرن کا وہ پہلو تو بھنا ہوا نہ تھا' حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف تھا اور وہ پہلو بھنا ہوا تھا جو حضرت خضر علیہ السلام کی طرف تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِيْمٍ [۲] (میں دنیا کے اندر صالحین کا قناعت کرنا مراد ہے اور آیہء کریمہ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِيْمٍ [۳] میں فاسق فاجر لوگوں کے حرص ولالچ میں مبتلا ہونے کا ذکر ہو رہا ہے۔

☆ صوفیہ فرماتے ہیں کہ قول خداوندی فَكُّ رَقَبَةٍ [۴] میں جس آزادی کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے مراد طمع کی ذلت سے آزاد ہونا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ قول خداوندی اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ میں آل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے جس پلیدی کے دور کرنے کا ذکر ہے اس سے مراد بخیلی اور طمع کی پلیدی ہے اور پھر وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْراً [۵] میں انہیں جو خوب صاف ستھرا کرنے کا ذکر ہے، اس سے مراد ان میں سخاوت اور ایثار کا جذبہ بھر کر انہیں خوب پاک وصاف قرار دیا جانا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ قول خداوندی قَالَ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا يَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِیْ [۵] میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہ کے متعلق جس دعا کا ذکر ہو رہا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے یوں عرض کی تھی: ''الٰہی مجھے قناعت کا وہ درجہ دے دے کہ میرے بعد کوئی مجھ جیسا یہ درجہ نہ پا سکے۔ اور پھر میں تیرے اس فیصلے سے خوش ہوں گا۔''

☆ کہتے ہیں کہ قول خداتعالیٰ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَاباً شَدِيْداً میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہدہد کو جس سزا کا حکم ہو رہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ میں تم میں قناعت نہیں رہنے دوں گا اور لالچی بنا دوں گا، مقصد یہ کہ میں اللہ سے ہدہد کے بارے سوال کروں گا کہ وہ اسے اب ایسا بنا دے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ سے عرض کی گئی کہ آپ ان مراتب پر کیسے فائز ہوئے؟ تو آپ نے فرمایا: کہ میں نے اسباب دنیا جمع کئے اور پھر انہیں قناعت کی رسی سے باندھا، صدق وسچائی کی منجنیق میں رکھا اور یاس وناامیدی کے سمندر میں پھینک دیا تو پھر جا کر مجھے چین آیا۔

☆ حضرت عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے موقع پر حضرت جنید رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا اور وہاں بہت سے عجمی اور ان کی اولادین بھی موجود تھیں کہ اس دوران ایک شخص پانچ سو دینار لئے حاضر ہوا' آپ کے سامنے رکھ دیئے اور پھر عرض کی ان فقیروں میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے پوچھا کہ کچھ اور بھی موجود ہے؟ اس نے کہا: ہاں، میرے پاس کافی دینار موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنے دیناروں میں اور اضافہ چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا یہی لے لو کیونکہ ابھی تک تم ہم سے زیادہ ان دیناروں کے طلبگار ہو اور پھر آپ نے قبول نہ کئے۔

۱۔ سورۂ کہف، آیت ۷۷   ۲۔ سورۂ الانفال، آیت ۱۳   ۳۔ سورۂ الانفال، آیت ۱۴

۴۔ سورۂ البلد، آیت ۱۳   ۵۔ سورۂ احزاب آیت ۳۳

باب

التَّوَكُّلِ (توکل وبھروسہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ [۱] (جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اسے اللہ کافی ہے) نیز فرمایا: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [۲] (ان کے رسولوں نے ان سے کہا ہم ہیں تو تمہاری طرح کے انسان مگر اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہے احسان فرماتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے) نیز فرمایا قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ [۳] (دو مرد کہ اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے، انہیں نے انہیں نوازا، بولے کہ زبردستی دروازے میں ان پر داخل ہو اگر تم دروازے میں داخل ہو گئے تو تمہارا ہی غلبہ ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو، اگر تمہیں ایمان ہے)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ”حج کے موسم میں تمام امتیں دکھائی گئیں چنانچہ میں نے اپنی امت کو دیکھا کہ انہوں نے چٹیل میدانوں اور پہاڑوں کو بھر دیا ہے، میں ان کی کثرت اور صورتوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوا، مجھ سے فرمایا گیا، آپ اتنے پہ خوش ہیں؟ میں نے عرض کی، ہاں، اللہ نے فرمایا اور یہ لوان کے ساتھ ستر ہزار وہ لوگ جو بغیر حساب و کتاب داخل ہوں گے، یہ لوگ نہ تو جسم کو داغ دینے والے ہوں گے، نہ بدنامی لینے والے ہوں گے اور نہ ہی جھاڑ پھونک کرانے والے ہوں گے ہاں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والے ہوں گے۔“ [۴]

اس پر حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمایئے کہ میرا بھی انہی میں شمار ہو جائے! تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی کہ:

”اے اللہ! اسے ان میں شمار کر لے“

پھر ایک اور صحابی نے عرض کی کہ میرے لئے بھی انہی میں شمولیت کی دعا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، کہ عکاشہ نے تم پر اولیت حاصل کر لی ہے۔ [۵]

۱۔ سورۃ الطلاق، آیت ۳

۲۔ سورۃ ابراہیم، آیت ۱۱

۳۔ سورۃ المائدہ، آیت ۲۳

۴۔ بخاری شریف، باب الطب مسلم شریف۔ کتاب الایمان۔ ترمذی شریف، باب القیامہ، مسند احمد بن حنبل

۵۔ بخاری شریف، باب الرقاق، مسلم شریف، کتاب الایمان۔ ترمذی شریف، باب القیامہ۔ دارمی شریف، کتاب الرقاق۔ مسند احمد بن حنبل۔

متوکل کی تین علامات:

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرو بن سنان رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے سہل بن عبداللہ کا کوئی واقعہ سنایئے، کہنے لگے، انہوں نے بتایا تھا کہ متوکل (اللہ پر اعتماد کرنے والے) کی تین علامات ہوتی ہیں۔ وہ کسی سے سوال نہیں کیا کرتا، کسی سائل کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا اور نہ ہی کچھ اپنے پاس بچا رکھتا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ دیبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں' حضرت ابویزید رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ توکل کیا ہوتا ہے؟ تو مجھ سے کہا: تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ ہمارے صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ "اگر تمہارے اردگرد درندے اور سانپ موجود ہوں، تب بھی اندر سے تمہیں بے اعتماد نہیں ہونا چاہیے" اس پر انہوں نے کہا، ٹھیک ہے اور یہی معنیٰ سمجھ میں آتا ہے مگر جب جنتی لوگ جنت میں نعمتیں حاصل کر رہے ہوں اور دوزخی دوزخ کے عذاب پا رہے ہوں اور تم ان میں امتیاز کرنا چاہو تو تم متوکل نہ رہو گے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں' توکل کا پہلا مقام یہ ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسے ہونا جیسے غسل دینے والے کے سامنے میت رکھی ہوتی ہے، وہ جسے چاہے اسے پلٹتا ہے، ایسے میں نہ تو وہ حرکت کر سکتا ہے، اور نہ ہی کچھ سوچ بچار۔

☆ حضرت حمدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسے کا نام "توکل" ہے۔

☆ حضرت احمد خضرویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت حاتم اصم سے پوچھا، تم روزی کہاں سے لے کر کھاتے ہو؟ تو انہوں نے یہ آیت پڑھ دی هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ.

یاد رکھئے کہ توکل کا محل دل ہوتا ہے اور جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ تقدیر اللہ کی طرف سے ہوتی ہے تو انسان کے ظاہری کام (حرکت) دل سے توکل رکھنے کے مخالف شمار نہیں ہوں گے، اگر کوئی مشکل ہے تو اس کی تقدیر کی بنا پر ہو گی اور اگر آسان ہو گی تو اسی کے کرنے سے آسان ہو گی۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر حاضر ہوا اور عرض کی یارسول اللہ! کیا میں اس اونٹنی کو چھوڑ کر توکل کر لوں؟ تو آپ نے فرمایا کہ:

"اس کے پاؤں باندھ کر توکل کرو۔"

☆ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا توکل اپنی ذات پر درست ہو گا، اس کا کسی دوسرے پر بھی صحیح ہو گا۔"

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تم لوگوں کی عادت یہ ہے کہ یوں کہہ دیتے ہو: "میں اللہ پر توکل رکھتا ہوں" اور درحقیقت تمہاری یہ بات جھوٹ ہوتی ہے، اگر تمہارا اللہ پر توکل ہوتا تو اللہ کے کئے پر راضی ہو جاتے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ انسان، اللہ پر بھروسہ کرنے والا کب گنا جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب یہ سمجھ لے کہ ہر شے کا ذمہ دار اور وکیل وہی اللہ ہے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اچانک غائبانہ آواز آئی، میں نے ادھر توجہ کی۔ دیکھا کہ ایک اعرابی چلا آ رہا ہے، آ کر مجھ سے کہا: اے ابراہیم! توکل دیکھنا ہو تو ہمارے ہاں دیکھو! یہاں ٹھہرو گے تو تمہارا توکل صحیح ہو جائے گا، کیا تم جانتے نہیں، تم تو یہ امید رکھے پھرتے ہو کہ اس شہر میں جاؤں، جہاں مختلف کھانے مل سکیں! اور یہی ارادہ تمہیں شہروں میں

ٹھہرنے پر اکساتا ہے۔شہروں سے امیدیں ہٹاؤ اور توکل کرو۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے حقیقت توکل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا، توکل یہ ہوتا ہے کہ شدید فاقہ کے باوجود بھوک مٹانے کے اسباب پر نظر نہ رکھو اور اسباب کے باوجود اللہ سے ملنے والے اطمینان سے منہ نہ موڑو۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں، توکل کی شرط کے بارے میں ابوتراب نخشبی کا بیان سنئے، فرماتے ہیں ''بدن کو اللہ کی عبادت کے لئے پابند کر لینا، ربوبیت سے دل کا تعلق قائم کرنا اور اللہ کے دیئے کو کافی سمجھ کر مطمئن ہونا توکل کہلاتا ہے، اب اگر اللہ کچھ دے دے تو شکر کرو اور نہ دے تو صبر سے کام لو۔''

یونہی حضرت ذالنون رحمہ اللہ کا فرمان ہے: توکل یہ ہے کہ تدبیریں کرنا چھوڑ دو اور اپنی قوت و طاقت پر نظر نہ رکھو اور توکل کا مفہوم سمجھنے کے لئے آدمی کو یہ چیز قوت دیتی ہے کہ وہ یہ جانے اللہ تعالیٰ ہر شے کا علم بھی رکھتا ہے اور دیکھ بھی رہا ہے۔

☆ حضرت ابوجعفر بن ابوالفرج رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے چالاک ہوشیار ایک آدمی دیکھا، اسے ''جمل عائشہ'' کہتے تھے اور اسے کوڑے لگائے جا رہے تھے، دیکھ کر میں نے کہا کہ اس ضرب کا درد تمہیں کب سہل معلوم ہوتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس وقت جب وہ خود دیکھ رہا ہو جس کی خاطر کوڑے لگائے جا رہے ہوں۔

☆ حضرت حسین منصور رحمہ اللہ نے حضرت ابراہیم خواص سے کہا: اب کی بار سفر پر گئے ہو اور جنگل گھومے ہو تو کیا کچھ کیا؟ انہوں نے کہا کہ میں توکل کئے رہا اور اپنے نفس کو اس کا عادی بناتا رہا۔ اس پر حسین نے کہا کہ تم نے تو باطن ہی درست کرتے ہوئے گذار دی، توحید میں فنا کا موقع کب آئے گا۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توکل کی تعریف وہ ہے جو ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے کی ہے ''کہ ایک دن تک زندگی بسر کرنے کی فکر چھوڑ دینا اور دل سے کل کا غم نکال دینا'' پھر فرمایا کہ توکل وہ ہے جسے سہل بن عبداللہ نے بیان کیا کہ ''ارادۂ خداوندی کے ساتھ نفس کو متوجہ رکھو۔''

☆ حضرت ابویعقوب نہرجوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، صحیح معنوں میں اللہ پر توکل وہی ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا اور اس کا اظہار اس وقت ہوا جب آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ''رہے تم (جبریل علیہ السلام) تو تم سے مجھے کوئی حاجت نہیں'' کیونکہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام فنافی اللہ کے مقام پر تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کی نظر کسی اور پر نہ جا سکتی تھی۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے کسی سائل کے جواب میں فرمایا، سائل نے پوچھا تھا کہ ''توکل کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا: ''کئی خداؤں سے جان چھڑانا اور تمام اسباب کو بیکار سمجھنا۔''

☆ اس پر سائل نے عرض کی، ذرا مزید وضاحت فرمایئے، آپ نے فرمایا: نفس کو احساس دلانا کہ وہ ایک بندہ اور غلام ہے۔ کسی کا پرورش کرنے والا نہیں۔''

☆ حضرت حمدون رحمہ اللہ سے توکل کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اگر تمہارے پاس دس ہزار درہم ہوں اور صرف ایک دانق (درہم کے چھٹے حصے کا سکہ) ہی قرض ہو تو یہ خیال کرنا کہ مرنے کے بعد یہ میرے ذمے رہے گا، توکل نہ ہوگا اور اس کے برعکس اگر دس ہزار کا قرض ہو اور اسے اتارنے کے لئے رقم نہ ہونے کے باوجود تم بے امید نہیں ہوتے اور یقین رکھتے ہو کہ اللہ اتار دیگا تو یہ توکل ہوگا۔

☆ حضرت ابوعبداللہ قرشی سے توکل کا پوچھا گیا تو فرمایا: ہر حال میں اللہ سے تعلق کا نام توکل ہوتا ہے۔ سوال کرنے والے نے مزید وضاحت چاہی تو فرمایا: ایسے ہر سبب کو چھوڑ دینا جو اللہ کے علاوہ ہوں (توکل گنا جائے گا)

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توکل کرنا حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حالت اور صفت تھی اور جب کوئی شخص آپ کا حال اپناتا ہے (توکل کرتا ہے) تو اسے آپ کی سنت (اسباب کے ذریعے کام کرنا) نہیں چھوڑنی چاہیے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں' کہ سکون نہ ہونے پر بے چین ہو جانا اور چین مل جانے پر پرسکون ہونا' توکل کہلاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں توکل یہ ہے کہ کسی چیز کی کمی بیشی تمہارے سامنے یکساں ہو جائے۔

☆ حضرت ابن مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قضا اور اس کے احکام کے اجراء کے سامنے اپنی عاجزی دکھانا، توکل ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: توکل یہ ہے کہ اللہ پر بھروسہ کے ساتھ ساتھ اسے ہر لحاظ سے کافی سمجھے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں توکل یہ ہے کہ جب کسی شہر میں متوکل کے علاوہ دیگر ضرورت مند موجود ہوں تب تک نہ کھانا، توکل ہوتا ہے۔

☆ حضرت عمر بن سنان رحمہ اللہ بتاتے ہیں' حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ ہمارے ہاں سے گزرے تو ہم نے ان سے پوچھا کہ اپنے کسی سفر میں کوئی عجیب واقعہ دیکھا ہو تو بتاؤ! انہوں نے بتایا' مجھے حضرت خضر علیہ السلام ملے اور اپنے ساتھ رہنے کا فرمایا تو مجھے خوف ہوا کہ ان کے پاس ٹھہرنے سے کہیں میرا توکل متاثر نہ ہو چنانچہ میں نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ سے توکل کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا کہ سب کو چھوڑ کر اللہ کے ساتھ تعلق کو توکل کہا جاتا ہے۔

توکّل کے تین درجے:

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توکل کے تین درجے ہیں:

1۔ ذات الٰہی پر بھروسہ کرنا۔

2۔ اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا۔

3۔ اپنا ہر معاملہ اس کے سپرد کر دینا۔

چنانچہ توکل کرنے والا وعدۂ الٰہی پر اطمینان رکھتا ہے کہ وہ سب ضرورتیں پورا کرے گا، تسلیم والا اتنے کو کافی جانتا ہے اللہ کو میرے حالات کا علم ہے اور ہر کام کو اس کے سپرد کر دینے والا، اس کے ہر حکم پر رضامندی دکھاتا ہے۔

میں نے آپ سے یہ بھی سنا تھا کہ توکل صوفی کا ابتدائی درجہ ہوتا ہے، تسلیم کرنا، درمیانی درجہ اور ہر کام اس کے سپرد کر دینا، آخری درجہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ توکل کے بارے میں سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ بے لالچ کھانا، توکل کہلاتا ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوڈری پہن لینا، دکانداری ہے، زہد کے بارے میں صرف گفتگو کرنا ایک فن ہے

اور قافلے بنا کر چلنا تعرض کہلاتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمۃ اللہ کے پاس ایک شخص کثرت اولاد کا شکوہ کرنے آیا تو آپ نے فرمایا: گھر چلے جاؤ اور ایسے شخص کو اپنے سے دور کر دو جسے سمجھتے ہو کہ اس کی روزی اللہ کے ذمے نہیں ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس نے کاروبارِ تصوف پر طعن کیا تو گویا اس نے سنت پر اعتراض کیا اور جس نے توکل پر اعتراض کیا، اس نے گویا ایمان ہی پر اعتراض کیا۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ کے راستے میں چلا جا رہا تھا کہ میں نے وحشی قسم کا ایک آدمی دیکھا، دل میں سوچا کہ یہ انسان ہے یا جن؟ آخر میں نے پوچھ ہی لیا کہ جن ہو یا انسان؟ اس نے کہا میں جن ہوں، میں نے پھر پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ مکہ کو جا رہا ہوں، میں نے پوچھا، خرچہ وغیرہ کے بغیر ہی جا رہے ہو؟ اس نے کہا: ایسے لوگ ہم میں بھی ہوتے ہیں جو توکل کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ توکل سے تمہاری مراد کیا ہے؟ اس نے کہا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے لینا، توکل ہوتا ہے۔

☆ حضرت فرغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ اپنے دور میں واحد متوکل تھے اور توکل کی گہرائی میں پہنچے ہوئے تھے، وہ ہمیشہ اپنے ہمراہ سوئی دھاگہ، لوٹا اور قینچی رکھا کرتے، آپ سے پوچھا گیا اے ابواسحٰق! یہ چیزیں کیوں اٹھائے پھرتے ہو حالانکہ آپ کے پاس تو سب کچھ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ جیسا آدمی توکل کے خلاف کام نہیں کر سکتا کیونکہ اللہ کی طرف سے ہم لوگوں پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں۔ اور فقیر تو صرف ایک ہی کپڑا لئے ہوتا ہے اور کبھی وہ پھٹ بھی سکتا ہے، ایسے میں اگر اس کے پاس سوئی اور دھاگہ نہیں ہوگا تو وہ ننگے جسم دکھائی دے گا، اس کی نماز خراب ہوگی اور لوٹا نہ ہوگا تو وہ پاکیزہ کیسے رہ سکے گا؟ یاد رکھو اگر کسی فقیر کو لوٹے اور سوئی دھاگے کے بغیر دیکھو گے تو اس کو نماز کا طعنہ دو گے۔ (کہ یقیناً یہ بے نماز ہے)

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توکل نبی ہی کی صفت ہوتا ہے، تسلیم، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صفت ہے اور تفویض، ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی صفت ہے۔

☆ حضرت ابوجعفر حداد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بازار میں کام کرتے ہوئے میں دس سال تک توکل کا اعتقاد لئے رہا روزانہ اجرت لیتا تھا لیکن اس میں سے ایک گھونٹ پانی کے لئے بھی خرچ نہ کرتا اور نہ ہی حمام میں جاتا وہاں میں اپنی اجرت لے کر آتا تو شونزیہ میں مقیم فقیروں میں تقسیم کر دیتا۔ میں نے اس واقعے کا کسی سے بھی ذکر نہیں کیا بلکہ چھپائے رکھا۔

☆ میں نے حضرت سنان کے بھائی حضرت حسن کو فرماتے سنا، انہوں نے بتایا، میں نے توکل کی بنا پر چودہ حج ننگے پاؤں ہی کئے، کبھی پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا تو یاد آ جاتا کہ میں نے اپنے نفس کو توکل پر لگا رکھا ہے چنانچہ میں زمین پر پاؤں رگڑتا ہوا چلتا رہتا۔

☆ حضرت ابوحمزہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات میں اللہ سے حیا آتی کہ توکل کرنے کے باوجود میں سیر ہو کر جنگل میں جاؤں تو یہی چیز ایک دن میں میری عادت نہ بن جائے۔

☆ حضرت حمدون رحمہ اللہ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: یہ وہ مرتبہ ہے کہ ابھی تک میں اس مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکا اور ایسا شخص توکل کے بارے میں کیا کرے گا جس کا ابھی تک حال ایمان ہی درست نہیں ہے؟

☆ صوفیہ کہتے ہیں کہ متوکل شخص ایک بچے کی طرح ہوتا ہے جسے شیر مادر کے منہ میں لینے کے بغیر کسی اور چیز کا کوئی علم نہیں ہوتا، یونہی ایک متوکل شخص اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور چیز کے متعلق علم نہیں رکھتا۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں تھا کہ ایک قافلہ سے ملاقات ہوئی، ان میں سے ایک شخص میرے آگے جا رہا تھا، میں تیزی سے چلا اور اسے جا لیا، دیکھا تو وہ ایک عورت تھی جس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی اور وہ دھیرے دھیرے جا رہی تھی، میں نے خیال کیا کہ یہ تھک چکی ہے۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور بیس درہم نکالے پھر اس عورت سے کہا کہ یہ لے لو اور یہیں ٹھہرو، قافلہ آ جائے گا تو کرایہ پر جانور لے لینا۔ رات یہیں ٹھہرو، میں انتظام کر دوں گا۔

اس خاتون نے ہاتھ ہوا میں لہرائے اور دیکھا تو دینار اس کے ہاتھ میں تھے، کہنے لگی کہ آپ نے تو دینار جیب سے نکالے ہیں لیکن میں نے غیب سے لے لیا کرتی ہوں۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے مکہ میں ایک شخص ایسا دیکھا جو آب زمزم پینے کے علاوہ کوئی چیز کسی سے بھی نہیں لیتا تھا۔ دن گذرتے گئے، آخر ایک دن سلیمان نے اس سے کہا کہ دیکھو اگر یہ پانی نہ مل سکے تو گذارہ کس پر کرو گے؟ وہ اٹھ کھڑا ہوا، سلیمان کے سر کو بوسہ دیا اور کہا اللہ آپ کو جزاء دے، آپ نے تو مجھے خبردار کر دیا ہے، میں تو کئی دن ہوئے آب زمزم ہی کی گویا عبادت کر رہا تھا، یہ کہا اور چلا گیا۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے شام کے راستے میں ایک نوجوان دیکھا، بڑا با اخلاق تھا۔ مجھے کہنے لگا کہ میرے پاس رہنا پسند کرو گے؟ میں نے کہا کہ میں بھوکا ہوتا ہوں، اس نے کہا تم بھوکے رہو گے تو میں بھی بھوکا رہوں گا، چار دن اسی حالت میں گزر گئے، ایک دن کچھ کھانے کو آ گیا، میں نے کہا: آؤ کھا لیں تو اس نے کہا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ کسی بھی ذریعے سے کسی سے کچھ نہ لوں گا، میں نے کہا، بیٹے تم نے بڑی باریک بات کہہ دی ہے۔ اس نے کہا اے ابراہیم! مجھے اتنا ابھارنے کی ضرورت نہیں کیونکہ تاڑنے والا دیکھ رہا ہے: توکل سے واقف نہیں ہو؟ کم سے کم درجہء توکل یہ ہوتا ہے کہ فاقہ پر فاقہ آتا رہے لیکن تمہارے نفس میں اللہ کافی کے بغیر کسی اور کی طرف توجہ نہیں ہونی چاہیے۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں، حضرت جنید رحمہ اللہ کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا: رزق کہاں تلاش کریں؟ آپ نے کہا: کہیں مل سکتا ہے تو ڈھونڈ لاؤ، اس پر وہ کہنے لگے کہ ہم اللہ کے ہاں اسے ڈھونڈیں گے۔ آپ نے کہا، اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ وہ تمہیں بھول چکا ہے تو اسے یاد کرا دو، کہنے لگے تو کیا پھر ہم گھر میں بیٹھ کر صرف توکل پہ ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا: اسے آزمانا شک میں داخل ہے کہنے لگے کہ پھر حیلہ کیا کریں؟ فرمایا ترک حیلہ ہی ایک حیلہ ہے۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے احمد بن حواری سے کہا اے احمد! آخرت کے لئے کام تو بہت ہیں لیکن تمہارا شیخ توکل کے بغیر کچھ نہیں جانتا حالانکہ اس کے پاس بڑی راہیں ہیں کیونکہ اس کے بارے میں مجھے بھی کچھ پتہ چل گیا ہے۔

☆ کہتے ہیں، توکل یہ ہوتا ہے کہ انسان اللہ کے مال پر بھروسہ کرے اور لوگوں کے مال پر امید نہ لگائے۔

☆ کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ: طلب رزق کی خاطر سوچ بچار کرنے سے نفس کو فارغ کر لینا توکل کہلاتا ہے۔

☆ حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ سے متوکل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اسے طمع ہو سکتا ہے؟ آپ نے کہا کہ انسانی طبیعت کے مطابق طمع دل میں کھٹک سکتا ہے لیکن اس کے لئے نقصان دہ نہیں ہوگا اور یہ بات اسے قوت دے گی لوگوں کے مال و دولت سے امید نہ لگائے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت نوری رحمہ اللہ جنگل میں تھے کہ بھوک لگ گئی، غیب سے آواز آئی کہ ان دو چیزوں میں سے کسے

پسند کرتے ہو؟ سبب چاہیے یا اللہ کے کو کافی سمجھو گے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ پر کفایت (بھروسہ) سے بڑھ کر کوئی بھی شے نہیں ہے چنانچہ سترہ دن تک بھوک برداشت کی اور کچھ نہیں کھایا۔

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا' فقیر جب پانچ دن فاقہ کے بعد یہ کہنے لگے کہ مجھے بھوک لگی ہے تو اسے بازار چلے جانے کا کہو اور کہہ دو کہ اپنا کوئی اور کام کرے۔

☆ کہتے ہیں' حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ نے ایک صوفی دیکھا جس نے صرف تین دن کے فاقے پر کھانے کے لئے تربوز کے چھلکے کی طرف ہاتھ بڑھایا، ابوتراب نے اسے فرمایا کہ تصوف تمہارے لئے مفید نہیں ہے جاؤ بازار میں کام کرو۔

☆ حضرت ابویعقوب اقطع بصری رحمہ اللہ نے بتایا' ایک دن میں مکہ میں تھا کہ بھوک لگی اور دس دن تک میں نے کچھ نہیں کھایا، کمزوری محسوس ہوئی، میرے دل میں کچھ گھبراہٹ ہوئی تو میں قریبی وادی کی طرف نکل گیا کہ شاید کچھ مل جائے اور دل کو سکون ملے چنانچہ ایک گراپڑا شلجم دیکھا، میں نے اٹھا تو لیا مگر دل میں گھبراہٹ سی محسوس ہوئی، مجھے یوں لگا جیسے کوئی کہہ رہا ہے کہ دس دن تک بھوکا رہنے کے بعد تمہاری قسمت میں یہ شلجم لکھا تھا اور وہ بھی باسی؟ چنانچہ میں نے پھینک دیا اور مسجد میں جا بیٹھا، اسی دوران ایک عجمی آدمی سے ملاقات ہوگئی، وہ میرے سامنے بیٹھا' ایک بستہ میرے سامنے رکھ دیا اور کہا کہ یہ تمہاری خاطر ہے۔ میں نے کہا کہ تم یہ مجھے ہی کیوں دے رہے ہو؟ اس نے کہا: سنو! ہم دس دن گزرے کہ سمندر میں تھے، ہماری کشتی ڈوبنے کو تھی' ہم میں سے ہر ایک نے نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں نجات دے دی تو ہم صدقہ وخیرات کریں گے اور خود میں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے مجھے نجات عطا فرمائی تو میں یہ تھیلی اس مجاور کو صدقہ میں دوں گا جو سب سے پہلے مجھے نظر آئے گا چنانچہ سب سے پہلے مجھے تم ہی نظر آئے ہو۔

میں نے کہا، اسے کھولو، اس نے کھولا تو مصری کیک جیسی کوئی چیز تھی، علاوہ ازیں چھلے بادام اور کھانڈ کی ڈلیاں (مصری) تھیں چنانچہ میں نے سب میں سے تھوڑا تھوڑا لے لیا اور کہا کہ باقی اپنے بچوں کو دے دو، میں نے اتنا قبول کرلیا ہے اور باقی آپ کا عطیہ ہے۔

بعدازاں میرے دل میں خیال آیا کہ تمہارا رزق تو پچھلے دس دن سے تمہارے پاس آنے کو تھا اور تم اسے وادی میں تلاش کرتے پھر رہے ہو؟

☆ حضرت ابوبکر رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ممشاد دینوری کے پاس تھا، قرض کے بارے میں بات شروع ہوگئی تو انہوں نے بتایا کہ میں قرضہ میں دب گیا، دل پریشان تھا' میں نے خواب میں دیکھا' کسی نے کہا: اے بخیل شخص! تو نے ہم پر قرض کا بوجھ ڈال دیا ہے، یہ لو، لینا تمہارا کام ہے اور دینا میں جاؤں گا' پھر اس کے بعد میں نے کسی سبزی فروش اور قصائی وغیرہ سے حساب نہ کیا۔

☆ حضرت بنان حمال (بوجھ اٹھانے والا) کے بارے میں آتا ہے' انہوں نے بتایا کہ میں مصر سے مکہ آرہا تھا، زادراہ میرے پاس تھا، ابھی میں راستہ ہی میں تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہا: اے بنان! تم پیٹھ پر بوجھ اٹھائے پھرتے ہو' تم کو یہ وہم ہے کہ اللہ تمہیں رزق نہیں دے گا؟ حضرت بنان کہتے ہیں کہ میں نے زادراہ وہیں پھینکا اور پھر تین دن تک کچھ نہیں کھایا پھر راستہ میں ایک پازیب مل گئی، میں نے ارادہ کیا کہ اسے اٹھالیتا ہوں، شاید اس کا مالک مل جائے تو وہ مجھے بھی کچھ دے دے گا' میں اسے واپس کردوں گا، اچانک نظر پڑی تو وہی عورت پھر نظر آئی، مجھ سے پوچھا کہ تاجر ہو؟ جو یہ سوچ رہے ہو اس کا مالک مل جائے تو اسے دے کر اس سے کچھ لے لو گے؟ یہ کہہ کر اس عورت نے بنان کی طرف کچھ درہم پھینکے اور کہا انہیں خرچ کرلو۔ یہ درہم مکہ شریف پہنچنے تک کے لئے مجھے کافی تھے۔

☆ حضرت بنان رحمہ اللہ ہی کے بارے میں آتا ہے کہ انہیں گھر کے کام کاج اور خدمت کے لئے ایک لونڈی کی ضرورت تھی،

انہوں نے اپنے بھائیوں سے بے دھڑک یہ بات کی تو انہوں نے لونڈی کے لئے رقم جمع کی اور کہا یہ لو، ایک گروہ آ رہا ہے، ان سے خرید لینا۔

وہ قافلہ آ گیا تو ایک لونڈی انہیں پسند آ گئی، بھائیوں نے سوچا کہ یہ اس کے لئے بہتر رہے گی چنانچہ مالک سے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ بکاؤ مال نہیں ہے، بھائیوں نے بہت اصرار کیا تو اس نے کہا کہ یہ بنان کے لئے ہے، یہ سمرقند سے ایک عورت نے ان کے لئے تحفہ بھیجا ہے، چنانچہ وہ بنان کے پاس پہنچا دی گئی اور واقعہ بھی بتا دیا گیا۔

☆ حضرت حسن خیاط رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں بشر حافی کے پاس تھا، ایک گروہ آیا اور آپ کو سلام کیا، آپ نے پوچھا کہاں سے آ رہے ہو؟ انہوں نے عرض کی کہ ہم شام سے آپ کے سلام کو حاضر ہوئے ہیں اور حج کا ارادہ ہے۔

آپ نے فرمایا، اللہ تمہیں خوش رکھے پھر کہنے لگے کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں، آپ نے فرمایا: میری تین شرطیں ہوں گی، ہم اپنے ساتھ کچھ لے کر نہیں چلیں گے، نہ ہی کسی سے کچھ مانگیں گے اور اگر کوئی کچھ دے گا بھی تو ہم نہیں لیں گے۔ انہوں نے کہا: آپ کی یہ شرط کہ ساتھ کچھ نہیں لیں گے، یہ تو ہم مانتے ہیں اور یہ شرط کہ کسی سے سوال بھی نہیں کریں گے، یہ بھی مانتے ہیں اور یہ شرط کہ کوئی کچھ دے گا تو نہیں لیں گے، یہ تو مشکل نظر آتی ہے۔ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم حاجیوں کے مال پر بھروسہ کر کے چلے ہو؟

فقیر تین طرح کے ہوتے ہیں:

پھر فرمایا: اے حسن! فقیر تین طرح کے ہوا کرتے ہیں، ایک وہ جو سوال نہیں کرتا اور کوئی دے بھی تو لیتا نہیں، ایسا فقیر روحانی ہوتا ہے۔ دوسرا وہ جو سوال تو نہیں کیا کرتا لیکن اگر کوئی دے دے تو لے لیتا ہے، ایسے فقیر کے لئے بارگاہ الٰہی میں دستر خوان لگے گا اور تیسرا وہ ہے جو سوال کیا کرتا ہے اور اگر کوئی دے دے تو ضرورت کی حد تک لے لیتا ہے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ (بعد میں) صدقہ دے۔

☆ حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے تجارت کیوں چھوڑی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے کفیل (ذمہ دار یعنی اللہ) کے متعلق سوچ لیا ہے کہ وہ قابل بھروسہ ہے۔ (میری ہر ضرورت پوری کر دے گا)

☆ کہتے ہیں، گذشتہ زمانے میں ایک شخص سفر کر رہا تھا، ایک روٹی بھی پاس تھی، وہ کہنے لگا کہ اگر میں اسے کھا لوں تو مر جاؤں گا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دیا اور فرما دیا کہ اگر یہ کھا لے تو اور دے دینا اور نہ کھائے تو اور نہ دینا چنانچہ وہ اسی حالت میں فوت ہو گیا اور روٹی اس کے پاس ہی رہ گئی۔

☆ کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ پر بھروسہ کر لیتا ہے تو اس کا رزق ضرور اس کے پاس پہنچ جاتا ہے بالکل ایسے ہی جیسے دلہن کو اس کے شوہر کے پاس ہی پہنچا دیا جاتا ہے۔

تضییع (ضائع کرنا) اور تفویض (اللہ پر بھروسہ) میں فرق:

تضییع اور تفویض میں فرق یہ ہے کہ تضییع اللہ کے حقوق میں ہوتی ہے اور یہ برائی شمار ہوتی ہے جبکہ تفویض تمہارے اپنے حق میں ہوتی ہے اور یہ اچھائی شمار ہوتی ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ایک بھی فلس (آجکل عراق میں درہم کا دسواں حصہ) بطور حرام لے لیتا ہے تو اسے متوکل نہیں کہیں گے۔

☆ حضرت ابو سعید خزار رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ زادِ راہ لئے بغیر جنگل میں چلا گیا۔ بھوک لگ گئی میں نے دور سے دیکھا کہ ایک قافلہ آ رہا ہے، مجھے خوش ہوئی کہ میرا کام ہو جائے گا۔ جھٹ میرے دل میں آیا کہ میں نے آرام سے غیر اللہ پر بھروسہ کر لیا ہے چنانچہ میں نے قسم کھالی کہ کسی کے زبردستی لے جانے کے علاوہ میں شہر میں نہیں جاؤں گا، میں نے ریت میں ایک گڑھا بنایا اور سینے تک اس میں اپنا آپ چھپالیا، قافلہ والوں نے آدھی رات کو ایک آواز سنی، کوئی بلند آواز سے کہہ رہا تھا:

''اے قافلہ والو! یہاں اللہ کا ایک ولی موجود ہے، جس نے اپنے آپ کو اس ریت میں روک رکھا ہے، اس سے ملو!''

چنانچہ کچھ لوگ میرے پاس آ گئے: مجھے وہاں سے نکالا اور اٹھا کر شہر کو لے گئے۔

☆ حضرت ابو حمزہ خراسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں کئی سال تک حج کے لئے جاتا رہا، ایک دن راستے ہی میں تھا کہ ایک کنوئیں میں جا گرا، خیال پیدا ہوا کہ کسی کو مدد کے لئے بلاؤں، پھر سوچا نہیں، بخدا، نہیں بلاؤں گا۔ ابھی یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ کنوئیں کی منڈیر پر دو آدمی آ پہنچے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ آؤ اس کنوئیں کا منہ بند کر دیتے ہیں تاکہ کوئی اس میں گر نہ سکے چنانچہ وہ کچھ سرکنڈے اور ایک ٹاٹ لائے اور کنوئیں کا منہ بند کرنے لگے، میرا دل چاہا کہ چیخ ماروں لیکن پھر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس کی بارگاہ میں چلاؤں جو ان دونوں سے بھی قریب ہے چنانچہ میں رک گیا، ابھی کچھ ہی دیر گزری تھی کہ کوئی چیز آ پہنچی جس نے کنوئیں کا منہ کھول کر اپنے قدم کنوئیں میں لٹکا دیئے، ایسے معلوم ہوا کہ گویا وہ مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مجھ سے چمٹ جاؤ، آواز اتنی پست تھی کہ بس میں سمجھ ہی رہا تھا چنانچہ میں اس کے ساتھ لٹکا اور اس نے مجھے نکال باہر کیا لیکن دیکھا تو وہ درندہ تھا۔ درندہ تو جا چکا تھا، اب غیب سے ایک آواز آئی ارے ابو حمزہ! یہ بہتر نہیں ہے کہ ہم نے تجھے مہلک چیز کے ذریعے ہلاکت سے بچالیا ہے؟ چنانچہ میں وہاں سے چل پڑا تو زبان پر یہ شعر جاری تھے:

''میں خوف کھاتا ہوں کہ اپنا راز تم پر ظاہر کروں لیکن جو کچھ دل میں آ رہا ہوتا ہے، باطن اسے ظاہر کر دیتا ہے۔

میری حیاء یہ کہتی ہے کہ میں تم سے اپنی خواہشات نہ چھپاؤں اور تو نے اپنے آپ راز کھولنے سے مجھے بے پرواہ کر دیا ہے (خود ہی بتا دیتا ہے)

میرے معاملے تیرے مہربانی کارفرما ہے کہ تو نے باطنی بات خود ہی ظاہر کر دی ہے اور مہربانی کی جائے تو اس کا مہربانی ہی سے پتہ چل جاتا ہے۔

تو تو مجھے غیب ہی سے اپنا آپ دکھاتا ہے گویا تو مجھے خوشی سے یہ بتا رہا ہے گویا تو میری بات کر رہا ہے۔

باوجودیکہ تیرے محبوب کی موت تیرے ہاتھ میں ہوتی ہے، بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو موت کے بدلے اسے زندگی دے دیتا ہے۔''

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے دیرینہ خادم اور مرید حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا' حضرت ابراہیم بن ادھم کے بارے میں کیا جانتے ہو؟ اس نے بتایا: ہم راہ مکہ میں کئی دن چلتے رہے لیکن کھانے کو کوئی چیز نہ مل سکی، بھر کوفہ چلے گئے اور ایک ویران پڑی مسجد میں جا ٹھہرے، حضرت ابراہیم بن ادھم نے میری طرف دیکھا اور کہا: اے حذیفہ! لگتا ہے جیسے تمہیں بھوک لگی ہے، میں نے کہا کہ میرے شیخ کو معلوم ہی ہے، مجھے فرمایا کہ دوات اور کاغذ لاؤ، میں لے آیا تو آپ نے لکھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! الٰہی! ہر ضرورت پوری کرنے والا تو ہی ہے اور ہر نظر تیری ہی طرف اٹھتی ہے۔'' (شعر)

''میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا شکر ادا کرتا ہوں، تجھے یاد کرتا ہوں، میں بھوکا ہوں، پیاسا ہوں اور بے لباس ہوں، یہ چھ صفات

ہیں،ان میں سے نصف کا تو میں ضامن بنتا ہوں اور اے باری تعالیٰ نصف کا ضامن تو بن جا۔

تیرے بغیر مدح کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے آگ میں گھس جانا لہٰذا تم اپنے اس عاجز بندے کو دوزخ کی آگ سے بچالو۔
میرے نزدیک کسی سے سوال کرنا گویا آگ ہے لہذا اے میرے اللہ! کیا تو مجھے دوزخ کی آگ سے نہیں بچا سکتا۔''

وہ رقعہ مجھے دے دیا اور فرمایا، یہاں سے نکل جاؤ اور اللہ کے بغیر کسی سے دل نہ لگاؤ،اور یہ رقعہ اسے دے دینا جو سب سے پہلے تجھے ملے گا۔

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور سب سے پہلے مجھے وہ شخص ملا جو خچر پر سوار تھا،وہ رقعہ میں نے اسے دے دیا وہ لے کر رونے لگا، پھر پوچھا کہ یہ رقعہ لکھنے والا کہاں ہے؟ میں نے اسے بتایا کہ وہ فلاں مسجد میں ہے چنانچہ اس نے ایک تھیلی میری طرف بڑھا دی، اس میں چھ سو دینار تھے۔

اس کے بعد میں ایک اور آدمی سے ملا اور پوچھا کہ یہ خچر کس کا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ ایک نصرانی کا ہے اس کے بعد میں حضرت ابراہیم بن ادھم کے پاس گیا اور سارا واقعہ سنایا اس پر انہوں نے کہا کہ اس تھیلی کو ہاتھ تک نہ لگاؤ کیونکہ تھیلی والا آرہا ہے۔ جب ایک گھنٹہ گذر چکا تو وہ نصرانی آپہنچا،ان کے سامنے جھک گیا (چوما) اور مسلمان ہو گیا۔

باب

الشُّکرِ (شکر)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا)

☆ حضرت عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں عبید بن عمیر کے ہمراہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کی' آپ مجھے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں دیکھی کوئی عجیب بات بتائیں، وہ رو پڑیں اور فرمایا کہ آپ کی کونسی چیز عجیب نہ تھی؟ ایک رات آپ میرے پاس تشریف لائے اور بستر یا (فرمایا) لحاف میں میرے ہمراہ داخل ہوئے جسم انور میرے جسم سے لگا تو فرمایا: ابوبکر کی بیٹی! مجھے اپنے رب کی عبادت کرنے دو، میں نے عرض کی کہ آپ کا رضا چاہتی ہوں' پھر اٹھے اور پانی کے مشکیزے سے وضو فرمایا، وضو کرتے وقت بہت سا پانی بہا دیا، پھر نوافل کے لئے اٹھے اور رو پڑے' آپ کے آنسو چہرے پر بہنے لگے، پھر رکوع میں تشریف لے گئے اور رو دیئے پھر سجدہ میں بھی روئے اور پھر سجدہ سے سر اٹھا کر بھی روئے۔ یہ حالت یونہی رہی حتیٰ کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے اور صبح کی اذان کہہ دی۔

میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ کو رونا کیوں آیا؟ حالانکہ آپ کے پہلے اور پچھلے تمام خلاف اولیٰ کام بخش دیئے جا چکے ہیں؟

فرمایا:

''کیا میں اللہ کا شکر ادا نہ کروں؟ میں یہ کام کیوں نہ کروں جبکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں)۔

حقیقت شکر کیا ہے؟

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل تحقیق کے ہاں حقیقت شکر یہ ہے: ''نہایت عاجزی وانکساری سے انعام کرنے والے کا اعتراف کر لینا'' اور اس لحاظ سے معنیٰ شکر میں مبالغہ پیدا کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو شکور کہتے ہیں اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو شکر کی جزاء دیتا ہے چنانچہ شکر کی جزاء شکر ہی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (برائی کی جزاء اسی برائی کی طرح ہوتی ہے)

کہتے ہیں کہ اللہ کے شکر کا یہ بھی معنیٰ ہے کہ تھوڑے عمل پر زیادہ انعام دے دینا، لغت میں ہے دَآبَّةٌ شَکُوْر جب چارہ کی بہ نسبت وہ جانور گھی زیادہ دکھائی دینے لگے تو یہ الفاظ بولتے ہیں۔

یہ احتمال بھی ہے کہ' حقیقت شکر احسان کرنے والے کے احسان پر اس کی تعریف کرنا ہو، لہٰذا بندے کی طرف اللہ کا شکر یہ ہوگا کہ بندہ اللہ کے انعامات پر اس کا شکر گذار ہو جائے اور بندے کا حقیقی شکر یہ ہے کہ زبان سے اللہ کی تعریف کرے اور دل سے اس کے انعامات کا اقرار کرے۔ بندے کی طرف سے تعریف یہ ہوگی کہ یہ اس کی عبادت کرے اور اللہ کے احسان کا مطلب یہ ہوگا کہ اپنا شکر

کرنے کی توفیق دینے کا انعام فرمائے۔

اقسام شکر:

شکر کئی طرح سے ہوتا ہے۔

1۔ زبان سے: نہایت عجز وانکساری کے ساتھ اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا

2۔ بدن اور اعضاء سے: وفاداری اور خدمت دکھانا

3۔ دل سے: اللہ کے احترام کا خیال کرتے رہنا اور دائمی طور پر اس کے احسان کو پیشِ نظر رکھنا

☆ کہا جاتا ہے کہ:

1۔ ایک شکر عالموں کا ہوتا ہے جو ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے۔

2۔ ایک عبادت گذاروں کی صفت بنتا ہے جو ان کے عملوں سے ظاہر ہو جاتا ہے۔

3۔ ایک عارفوں کا شکر ہے جو اپنے عام حالات میں اللہ کی نعمتیں دیکھتے ہیں اور ان پر کامل یقین دکھاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی نعمت کے شکر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ احسان خداوندی پر نظر رکھے اور اس کی عزت کی حفاظت رکھے۔

☆ حضرت حمدون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نعمت کے شکر کا مطلب یہ ہے کہ اس میں تم اپنے نفس کو عارضی سمجھو اور ایک طفیلی خیال کرو۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر میں ایک سبب موجود ہونا ہے کیونکہ شکر کی ادائیگی کرتے وقت انسان اپنے نفس کے لئے زیادہ مانگ رہا ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ کے سامنے اپنے نفس کے لالچ کی خاطر کھڑا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر اس پہچان کو کہتے ہیں جو شکر سے عاجزی کی بنا پر حاصل ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں شکر کرنے پر شکر ادا کرنا' عام شکر سے کامل ہوتا ہے اور وہ یوں کہ تم اپنے شکر کو اللہ کی توفیق سمجھو جس کا سبب یہ ہوگا کہ وہ تم پر انعام کرنا چاہتا ہے تو گویا تم شکر پر شکر کر رہے ہوتے ہو اور یوں دوبارہ شکر پر شکر کرو جس کی انتہاء نہ ہو۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر یہ ہوتا ہے کہ تو اپنے آپ کو نعمتوں کا اہل نہ سمجھے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر کا مفہوم یہ ہے کہ تو پوری قوت سے انعام کرنے والے کی اطاعت کرے۔

شاکر اور شکور کے مفہوم میں فرق:

☆ کہتے ہیں کہ شاکر وہ ہوتا ہے جو موجودہ چیز پر شکر کرے اور شکور وہ ہوتا ہے جو گم چیز پر شکر کرے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ شاکر وہ ہوتا ہے جو عطا شدہ پر شکر کرے لیکن شکور وہ ہوتا ہے جو چیز کے چھن جانے پر بھی شکر کرے۔

☆ نیز کہتے ہیں کہ شاکر نفع پر شکر کرتا ہے اور شکور روک لینے پر شکر کرتا ہے۔

☆ یہ بھی لکھتے ہیں کہ شاکر عطایات دیکھ کر شکر کرتا ہے اور شکور اترنے والی مصیبت کے باوجود شکر کرتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابھی سات سال کا تھا اور حضرت سری کے سامنے کھیل رہا تھا کہ ایک جماعت آپ کے

سامنے شکر کے بارے میں گفتگو کر رہی تھی، آپ نے مجھ سے فرمایا: ارے لڑکے! شکر کیا ہوتا ہے؟ میں نے کہا: شکر یہ ہوتا ہے کہ تو اللہ کے انعام پر نافرمانی نہ کرے۔ اس پر آپ نے فرمایا، عنقریب اللہ تعالیٰ تیری زبان کو خاص حصہ دے گا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری کے اس فرمان پر اب تک روتا چلا آیا ہوں۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکر، انعام کرنے والے کو دیکھنے کا نام ہے نہ کہ نعمت دیکھنے کا۔

☆ کہتے ہیں کہ موجود چیز کو حفاظت دینا اور جو ابھی موجود نہیں اسے طلب کرنا شکر ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عام لوگ تو کھانے اور لباس پر شکر کرتے ہیں اور خواص ان چیزوں پر شاکر ہوتے ہیں جو دل پر وارد ہوتی ہیں یعنی رازہائے الٰہیہ پر۔

☆ کہتے ہیں، حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کی تھی الٰہی! میں تیرا شکر کیسے ادا کیا کروں؟ اور کیا میری طرف سے تیرا شکر نعمت شمار ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد (علیہ السلام)! تم نے اب میرا شکر ادا کیا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی مناجات پر عرض کیا تھا: الٰہی! تو نے آدم علیہ السلام کو اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور پھر انعامات پر انعامات دیئے تو انہوں نے آپ کا شکر کیسے کیا تھا؟ اللہ نے فرمایا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ انعامات میری طرف سے ہوئے تھے چنانچہ انہیں جاننا ہی کو شکر تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی کا ایک دوست تھا جسے حاکم وقت نے قید کر دیا، اس قیدی نے اپنے دوست کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا کہ تم اللہ کا شکر کرتے رہو۔ پھر قیدی کو مارا گیا تو اس نے پھر اپنے دوست کو اطلاع دی، اس نے پھر یونہی کہلا بھیجا کہ اللہ کا شکر کرو، اس کے بعد پیٹ کے مریض ایک مجوسی کو لایا گیا اور اس کے ساتھ بیڑیاں بھی لائی گئیں جن میں سے دونوں کو ایک ایک حلقہ پہنا دیا گیا۔ مجوسی رات کو کئی بار اٹھتا اور دوسرے کو اس کے قریب کھڑا رہنا ہوتا تاکہ وہ اجابت سے فارغ ہو جائے۔ ایسے میں اس نے پھر اپنے دوست کو لکھا مگر جواب وہی تھا کہ اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اس قیدی نے کہا کہ یہ بات آپ کب تک کہتے رہیں گے؟ اور پھر اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کونسی آزمائش باقی رہ گئی ہے۔ اس ساتھی نے کہا، اگر اس کا زنار تمہارے کمر میں ویسے ہی ڈال دیا جاتا جیسے اس کی بیڑی تیرے پاؤں میں پڑی ہے تو تم کیا کرتے؟

☆ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت سہل بن عبداللہ کے پاس آیا، انہیں بتایا کہ ایک چور میرے گھر میں داخل ہو گیا ہے اور سامان لے گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا شکر کرو اگر چور تمہارے دل میں داخل ہو (شیطان) اور تمہارا عقیدۂ توحید بگاڑ دے تو تم کیا کرتے؟

☆ کہتے ہیں، آنکھوں کا شکر یہ ہے کہ تم اپنے دوست میں موجود عیبوں کو چھپائے رکھو اور کانوں کا شکر یہ ہے کہ دوست کے عیب سنکر کسی کو مت بتاؤ۔

☆ کہتے ہیں، شکر یہ ہے کہ غیر لازمی اشیاء پر اللہ کی تعریف کیا کرے۔

☆ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ جب سری میرا کوئی فائدہ کرنا چاہتے تو مجھ سے کوئی سوال کرتے چنانچہ ایک دن مجھ سے پوچھنے لگے اے ابوالقاسم! شکر کیا ہوتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ اللہ کی کسی نعمت کو نافرمانی کے لئے استعمال نہ ہونے دو۔

☆ حضرت سری رحمہ اللہ نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا؟ میں نے عرض کی کہ آپ کی محفل میں بیٹھنے سے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ خانہ کعبہ کے ایک رکن سے چمٹ گئے اور عرض کی، الٰہی! تو نے مجھ پر انعام فرمایا

لیکن مجھ سے شکر نہ ہوسکا، تو نے مجھے آزمائش میں ڈالا لیکن مجھے صبر کرتے نہیں دیکھا پھر بھی میری ناشکری کے باوجود تو نے مجھ سے انعامات نہیں چھینے اور نہ ہی میرے صبر ترک کرنے پر مجھ پر سختی فرمائی، الٰہی! کریم سے کرم ہی کی توقع رکھی جاتی ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مقابلے میں ان کا حق ادا نہ کرسکو تو عرصہ تک شکر کرتے رہو۔

چار چیزوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا:

☆ کہتے ہیں کہ چار ایسی چیزیں ہیں کہ ان پر عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا:

1۔ بہرے سے رازدارانہ طریقے سے بات کرنا

2۔ شکر نہ کرنے والے کو نعمت دینا

3۔ شورزدہ زمین میں بیج بونا

4۔ سورج کی روشنی میں چراغ جلانا

☆ بتاتے ہیں کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو جب بخشش کی خوشخبری دے دی گئی تو آپ نے ہمیشہ زندہ رہنے کا مطالبہ کر دیا، اس سوال کے بارے میں وجہ پوچھی گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ میں اللہ کا وسیع شکر ادا کرنا چاہتا ہوں، پہلے بھی میں نے بخشش کے لئے اللہ کا شکر ادا کیا تھا چنانچہ فرشتے نے پر پھیلایا اور انہیں آسمانوں پر لے گیا۔

☆ بتاتے ہیں کہ ایک نبی ایسے چھوٹے سے پتھر کے قریب سے گزرے جس میں بہت سا پانی چل رہا تھا، انہوں نے تعجب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے ساتھ بات کرنے کی طاقت دے دی۔ اس نے کہا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (وہ آگ کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے) تو میں اس کے خوف سے رو رہا ہوں چنانچہ اس پیغمبر نے دعا فرمائی کہ اس پتھر کو پناہ دے دے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔

اللہ کے نبی وہاں سے چل دیئے اور جب واپسی ہوئی تو دیکھا کہ پانی اسی طرح چل رہا ہے۔ انہوں نے پھر تعجب کیا تو پھر اللہ نے اسے زبان دے دی۔ اس نے پھر پوچھا آپ کیوں روتے ہیں حالانکہ اللہ نے تمہارے معمولی سے تساہل معاف فرمائے ہوئے ہیں؟ چنانچہ اس نبی نے کہا کہ تمہارا رونا خوف الٰہی اور غم کرنے کی وجہ سے تھا لیکن میرا رونا شکر اور خوشی کا رونا ہے۔

☆ بتاتے ہیں کہ شاکر کو زیادہ سے زیادہ نعمتیں ملتی ہیں کیونکہ وہ اللہ کی نعمتیں دیکھتا ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ [1] (اگر شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دوں گا) اور صبر کرنے والا اللہ کا ساتھی ہوتا ہے کیونکہ وہ اسی کی بارگاہ میں ہوتا ہے، جس نے اسے توفیق صبر دے رکھی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ [2] (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

☆ کہتے ہیں کہ ایک وفد حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، ان میں ایک نوجوان تھا جس نے بات شروع کی، آپ نے فرمایا کوئی بڑا بات کرے، اس پر وہ نوجوان بولا! اے امیر المومنین! اگر یہ بات عمر پر ہوتی تو اس امت میں آپ سے بڑھ کر عمر والے بھی موجود ہیں! آپ نے فرمایا اچھا بات کرو۔ اس نے عرض کی کہ ہم نہ تو کسی لالچ کی خاطر آئے ہیں اور نہ ہمیں کسی کا ڈر ہے، ہر پسندیدہ چیز آپ کی طرف سے ہمیں مل رہی ہے اور رہا ڈر خطرہ تو آپ کے عدل و انصاف کی وجہ سے ہمیں امن مل رہا ہے۔

1۔ سورۂ ابراہیم، آیت ۷ 2۔ سورۂ انفال، آیت ۴۶

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے عرض کی ہم صرف شکریہ ادا کرنے آئے ہیں، شکریہ ادا کرنے کے بعد واپس چلے جائیں گے۔

اسی موقع کے لحاظ سے یہ اشعار ملتے ہیں:

"یہ کتنی بری بات ہے کہ تمہارے انعامات کے مقابلے میں میرا شکر خاموش ہے پھر بھی تمہاری نیکیاں بول رہی ہیں۔
میں تمہاری نیکیاں دیکھتے ہوئے بھی ان پر پردہ ڈالوں تو ایک کرم فرما کے احسانوں کا چور بنوں گا۔"

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے دکھی اور سکھی بندوں پر رحم کیا کرو! انہوں نے عرض کی کہ سکھی لوگوں کی وضاحت فرمائیے کہ انہیں کیا ہے؟ فرمایا کیونکہ میری عطا کردہ نعمتوں پر وہ شاکر نہیں ہیں (اس لئے ان پر رحم و کرم تاکہ اسی بہانے وہ کچھ لے سکیں)

☆ کہتے ہیں کہ حمد ان سانسوں پر کی جاتی ہے جو نیک کام میں گزریں اور شکر ان کاموں پر ہوتا ہے جو اعضاء کے ذریعے کئے جائیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حمد کی ابتداء اللہ سے ہوتی ہے اور شکر ایک فدیہ ہوتا ہے۔

☆ ایک صحیح حدیث شریف میں آتا ہے کہ:

"سب سے پہلے جنت میں داخلہ کے لئے ہر حال میں اللہ کی حمد کرنے والوں کو بلایا جائے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ حمد اس مشکل پر ہوتی ہے جسے اللہ دفع کر دیتا ہے لیکن شکر ان انعامات پر ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہور ہے ہوتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں ایک شخص نے کہا کہ میں نے کسی سفر میں ایک بوڑھے کو دیکھا جو کافی عمر کا تھا، میں نے اس کا حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں ابتدائی عمر میں اپنی چچا زاد سے محبت کرتا تھا اور وہ بھی مجھے ویسے ہی چاہتی تھی اتفاق سے وہ مجھ سے بیاہی گئی، زفاف کی رات میں ہم دونوں نے مشورہ کیا کہ رات شب بیداری کی جائے اور وہ اس بنا پر کہ اللہ نے ہمیں نکاح کے رشتہ میں پرو دیا ہے چنانچہ ہم نے پوری رات نفل ادا کئے اور ہم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے سے ملنے کے لئے فارغ نہ ہو سکا۔

دوسری رات آئی تو پھر ہم نے وہی مشورہ کیا چنانچہ اب ستر یا اسی سال ہونے کو آئے ہیں اور ہم بدستور ہر رات یہی مشورہ کئے جارہے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ صوفی نے بڑھیا سے پوچھا کہ کیا انہوں نے صحیح بات کی ہے؟ وہ بولی جیسے بوڑھے نے کہا، صحیح ہے۔

باب

اليَقِيْنِ (یقین)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (وہ جو ایمان لائے اس پر جو تم پر اتارا گیا اور اس پر جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں)۔

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا:

"کسی کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض نہ کرو، اللہ کے فضل پر حمد کی بجائے کسی اور کی حمد وتعریف نہ کرو اور اس چیز پر کسی کی مذمت نہ کرو جو تمہیں اللہ نے نہیں دی کیونکہ کسی حریص کی حرص اللہ کے رزق کو تم تک نہیں پہنچاتی اور نہ کسی کے اظہار ناپسندیدگی سے اللہ تیرا رزق روکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کے باوجود راحت وخوشی کو اپنی رضا اور یقین میں رکھا ہے اور غم واندوہ کو شک اور اپنی ناراضگی میں رکھا ہوا ہے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ انطا کی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تھوڑا سا یقین بھی اگر دل میں پہنچ جائے تو وہ دل کو نور سے بھر دیتا ہے، شکوک و شبہات کو نکال دیتا ہے جس سے دلی شکر خدا سے بھر جاتا ہے اور اللہ کا ڈر اس میں سما جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوجعفر حداد رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بتایا: مجھے ابوتراب نخشبی نے دیکھا کہ حوض پر بیٹھا ہوں، جنگل میں صرف پانی پر گذارہ تھا اور پھر سترہ دن سے میں نے کچھ کھایا پیا نہ تھا، ابوتراب نے کہا کہ کیا بات ہے کیوں بیٹھے ہو؟ میں نے کہا میں یہ سوچ بچار کر رہا ہوں کہ علم اور یقین میں سے کونسی چیز غالب ہے تو اسے اپنالوں، مطلب یہ تھا کہ اگر مجھ پر علم غالب ہوا تو پانی پی لوں گا اور اگر یقین غالب ہو گیا تو یونہی چلتا رہوں گا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ تو بڑی شان والا ہو جائے گا۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کل کی فکر کم کر دو تو یہ یقین ہوگا۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یقین، ایمان میں زیادتی اور پختگی کا نام ہے۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ ہی کا قول ہے کہ یقین، ایمان کا ایک جزو اور حصہ ہے اور یہ تصدیق سے کم درجہ کا ہوتا ہے۔

☆ ایک صوفی نے فرمایا کہ دلوں میں محفوظ علم کو یقین کہتے ہیں۔ اس قائل کا اشارہ اس طرف ہے کہ یقین کسبی چیز نہیں۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مکاشفہ، یقین کی ابتداء ہوتا ہے، اسی لئے ایک صالح نے کہا تھا کہ اگر پردہ اٹھ بھی جائے تو پھر بھی میرے یقین میں اضافہ ممکن نہیں اور مکاشفہ کے بعد معائنہ اور پھر مشاہدہ کا درجہ ہے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ نظر آنے والی چیزوں کے احکام کے ساتھ باطن کے تحقق اور ثابت ہونے کو یقین کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر بن طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم میں شکوک کا دخل ہوتا ہے جبکہ یقین میں شک کا دخل نہیں ہوتا۔ انہوں نے علم کو کسبی شمار کیا ہے اور یہ بدیہی کے قائم مقام ہوتا ہے، یونہی صوفیہ کے علوم ابتدائی دور میں تو کسبی ہوتے ہیں مگر انتہاء میں بدیہی شمار ہوتے

ہیں۔

معرفت، سب سے پہلا مقام:

☆ ایک صوفی کا قول ہے کہ مقامات میں سب سے پہلا مقام معرفت ہے، بعدازاں یقین، پھر تصدیق، پھر اخلاص، پھر شہادت اور پھر بندگی کا ہوتا ہے اور ایمان ان سب چیزوں کو اپنے اندر لیتا ہے۔

اس صوفی کا قول اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ سب سے پہلا فرض اللہ کی معرفت ہے اور جب تک شرائط موجود نہ ہوں، معرفت حاصل نہیں ہوتی۔

شرائطِ معرفت:

معرفت کے شرائط یہ ہیں:

1۔ درست فیصلہ کرنے والی نظر، پھر جب دلائل پے در پے ہوں، وضاحت حاصل ہو جائے تو انسان انوار کے تسلسل اور کامل بصیرت حاصل ہونے پر یوں ہو جائے کہ اسے غور کرنے کی ضرورت نہ رہے، یہ حالت یقین ہے۔

2۔ مرتبہ ثانی یہ ہے کہ انسان کا دل حق تعالیٰ کی طرف سے رسولوں کے ذریعے مخلوق خدا تک پہنچی ہوئی خبروں کی تصدیق کرے کیونکہ تصدیق صرف خبروں سے تعلق رکھتی ہے۔

3۔ اخلاص وہ ہے جو اللہ کے احکام کی ادائیگی کے بعد آتا ہے۔

4۔ اچھی شہادت کے بعد اجابت کا اظہار کرنا کہ ہم نے قبول کرلیا ہے۔

5۔ اللہ نے جو کام کرنے کو فرمایا ان میں عقیدۂ توحید کے ساتھ اور جن سے روکا ہے، پرہیزگاری کے ذریعے اس کی اطاعت کی جائے۔

اس مفہوم کی طرف امام ابوبکر محمد بن فورک رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے جسے میں نے سنا ہے کہ زبان کا ذکر ایک ایسی فضیلت ہے جو دل کی طرف سے اس زبان پر وارد ہوتی ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا دل جسے غیر اللہ سے سکون حاصل ہو جاتا ہے وہ یقین جیسی چیز کی بو بھی نہیں سونگھ سکتا۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یقین خواہ مخواہ کی بے فائدہ امیدوں کو کم سے کم کرنے کو کہتا رہتا ہے، اور امیدیں گھٹ جائیں تو زہد پیدا ہوتا ہے اور زہد پیدا ہو جائے تو دانائی آتی ہے اور اس دانائی کے ذریعے اپنی آخرت پر نظر رکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔

یقین کی تین علامتیں:

حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین چیزیں علامت یقین بنتی ہیں:

1۔ زندگی بھر میں لوگوں سے کم سے کم ملنا۔

2۔ لوگ کچھ عطیات دیں تو ان پر تعریف نہ کرنا۔

3۔ اگر عطیات روک لیں تو ان کی برائی کرنے سے رکے رہنا۔

یقین الیقین کی علامات:

یونہی تین ایسی چیزیں ہیں جو یقین الیقین کی علامت ہوتی ہیں:

1۔ ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا۔

2۔ ہر معاملے میں اسی کی طرف توجہ کرنا۔

3۔ ہر حال میں اسی سے امداد کی درخواست کرنا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یقین، دل میں پیدا ہوئے اس علم کو کہتے ہیں جس میں بعد کوئی تبدیلی اور انقلاب نہ آسکے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ نے تقویٰ کے قریب ہو کر ہی مراتب حاصل کیے ہیں۔

بنیادی طور پر تقویٰ اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں سے ہٹ جانے کا نام ہے اور اس ہٹ جانے کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب انسان نفس کی مخالفت کرتا ہے اور پھر صوفیہ جتنا جتنا نفس کی مخالفت کرتے ہیں، اتنا ہی ان میں تقویٰ آتا جاتا ہے۔

مکاشفہ کی تین اقسام:

☆ ایک صوفی کا قول ہے کہ کسی بات میں یقین کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ وہ خوب نکھر کر سامنے آگئی ہے اور یہ واضح ہونا (مکاشفہ) تین طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ کسی کی طرف سے اطلاع ملنے پر ہوتا ہے (قرآن، حدیث یا کوئی فرد)

2۔ اظہار قدرت الٰہیہ کا نام ہے۔

3۔ دل پر حقائق ایمان کھل جاتے ہیں۔

مکاشفہ کا تعارف:

کلام صوفیہ میں استعمال ہونے والے لفظ ''مکاشفہ'' کا مطلب یہ ہوتا ہے 'کسی چیز کا ذکر دل پر یوں غالب آجائے کہ وہ چیز شک وشبہ کے بغیر دل کے سامنے کھل جائے۔ کبھی اس مکاشفہ کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ یہ ایک ایسی کیفیت و حالت ہوتی ہے جسے دیکھنے والا بیداری اور نیند کے درمیان میں دیکھ لیتا ہے اور اکثر اسے ''ثبات'' (دراصل سبات ہے) کہتے ہیں۔

حضرت امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ فرماتے ہیں، میں نے ابوعثمان مغربی سے پوچھا کہ یہ آپ کیا کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں اشخاص کو یوں اور یوں دیکھ کر کہتا ہوں میں نے عرض کی آپ ان لوگوں کو سر کی آنکھوں سے دیکھ کر بتاتے ہیں یا مکاشفہ ہونے پر؟ انہوں نے فرمایا، مکاشفہ سے دیکھ کر۔

☆ حضرت عامر بن عبد قیس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پردے اٹھ جانے پر بھی میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوتا۔

☆ کہتے ہیں کہ قوت ایمانیہ کے ذریعے کسی چیز کو دیکھنا ہی یقین ہوتا ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی چیز کے سامنے سے پردے زائل ہوجانے کو یقین کہا جاتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ، درپردہ چیزوں میں شک ختم ہوجانے کو "یقین" کہتے ہیں۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس ارشاد کے متعلق کہ "اگر انہیں اور یقین حاصل ہوجاتا تو وہ ہوا پر اڑتے" فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اس فرمان میں شب معراج میں اپنی حالت کی طرف اشارہ فرمایا ہے کیونکہ آپ نے معراج کے راز بیان فرماتے ہوئے فرمایا تھا "میں نے براق کو پیچھے چھوڑا اور آگے نکل گیا۔"

☆ حضرت سری رحمہ اللہ سے یقین کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا: دل پر واردات کے وقت سکون واطمینان سے رہنا یقین کہلاتا ہے کیونکہ ایسے وقت میں تمہاری کوئی حرکت مفید نہ ہوگی اور نہ اس سے قضاء الٰہی رک سکتی ہے۔

☆ حضرت علی بن سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضور، یقین سے افضلیت رکھتا ہے کیونکہ حضور میں اطمینان ہوتا ہے جبکہ یقین میں خطرات کے ذریعے رکاوٹ بن سکتی ہے۔

یہاں حضرت علی بن سہل نے یقین کو ابتداء حضور قرار دیا ہے اور یقین میں دوام کو حضور کہا ہے تو گویا آپ سے حضور کے بغیر یقین کا حصول جائز قرار دیا ہے لیکن یقین کے بغیر حضور کو ناممکن کہا ہے۔ اسی لئے حضرت نوری رحمہ اللہ نے کہا کہ یقین مشاہدہ کا نام ہے یعنی مشاہدہ میں وجہ یقین حاصل ہوتا ہے جس میں شکر نہیں ہوتا کیونکہ جسے اپنے امن پر اعتماد نہیں ہوتا وہ اللہ کا مشاہدہ کیسے حاصل کرے گا؟

☆ حضرت ابووراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دل کا ہر دارومدار یقین پر ہوتا ہے اور اسی سے ایمان مکمل ہوتا ہے، معرفت الٰہی یقین ہی سے ملتی ہے اور اوامر ونواہی الٰہیہ کو جان لینا، عقل ہی کا کام ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یقین ہی کی بناء پر لوگ پانی پر چلتے رہے ہیں لیکن یقین ہی میں ان سے بھی افضل لوگ پیاس کی وجہ سے مرگئے تھے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں بنواسرائیل کے جنگل رتیہ میں ایک نوجوان کو دیکھا وہ چاندی کا ڈھلا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اسے پوچھا بیٹے! کدھر جارہے ہو؟ اس نے مکہ جانے کا کہا میں نے کہا' کہ زادراہ، سواری اور خرچہ کے بغیر ہی؟ اس نے کہا اے کمزور یقین والے! وہ اللہ جو آسمانوں اور زمین کو محفوظ کئے ہوئے ہے، مجھے اسباب کے بغیر مکہ تک بھی نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں جب مکہ میں پہنچا تو اچانک طواف کے دوران اس سے ملاقات ہوگئی وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا:

"اے میری آنکھ! روتی رہو، اے نفس! غم میں مرجاؤ مگر یاد رکھو کہ اللہ بے نیاز کے سوا کسی سے محبت نہ کرنا۔"

اس نوجوان نے میری طرف دیکھا تو کہا اے بوڑھے! تم اب تک یقین نہیں کر رہے ہو؟

یقین کی بنا پر تکلیف، نعمت:

حضرت نہر جوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب انسان حقائق یقین مکمل کرلے تو اس کے نزدیک ہر مصیبت ہی نعمت بن جاتی ہے اور پھر آرام واطمینان مصیبت دکھائی دینے لگتا ہے۔

یقین کے تین مراتب:

1۔ یقین خبر (کسی کی اطلاع دینے کی بناپر)
2۔ یقین دلیل (کسی کی راہنمائی پر)
3۔ یقین مشاہدہ (خوددیکھ لینے پر)

☆ حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جنگل میں ایک ایسالڑکا پھرتادیکھا جس کے پاس زادراہ نہیں تھا، میں نے دل میں خیال کیا کہ اس کے پاس یقین نہیں تو یہ برباد ہوجائے گا چنانچہ میں نے (معلوم کرنے کے لئے) پوچھا، اے بیٹے! ایسی بیاباں جگہ پر بغیر زادراہ پھر رہے ہو؟ اس نے کہا: اے بوڑھے! ذراسر اٹھا کر دیکھو، اللہ کے سوا کوئی نظر آتا ہے؟ میں نے یہ جواب سنتے ہی کہا کہ اب جدھر جارہے چلتے جاؤ!

☆ حضرت محمد بن عیسےٰ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خراز نے بتایا: علم وہ ہوتا ہے جو راہ عمل دکھاتا ہے اور یقین جدوجہد کرتے رہنے کا نام ہے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں رزق حلال کی تلاش میں نکلا چنانچہ ایک مچھلی کے شکار کی ٹھانی، اتفاق سے ایک دن جال میں مچھلی آگئی تو میں نے باہر نکالی لی اور وہ جال پانی میں دوبارہ پھینکا اس میں ایک اور آگئی، میں نے اسے بھی نکالا اور جال پھر پھینک دیا، اتنے میں غیب سے آواز آئی کہ تمہارے پاس روزی کمانے کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے کہ ہمارا ذکر کرنے والوں کو قتل کرتے پھرتے ہو؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکنڈا توڑا اور شکار چھوڑ دیا۔

باب

الصَّبرِ (صبر)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ[1] (صبر کیجئے اور یہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے)

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ" مصیبت کے پہلے حادثہ پر ہی تو صبر کیا جاتا ہے۔"[2]

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"اصل صبر تو پہلے ہی صدمے پر کیا جاتا ہے۔"

اقسام صبر:

صبر کئی طرح کا ہوتا ہے، ایک وہ صبر جو انسان اپنے کئے پر کرتا ہے اور دوسرا وہ جس میں اس کا اپنا دخل نہیں ہوتا۔
پھر اپنے کئے صبر کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ کام جن کے کرنے کا اللہ نے حکم دے رکھا ہے اور دوسرا اس پر جسے اللہ نے منع کیا ہوا ہے۔ جس صبر میں انسان کا اپنا دخل نہیں اس میں صبر یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے آنے والی مصیبت کی تکلیف پر صبر کرے۔

مشکل صبر:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مومن کے لئے دنیا سے آخرت کو جانا آسان ہے لیکن اللہ کی خاطر مخلوق کو چھوڑ دینا مشکل ہوتا ہے پھر خواہشات چھوڑ کر اللہ کی طرف توجہ اس سے بھی مشکل ہے اور ہر وقت اللہ پر نظر رکھ کر صبر تو اور بھی مشکل ہے۔

☆ حضرت جنید سے صبر کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: برا جانے بغیر کڑوی چیزوں کا گھونٹ پی لینا صبر کہلاتا ہے۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ حالت ایمان میں صبر، بالکل ایسا تعلق رکھتا ہے جیسے جسم اور سر کا تعلق ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوالقاسم حکیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے "واصبر" فرمانے میں عبادت کا حکم ہو رہا ہے اور "وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ" میں آپ کی عبودیت کی طرف اشارہ ہے اور جو شخص "لکَ" سے "بکَ" کی طرف ترقی کر جاتا ہے وہ درجہء عبادت سے بڑھ کر درجہء عبودیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: بِكَ اُحْيٰى وَبِكَ اَمُوْتُ (میں تیری وجہ سے زندہ اور تمہاری وجہ سے ہی فوت ہوں گا)

☆ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ سے "صبر" کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: "بخدا جسے ہم پسند کرتے ہیں اس پر صبر نہیں کر سکتے تو ناپسندیدہ پر کیسے صبر کریں؟

1۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۷

2۔ بخاری شریف، باب الاحکام۔ ابوداؤد۔ باب الجنائز۔ ترمذی شریف، باب الجنائز۔ نسائی شریف، ابن ماجہ، باب الجنائز۔ مسند احمد بن حنبل

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نزول مصیبت پر بارگاہ الٰہی میں حسن ادب سے ٹھہرنا، صبر کہلاتا ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ شکوہ لب پر لائے بغیر اللہ کی آزمائش میں کود جانا ''صبر'' ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں، بڑا صابر وہ شخص ہوتا ہے جو مصیبتوں میں گھرے رہنے کو عادت بنالے۔

☆ دوسرے صوفی کہتے ہیں: جیسے انسان امن وعافیت میں ثابت قدم ہوتا ہے، ویسے ہی مصیبت کو اچھا جانتے ہوئے اس پر ثابت قدم رہنا ''صبر'' ہوا کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی عبادت پر بہترین جزاء صبر ہوتی ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی جزاء دینا ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا بِاَحْسَنِ مَاكَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ہم صبر کرتے رہنے والوں کو ان کے کیئے سے بھی بہتر جزاء دیں گے)۔

☆ حضرت عمرو بن عثمان رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ احکام الٰہیہ پر ثابت قدمی اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ مصیبت کو بحسن خاطر قبول کرنا ''صبر'' کہلاتا ہے۔

☆ حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت کے احکام پر عملی ثابت قدمی ''صبر'' ہوتی ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زاہدوں کے صبر سے زیادہ شدید صبر اللہ سے محبت رکھنے والوں کا ہوتا ہے اور بھلا وہ صبر کر بھی کیسے نہ کریں۔ شعر:

''ہر موقع پر صبر کو اچھا جانا لیکن تیرے معاملے میں صبر کر لینا اچھا نہیں لگتا۔''

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شکایت وشکوہ کرنا چھوڑ دو، یہ صبر ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگنا صبر کہلاتا ہے۔

☆ میں نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا کہ صبر اپنے نام کی طرح ہوتا ہے (کیونکہ اس کا معنی رک جانا ہوتا ہے) اور مصیبت پر رکنا کتنا مشکل ہوتا ہے؟

حضرت ابن عطاء کا شعر ہے:

''میں تیری رضامندی کے لئے صبر کروں گا اور حسرت سے جان بھی دے دوں گا بس یہی کافی ہے کہ میری جان جانے پر تیری رضا مل جائے۔''

صابر، تین اقسام:

☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صبر کرنے والا تین قسم کا ہوتا ہے، بناوٹی، واقعی صابر اور سب سے زیادہ صابر۔

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ صبر وہ سواری ہے جس میں گرنے کا ڈر نہیں ہوتا۔

☆ حضرت علی بن عبداللہ بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شبلی کے ہاں ایک شخص نے قیام کیا اور پوچھا صابر لوگوں کے لئے کونسا صبر کرنا دشوار ہوتا ہے؟ کہا اطاعت خداوندی والا صبر؟ آپ نے کہا، نہیں پھر اس نے پوچھا کیا اللہ کی خاطر (تکالیف پر) صبر؟ آپ نے فرمایا، یہ بھی نہیں۔ اس نے پوچھا تو کیا صبر مع اللہ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ آخر میں اس نے پوچھا تو یہ صبر کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا،

صبر عن اللہ (حضور کے بعد ہٹائے جانے پر)۔

حضرت علی بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ یہ بتا کر حضرت شبلی نے یوں چیخ ماری کہ جیسے ان کی روح ابھی نکلی۔

☆ حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، صبر یہ ہوتا ہے کہ انسان کے سامنے چین اور مصیبت کی دونوں حالتیں ایک جیسی ہوں اور وہ دونوں میں پر سکون بھی ہو۔

صرف دیکھنے کو صبر یہ ہے کہ انسان مشکل پر صبر کرے لیکن صبر میں دشواری محسوس ہوتی ہو۔

کسی شاعر نے کہا:

''میں نے صبر سے کام لیا اور یہ صبر اپنے عشق کو نہیں بتایا، عشق کو وہاں چھپایا جہاں صبر کا مقام ہے (یعنی دل) فکر یہ تھی کہ گھبراہٹ میں دل میرے آنسوؤں کو خبر نہ کر دے اور بے خبری میں وہ بہنے لگیں۔''

☆ حضرت استاد ابو دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ صبر کرنے والے دونوں جہان کی عزت لے گئے کیونکہ انہوں نے اللہ کی معیت کا مقام پالیا اور اللہ تعالیٰ یہ تو فرماتا ہے کہ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

☆ ایک قول یہ ہے کہ فرمان الٰہی اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا میں یہ وضاحت پائی جاتی ہے کہ صبر، مُصابَرہ سے کم درجہ ہے اور مصابرہ (باب مفاعلہ) مُرابطہ (باب مفاعلہ) سے کم مرتبہ ہوتا ہے۔

ایک مزید وضاحت یہ ہے کہ ''اصبروا'' کا مفہوم اپنی ذاتوں کو عبادت پر روکنا ہے، رضائے الٰہی کے لئے دلوں کو مصائب برداشت کرنے کے لئے تیار کرنا اور باطن کو شوق الٰہی سے سرشار کرنا ہوتا ہے۔

کچھ صوفی یہ تشریح کرتے ہیں کہ اللہ کے لئے صبر کرو، اللہ کی مدد پر انحصار کرو اور اللہ سے رابطہ رکھو (ادب و آداب کا خیال رکھو)

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی: میرے اخلاق اپناؤ اور میرا ایک خلق یہ ہے کہ میں بہت زیادہ صبر کرتا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ مصائب پر صبر کرو کیونکہ وہ تمہیں قتل بھی کر دے گا تو تم شہید ہو گے اور مار کر زندہ رکھتا ہے تو بھی عزت سے ہمکنار کرے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ صبر میں تکلیف پہنچتی ہے۔ اللہ کی مدد سے ہو تو انسانی بقاء ہے صبر فی اللہ میں آزمائش ہے، صبر مع اللہ میں سب کچھ ملے گا اور صبر عن اللہ میں جفا کی علامت ہے، وہ کہتے ہیں (شعر)

''اس محبوب سے صبر کیسے ہو جو میرے لئے ایسے ہے جیسے دائیں ہاتھ کے لئے بایاں ہاتھ، جب لوگ ہر چیز سے کھیل جاتے ہیں (صبر سے بھی) تو عشق بھی بندوں سے کھیل جاتا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ کچھ طلب کرتے وقت صبر دکھانا کامیابی کی علامت ہے اور مصیبت پر صبر' راستے کھلنے کی علامت ہے۔

☆ حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک شخص کو کوڑے مارنے کے لئے ننگا کیا گیا تو بعد ازاں قید خانے میں واپس بھیج دیا گیا، وہاں اس نے اپنے ایک ساتھی کو بلا کر اس کے ہاتھ پر تھوک دیا اور پھر منہ سے چاندی کے ٹکڑے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دیئے، پوچھا گیا' اس نے بتایا کہ میرے منہ میں دو درہم تھے، یہاں کسی کونے میں میرا ایک محبوب ہے، وہ چونکہ مجھے دیکھ رہا تھا اس لئے کوڑے لگنے پر میں چلایا نہیں اور اس دوران اپنے درہموں کو کاٹتا رہا اور یوں یہ میرے منہ ہی میں ٹوٹ گئے۔

☆ کہتے ہیں اے شخص! جس حالت میں تو ہے وہی محفوظ ہے، اللہ کے سوا ہر شے تیری دشمن ہے چنانچہ، اپنے مقام حفاظت کو درست رکھو۔

☆ کہتے ہیں، مصابرہ یہ ہوتا ہے کہ انسان صبر پر صبر کرتا جائے اور پھر صبر میں داخل ہو کر یہ صبر، صبر ہی سے عاجز آجائے جیسے وہ کہتے ہیں:

''اس شخص نے صبر پر صبر کیا اور پھر صبر نے فریاد کر دی کہ صبر کرو۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کو کسی وقت پاگل خانے میں قید کیا گیا' کچھ لوگ ان کے ہاں گئے، آپ نے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا، آپ کے دوست ہیں اور زیارت کرنے آئے ہیں، آپ نے سنتے ہی انہیں پتھر مارنا شروع کر دیئے جس سے وہ بھاگ گئے۔ آپ نے فرمایا، اوجھوٹو! اگر تم میرے دوست ہوتے تو میری طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرتے۔

ایک حدیث پاک میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وہ لوگ میری نظر میں رہتے ہیں جو جونسی تکلیف برداشت کرتے ہیں، میری ہی وجہ سے کرتے ہیں،

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا (اللہ کے حکم پر صبر سے کام لیجئے کیونکہ پ میری نظر میں رہتے ہیں)۔

☆ ایک صوفی نے کہا میرے مکہ میں قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک فقیر طواف کر رہا ہے پھر جیب سے رقعہ نکال کر دیکھا اور چل دیا۔ دوسرا دن آیا تو اس نے ویسے ہی کیا، میں کئی دن تک اسے یوں کرتے دیکھتا رہا۔ ایک دن اس نے طواف کر کے رقعہ پر نظر ڈالی پھر تھوڑی دور ہو کر گرا اور جان دے دی۔ میں نے اس کی جیب سے وہ رقعہ نکالا تو اس میں یہ آیت لکھی تھی وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان کسی بوڑھے کے چہرے پر جوتے مارتا دیکھا گیا، کسی نے کہا، تجھے شرم نہیں آتی کہ ایسے بوڑھے کے منہ پر جوتے مار رہا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا جرم بڑا ہے، پوچھا گیا کہ کیا جرم کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ دعویٰ تو یہ کرتا ہے کہ اسے مجھ سے محبت ہے مگر تین دن ہوئے اس نے مجھے دیکھا بھی نہیں۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں ہندوستان گیا تو دیکھا کہ ایک شخص کی ایک ہی آنکھ ہے، لوگ اسے صبور کہہ کر پکارتے تھے۔ میں نے کسی سے پوچھا تو بتایا گیا کہ جوانی کے دنوں میں اس کا ایک دوست سفر پر نکلا، یہ اسے الوداع کہنے نکلا تو اس کی ایک آنکھ سے آنسو بہنے لگے لیکن دوسری آنکھ سے نہ بہے چنانچہ اس نے آنسو نہ بہانے والی آنکھ سے کہا کہ تو نے میرے دوست کے الوداع پر آنسو کیوں نہیں بہائے؟ میں آج تمہیں دنیا کی طرف دیکھنے سے محروم کر رہا ہوں اور پھر آنکھ بند کر لی چنانچہ ساٹھ سال گزر گئے، اسے کھولا ہی نہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ کے فرمان فاصبر صبراً جمیلاً[1] میں صبر جمیل سے مراد یہ ہے کہ مصیبت والا لوگوں میں یوں ہو کہ وہ اسے پہچان ہی نہ سکیں۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر صبر اور شکر دونوں اونٹ ہوتے تو مجھے کسی ایک پر سوار ہونے میں پرواہ نہ ہوتی۔

۱۔ سورۃ المعارج، آیت ۵

☆ حضرت ابن شبرمہ پر کوئی مصیبت آتی تو کہتے یہ بادل ہیں، ابھی بکھر جائیں گے۔

☆ ایک حدیث پاک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا:

"ایمان صبر اور بردباری کا نام ہے۔" [1]

☆ حضرت عمیر کے دادا نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"ایمان صبر و تحمل میں ہے۔"

☆ حضرت سری رحمہ اللہ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے اس پر گفتگو شروع کر دی، اسی دوران ایک بچھو ٹانگ پر چڑھا اور ڈنگ مارنے لگا، کئی ڈنگ مارے لیکن آپ سکون میں رہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اسے ایک طرف کیوں نہیں کیا؟ آپ نے کہا: مجھے اللہ سے حیاء آ رہی تھی کہ میں تو صبر کا وعظ کر رہا ہوں لیکن خود صبر نہیں کر سکا۔

☆ ایک حدیث میں آتا ہے کہ صبر کرنے والے فقیر قیامت کے دن اللہ کی مجلس میں ہوں گے۔"

☆ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے اپنے ایک بندے کو تکلیف دی تو اس نے مجھے آواز دی۔ میں نے دعا کی قبولیت میں ڈھیل کی۔ پھر اس نے شکایت کی تو میں نے کہا، میرے بندے میں تجھ پر اس شے کی وجہ سے رحم کیوں کھاؤں جس کی بنا پر میں تجھ پر رحم کیا کرتا ہوں۔ (یعنی صبر)

☆ حضرت ابن عینیہ رحمہ اللہ فرمان الٰہی وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا [2] (ہم نے ان کو اس وقت امام بنا دیا جب انہوں نے صبر کیا کہ لوگوں کو ہمارے حکم سے راہ ہدایت دکھائیں) کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے اصل حکم پر چلنا شروع کر دیا تو ہم نے انہیں امام بنا دیا۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صبر کی تعریف یہ ہوتی ہے کہ تم اس کی تقدیر کے بارے میں اعتراض نہ کرو۔ البتہ مصیبت کا اظہار بغیر شکوہ کے ہونا چاہیے اور یوں وہ صبر کے خلاف نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ حضرت ایوب علیہ السلام کے واقعہ میں فرماتا ہے إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ [3] (ہم تو اسے صبر والا پایا، وہ اچھا بندہ تھا) لیکن اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ انہوں نے یہ بھی کہا تھا مَسَّنِيَ الضُّرُّ [4] (مجھے تکلیف پہنچی)

میں نے حضرت الاستاذ کو یہ فرماتے سنا، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے منہ سے یہ الفاظ اس لئے نکلوائے تھے تا کہ اس امت کے ضعیف لوگوں کے لئے سانس لینے کی گنجائش بن جائے۔

بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انا وجدنا صابراً فرمایا ہے، صبوراً نہیں فرمایا کیونکہ آپ ہر حال میں صبر کا مظاہرہ نہ کر سکے تھے بلکہ ایسے بھی ہوتا تھا کہ آپ اس آزمائش سے لذت حاصل کرتے اور اسے گویا میٹھا جانتے چنانچہ اس لذت حاصل کرنے کے وقت آپ صابر نہ ہوتے تھے اس لئے صبور نہ فرمایا۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل

۲۔ سورۃ السجدہ، آیت ۲۴

۳۔ سورۃ ص، آیت ۴۴

۴۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳

☆ حضرت استاذ ابوعلی رحمہ اللہ سے میں نے سنا کہ حقیقت صبر یہ ہے کہ آزمائش سے نکلنے پر بھی وہی کیفیت ہونی چاہیے جو حالت آزمائش میں ہوتی ہے جیسے حضرت ایوب علیہ السلام کی حالت کیونکہ آزمائش کے آخر میں انہوں نے فرمایا تھا مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ یہاں آپ نے اللہ تعالیٰ سے گفتگو کا لحاظ رکھا اور وانت ارحم الراحمین فرمایا، ارحمنی (مجھ پر رحم فرما) نہ کہا۔

عابد اور عاشق کے صبر کا فرق:

☆ یاد رکھئے کہ صبر کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

1۔ عبادت گذاروں کا صبر

2۔ عاشقوں کا صبر۔

دونوں میں سے عابدوں کا صبر یہ ہے کہ محفوظ اور دائمی ہو اور عاشقوں کا یہ ہے کہ صبر کو ترک کر دیا جائے۔ یہ شعر اسی سلسلے میں ہے:

"جدائی کے دن معلوم ہو گیا کہ اس کا صبر کا دعویٰ جھوٹا تھا اور جھوٹے گمانوں میں سے تھا۔"

اسی سلسلے میں میں نے حضرت استاد ابوعلی سے بھی بات سنی تھی، آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام صبح کے وقت خود یہی وعدہ فرما رہے تھے کہ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ میں صبر کروں گا مگر ابھی رات بھی نہ ہونے پائی تھی کہ پکارے یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَابْیَضَّتْ [1]

[1] سورۂ یوسف، آیت ۸۴

باب

المراقبة (نظر میں رکھنا)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا [1] (اللہ ہر چیز کو نگاہ میں رکھتا ہے)

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک آدمی کی شکل لے کر بارگاہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)! ایمان کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور تقدیر پر اچھی ہو یا بری، میٹھی ہو یا کڑوی، کو مان لینا ایمان ہے، اس نے عرض کی، ٹھیک فرمایا۔ حضرت جریر کہتے ہیں کہ ہم اس کی اس تصدیق پر تعجب کرنے لگے کہ یہ شخص خود ہی سوال کرتا اور خود ہی نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کر رہا ہے۔ اس شخص نے آپ سے دوبارہ پوچھا کہ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا نماز پڑھنا، زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور حج بیت اللہ شریف کرنا اسلام کہلاتا ہے۔ اس نے پھر کہا: آپ نے سچ فرمایا، پھر عرض کرتا ہے، مجھے بتایئے کہ احسان کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا یوں عبادت کرنا جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ دیکھ رہا ہے، احسان کہلاتا ہے۔ یہ سن کر اس نے پھر عرض کی کہ آپ نے سچ فرمایا۔" (الحدیث)

مراقبہ کا تعارف:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ "اگر تم نہیں دیکھتے تو وہ دیکھ رہا ہے۔" یہی "مراقبہ" کا اشارہ ہے کیونکہ مراقبہ کہتے ہی اسے ہیں کہ بندے کو اپنے رب کے نظر رکھنے کا علم ہو چنانچہ اس علم میں دوام اللہ کا مراقبہ ہے۔

مراقبہ ہر نیکی کی اصل ہے اور اس مرتبہ پر انسان اس وقت پہنچ سکتا ہے جب وہ محاسبہ (نفس کا حساب رکھنا) سے فارغ ہو جائے اور جب انسان اپنے گذشتہ افعال پر نفس کا محاسبہ کرتا ہے' اپنے وقت میں اپنی حالت درست کرتا، راہ حق پر پختگی سے چلتا، اپنے اور اللہ کے درمیان دل پر دھیان دیتا، سانسوں کو مرضیء مولا پر لیتا اور ہر حال میں اللہ کو سامنے رکھتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ اس کا نگہبان ہے، اس کے دلی کے قریب اور اس کے حالات سے واقف، اس کے افعال کو دیکھتا اور اقوال سنتا ہے اور جس شخص نے ان سب امور سے غفلت برتی، وہ وصل کے ابتدائی مراتب تک بھی نہیں پہنچ سکتا، اللہ کے قرب کے حقائق تک پہنچنا تو دور کی بات ہے۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنے اور اللہ کے درمیان تقویٰ اور مراقبہ کی بنیاد پکی نہیں کی وہ کشف و مشاہدہ تک نہیں پہنچ سکتا۔

میں نے حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کو فرماتے سنا کہ کسی حکمران کا ایک وزیر تھا۔ ایک دن اس نے وزیر کے سامنے کھڑے کھڑے ایک کھڑے نوکر کی طرف دیکھا مگر ارادہ برا نہ تھا، اس لئے دیکھا کہ اس نے کوئی حرکت یا آواز محسوس کی تھی، اسے اتفاق

---

[1] سورۂ احزاب، آیت ۵۲

کہئے کہ عین اسی وقت حکمران نے اس وزیر کو دیکھ لیا چنانچہ وزیر کو فکر ہوئی کہ حاکم کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ اس نے اس کو بری نظر سے دیکھا ہے چنانچہ اسی طرز سے اس نے حکمران کو بھی دیکھا، اس کے بعد جب کبھی بھی یہ وزیر حکمران کے پاس آتا تو ایک ہی طرف دیکھا کرتا حتیٰ کہ حاکم نے سمجھا کہ وزیر کی عادت ہی ایسی ہے اور یوں حکمران کے دل سے وہ خیال نکل گیا۔

یہ ہے وہ مراقبہ جو مخلوق کی طرف سے دوسری مخلوق کا ہو رہا ہے اور اگر یہی مراقبہ بندہ اپنے سردار (اللہ) کا کرے تو کیا ہی اچھا ہو۔

☆ میں نے ایک فقیر کو یہ کہتے سنا کہ کسی حاکم کا ایک غلام تھا، اس کی اس غلام پر توجہ دوسرے غلاموں سے زیادہ تھی حالانکہ نہ تو وہ ان سے قیمتی تھا اور نہ ہی شکل و شباہت ان سے زیادہ خوبصورت تھی۔ لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو اس نے ایک دن دوسروں سے اس کی زیادہ خدمت بتانے کا ارادہ کیا چنانچہ وہ اپنے نوکروں کو لے کر سوار ہوا، کچھ ہی فاصلہ پر ایک پہاڑ کے اوپر برف نظر آ رہی تھی، حکمران نے برف کو دیکھ کر سر جھکا لیا۔ غلام نے فوراً گھوڑا دوڑایا اور کسی کو بھی گھوڑا دوڑانے کی خبر نہ ہونے دی۔ تھوڑی دیر گذری تھی کہ وہ برف لے کر آن پہنچا۔ حکمران نے اسے کہا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں برف لینا چاہتا ہوں غلام نے کہا کہ برف کی طرف دیکھا تھا اور میں جانتا ہوں کہ حکمران کی نگاہ اٹھنا کسی صحیح ارادے کے بغیر ممکن نہیں، اس پر حاکم بولا کہ میری مہربانی اور توجہ اسی لئے اس پر زیادہ ہوتی ہے کہ باقی لوگ اپنے کاموں میں مصروف ہوتے ہیں لیکن یہ میری نگاہ کو دیکھتا اور میرے حالات پر نظر رکھا کرتا ہے۔

☆ ایک صوفی کا قول ہے جس شخص نے دل کے خطرات کے وقت اللہ پر نظر رکھی تو اللہ تعالیٰ اس کے اعضاء کو گناہوں سے بچالیتا ہے۔

☆ حضرت ابوالحسین بن منصور رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ چرواہا کب اپنی بکریوں کو مقام ہلاکت سے اپنی لاٹھی کے ذریعے نکال کر لے جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اس وقت جب اسے معلوم ہو کہ اسے دیکھنے والا کوئی موجود ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سفر کر رہے تھے کہ ایک غلام کو بکریاں چراتے دیکھا۔ آپ نے پوچھا کہ ان میں سے ایک بکری بیچو گے؟ اس نے عرض کی کہ یہ میری نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: اپنے مالک سے کہہ دینا کہ ایک بکری بھیڑیا لے گیا ہے۔ اس پر غلام نے کہا تو پھر اللہ کہاں ہے؟ اس واقعہ کے بعد حضرت ابن عمر عرصہ تک اس غلام کا یہ قول دہراتے رہے کہ "اللہ کہاں ہے؟"

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مراقبہ کے وقت ثابت قدم رہے، اسے صرف اللہ کے ہاں سے ممکن حد تک اپنا حصہ فوت ہونے کا خطرہ ہو سکتا ہے، کسی اور سے نہیں۔

ایک استاد کی ایک شاگرد پہ نظر کی وجہ:

☆ ایک استاد کے کچھ شاگرد تھے اور وہ ان میں سے ایک پر توجہ دوسروں سے زیادہ کرتا تھا، انہوں نے اس بارے میں شکایت کی تو استاد نے کہا، میں اس کی وجہ بتلا دوں گا چنانچہ اس نے ہر شاگرد کو ایک پرندہ پکڑا دیا اور کہا کہ ہر ایک اپنے اپنے پرندے کو وہاں ذبح کرے، جہاں اللہ نہ دیکھتا ہو؟ اور اس شاگرد کو بھی ایک پرندہ دے دیا، وہ چلے گئے اور واپس آئے تو ہر ایک نے اپنا اپنا پرندہ ذبح کر دیا ہوا تھا لیکن وہ شاگرد اپنے پرندے کو زندہ حالت میں واپس لے آیا۔ استاد نے کہا: تم نے ذبح کیوں نہیں کیا؟ اس نے عرض کی آپ کا یہ حکم تھا کہ میں ایسی جگہ ذبح کروں جہاں اللہ نہ دیکھ رہا ہو۔ اس پر استاد نے کہا بس یہی ایک وجہ ہے کہ میں اسے نظر میں رکھتا ہوں۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مراقبہ کی علامت یہ ہوتی ہے کہ آدمی وہی چیزیں پسند کرے جسے اللہ پسند فرمائے، اسی چیز کو عظمت دے جسے اللہ تعالیٰ نے عظمت دی رکھی ہے اور اسی چیز کو حقیر جانے جسے اللہ تعالیٰ حقیر جانتا ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رجاء (امید) ہی تمہیں اللہ کی عبادت کے لئے تیار کرتی ہے جبکہ خوف' گناہ سے دور کردیتا ہے اور مراقبہ' حقائق کی راہنمائی کرتا ہے۔

☆ حضرت جعفر بن نصیر رحمہ اللہ سے مراقبے کے بارے میں سوال ہوا تو انہوں نے فرمایا مراقبہ یہ ہوتا ہے کہ انسان حق تعالیٰ کے دیکھنے کا خیال کرتے ہوئے دل پر وارد ہونے والے خطرات کا دھیان رکھے۔

میں نے انہیں یہ فرماتے بھی سنا' ابوالحسین فارسی نے کہا کہ میں نے حضرت جریری کو سنا، فرمایا: تصوف کے اس معاملہ کی بنیاد دو باتوں پر رکھی گئی ہے، اول یہ کہ تو ہمیشہ اللہ کو نظر میں رکھنا اپنے نفس پر لازم کرلو اور پھر اس علم کا اثر تم پر ظاہر ہونا چاہئے۔

☆ حضرت مرتعش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر لحظہ اور ہر لفظ کے ساتھ غیب کو پیش نظر رکھ کر باطن کا خیال رکھنا مراقبہ ہے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ سب عبادتوں سے افضل کونسی عبادت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہر وقت اللہ کی طرف نظر رکھنا سب سے افضل عبادت ہے۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکام خداوندی کو نگاہ میں رکھنے کے ذریعے مراقبہ شروع ہوتا ہے اور مراقبہ سے ظاہر و باطن میں اللہ کے لئے خلوص کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ طریقہ ءصوفیہ میں انسان جس چیز کو اپنے نفس پر لازم کرتا ہے یہ ہے کہ اپنے اعمال کی پرکھ رکھے، اللہ پر نظر رکھے اور اپنے علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے۔

☆ آپ ہی کا قول ہے کہ میں نے عبداللہ رازی سے سنا انہوں نے ابوعثمان کو، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب تم لوگوں کو وعظ کرنے بیٹھو تو اپنے دل اور نفس کو صاف کرو اور لوگوں کو اپنے گرد جمع ہوتے دیکھ کر اترانے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ لوگ تمہارے کاموں پر نظر رکھیں گے جبکہ اللہ تعالیٰ تمہارے باطن پر نظر رکھتا ہے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک استاذ نے فرمایا کہ تمہیں اپنے دل کا دھیان رکھنا لازم ہے اور یونہی یہ بھی کہ تم اللہ کی طرف توجہ رکھو۔

حضرت ابوخراز رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن جب میں جنگل میں سفر کررہا تھا، میری پچھلی طرف سے سرسراہٹ سی ہوئی جس سے میں گھبرا گیا، میرا خیال یہ بنا کہ مڑ کر دیکھوں لیکن ایسا نہ کرسکا، پھر مجھے اپنے کندھوں پر کھڑی کوئی شے دکھائی دی پھر ایک طرف ہوگئی، میں نے یہ بات چھپائے رکھی پھر اچانک جو دیکھا تو ایک بڑا درندہ تھا۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی عبادت اپنے اوقات کی حفاظت ہے اور وہ یوں کہ اپنے دائرہ کار کے علاوہ کسی چیز کا مطالعہ نہ کرے، اپنے وقت میں اپنے رب کے علاوہ کسی اور کو نگاہ میں نہ رکھے اور اپنے وقت کے سوا کسی اور وقت کا ساتھ نہ دے۔

باب

الرِّضَا (رضامندی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ایسے وقت میں جب اہل جنت اپنی ایک مجلس میں بیٹھے تھے، جنت کے دروازے پر عظیم نور ظاہر ہوا، سب نے سر اٹھا کر دیکھا کہ اللہ کے جلوے نظر آئے اور اللہ نے فرمایا کہ اے اہل جنت مجھ سے کچھ مانگ لو، سب نے کہا کہ ہم تیری رضا مانگتے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا، میری رضا ہی تو تمہیں یہاں لے آئی ہے اور میں نے تمہیں عزت دی ہے، اب بھی وقت ہے کہ مجھ سے کچھ مانگ لو، انہوں نے عرض کی کہ ہمیں مزید رضا عطا فرمادے۔

آپ نے فرمایا کہ پھر ان کے پاس سرخ یاقوت جیسی اونٹنیاں لائی گئیں جن کی باگیں سبز رنگ کے زمرد اور سرخ رنگ کے یاقوت کی، جنتی ان پر بیٹھ گئے، اونٹنیوں کے پاؤں وہاں پڑتے تھے جہاں نظر جا کر رک جاتی تھی پھر اللہ نے انہیں پھل دار درختوں کے قریب کیا اور پھر موٹی آنکھوں والی حوروں میں سے نوجواں حوریں آ گئیں، وہ یہ کہہ رہی تھیں کہ ہم لچکدار ہیں' مضبوط نہیں، ہم جنت میں ہمیشہ رہتی ہیں، ہمیں موت نہیں، ہم مؤمنوں کی باعزت بیویاں ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ حکم فرمائے گا تو سفید خوشبودار کستوری کے ٹیلوں کو حوریں ان پر ہوا کی طرح چلائیں گی اس ہوا کو 'مثیرہ'' کہیں گے اور وہ ہوائیں انہیں جنت عدن میں لے پہنچیں گی۔ یہ جنت کا بڑا حصہ ہوگا فرشتے کہیں گے، اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ آ گئے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا سچ بولنے والوں اور عبادت کرنے والوں کو میں مرحبا کہتا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ پھر ان جنتیوں کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا جائے گا تو وہ اللہ کی زیارت کرنے لگیں گے اور نور خدا سے بہت خوش ہوں گے' کوئی بھی ان میں سے کسی دوسرے کو دیکھ نہیں رہا ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ انہیں تحفے دے کر ان کے محلات کی طرف لے جاؤ۔ آپ نے بتایا کہ پھر وہ لوٹ جائیں گے اور اس وقت وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے ہوں گے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف ارشاد ہے[1] نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِیْمٍ [2] (مہمانی بخشنے والے مہربان کی طرف سے)

☆ عراقی اور خراسانی صوفیہ ''رضاء'' کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں کہ کیا رضا احوال میں شمار ہوتی ہے یا مقامات میں؟

اہل خراسان کا قول ہے کہ یہ مراتب و مقامات میں شمار ہوتی ہے اور یہ مقام توکل کی انتہاء ہوتا ہے، اور اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ان کے نزدیک رضا ایک ایسا مقام ہے جسے انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکتا ہے اور عراقیوں کا کہنا ہے کہ رضا احوال میں شمار ہوتی ہے اور اس حالت میں بندے کا دخل نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک نازل ہونے والی شے ہے جو دوسرے احوال کی طرح دل میں اترتی ہے۔

۱۔ ابن ماجہ شریف (مقدمہ)

۲۔ سورۂ حم السجدہ، آیت ۳۲

ان دونوں کو اکٹھا بھی کیا جا سکتا ہے چنانچہ کہیں گے کہ رضا کی ابتداء میں بندے کا کسب ہوتا ہے، اس لحاظ سے یہ مقامات میں شمار ہوتی ہے اور چونکہ اس کی انتہاء احوال میں ہے اور یہ کسب میں نہیں آتے تو نہایت کے لحاظ سے حالات میں داخل ہے۔

صوفیہ نے ''رضاء'' کے بارے میں گفتگو کی ہے چنانچہ ہر ایک نے اپنی حالت اور مشرب کا اظہار کیا ہے' اس بارے میں ان کی تعبیریں مختلف ہیں جیسے وہ مشرب اور اپنے نصیب کے بارے میں مختلف ہیں۔

اب رہا علم کی شرط وہ ضروری چیز ہے چنانچہ اللہ پر راضی ہونے والا وہی ہوگا جو اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرے۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں' رضا یہ نہیں ہوتی کہ تم بلاء و مصیبت کا احساس نہ کرو بلکہ ''رضاء'' یہ ہے کہ تم اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر پر اعتراض نہ کرو۔

☆ یقین رکھئے کہ بندے پر واجب ہے کہ وہ اس فیصلے پر راضی رہے جس پر راضی رہنے کا اللہ نے حکم دیا ہے کیونکہ بندے کے لئے ہر اس چیز پر راضی رہنا جائز یا واجب نہیں جو اس کی تقدیر میں ہے جیسے گناہوں اور مسلمانوں کی ایذاء رسانی پر۔

☆ صوفیہ کہتے ہیں کہ ''رضا'' اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا دروازہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ نے رضا سے نوازا اسے اللہ کی طرف سے مرحبا کہا جاتا ہے اور بلند مقام سے نوازا جاتا ہے۔

☆ حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رضاء'' اللہ کا بہت بڑا دروازہ ہے اور دنیا کی جنت ہے۔

☆ یقین کیجئے کہ بندہ اپنے رب سے راضی نہیں ہو سکتا جب تک حق تعالیٰ اس پر راضی نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک شاگرد نے اپنے استاد سے کہا کہ کیا بندہ جان لیتا ہے کہ اللہ اس سے راضی ہے؟ استاد نے کہا نہیں، وہ کیسے جان سکتا ہے کیونکہ اس کی رضا تو غائب ہوتی ہے؟ شاگرد نے کہا، وہ جان لیتا ہے استاد نے کہا وہ کیسے؟ شاگرد نے کہا کہ جب میرا دل اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہے تو مجھے پتہ چل جاتا ہے کہ وہ مجھ سے خوش ہے۔ یہ سن کر استاد نے کہا، اے لڑکے تم نے بہت اچھی بات کی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ ''الٰہی! مجھے کوئی ایسا کام بتا دے کہ جب میں اسے کروں تو تو مجھ سے خوش ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اس کی تمہیں طاقت نہیں چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سجدہ میں گر گئے اور گڑگڑانے لگے، اللہ تعالیٰ نے آپ پر وحی فرمائی کہ اے ابن عمران! میرا فیصلہ یہ ہے کہ میری رضا تیری رضا میں موجود ہے۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ اپنی خواہشات کو ترک کر دے تو اللہ راضی ہوتا ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مقام رضا حاصل کرنا چاہتا ہے اسے ایسے کام کرنے چاہئیں جن پر اللہ تعالیٰ راضی ہے۔

رضا کے دو قسم:

☆ حضرت محمد بن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رضا دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو رضا باللہ اور دوسری رضا عن اللہ، رضا باللہ یہ ہوتی ہے کہ ہم اللہ پر یوں راضی ہیں کہ اس نے ساری کائنات ایک تدبیر سے بنائی اور رضا عن اللہ یہ کہ ہم اس کی قضا پر راضی رہیں۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ سالکوں کا راستہ بڑا لمبا ہے اور اس میں محنت ہوتی ہے اور

خواص کا راستہ قریب ہوتا ہے لیکن ہوتا بہت مشکل ہے اور وہ یوں کہ تمہارا ہر عمل اس کی رضا کے مطابق ہو اور تمہاری رضا اس کے فیصلے کے مطابق ہو۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''رضاء'' یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر جہنم کو اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ دے تو وہ سوال نہ کرے کہ اسے پھیر کر بائیں پر کردے''

☆ حضرت ابو بکر بن طاہر رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''رضا'' یہ ہوتی ہے کہ دل سے کراہت کو نکال دیا جائے اور اس میں خوشی ہی خوشی باقی رہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ممکن حد تک اللہ کی رضا کے مطابق چلو، رضا تجھے استعمال نہ کرے کیونکہ ایسا کرنے پر اس کی لذت اور اذیت کی بنا پر حقیقت الٰہیہ سے پردے میں ہو جاؤ گے۔

یقین کیجئے کہ حضرت واسطی کا یہ کلام عظیم المرتبت ہے اور اس میں تنبیہ ہے کہ صوفیہ رضا کے اس معنیٰ کی رو سے لاعلمی کی بنا پر اللہ سے غافل نہ ہو جائیں اور اللہ سے تعلق نہ توڑ لیں کیونکہ ایک حالت میں اطمینان سے رہنا حالات کی تبدیلی والے اللہ سے حجاب کا سبب بنتا ہے چنانچہ بندہ جب رضا الٰہی سے لذت حاصل کرتا ہے، اپنے دل میں رضا کی راحت محسوس کرتا ہے تو فوراً مشاہدۂ حق سے در پردہ ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبادتوں کو میٹھی چیز بنانے سے پرہیز کرو کیونکہ اس صورت میں یہ زہر قاتل ہوتی ہیں۔

☆ حضرت ابن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکام الٰہیہ پر دلوں کا سکون اور دل کا اللہ کی پسندیدہ اور قابل رضا چیزوں سے موافق ہونا ''رضا'' کہلاتا ہے۔

☆ حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ سے پوچھا گیا کہ بندہ کب راضی شمار ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جب اسے مصیبت دیکھ کر ایسے مسرت ہو جیسے نعمت دیکھ کر ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے حضرت جنید رحمہ اللہ کے سامنے پڑھا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ تو حضرت جنید نے فرمایا تمہارے ان الفاظ سے دل کی تنگی اس لئے محسوس ہوتی ہے کہ تم نے اللہ کے فیصلوں پر رضامندی ترک کر دی ہے چنانچہ حضرت شبلی رحمہ اللہ خاموش ہو گئے۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رضا'' یہ ہوتی ہے کہ تم اللہ سے جنت کا سوال نہ کرو اور نہ ہی اس سے دوزخ کی پناہ مانگو۔''

علاماتِ رضا:

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ تین چیزوں سے رضا کا پتہ چل جاتا ہے۔

1۔ قضاء سے پہلے رضا کو چھوڑ دینا

2۔ قضاء نازل ہونے پر اس کی تلخی محسوس نہ کرنا

3۔ عین مصیبت میں محبت کا بھڑکنا

☆ حضرت حسین بن علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہا گیا کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقر مجھے امیر ہونے

سے اچھا لگتا ہے اور بیماری صحت سے زیادہ اچھی لگتی ہے۔ آپ نے فرمایا، اللہ ابوذر پر رحمت فرمائے بہر حال میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اللہ کی پسندیدہ چیزوں پر بھروسہ کرے تو وہی چیزیں مانگے گا جنہیں اللہ نے اس کے لئے پسند کیا ہے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے حضرت بشر حافی رحمہ اللہ سے کہا کہ دنیا میں زہد کرنے کے مقابلہ میں رضا افضل ہوتی ہے کیونکہ جو شخص راضی ہوتا ہے وہ اپنے مرتبہ سے زیادہ کی تمنا نہیں رکھتا۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ سے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کے متعلق پوچھا گیا کہ ''میں قضاء کے بعد تجھ سے رضا مانگتا ہوں۔'' تو انہوں نے فرمایا اس لئے کہ قضاء سے پہلے رضا، رضا پر عزم کا اظہار ہے اور حقیقی رضا، قضاء کے بعد ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ''رضا'' کو سمجھنے کے لئے اور اس کا مختصر سا حصہ لینے کے لئے یہاں تک امید رکھے رہتا ہوں کہ اللہ مجھے دوزخ میں بھی ڈال دے تو میں اس پر راضی رہوں گا۔

☆ حضرت ابوعمر دمشقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حکم خداوندی جیسا بھی ہو، انسان کے لئے اس پر عمل کے وقت اگر بے چین کرنے کا سامان نہیں ہوتا تو اسے ''رضا'' کہیں گے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اختیار کا ختم ہو جانا ''رضا'' کہلاتا ہے (یعنی اپنی مرضی ختم کر دے)

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قدیم ہی سے اللہ نے آدمی کے لئے جو کچھ پسند کر رکھا ہے، دل کی اس طرف توجہ رکھنا ''رضا'' کہلائے گا یعنی بندے کی طرف سے اس پر بناوٹی ناراضگی بھی نہیں ہونی چاہیے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احکام پروردگار جیسے بھی ہوں، انہیں خوشی سے قبول کر لینا ''رضا'' ہے۔

☆ حضرت محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جہاں بھی اللہ کا جو بھی حکم جاری ہو تم اس پر مطمئن دکھائی دو۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فیصلہ خداوندی سخت اور کڑوا بھی ہو تو اسے دیکھ کر دل میں خوش رہنے سے ''رضا'' حاصل ہوتی ہے۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص بظاہر کم مرتبہ ملنے پر ''راضی'' ہو اللہ تعالیٰ اسے اس کے موجود مرتبہ سے کہیں زیادہ مراتب عطا فرما دیتا ہے۔

☆ حضرت ابوتراب نخشبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کے دل میں دنیا کی طرف تھوڑا سا بھی دھیان ہو گا وہ ''رضاء الٰہی'' نہ پا سکے گا۔

☆ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''ایمان کا مزہ تو وہی محسوس کرتا ہے جس کے علم میں یہ آجائے کہ وہ اللہ کے رب ہونے پر خوش ہے۔''[1]

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف یہ خط لکھا تھا:

''حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ہر قسم کی بھلائی رضاء الٰہی میں موجود ہے لہٰذا ممکن ہو تو رضاء الٰہی حاصل کرو، ورنہ صبر سے کام لو۔''

☆ کہتے ہیں کہ عتبہ غلام نے ایک ایسی رات گذاری جس میں وہ شب بھر یہی کہتے رہے کہ:

''الٰہی اگر تو مجھے عذاب دینا چاہے گا تو میں پھر بھی تم سے محبت ہی کروں گا جبکہ تیرے رحم پر میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔''

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا، آپ نے فرمایا تھا: ''انسان تو ایک ٹھیکری (بے قیمت) جیسا ہوتا ہے۔ اس

میں یہ ہمت کیسے کہ احکام خداوندی کی مخالفت کرے۔''

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، چالیس سال کا عرصہ گذرا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے جس مقام پر فائز کیا ہے، میں نے اس پر اظہار ناپسندیدگی نہیں کیا اور جب وہاں سے کسی اور مقام کی طرف منتقل کیا ہے تو بھی مجھے ملال نہیں ہوا۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص اپنے ایک غلام پر ناراض ہو گیا چنانچہ غلام نے ایک انسان کو اپنے آقا سے سفارش کرنے کو کہا، آقا نے معاف کر دیا۔ معافی ملتے ہی غلام نے رونا شروع کر دیا، اس پر سفارشی نے پوچھا کہ اب کیوں روتے ہو، تمہارے آقا نے تو تجھے معاف کر دیا ہے؟ بات کاٹتے ہوئے آقا نے کہا: یہ مجھ سے ''رضا'' چاہتا ہے اور اسے معلوم ہے کہ ویسی رضا اسے نہیں مل رہی تو یہ رونے لگا ہے۔
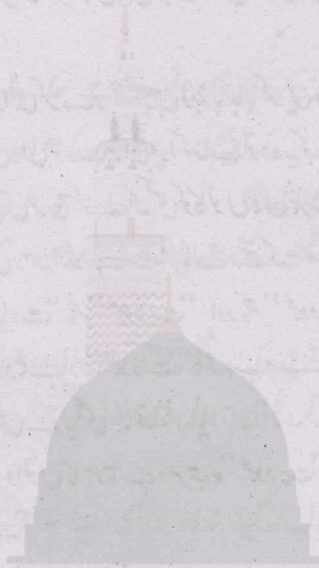
العُبُودِیَّة (بندہ ہونے کا احساس کرنا)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ [1] (اپنے رب کو موت آنے تک پوجتے رہو)

سات افراد پر سایۂ رحمت خداوندی:

☆ حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''سات ایسے افراد ہوں گے جنہیں اللہ تعالیٰ اس وقت اپنا سایہ مرحمت فرمائے جب کہیں بھی سایہ کا نام ونشان نہ ہو گا،

۱۔ ایک عدل وانصاف کرنے والا حکمران،

۲۔ دوسرا جوانی کے عالم میں عبادت الٰہی کرنے والا،

۳۔ تیسرا وہ جس کا دل مسجد سے نکل کر بھی مسجد ہی کی طرف متوجہ رہتا ہو،

۴۔ چوتھا: دو ایسے شخص جو صرف اللہ کی خاطر آپس میں محبت رکھیں، ایسی صورت ہو کہ اکٹھے ہوں تو اسی محبت کی وجہ سے اور جدا ہونا پڑے تو بنیاد یہی محبت بنے۔

۵۔ پانچواں وہ شخص جو تنہائی میں ذکر الٰہی کرے تو آنکھیں ڈبڈبا جایا کریں،

۶۔ چھٹا وہ شخص جسے کوئی حسن وجمال والی عورت برائی پر اکسائے تو وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور

۷۔ ساتواں وہ شخص جو راہ خدا میں یوں خرچ کرے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے'' [2]

☆ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ منصب ''عبودیت'' منصب ''عبادت'' سے زیادہ کامل ہوتا ہے، مراتب کی ترتیب جانئے کہ پہلے ''عبادت'' پھر ''عبودیت'' اور پھر ''عبودۃ''۔ منصب ''عبادت'' تو عام مسلمانوں کو حاصل ہے، منصب ''عبودیت'' خاص لوگوں کے لئے ہوتا ہے اور ''عبودت'' کا مذہب سب سے خاص لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔

☆ حضرت استاد رحمہ اللہ ہی سے میں نے یہ بھی سنا تھا، فرمایا:

''مرتبۂ ''عبادت'' علم الیقین والوں کا ہوتا ہے، مرتبۂ ''عبودیت'' عین الیقین والوں کا اور مرتبۂ ''عبودت'' حق الیقین والے اہل علم حضرات کے لئے مخصوص ہے۔''

☆ آپ ہی نے یہ بھی بتایا تھا کہ:

۱۔ سورۂ الحجر، آیت ۹۹

۲۔ بخاری شریف، باب الاذان وغیرہ۔ مسلم شریف، باب الزکاۃ۔ ترمذی شریف، باب الزہد۔ نسائی شریف باب القضاۃ۔ مؤطا اور مسند امام احمد بن حنبل

''مقام ''عبادت'' مجاہدہ کرنے والے یعنی راہ خدا میں مشقتیں اٹھانے والوں کے لئے ہوتا ہے، مقام ''عبودیت'' جگر بھنے اکابرین کے لئے اور ''مقام عبودت'' ان لوگوں کی وصف ہے جومشاہدۂ ربانیہ کرنے والے ہوتے ہیں۔''

چنانچہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ جوشخص اپنے نفس کواللہ سے دورنہیں کرتا، وہ ''عبادت'' میں لگا ہوا ہے، جواللہ کے بارے میں بخل سے کام نہیں لیتا (بلکہ اس کے ہر امر پر لبیک کہتا ہے) وہ ''اہل عبودیت'' ہے اور جواپنی روح کی پروا کئے بغیر اس کا قرب چاہتا ہے وہ ''اہل عبودت'' ہوتا ہے۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اپنی عبادتوں کا یوں حق ادا کرے کہ انہیں ناقص خیال کرے نیز انہیں تقدیر الٰہی سمجھے تو یہ ''عبودیت'' ہوگی۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ انسان تقدیر کا کوئی کام بھی دیکھے تو اس کی پسند یا ناپسند کا دخل نہیں ہونا چاہیے، یہ ''عبودیت'' ہوگی۔

☆ یہ بھی آتا ہے اگر اپنی قوت وطاقت کو نہ دیکھے اور تقدیر الٰہی کو مانتا رہے اور یہ خیال کرتا رہے کہ جو مال ودولت اور احسانات اللہ کی طرف سے ہورہے ہیں سب مناسب ہیں تو مرتبۂ ''عبودیت'' ہوگا۔

☆ نیز اللہ کے احکام کو گلے لگانے اور جن سے ڈانٹا گیا ہے ان سے پہلوتہی کرنے کو بھی صوفیہ ''عبودیت'' کہتے ہیں۔

☆ حضرت محمد بن خفیف رحمہ اللہ سے ''عبودیت'' کے بارے میں پوچھا گیا کہ یہ کب صحیح ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: جب تو اپنے وسائل پر اعتماد نہ کرے بلکہ سب کچھ اسی کی طرف سے جانے اور اس کی طرف سے پہنچنے والی ہر تکلیف پر صبر کرے تو یہ صحیح عبودیت کی علامت ہوگی۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا مسلسل عبادت کئے جانا، اس وقت تک صحیح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ بھوک، عریانی، فقر اور انتہائی عاجزی کو ناپسند کرنے کی عادت نہ چھوڑ دے اور اظہار ناپسندیدگی کا ترک ہی ''عبودیت'' ہے۔

☆ کچھ صوفیہ کا کہنا یہ ہے کہ انسان اگر اپنی ہر شے اللہ کے سپرد اور اس کی ہر شے بے حیل وحجت ماننے لگے تو یہی مقام ''عبودیت'' ہوگا۔

☆ صوفیہ کا فرمان یہ بھی ہے کہ اپنی سوچ بچار نہ کرنا اور تقدیر الٰہی کے لئے جھک جانا، علامت ''عبودیت'' ہوتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھے برے ہر قسم کے حالات میں تمہارا ''عبد'' بن کر بعینہ ویسے ہی ظاہر کرنا جیسے ہر حال میں وہ تمہارا رب ہے تو یہ ''عبودیت'' کہلائے گا۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: باتیں بنانے والے تو بہت بڑی تعداد میں مل جاتے ہیں لیکن اللہ کے خاص انعام پانے والوں کا وجود بہت ہی کم ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اے شخص! تو تو اس ذات کا بندہ ہے جس کی غلامی اور قبضے میں ہے، اب اگر تو اپنے نفس کا قیدی بنے گا تو بندۂ نفس کہلائے گا اور اگر دنیوی اموال وغیرہ کا قیدی ہو کر رہ جائے گا تو بندۂ دنیا ہو جائے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''بندۂ دراہم اپنے مقام سے پھسل کر ہلاک ہوگیا، بندۂ دینار بھی اپنے مقام سے پھسل گیا اور بندۂ خمیصہ (چادر یعنی لباس) بھی پھسل گیا۔''

☆ حضرت ابورزین رحمہ اللہ نے ایک شخص کو دیکھتے ہی فرمایا کہ تم کیا کاروبار کرتے ہو؟ اس نے کہا (عجمی ہونے کی وجہ سے فارسی

میں جواب دیا کہ) میں "خربندہ" ہوں (یعنی میرے کام بس گدھے جیسے ہیں، غور وفکر سے کام نہیں لیتا) آپ نے یہ سن کر فرمایا، اے کاش تمہارا یہ گدھا مر جائے تا کہ تم اللہ کے بندے بن سکو اور گدھے کے بندے نہ بنو۔

☆ حضرت ابوعمرو بن نجید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی بھی انسان اس وقت تک مقام عبودیت کو سمجھنے نہیں پائے گا جب تک وہ اپنے اعمال کو نری ریاکاری اور احوال کو محض دعوے ہی دعوے نہ جاننے لگے۔

آپ ہی نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے عبداللہ المعلم سے سنا اور انہوں نے عبداللہ بن منازل سے سنا کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ بندہ اس وقت تک تو بندہ ہی رہے گا جب اپنے لئے خدمت گار کی تلاش میں نہ ہو اور اگر اس نے یہ تلاش شروع کردی تو وہ "عبودیت" کے مقام سے ہٹ گیا اور اس کے ادب وآداب چھوڑ بیٹھا۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندے کی عبادت (عبودیت) اس وقت تک صحیح قرار نہیں پائے گی جب تک کنگال ہونے کی صورت میں اس پر مسکینی کا اثر دکھائی نہ دے اور نہ مالدار ہونے پر غنی نظر آئے۔

☆ بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رب ہونے (ربوبیت) کا مشاہدہ کرتے رہنا "عبودیت" کہلاتا ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا تھا، انہوں نے نصر آبادی سے سنا، انہوں نے فرمایا تھا کہ "عبادت گذار کی قدر وقیمت اس کے معبود سے ترقی ہے جیسے ایک عارف کو شرافت وعظمت اس ذات سے ملتی ہے جس کی وہ معرفت رکھتا ہے۔"

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مقام عبودیت ملنے سے انسان حسین دکھائی دے گا اور نہ ملنے کی صورت میں حسن سے عاری رہے گا۔

اظہار عبودیت کے تین مقام:

☆ حضرت نباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اصولی طور پر عبادت (عبودیت) تین کاموں میں دکھائی دیتی ہے:

1۔ اللہ کے احکام میں سے کسی کو رد نہ کرے۔
2۔ اس کے کسی حکم پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔
3۔ کوئی یہ نہ سنے کہ کسی غیر اللہ سے مانگ رہا ہے۔

علامات عبودیّت:

☆ میں نے ابوالحسن فارسی سے اور انہوں نے ابن عطاء سے سنا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ عبودیت دیکھنا ہو تو بندے کی چار عادتوں میں نظر آسکے گی:

1۔ وعدہ کرکے اسے پورا کرے گا۔
2۔ اللہ کے احکامات کی حفاظت کرے گا (خود عمل کرے گا اور دوسروں کو سکھائے گا)
3۔ اپنے موجود وسائل پر راضی ہوگا (زیادہ کا طمع نہ کرے گا)
4۔ اگر کچھ پلے نہ ہوگا تو اس پر اظہار صبر کرے گا۔

☆ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن عبادت گذاروں سے مکہ وغیرہ میں میری ملاقات ہوئی ہے اور جو حج کے

موقعوں پر یہاں آتے رہے ہیں، ان میں سے کوئی بھی مجھے حضرت مزنی رحمہ اللہ جیسا سخت اور دائمی عبادت گذار نظر نہیں آسکا اور نہ ہی کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو سختی سے احکام خداوندی کی تعظیم کرتا ہوا اور اپنے نفس کو تنگی دیتے ہوئے لوگوں کے لئے فراخ دل اور سخی واقع ہوا ہو۔

☆ میں نے حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا کہ انسان کے لئے ''عبودیت'' سے بڑھ کر کوئی عظمت نہیں ہے اور نہ ہی کسی مومن کے لئے عبودیت (عبد کہلانا) سے بڑھ کر کوئی پہچان ہے اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں اشرف مقام پر فائز کرتے ہوئے شب معراج کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے آپ کی وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ [1] (کتنی پاکیزہ ذات ہے جس نے اپنے خاص بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے سفر پر روانہ کیا) اور پھر فرمایا: فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی [2] (تو جو باتیں کہنا تھیں آپ کے دل میں ڈال دیں) اور اگر اس اہم ترین اعزازی موقع پر ''عبودیت'' سے بڑھ کر کوئی لفظ آپ کے لئے موزوں ہوتا تو اللہ تعالیٰ آپ کو اس نام سے یاد نہ فرماتا۔

اسی موقع کی مناسبت سے صوفیہ کا یہ شعر ملتا ہے:

''اے عمرو! دیکھو! میرے خون کا بدلہ تو میری زہرا ہی لے گی، یہ بات ہر سننے اور دیکھنے والا جانتا ہے، اس لئے اگر تم نے مجھے کوئی نام دینا ہی ہے تو بس ''عبد زہراء'' کہہ دیا کرو کیونکہ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کوئی نام باعث اعزاز نہیں ہے۔''

☆ کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ یہاں دو چیزوں کو ملحوظ خاطر رکھنا ہوگا ایک یہ کہ لذیذ نظر آنے والی ہر شے سے پرہیز کرنا ہوگا اور دوسرے یہ کہ مسلسل عبادت کرتے رہنا ہوگا اگر تو ان دونوں کو انجام دے گا تو گویا تو نے ''عبودیت'' کا حق ادا کر دیا۔ چنانچہ اسی کی تائید میں حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو لذیذ جاننے سے رک جاؤ کیونکہ یہ چیزیں صوفی لوگوں کی ترقی میں پردہ واقع ہوتی ہیں۔

☆ حضرت ابو علی جوز جانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رضاء'' گویا عبودیت کی حویلی ہے، صبر اس کا دروازہ، ہر چیز کو اللہ کے رحم و کرم پر چھوڑ دینا اس کا گھر ہے چنانچہ آواز دروازے پر دینا ہوگی، (صبر و تحمل سے رہنا ہوگا) گریہ زاری حویلی میں ہوتی ہے (عبادت کی گریہ زاری) اور راحت گھر میں ہوتی ہے (یعنی سب کچھ اللہ پر چھوڑ دیا جاتا ہے)

☆ حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح صفت ''ربوبیت'' اللہ تعالیٰ کی دائمی صفت ہے، کسی اور کی نہیں ہو سکتی، یونہی عبودیت بھی بندے کی ایسی صفت ہے کہ جب تک وہ دنیا میں موجود ہے تب تک اسی کی صفت رہے گی۔

چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے:

''اگر مجھ سے پوچھتے ہو (کہ تو کیا ہے) تو میں کہوں گا کہ ''میں اس کا بندہ ہوں''، لیکن اگر لوگ اس (اللہ) سے پوچھیں گے تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ''یہ میرا بندہ ہے۔''

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبادت گذاری میں اگر ہم اس کی جزاء مانگنا شروع کر دیں تو بجائے اس کے بہتر یہ ہے کہ ہم اس سے عفو گناہ کی درخواست کریں اور اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگا کریں۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ''عبودیت'' یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو بارگاہ الٰہی میں حاضر سمجھتے ہوئے اپنی عبادت گذاری کو نظر میں نہ لائیے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''عبودیت'' پر مصروفیت کو چھوڑ کر ایسا کام کرنے کو کہتے ہیں جو ہر فراغت کی بنیاد ہے۔

ا۔ سورۃ الاسراء، آیت ا ۲۔ سورۃ النجم، آیت ۱۰

باب

الْاِرَادَہ (عزم کرنا)

اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتا ہے وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (ان لوگوں کو دور نہ فرمایئے جو صبح و شام رضائے الٰہی کے لئے اپنے رب کا ذکر کرتے رہتے ہیں)

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جیسے ہی اللہ تعالیٰ کسی کی بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے عمل کی توفیق دے دیتا ہے۔''

آپ سے عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ! اس عمل سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: مقصد یہ ہے کہ اسے موت سے قبل نیک اور ستھرے عمل کرنے کی توفیق دے دیتا ہے۔''

لفظ ''ارادہ'' کا مفہوم اور وجہ تسمیہ:

''ارادہ'' راہ خدا پر چل نکلنے والوں کی ابتداء کو کہتے ہیں اور یہ اللہ کا قصد کرنے والے لوگوں کا پہلا مرتبہ اور اولین منزل ہوتا ہے۔ اس صفت کو ''ارادہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ارادہ ہر کام کی ابتداء ہوتا ہے جسے مقدمہ کہتے ہیں اور جب تک انسان کسی چیز کا پہلے سے ارادہ نہیں کر لیتا وہ کام ہو ہی نہیں سکتا اور جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ''ارادہ'' ہی راہ خدا پر چل نکلنے والوں کے لئے ابتدائی چیز ہے تو صوفیہ نے اس ابتدائی صفت کو ''ارادت'' کا نام دے دیا کیونکہ ''ارادت'' کو ارادہ کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے کہ جیسے ارادہ ہر کام کی ابتداء ہے یونہی ''ارادت'' ایک صوفی کے لئے ابتدائی مرتبہ ہے۔

لفظ مرید کی وضاحت:

لفظ ''مرید'' چونکہ ''ارادہ'' سے نکل کر بنا ہے تو یہ اس شخص کے لئے بولا جائے گا جس میں ''ارادت'' کی صفت موجود ہو گی بالکل ایسے ہی جیسے ''عالم'' اسے کہتے ہیں جس میں علم ہوتا ہے کیونکہ یہ لفظ ان اسموں میں شمار ہوتا ہے جو مشتق ہوتے ہیں۔ ہاں ''مرید'' کا لفظ صوفیہ کی اصطلاح میں اس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جس کا اپنا ارادہ کوئی بھی نہ ہو اور جب تک کوئی شخص اپنے ارادہ کرنے سے باز نہیں آتا تب تک اسے ''مرید'' نہیں کہہ سکتے۔ جیسے علم لغت میں اشتقاق کی بنا پر جس کا کوئی ''ارادہ'' نہ ہو، اسے ''مرید'' نہیں کہا جا سکتا۔

پھر صوفیہ نے ارادت کے معنیٰ میں بحث مباحثہ کیا ہے چنانچہ ہر ایک نے اپنے اپنے عندیے پیش کیے ہیں چنانچہ اکثر مشائخ کا قول یہ ہے کہ:

''ارادت، عام عادت کے مطابق ہونے والے کام کو چھوڑ دینا ہوتا ہے اور عام طور پر لوگ غفلت میں ہوتے ہیں، ان کا جھکاؤ نفسانی خواہشات کی طرف ہوتا ہے اور ہمیشہ اسی طرف چلتے ہیں جدھر ان کی امنگیں چاہتی ہیں تاہم ''مرید'' ان تمام کاموں سے الگ

تھلگ رہتا ہے چنانچہ اس کا ان عادتوں سے نکل جانا اس بات کی دلیل اور علامت ہوتا ہے کہ اس شخص کی ارادت صحیح ہے تو اسی بنا پر اس کی اس حالت و کیفیت کا نام ارادت رکھ دیا گیا اور یہ بھی عادۃ سے نکلنا ہی ہوتا ہے کیونکہ ترک عادت، ارادت کی علامت ہوتا ہے۔

حقیقت ارادت:

درحقیقت ''ارادت'' حق تعالیٰ کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہونے کو کہتے ہیں چنانچہ اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ ارادت ایک ایسی جلن ہے جو ہر گھبراہٹ کو آسان کر دیتی ہے۔

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، انہوں نے مجھے یہ بات حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ سے سن کر بتائی تھی، وہ فرماتے تھے کہ جب سے میں نے یہ سنا ہے کہ فقراء کے ہر قسم کے احوال کٹھن قسم کے ہوتے ہیں تو میں نے کسی فقیر سے مذاق نہیں کیا، ایک واقعہ سنئے کہ ایک فقیر میرے پاس آ گیا اور کہنے لگا، اے شیخ! میری خواہش یہ ہے کہ تم میرے لئے آٹا اور گھی ملا کر کھانا تیار کر دو، فوراً میری زبان پہ آیا کہ ایک فقیر اور کھانے کا مطالبہ، وہ یہ سن کر پیچھے ہٹ گیا لیکن میں نے یہ بات قصداً نہیں کی تھی پھر میں نے وہ کھانا تیار کرنے کو کہا اور فقیر کو تلاش کیا تو وہ نہ مل سکا، میں نے ہر ایک سے پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ تو فوراً چلا گیا تھا اور جاتے جاتے یہ کہہ رہا تھا ارادت اور عصیدہ (گھی والا آٹے کا کھانا) پھر وہ حیران و پریشان جنگل کی طرف نکل گیا اور یہی کہتے کہتے آخر کار فوت ہو گیا۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں کہ میں تنہا جنگل میں پھر رہا تھا کہ دل تنگ ہو گیا، میں نے پکارا، اے انسانو! مجھ سے بات کرو، اے جنوں! مجھ سے گفتگو کرو! ایک غائبانہ آواز آئی، کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ میں اللہ کا ارادہ لئے ہوئے ہوں۔ اس نے کہا تم کب اللہ کا ارادہ رکھتے ہو؟

اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جو شخص جنوں اور انسانوں سے کہہ رہا ہے کہ میرے ساتھ کلام کرو وہ اللہ کا ارادہ کیا کرے گا؟

مرید کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ وہ شب و روز سستی نہیں دکھاتا، بظاہر وہ جسمانی مجاہدے کر رہا ہوتا ہے اور باطن میں جگر بھنا ہوتا ہے، بستر سے الگ ہو جاتا ہے، اپنی دوڑ اور تگ و دو جاری رکھتا ہے، مشکلات سے دوچار ہوتا ہے، تھکا دینے والے کام کرتا ہے، اپنے اخلاق درست کرنے کی سعی کرتا ہے، جسمانی مشقتیں جھیلتا ہے، خطرناک کاموں سے واسطہ رکھتا ہے اور اپنے جیسوں سے جدائی اختیار کر لیتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے:

''پھر میں نے رات ایک دور جنگل میں گذاری، نہ مجھے شیر سے ڈر لگا اور نہ ہی بھیڑیئے سے، مجھ پر شوق غالب آ چکا تھا چنانچہ میں سفر کرتا چلا گیا کیونکہ جو شوق میں ہوتا ہے، شوق اس سے اپنی منواتا ہے۔''

☆ استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''ارادت'' دل میں تو جلن ہے، دل ہی میں ڈنگ چلاتی ہے، دل ہی میں ایک جذبہء عشق ہے، بے چینی ہے اور بھڑکتی آگ ہے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسلیمان اور احمد بن ابوالحواری کے مابین معاہدہ طے پا چکا تھا کہ احمد کو ابو سلیمان جو کچھ بھی کہیں گے یہ مخالفت نہیں کریں گے چنانچہ ایک دن احمد آئے تو ابوسلیمان اپنی مجلس میں وعظ کر رہے تھے، انہوں نے آ کر عرض کی کہ تنور گرم ہو چکا ہے، آپ کا حکم کیا ہے؟ لیکن ابوسلیمان نہ بولے، احمد نے دو تین مرتبہ دہرایا تو ابوسلیمان نے فرمایا: جاؤ اور جا کر اس میں بیٹھ جاؤ! لگتا تھا کہ دل تنگ ہو چکے تھے۔ (چنانچہ وہ جا بیٹھے)

ابوسلیمان نے کچھ دیر تک کوئی توجہ نہ کی اور پھر فرمایا کہ جاؤ اور احمد کو تنور سے نکال لاؤ! وہ ابھی تنور ہی میں ہے کیونکہ اس نے قسم

کھا رکھی ہے کہ وہ میری مخالفت نہیں کرے گا چنانچہ لوگوں نے دیکھا تو تنور ہی میں تھا لیکن اس کا ایک بال بھی نہیں جلا تھا۔

☆ میں نے اپنے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ تعالیٰ سے سنا، فرماتے تھے کہ میں اپنے سلوک کی ابتداء میں اپنی ارادت کی تلاش میں جل بھن چکا تھا اور دل ہی دل میں کہا کرتا تھا، کاش مجھے ارادت کا پتہ چل جائے کہ اس کا معنیٰ کیا ہوتا ہے؟ پھر مجھے یہ کہا گیا: مرید کی صفات یہ ہوتی ہیں کہ وہ نوافل کے ذریعے اللہ سے محبت کرے، خلوص دل سے امت کو بھلائی پر لگائے، علیحدگی میں اس سے انس رکھے، مشکل احکام خداوندی پر صبر سے کام لے' اللہ کے حکم کو ترجیح دے' اس سے حیاء کرے، اپنے محبوب خدا کے لئے کوشش کرے، اس کی طرف پہنچانے والا ہر ذریعہ اپنائے، گمنامی کی عادت ڈالے اور اپنے رب تک پہنچنے کے لئے بے قرار رہے۔

☆ حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین ایسی چیزیں ہیں جو مرید کے لئے مصیبت کا باعث ہیں:

1۔ شادی کرنا

2۔ حدیث لکھنا

3۔ سفر کرنا

آپ سے پوچھا گیا کہ حدیث لکھنا کیوں چھوڑی؟ آپ نے فرمایا کہ ارادت نے مجھے اس کام سے روک دیا ہے۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کہ مرید اپنے اصل مقصد (واصل باللہ) سے ہٹ گیا ہے تو سمجھ لو کہ اس نے کمینہ پن ظاہر کرنا شروع کر دیا ہے۔

مرید کیلئے تین لازمی امور:

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مرید کے لئے لازم ہے کہ اس میں تین چیزیں پائی جائیں:

1۔ نیند کا غلبہ ہو تو سوئے

2۔ فاقہ تک پہنچ کر کھائے

3۔ ضرورت کے بغیر کلام نہ کرے

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے کہ مرید کی بھلائی ہو تو اسے صوفی لوگوں کے سپرد کر دیتا ہے اور قاریوں کی صحبت سے بچا لیتا ہے۔

☆ حضرت دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ارادت کی انتہاء یہ ہے کہ تو اللہ کی طرف اشارہ کرے اور اشارے ہی سے اسے پالے، حضرت دقی کہتے ہیں، میں نے پوچھا کہ ارادت کی تکمیل کب ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا اس وقت، جب تو بغیر اشارہ ہی اللہ کو پانے لگے۔

☆ حضرت ابو علی دقاق رحمہ اللہ ہی سے میں نے سنا، مرید اس وقت تک مرید نہیں بن سکتا جب تک بائیں کندھے والا فرشتہ بیس سال تک کوئی بات اس کے خلاف نہ لکھے۔

☆ حضرت ابو عثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس کی ابتداء ہی سے ارادت صحیح نہ ہو تو وقت کا گزرتے جانا اسے پیچھے ہی لے آئے گا۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مرید صوفی لوگوں سے کچھ نہ کچھ علمی بات سن لیتا ہے اور پھر اس پر عمل کرتا ہے تو وہ علم مدت العمر اس کے دل میں حکمت و دانائی بنے رہتا ہے۔ جس سے اسے فائدہ ہوتا ہے اور اگر وہ کوئی گفتگو کرتا ہے تو اس سے سننے والے کو فائدہ ہوتا ہے اور جو ان کے کچھ علوم سن کر ان پر عمل نہیں کرتا تو گویا وہ ایک حکایت تھی جسے کچھ دن اس نے سنبھالے رکھا اور پھر وہ بھول گئی۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مرید کا پہلا مقام یہ ہے کہ اپنا ارادہ ترک کر کے اللہ کا ارادہ کرے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مرید کے لئے سب سے نقصان دہ چیز مخالفین تصوف سے میل جول ہے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تو دیکھے کہ مرید ان کاموں میں لگا رہا ہے جن میں قدرے سہولت ہوتی ہے اور تو اس کے ہاتھ کچھ بھی نہ آئے گا (اس سے کچھ بھی نہ بن پڑے گا)

☆ حضرت جعفر خلدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مریدوں کو حکایت سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ حکایات اللہ کا لشکر ہوتا ہے جن سے مریدوں کے دلوں کو قوت دی جاتی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اس پر کوئی دلیل بھی ہے؟ تو فرمایا کہ ہاں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ [1] (انبیاء کے یہ تمام قصے ہم آپ کے لئے بیان کرتے ہیں کہ آپ کے دل کو تقویت حاصل ہو)

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سچا مرید علماء کے علم سے بے نیاز ہوتا ہے۔

مرید اور مراد میں فرق:

دراصل ہر مرید ہی مراد ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے ارادہ نہ فرماتا کہ مرید بن جائے تو وہ مرید نہ بنتا اس لئے کہ اللہ کے ارادے کے بغیر کچھ نہیں ہوتا اور ہر مراد، مرید ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اسے خصوصیت دینا چاہتا ہے تو اسے ارادت کی توفیق دیتا ہے لیکن صوفیہ نے مرید اور مراد میں فرق بیان کیا ہے چنانچہ ان کے نزدیک "مرید" ابتدائی صوفی کو کہتے ہیں اور "مراد" انتہائی کو پھر "مرید" وہ ہوتا ہے جو تھکان اور مشکلات کے لئے تیار ہو اور مراد وہ ہوتا ہے جسے مشقت سے بچالیا جائے چنانچہ "مرید" تو تکلیف اٹھاتا ہے اور "مراد" آرام میں ہوتا ہے۔

اللہ کا قصد و ارادہ رکھنے والوں کے بارے اللہ تعالیٰ کا جاری طریقہ مختلف ہوتا ہے چنانچہ ان میں سے اکثر مجاہدے کرتے ہوئے مختلف تکالیف اٹھا کر بلند مقامات تک پہنچ جاتے ہیں اور بہت سے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ وہ ابتداء میں بڑے زوردار مکاشفے کرتے ہیں اور پھر وہ ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں جہاں بہت سے ریاضت والے نہیں پہنچ پاتے لیکن ان کی نرمی کی وجہ سے انہیں پھر مجاہدات کی طرف موڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ ریاضتیں مکمل کرلیں جو ان سے پہلے رہ گئی تھیں (اور جن کی کمی کی وجہ سے انہیں واپس موڑ دیا گیا)

☆ میں نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ "مرید" وہ ہوتا ہے جو مشقتیں جھیلتا ہے اور "مراد" وہ ہوتا ہے جس سے اٹھالی گئی ہوں۔

---

[1] سورۂ ہود، آیت ۱۲۰

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو "مرید" تھے اسی لئے عرض کی رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی [1] (اے رب میرا سینہ کشادہ فرمادے) لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ "مراد" تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِی اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَالَكَ ذِكْرَكَ [2] (کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا بوجھ اتار لیا جس نے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا) یونہی حضرت موسےٰ علیہ السلام نے عرض کی رَبِّ اَرِنِی اَنْظُرْ اِلَیْكَ قَالَ لَنْ تَرَانِی [3] (عرض کی اے میرے رب مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں، فرمایا تو ہرگز نہیں دیکھ سکے گا) لیکن ہمارے نبی کریم ﷺ سے فرمایا: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ [4] (اے محبوب کیا تم نے اپنے رب کو نہ دیکھا کہ کیسا پھیلایا سایہ)

☆ حضرت ابوعلی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اصل مقصد (آپ کے مراد ہونے کا) الم ترالی ربک والی آیت کا حصہ ہے اور آگے کیف مدالظل فرمانا بات چھپانے اور آپ کی (دیکھنے کی) حالت کی حفاظت کے لئے ہے۔

حضرت جنید کے نزدیک مرید اور مراد میں فرق:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے "مرید" اور "مراد" کا فرق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: "مرید" کو اس کے علم کی سوجھ بوجھ آگے بڑھاتی ہے جبکہ "مراد" اللہ کی حفاظت میں آگے بڑھتا ہے کیونکہ مرید کا کام پیدل چلنا ہوتا ہے اور مراد گویا اڑ رہا ہوتا ہے تو آپ ہی بتایئے کہ ایک پیدل شخص بھلا اڑنے والے سے کیسے مل سکتا ہے؟

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے حضرت ابویزید کی طرف ایک آدمی بھیجا اور اسے کہلا بھیجا کہ ان سے پوچھے، قافلہ تو چلا جاچکا ہے، یہ نیند اور آرام کب تک کرو گے؟ حضرت ابویزید نے جواباً کہلا بھیجا کہ میرے بھائی ابویزید سے کہنا کہ کامل وہ شخص ہوتا ہے جو رات بھر سویا رہے لیکن قافلہ سے پہلے صبح سویرے منزل پر بھی پہنچ جائے۔

حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے یہ جواب سنا تو فرمایا، وہ سلامت رہیں، یہ ایسی کلام ہے کہ ہماری حالت اسے پہنچنے سے قاصر ہے۔

۱۔ سورۂ طٰہٰ، آیت ۲۵ ۲۔ سورہ الانشرح، آیت ۱ تا ۴

۳۔ سورۂ الاعراف، آیت ۱۴۳ ۴۔ سورۂ الفرقان: آیت ۴۵

باب

الاستقامۃ (جم کر کام کرنا)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا [1] (بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا اب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت کی)۔

رسول اللہ ﷺ کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ایمان پر جم جاؤ اور استقامت اختیار کر' لیکن لگتا نہیں کہ یوں کر سکو گے اور یقین رکھو کہ تمہارے دین میں بہترین چیز نماز ہے اور وضو محفوظ طریقے سے مومن ہی کر سکتا ہے۔[2]

استقامت کیا ہے؟

''استقامت'' ایک ایسا درجہ ہوتا ہے جس سے کام مکمل ہونے اور انتہاء کو پہنچتے ہیں، اسی سے بھلائیاں حاصل ہوتی اور باقاعدہ منظم ہوتی ہیں اور جو ''استقامت'' کے درجے کو نہیں پہنچتا۔ اس کی حالت ضائع ہوتی اور کوشش برباد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَکُوۡنُوۡا کَالَّتِیۡ نَقَضَتۡ غَزۡلَهَا مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا [3] (تم اس عورت جیسے نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت مضبوط کات کر تار تار کر دیا) اور جو شخص ''استقامت'' نہیں کرتا، وہ اپنے مقام سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ ہی اس کے سلوک کی بنیاد صحیح ہو سکتی ہے چنانچہ ابتدائی صوفی کے لئے ابتدائی احکام میں استقامت ضروری ہوتی ہے جیسے ایک عارف کے لئے انتہائی آداب میں ضروری ہوتی ہے۔

☆ ابتدائی سالک کی استقامت کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کے معاملات میں سستی پیدا نہ ہو۔

☆ متوسط لوگوں کی استقامت کی علامت یہ ہے کہ کہیں اپنی منزل پر ٹھہر جائیں (بلکہ بڑھتے ہی رہیں)۔

☆ آخری انتہائی کی علامت استقامت یہ ہوتی ہے کہ بوقت وصل ان کے اور اللہ کے درمیان پردہ حائل نہ ہو سکے۔

استقامت کے تین درجے:

☆ میں نے استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرماتے تھے کہ ''استقامت'' کے تین درجے ہوتے ہیں:

1۔ تقویم

2۔ اقامت

3۔ استقامت

۱۔ سورہ فصلت، آیت ۳۰

۲۔ ابن ماجہ شریف، کتاب الطہارۃ۔ داری شریف، باب الوضو، موطا، کتاب الطہارۃ۔ مسند امام احمد بن حنبل

۳۔ سورہ نحل، آیت ۹۲

تقویم: نفس انسانی کو ادب و آداب سکھانے کا نام ہے۔
اقامت: دل کو خیالات غیر سے پاک کرنے کا نام ہے۔
استقامت: خدائی رازوں سے واقفیت دلانے کے لئے ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ثم اسْتَقَامُوْا کی تفسیر لَمْ يُشْرِكُوْا کے لفظ سے کی تھی یعنی پھر وہ شرک نہیں کرتے۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی لفظ کی تفسیر میں فرمایا کہ: لومڑ کی طرح کھسک نہ جائیں۔
چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اصول توحید کی رعایت اور لحاظ رکھا جائے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ اپنے عہد کی شرائط پر عمل پیرا ہو کر تاویلات کو چھوڑ دے۔

☆ حضرت ابن عطار رحمہ اللہ اس لفظ کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ: وہ لوگ دل کو صرف اللہ کی طرف متوجہ کریں اور پھر اس پر استقامت کریں۔

☆ حضرت ابوعلی جوز جانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "صاحب استقامت بنو، مرتبے نہ مانگتے رہو کیونکہ تمہارا نفس تو مرتبہ کی تلاش میں متحرک ہوتا ہے لیکن تمہارا رب تمہیں استقامت اختیار کرنے کو فرماتا ہے۔

☆ حضرت ابوعلی شبوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم کی زیارت کی اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کا فرمان ہے شَيَّبَتْنِيْ هُوْدُ [۱] (مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا) تو میں عرض کرتا ہوں کہ اس میں وہ کونسی چیز ہے جس نے آپ کو بوڑھا کر دیا، کیا انبیاء کے قصوں اور امتوں کی تباہی سے بوڑھے ہوئے؟ آپ نے فرمایا، نہیں بلکہ اللہ کے فرمان فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ [۲] نے بوڑھا کیا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اکابر کے علاوہ کسی اور میں "استقامت" کی قوت نہیں ہوتی کیونکہ یہ معصوم چیزوں سے نکلنے پر معصوم اور عادتوں سے علیحدہ ہونے اور نہایت سچائی سے بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہونے کا نام ہے چنانچہ اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ "استقامت اختیار کرو، لگتا ہے تم نہیں کر سکو گے۔"

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ خصلت و عادت استقامت کہلاتی ہے جس کے ذریعے انسانی خوبیاں مکمل ہوتی ہیں اور وہ نہ پائی جائے تو خوبیاں قباحت میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "استقامت" اسے کہتے ہیں کہ تو موجودہ وقت کو قیامت ہی سمجھے۔

استقامت کے درجات:

☆ کہتے ہیں کہ:

1۔ بات چیت میں "استقامت" کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ غیبت نہ کی جائے۔
2۔ کاموں میں "استقامت" کا مطلب یہ ہے کہ بدعت کے کام نہ کرے۔
3۔ عمل میں "استقامت" کا مطلب یہ ہے کہ سستی نہ دکھائی جائے۔

۱۔ ترمذی شریف (سورت نمبر ۵۶ رکوع ۶)

۲۔ سورۂ ہود، آیت ۱۱۲

4- احوال میں ''استقامت'' یہ ہے کہ حجاب دور کر دیئے جائیں۔

☆ میں نے استاد امام ابوبکر محمد بن حسین بن فورک رحمہ اللہ سے سنا، فرمایا کہ لفظ استقامت میں حرف سین، طلب کا معنیٰ دیتا ہے (لہذا استقاموا کا معنیٰ یہ ہوگا) انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ طلب کیا کہ انہیں اپنی توحید کے عقیدہ پر مضبوط رکھے، ان کے کئے معاہدوں کو دوام بخشے اور شرعی حدود کی حفاظت کرنے کی توفیق دے۔

☆ حضرت استاذ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''یقین رکھئے کہ استقامت کے ذریعے نیک کاموں کا دوام ضروری ہو جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا (اگر وہ راہ راست پر قائم رہتے تو ہم انہیں کثرت کے ساتھ سیراب کر دیتے)

یہاں آیت میں سقیناھم نہیں فرمایا بلکہ فرمایا اسقیناھم کہا جاتا ہے اسقیتہ یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب ''سیرابی'' کا بندوبست کرنا ہوتا ہے (جیسے کنواں وغیرہ) تو یہ دوام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوالعباس فرغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ایک جنگل میں ببول کے درخت کے نیچے ایک نوجوان مرید سے ملا اور اس سے پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک حالت تھی جو گم ہوگئی چنانچہ میں چل پڑا اور اسے وہیں رہنے دیا' جب حج سے واپسی ہوئی تو دیکھا کہ وہ نوجوان درخت کے قریب ہی بیٹھا تھا، میں نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں جس چیز کو تلاش کر رہا تھا وہ مجھے اس مقام پر مل گئی ہے لہذا میں جم کر یہیں بیٹھ گیا ہوں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا، میں جان نہیں سکا کہ ان دونوں میں سے کونسا حال اچھا تھا، آیا وہ حالت اچھی تھی جس کی تلاش میں وہ درخت کے ساتھ لگا رہا یا وہ اچھی تھی جس میں وہ اس جگہ جم کر بیٹھ گیا جہاں سے اسے وہ حالت دوبارہ مل گئی تھی؟

الِاخْلَاصِ (خلوص)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ [1] (یادرکھو کہ دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے)

تین باتوں میں خلوص دل کی شدید ضرورت:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تین ایسی چیزیں ہیں کہ مسلمان کے دل میں ان کے بارے کھوٹ نہیں ہونا چاہیے۔

1۔ اللہ کے لئے کوئی کام کرنا ہو تو۔
2۔ والیان حکومت سے خلوص نیت۔
3۔ مسلمانوں کی جماعت کا ساتھ دینا۔ [2]

حضرت استاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ارادی طور پر صرف حق تعالیٰ کی عبادت کا نام ''اخلاص'' ہوتا ہے، اس کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی عبادت گذاری کے وقت صرف اللہ تعالیٰ سے قرب کا ارادہ رکھے کوئی اور چیز پیش نظر نہ ہو جیسے کسی مخلوق کو دکھلاوا کرنا، لوگوں سے اپنی تعریف کی خواہش کرنا، لوگوں کی تعریف کرنا، اللہ کے قرب کے علاوہ کوئی اور مقصد سامنے رکھنا۔

علاوہ ازیں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ لوگوں کی نظر میں اپنے اعمال کو صاف رکھنے کا نام ''اخلاص'' ہے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں کی نگاہوں سے بچ جانے کا نام ''اخلاص'' ہے۔

ایک مستند حدیث میں آتا ہے کہ:

''نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سنا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اخلاص میرا ایک راز ہے جسے میں اس کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہوتی ہے۔'' [3]

وضاحت اخلاص میں حدیث قدسی:

☆ میں نے حضرت شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ سے سوال کیا کہ ''اخلاص'' کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت علی بن سعید اور احمد بن محمد بن زکریا رحمہما اللہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں نے علی بن ابراہیم شقیقی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت محمد بن جعفر خصاف رحمہ اللہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے حضرت احمد بن بشار رحمہ اللہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے تو انہوں نے بتایا کہ میں نے حضرت ابو یعقوب

۱۔ سورۃ الزمر، آیت ۳ ۲۔ مسند احمد بن حنبل، ترمذی شریف، باب العلم ۳۔ قزوینی

شریطی رحمہ اللہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے حضرت احمد بن غسان رحمہ اللہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا تھا کہ میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ میں نے رب العزت سے پوچھا تھا کہ اخلاص کیا ہوتا ہے؟ تو اس نے فرمایا:

''یہ میرا ایک راز ہے جسے میں اس بندے کے دل میں رکھتا ہوں جس سے مجھے محبت ہے۔''

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اخلاص'' لوگوں کی نگاہوں سے بچنے کا نام ہے اور ''صدق'' میں اس بات کی ضرورت ہوتی ہے تمہارا نفس تمہارے اعمال کا ملاحظہ نہ کر سکے چنانچہ جو مخلص ہوگا اس میں ریاء نہ ہوگی اور ''صادق'' میں تکبر نہیں ہوگا۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اخلاص'' اس وقت تک پورا نہیں ہوتا جب تک اس میں سچائی نہ پائی جائے اور وہ اس پر صبر نہ کر سکے اور صدق صرف اخلاص اور اس پر مداومت سے مکمل ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابویعقوب سوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب لوگ اپنے اخلاص میں خلوص کا مشاہدہ کرتے ہوں تو ان کا اخلاص اخلاص کا محتاج ہوتا ہے۔

علامات اخلاص:

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاص کا پتہ تین علامات سے چلتا ہے:

1۔ لوگوں کا تعریف کرنا یا برائی کرنا بندے کے سامنے ایک جیسا ہو جائے۔

2۔ عمل کے دوران اپنے اعمال کو بھول جائے۔

3۔ آخرت میں اپنے اعمال کے ثواب کو بھول جائے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اخلاص'' یہ ہوتا ہے کہ انسان کی ایسی حالت ہو جس میں نفسانی خواہش کا دخل نہ ہو اور یہ عوام کا اخلاص ہے۔

خواص کا اخلاص اللہ کی طرف وارد ہوتا ہے اس میں انسان کا اپنا دخل نہیں ہوتا اور اس صورت میں اس کی ظاہری عبادت سے اس کا ذاتی تعلق نہیں ہوا کرتا چنانچہ یہ اعمال اس کی نگاہ میں نہیں آتے اور نہ ہی یہ انہیں اہمیت دیتا ہے اور یہ خواص کا اخلاص ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوبکر دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلص کے لئے یہ بات نقصان دہ ثابت ہوگی کہ وہ اپنے اخلاص پر نظر رکھے چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے اخلاص کو خالص بنانے کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے دل سے اپنے اخلاص کے دیکھنے کو نکال دیتا ہے چنانچہ وہ مخلَص (لام پر زبر) ہوتا ہے نہ کہ مخلِص (لام پر زیر)۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صرف مخلص ہی ریا کی پہچان کر سکتا ہے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عارف لوگوں کی ریاکاری بھی مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''اخلاص'' اس حالت کا نام ہے جسے دشمن کے فساد سے بچایا جائے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کی رؤیت کو خالق کی طرف دائمی نظر کی وجہ سے بھلا دینا اخلاص کہلاتا ہے۔

☆ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ظاہر و باطن میں بندے کے افعال کی یکسانیت ''اخلاص'' ہے۔

☆ کہتے ہیں، اخلاص اس چیز کا نام ہے جس کے ذریعے حق تعالیٰ کا ارادہ کیا جائے اور اس کا صدق پیش نظر ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ اخلاص، اعمال کو دیکھنے سے چشم پوشی کا نام ہے۔

☆ حضرت سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص اللہ کی نظر سے گر جاتا ہے جو لوگوں کو اپنی ایسی صفات دکھانے کی کوشش کرے جو اس میں موجود نہیں۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ریاء یہ ہے کہ لوگوں کی وجہ سے عمل ترک دے اور لوگوں کی وجہ سے کوئی کام کرنا شرک کہلاتا ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں سے بچالے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اخلاص، بندے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہے، اسے کوئی جانتا ہی نہیں کہ لکھ سکے اور نہ ہی شیطان دیکھتا ہے کہ بگاڑ پیدا کر دے اور نہ ہی خواہش نفسانی کہ اسے اپنی طرف متوجہ کر سکے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، عمل میں اخلاص یہ ہوتا ہے کہ عامل اپنے عمل کے صلے میں دنیا و آخرت کی کوئی چیز طلب نہ کرے اور نہ ہی دونوں فرشتوں (دائیں بائیں والے) سے رعایت چاہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ نفس کے لئے کونسی چیز سخت واقع ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اخلاص کیونکہ اس میں نفس کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

☆ کسی صوفی سے اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اپنے عمل کا گواہ غیر اللہ کو نہ بناؤ۔

لمحہ بھر میں طویل سفر، حضرت سہل:

☆ کسی ایک صوفی نے بتایا کہ میں جمعہ کی نماز سے پہلے حضرت سہل بن عبداللہ کے گھر گیا، گھر میں سانپ دیکھا، میں شش و پنج میں پڑ گیا تو انہوں نے کہا، اندر آجاؤ کیونکہ زمین پر موجود کسی بھی شے سے ڈرنے والا حقیقت ایمان کو نہیں پاسکتا اور پھر پوچھا کہ نماز جمعہ پڑھنے کا ارادہ ہے؟ میں نے عرض کی کہ ہمارے اور مسجد کے درمیان تو پورے ایک دن کی مسافت ہے چنانچہ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور تھوڑی ہی دیر گزرنے پر میں نے مسجد دیکھی، چنانچہ ہم مسجد میں چلے گئے اور نماز جمعہ ادا کی اور باہر نکل آئے، حضرت سہل نے لوگوں کو باہر نکلتے دیکھنا شروع کر دیا اور فرمایا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والے تو بہت ہیں مگر ان میں مخلص بہت تھوڑے ہیں۔

☆ حضرت مکحول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ چالیس دن تک اخلاص کا مظاہرہ کرنے والے بندے کے دل سے دانائی زبان پر آجاتی ہے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نایاب ترین چیز ''اخلاص'' ہوتا ہے، میں نے بہتیری کوشش کی کہ اپنے دل سے ریا نکالوں لیکن ہر مرتبہ نئی شکل میں رونما ہو جاتی تھی۔

☆ حضرت ابو سلیمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے شمار وسوسے اور ریاکاری اس وقت ختم ہو جاتے ہیں جب انسان اخلاص سے کام لے۔

باب

الصِّدقِ (سچائی)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ [1] (اے ایمان والو! اللہ کا خوف رکھو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ)

صدیق اور کذاب کون؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بندہ مسلسل سچ بولتا اور سچائی کا ارادہ کرتا رہتا ہے تو اللہ کے ہاں ''صدیق'' نام دے دیا جاتا ہے یونہی مسلسل آدمی جھوٹ بولتا اور جھوٹ کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ کے ہاں اسے کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' [2]

☆ حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی بھی دینی کام کا ستون ''صدق'' ہوتا ہے اور دین اسی سے مکمل ہوتا ہے، اسی سے اس کا نظام ہے اور نبوت کے بعد دوسرا مرتبہ اسی کا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیۡقِیۡنَ [3] (تو یہی لوگ انعام پانے والے نبیوں اور صدیقین کے ساتھ ہوں گے)

لفظ صادق کی تحقیق:

''صادق'' کا لفظ فعل لازم ''صدق'' سے نکلا ہے اور ''صدیق'' کا لفظ اسی سے مبالغہ کا صیغہ بنتا ہے جس کا معنیٰ ہوتا ہے، بہت سچ بولنے والا یعنی جس میں سچائی غالب ہو۔ صدیق کا لفظ سِکّیر اور خِمّیر کے وزن پر ہے۔ اور یہ نصر باب سے ہے۔

☆ ''صدق'' کا کم سے کم درجہ یہ ہے کہ انسان ظاہر اور باطن میں یکساں سچا ہو۔

☆ ''صادق'' اسے کہتے ہیں جو بات سچی کرے۔

☆ ''صدیق'' وہ شخص ہوتا ہے جس کی ہر بات سچی، ہر فعل سچائی پر مبنی اور جس کا ہر حال سچائی بتلائے۔

☆ حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ساتھ لینے والے کے لئے ضروری ہے کہ لازماً سچائی پر قائم رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ [4] (بلاشبہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے)

۱۔ سورۂ توبہ، آیت ۱۱۹

۲۔ مسلم شریف باب البر۔ مسند احمد بن حنبل

۳۔ سورۂ النساء، آیت ۶۹

۴۔ سورۂ البقرہ، آیت ۱۵۳

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "صادق" ایک دن میں چالیس تک حالتیں بدلتا ہے لیکن ایک ریاکار کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اکتالیس سال تک ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک "صادق" اگر اپنی قلبی حالت کا اظہار بھی کرنا چاہے تو زبان کو یارا نہ ہوگا۔

☆ کہتے ہیں، اندیشہء موت سے بے فکر ہو کر حق بات کہہ دینا "صدق" کہلاتا ہے۔

☆ نیز کہتے ہیں کہ دل اور زبان کی یکسانیت ہی "صدق" ہوتا ہے۔

☆ حضرت قنادر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی باچھوں (منہ) تک حرام کو نہ جانے دینا "صدق" کہلاتا ہے۔

☆ حضرت عبدالواحد بن زید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عمل کے ذریعے حقوق اللہ کی ادائیگی "صدق" ہوتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ اپنے نفس یا کسی دوسرے سے دھوکا بازی کرنے والے شخص کا "صدق" سے کیا تعلق؟

☆ حضرت ابوسعید قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، صادق اسے کہتے ہیں کہ موت سامنے نظر آنے کے وقت بھی اپنا راز کھل جانے پر اسے شرم محسوس نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھئے فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ (سچے ہو تو موت کیوں نہیں مانگتے)

حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک دن حضرت ابوعلی ثقفی رحمہ اللہ نے وعظ کہنا شروع کیا تو عبداللہ بن منازل بول پڑے کہ اے ابوعلی! موت کی تیار کرو! کیونکہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ابوعلی ثقفی نے کہا: اے عبداللہ بن منازل! تم بھی تیاری کرلو کیونکہ اس سے چھٹکارا نہیں۔ حضرت عبداللہ نے یہ سن کر بازو کو تکیہ بنا کر اور اس پر سر رکھ کر فرمایا لیجئے سمجھو کہ میں مر گیا (اور واقعی فوت ہو گئے) لیکن ابوعلی بچھڑ کر رہ گئے کیونکہ ابوعلی ان کا مقابلہ کرنے کی تاب نہ رکھتے تھے اس لئے کہ وہ دنیوی معاملات میں الجھے ہوئے تھے جبکہ حضرت عبداللہ ایک حالت تجرید (دنیا سے الگ ہو کر رہنے والے) صوفی تھے انہیں دنیا سے کوئی کام نہ تھا۔

اری مر جاؤ تو بڑھیا مر گئی:

☆ حضرت ابوالعباس دینوری رحمہ اللہ وعظ فرما رہے تھے کہ آپ کی مجلس میں ایک بڑھیا چیخ پڑی، آپ نے فرمایا: اری مر جاؤ! وہ اٹھ کھڑی ہوئی، چند قدم چلی، پھر آپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی، لو میں مر رہی ہوں اور پھر واقعی مر چکی تھی۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توحید کے صحیح ہونے کا اقرار ہی "صدق" ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن واحد رحمہ اللہ نے اپنے مریدوں میں سے ایک دبلے جسم کا خادم دیکھا اور فرمایا: اے بیٹے! روزے رکھتے ہو کیا؟ اس نے عرض کی، میں ہر وقت بے روزہ نہیں ہوتا ہوں۔ پھر فرمایا: تو پھر رات قیام کیا کرتے ہو؟ اس نے کہا: میری نیند دائمی نہیں۔ پھر فرمایا، تو پھر تم اتنے کمزور کیوں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ عشق دائمی ہے اور اسے چھپانا بھی لازم ہے۔ حضرت عبدالواحد نے فرمایا: چپ رہو! کتنے بے ادب ہو! پھر دو قدم چل کر لڑکا کھڑا ہو کر کہنے لگا: الٰہی! میں سچا ہوں تو مجھے لے لے، پھر گرا اور مر گیا۔

☆ حضرت ابوعمر زجاجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ فوت ہوگئیں، مجھے ان کی وراثت سے ایک حویلی ملی، میں نے پچاس دینار میں بیچی اور حج کو روانہ ہو گیا۔ بابل پہنچا تو راستہ بتانے والا مل گیا۔ کہنے لگا تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے دل میں کہا کہ سچ سچ بتانا ہی بہتر ہے چنانچہ میں نے بتایا کہ پچاس دینار ہیں۔ اس نے کہا، مجھے دو۔ میں نے تھیلی دے دی۔ اس نے گنتی کی تو پچاس دینار ہی تھے۔ وہ کہنے لگا: یہ لو، تمہاری سچائی نے مجھے متاثر کیا ہے۔ پھر وہ اپنے جانور سے اترا اور کہا کہ اس پر تم سوار ہو جاؤ! میں نے کہا: ایسا تو کوئی ارادہ نہیں، وہ کہنے لگا، ضروری ہے، پھر اصرار کیا تو میں نے سواری کر لی، اس نے کہا: میں تمہارے پیچھے آؤں گا۔ اگلے سال وہ مجھے ملا اور پھر

مرنے تک میرے ساتھ رہا۔

☆ حضرت جعفر خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابراہیم خواص سے سنا تھا، فرمایا تھا کہ ایک ''صادق'' شخص کو تو جب بھی دیکھے گا، وہ یا تو فرض ادا کر رہا ہوگا یا پھر کوئی بھلائی کا کام کرتے دکھائی دے گا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے تھے: حقیقۃً ''صدق'' یہ ہوتا ہے کہ تو ایسے مقام پر بھی سچ ہی بولے جہاں جھوٹ کے بغیر جان چھڑانا مشکل ہو۔

صادق کیلئے تین ضروری باتیں:

☆ کہتے ہیں، تین ایسی باتیں ہیں جو بہر صورت ''صادق'' میں موجود ہوتی ہیں۔

1۔ حلاوت (مٹھاس)

2۔ ہیبت (جاہ و جلال)

3۔ ملاحت (چہرے پر رونق)

☆ بتایا جاتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بطور وحی فرمایا: جو شخص مجھے دل میں سچا جانے گا، میں مخلوق کے سامنے برملا اسے سچا بنا دوں گا۔

☆ بتاتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن دوحہ، ابراہیم بن ستبہ کے ہمراہ جنگل کو نکلے تو ابراہیم بن ستبہ نے کہا دنیوی چیزیں پھینک دو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دینار کے علاوہ ہر شے پھینک دی، انہوں نے پھر کہا، میرا دل مشغول نہ رکھو اور ہر دنیوی چیز پھینک دو چنانچہ میں نے دینار بھی دور پھینک دیا، پھر فرمایا: اے ابراہیم! باقی چیزیں بھی پھینک دو! مجھے یاد آیا کہ جوتے کے تسمے موجود ہیں چنانچہ وہ بھی نکال پھینکے، راستہ بھر میں یہ حال رہا کہ جب بھی مجھے تسمے کی ضرورت پڑتی تو مل ہی جاتا اس پر حضرت ابراہیم بن ستبہ نے فرمایا کہ صدق دل سے اللہ کے ساتھ معاملہ کرنا یونہی ہوتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''صدق'' ایک ایسی الٰہی تلوار کا کام کرتی ہے کہ جس پر چلے گی، کاٹ کر رکھ دے گی۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ صدیق اپنے آپ سے بات کرنے لگیں تو یہ ان کی پہلی خیانت شمار ہوتی ہے۔

☆ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ سے ''صدق'' کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اپنا ہاتھ لوہار کی دہکتی بھٹی میں ڈال کر گرم گرم لوہا نکال ڈالا اور پھر ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا: ''صدق'' کا کمال دیکھنا ہو تو یہ دیکھو۔

☆ حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راہ خدا میں تلوار چلانے سے مجھے اللہ کے ساتھ ایک رات کا معاملہ (عبادت) کرنا زیادہ پسند ہے۔

☆ حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا: ''صدق'' یہ ہوتا ہے کہ تم لوگوں سے وہ معاملہ کرو جسے تمہارا نفس بھی پسند کرتا ہے یا اپنے نفس (ذات) کو یوں دیکھو جیسے در حقیقت تم ہو۔

☆ حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ سے ''صدق'' کی علامت پوچھی گئی تو فرمایا: صدق یہ ہے کہ اصلاح دل کی خاطر لوگوں کے دلوں سے تمہاری قدر و قیمت نکل جانے کی بھی تمہیں پروانہ ہو۔'' وہ شخص ذرہ بھر بھی اپنے حسن عمل کی نمائش پسند نہ کرے اور اسے یہ فکر بھی دامنگیر نہ ہو کہ اس کی بد اعمالی کا کسی کو پتہ چل جائے گا کیونکہ ایسے وقت میں اظہار ناپسندیدگی کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ اور قدر و منزلت کی

خواہش رکھتا ہے اور یہ صدیقوں کی عادت ہوتی ہی نہیں۔

☆ کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ جسے دائمی فرض ادا کرنا یاد نہیں، اس کے وقت مقرر کے فرائض بھی قبول نہ ہوں گے۔ عرض کی گئی کہ دائمی فرض سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: ''صدق''

☆ کہتے ہیں، جب تو صدق دل کی بنا پر اللہ سے مانگے گا تو وہ تجھے ایسا آئینہ دے گا کہ جس میں دنیا و آخرت کے عجائبات نظر آنے لگیں گے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ اندیشۂ نقصان کے باوجود ''صدق'' سے واسطہ رکھو کہ اس سے فائدہ ہوگا اور مفاد کے باوجود جھوٹ سے بچو کہ یہ تمہیں نقصان پہنچائے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ ہر شے ایک حیثیت رکھتی ہے لیکن کذاب کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

☆ کہتے ہیں، کذاب شخص کی علامت یہ ہوتی ہے کہ مطالبۂ قسم کے بغیر ہی قسمیں کھاتا جائے۔

☆ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کلام ہو تو ایسی (صادق) کہ کوئی سمجھ دار اسے جھٹلا نہ سکے۔

☆ صوفیہ کہتے ہیں کہ سچا سوداگر کبھی مفلس نہیں ہوا کرتا۔

اَلۡحَیَاءِ (برائی پر گھٹن)

ارشادالٰہی ہے اَلَمۡ یَعۡلَمۡ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی ۱؎ (کیا اسے معلوم نہیں کہ یقیناً اللہ دیکھ رہا ہے)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''حیاء، ایمان کا ایک حصہ ہے۔۲؎

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرمایا: ''اللہ سے حیاء کما حقہ کیا کرو، صحابہ نے عرض کی یا نبی اللہ! الحمدللہ، ہم حیاء کیا کرتے ہیں! آپ نے فرمایا: وہ حیاء نہیں کہہ رہا (جسے تم سمجھ رہے ہو) بلکہ جو اللہ سے حیاء کا سوچتا ہے، اسے سر اور اس سے متعلق چیزوں (کان، ناک، آنکھ، زبان)، پیٹ اور اس سے متعلق چیزوں۔ (شرمگاہ وغیرہ) کی حفاظت کرنا ہوگی، موت اور آزمائشوں کو یاد رکھنا ہوگا اور پھر آخرت کی بہتری چاہتا ہو تو دنیا کی رنگینی کو خیرباد کہنا ہوگا اور جو یہ کرے گا تو (کہوں گا) اس نے حیاء کرنے کا حق ادا کر دیا۔''

☆ کچھ دانا لوگ کہہ گئے ہیں کہ قابل حیاء لوگوں کی مجلس میں جاکر ''حیاء'' کا پرچار کیا کرو۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہیبت اور حیاء، علم کا نچوڑ ہیں، یہی (بھلائی) نہ رہیں تو اور بھلائی کہاں سے آئے گی؟

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دل میں ہیبت کا وجود اور بارگاہ الٰہی میں اپنی گذشتہ بداعمالیوں سے گھبراہٹ، تمہارے ''حیاء'' کا پتہ دیتے ہیں۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''محبت'' واضح ہوتی ہے۔ ''حیاء'' خاموشی کا سبق دیتی اور ''خوف'' پریشان رکھتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے تھے، جو شخص حیاء کے موضوع پر گفتگو کرتے اپنی گفتگو میں حیاء کا دامن چھوڑ دے، اس میں ''استدراج'' (بے دینی کا رجحان) کا شائبہ ہے۔

حضرت حسن بن حداد رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن منازل کے پاس چلے گئے۔ عبداللہ نے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟ حسن نے کہا: ابوالقاسم کی مجلس سے آرہا ہوں۔ پوچھا: کس کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے؟ حسن نے کہا: ''حیا'' کے بارے میں۔ اس پر عبداللہ نے کہا کتنے تعجب کی بات ہے کہ حیاء پر وہ گفتگو کرے جسے خود اللہ سے حیاء نہیں آتی؟

۱؎ سورہ علق، آیت ۱۴

۲؎ بخاری شریف، کتاب الایمان، کتاب الادب مسلم شریف، کتاب الایمان۔ ابوداؤد شریف۔ باب السنہ، ترمذی شریف، باب البر، کتاب الایمان۔ نسائی شریف۔ ابن ماجہ شریف۔ مقدمہ۔ باب الزہد موطا۔ باحسن الخلق۔ مسند احمد بن حنبل

۳؎ ترمذی شریف، باب القیامہ۔ مسند امام احمد بن حنبل

☆ حضرت سری رحمہ اللہ نے فرمایا "حیاء" اور "انس" دل کی خبر لیتے ہیں، انہیں پتہ چل جائے کہ "زہد" اور "ورع" یہاں موجود ہیں تو وہ گھر کر لیتے ہیں ورنہ نکل جاتے ہیں۔

قرن اول اور اس سے آگے کی معاشرتی زندگی کیسی تھی؟

☆ حضرت حریری رحمہ اللہ نے فرمایا: قرن اول کے لوگ "دین" سے معاملہ رکھتے تھے، پھر دین میں کمزوری آ گئی تو قرن ثانی میں (دوسرا دور) وفا کا پرچار کرتے رہے پھر اس میں کمی آ گئی تو قرن ثالث میں مروت (باہمی بھائی چارہ اور رواداری) کا معاملہ ہوتا رہا پھر اس میں بھی کمی آ گئی تو قرن چہارم میں "حیاء" کا پرچار شروع ہوا اور پھر اس میں کمی آ گئی تو آگے لوگ لالچ دینے اور ڈرانے دھمکانے کی راہ پر چل پڑے۔

☆ اللہ تعالیٰ کے فرمان وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ. (اور بیشک عورت نے اس کا ارادہ کیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا، ہم نے یونہی کیا کہ اس سے برائی اور بے حیائی کو پھیر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے ہے) میں "برہان" کی تفسیر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حضرت زلیخا نے مکان کے ایک کونے میں بت پر پردہ ڈالنا شروع کیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: یہ کیا کر رہی ہو؟ اس نے کہا، مجھے اس سے حیاء آ رہی ہے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو پھر تجھ سے زیادہ مجھے حق پہنچتا ہے کہ میں اللہ سے حیا کروں!

یونہی فرمان الٰہی فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِیْ عَلَى اسْتِحْیَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِیْ یَدْعُوْكَ لِیَجْزِیَكَ اَجْرَ مَا سَقَیْتَ لَنَا فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَیْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی شرم سے چلتی ہوئی، بولی میرا باپ تمہیں بلاتا ہے کہ تمہیں مزدوری دے اس کی جو تم نے ہمارے جانوروں کو پانی پلایا ہے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس آئے اور اسے باتیں کہہ سنائیں، اس نے کہا ڈریئے نہیں، آپ بچ گئے ظالموں سے) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ انہیں عورت (حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی) نے آپ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) سے "حیاء" کی کیونکہ وہ آپ کو مہمانی کی دعوت دینے آئی تھی چنانچہ اسے حیاء آئی کہ کہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کا انکار نہ کر دیں کیونکہ ایک میزبان "حیاء" کیا کرتا ہے۔ ایسے حیاء کو حیاءِ کرم کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیث قدسی)

"تو نے مجھ سے حیاء کی ہے تو (جب تک تو حیاء کرتا رہے گا) میں لوگوں کے ذہنوں سے تمہارے گناہ بھلا دوں گا، تختۂ زمین سے تمہارے گناہ بھلاؤں گا، لوح محفوظ سے تمہاری لغزشیں مٹا دوں گا اور قیامت کے دن حساب و کتاب لیتے وقت میں تم سے نرمی کروں گا۔"[1]

☆ کہتے ہیں کہ ایک مسجد کے باہر کسی آدمی کو نماز پڑھتے دیکھا گیا تو اس سے پوچھا گیا کہ نماز پڑھنے کے لئے تم مسجد میں کیوں نہیں چلے جاتے، وہاں پڑھ لو، اس نے کہا کہ ایک بے فرمان ہوتے ہوئے مجھے اس کے گھر میں جا کر نماز پڑھتے شرم آتی ہے۔

☆ کہتے ہیں، حیادار کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اسے ایسے مقام پر نہ دیکھا جائے جس سے لوگ حیاء کریں۔

---

[1] سورۂ احزاب، آیت ۵۳

☆ ایک صوفی نے کہا کہ ایک رات ہم چلے اور ایک گھنے جنگل سے گزرے، دیکھا تو ایک آدمی سویا ہوا تھا اور اس کا گھوڑا قریب ہی چر رہا تھا، ہم نے اسے ہلایا اور کہا کہ تجھے ایسے خطرناک مقام میں سونے سے ڈر نہیں لگتا؟ یہاں تو درندے رہتے ہیں؟ اس نے سر اٹھا کر دیکھا اور کہا: مجھے اللہ سے اس بات کی حیا آتی ہے کہ اس کے بغیر کسی اور سے ڈروں، چنانچہ سر رکھا اور پھر سو گیا۔

☆ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ پہلے اپنے نفس کو وعظ کرو، اگر مان جائے تو پھر دوسروں کو وعظ کرو ورنہ لوگوں کو وعظ کرتے وقت میرا حیاء پیش نظر رکھو۔

حیاء کی اقسام:

کہتے ہیں کہ ''حیاء'' کئی طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ حیاء الجنایہ (قصور پر حیاء کرنا): یہ حیاء وہ ہے جسے حضرت آدم علیہ السلام نے کیا تھا' جب ان سے کہا گیا تھا: کیا ہم سے بھاگنے کی کوشش میں ہو؟ تو انہوں نے عرض کی، نہیں میں تو تجھ سے حیاء کر رہا ہوں۔

2۔ حیاء تقصیر (کوتاہی پر حیاء کرنا): جیسے فرشتوں کا یہ کہنا کہ مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ (یعنی اے اللہ! تو ہر عیب سے پاک ہے، ہم ویسی عبادت نہیں کر رہے جیسے تجھے لائق ہے)

3۔ حیاء اجلال (تعظیم کی حیاء): جیسے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے کی تھی کہ انہوں نے حیاء الٰہی کی وجہ سے اپنا پر اوپر لے لیا تھا۔

4۔ حیاء کرم (صرف مہربانی خود حیاء کا اظہار کرنا): جیسے نبی کریم ﷺ نے کیا تھا، آپ اپنے امتیوں کو اس بات فرمانے میں حیاء فرماتے تھے کہ ''یہاں سے نکل جاؤ'' چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ (باتوں میں مگن نہ ہوا کرو)

5۔ حیاء حشمت (احترام کی حیاء): جیسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا تھا کہ مسئلہ مذی پوچھنے کے لئے اپنی بجائے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں بھیجنا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مرتبہ و مقام کے پیش نظر تھا۔

6۔ حیاء الاستحقار (اپنے آپ کو حقیر جان کر کرنا): جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا تھا، عرض کی تھی کہ مجھے کوئی دنیوی ضرورت پیش آتی ہے تو تجھ سے مانگتے وقت حیاء محسوس کرتا ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ آٹے کے لئے نمک اپنی بکری کے لئے چارہ تک مجھ سے مانگ لیا کرو۔

7۔ حیاء انعام (عطاءِ نعمت کے وقت) یہ حیاء اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا اور یہ اس وقت ہوگی جب اس کا بندہ پل صراط سے گزر جائے گا تو اسے مہر زدہ ایک رجسٹر دے گا' دیکھنے پر اس میں لکھا ہوگا کہ ''میرے بندے! تو نے یہ کام کیا' تو نے ایسا کام کیا' میں نہیں چاہتا کہ سب کچھ ظاہر کروں' مجھے ''حیاء'' آ رہی ہے' اب تم چلے جاؤ کیونکہ میں نے سب کچھ بخش دیا ہے۔

حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا کہ اسی حدیث کے بارے میں فرما رہے تھے: کتنی پاکیزہ ذات ہے وہ خدا کہ گناہ تو بندے نے کئے لیکن حیاء وہ فرما رہا ہے۔

بدبختی کی علامات:

☆ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بدبختی پانچ طرح کی ہوتی ہے' علامتیں یہ ہیں:

1۔ سنگدل ہونا
2۔ آنکھوں کا آنسو بہانے سے رک جانا
3۔ حیاء کی کمی
4۔ دنیا کی طرف توجہ
5۔ لمبی آرزوئیں کرتے رہنا

☆ ایک آسمانی کتاب میں ہے کہ "میرا بندہ مجھ سے انصاف نہیں کرتا' وہ مجھے پکارتا ہے تو اسے رد کرتے وقت مجھے حیاء آتی ہے لیکن اس کا اپنا حال یہ ہے کہ میری بے فرمانی کرتا ہے مگر پھر بھی مجھ سے حیاء نہیں کرتا۔"

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا: بندہ اگر فرمانبردار ہوتے ہوئے حیاء کرتا ہے (تو یہ کوئی بڑی بات نہیں' بڑی بات تو یہ ہے کہ) اِس کے گنہگار ہونے کے باوجود اللہ اس سے حیاء فرماتا ہے۔

خیال رہے کہ "حیاء" پگھلانے کا کام کرتی ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ آقا کے اطلاع پانے پر انتڑیوں کا ڈھل جانا "حیاء" ہوتا ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعظیم الٰہی کے لئے دل کا سکڑ جانا' حیاء کے باعث ہوتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جب آدمی لوگوں کو وعظ کہنے بیٹھتا ہے تو اس کے فرشتے (کندھوں والے) اسے آواز دے دیتے ہیں کہ لوگوں کو وعظ سنانے کا ارادہ ہے تو پہلے اپنے نفس کو وعظ کہہ لو ورنہ اپنے آقا و مولیٰ سے شرم کرو کیونکہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ "حیاء" کیا ہے؟ تو فرمایا: اللہ کی نعمتوں کو دیکھنا (اور اس کے ساتھ) اپنی کوتاہیوں پر بھی نظر رکھنا اور ان دونوں کے درمیان پیدا ہونے والی حالت کو "حیاء" کہتے ہیں۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص کیفیت حیاء کو کیا جانے جس نے حدودِ الٰہیہ اور اس سے کیا عہد توڑ دیا۔

☆ آپ ہی کا دوسرا ارشاد ہے کہ (حیاء کرتے وقت) حیاء کرنے والے کو ایک طرح کا پسینہ آجایا کرتا ہے۔ یہ اس میں فضیلت ہوتی ہے اور جب تک دل میں کوئی شے ہو حیاء سے رکا رہتا ہے۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کو یہ فرماتے سنا' اللہ کے سامنے دعویٰ کرنا' حیاء کو چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔

☆ حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اللہ کی خاطر کئی مرتبہ دو رکعت پڑھنا چاہتا ہوں لیکن پڑھ لیتا ہوں تو اس وقت حیاء کی وجہ سے میری حالت یہ ہوتی ہے کہ گویا میں نے چوری کی ہے (نماز نہیں پڑھی)۔

باب

الحُرِّيَّة

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَيُؤْثِرُونَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ
(یہ لوگ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں خواہ انہیں خود ضرورت کیوں نہ ہو)

استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ اپنی ذات پر انہیں ترجیح دیتے ہیں کیونکہ خود ان چیزوں سے نکل آتے ہیں جن سے تعلق توڑا تھا لہٰذا انہوں نے اوروں کو اپنے آپ پر ترجیح دی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''تمہارے لئے اتنا لینا ہی کافی ہے جس پر تمہارا نفس قناعت کرلے' اس لئے کہ تم صرف چار ہاتھ اور بالشت بھر جگہ (قبر) میں جاؤ گے کیونکہ فیصلہ انجام پر ٹھہرا کرتا ہے۔''

☆ استاد فرماتے ہیں: حریت یہ ہے کہ انسان مخلوق کی غلامی میں نہ ہو اور نہ ہی دنیا کی چیزوں کا اس پر اثر ہونے پائے اور اس کی پہچان یوں ہے کہ اس کے دل میں اشیاء ایک جیسی معلوم ہوں اور قیمتی مالِ دنیا کی قدر و قیمت اس کے ہاں یکساں ہو۔

☆ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ میں نے اپنا نفس دنیا سے ہٹا لیا ہے چنانچہ پتھر اور سونا مجھے یکساں معلوم ہوتا ہے۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا' فرمایا: جو شخص دنیا میں داخل ہو کر دنیا سے آزاد رہا تو جب آخرت کی طرف جائے گا تو اس سے بھی آزاد ہوگا۔

☆ آپ نے مزید فرمایا: جو شخص دنیا میں دنیا سے آزاد رہا وہ آخرت میں بھی اس سے آزاد ہوگا۔

وہی فرماتے ہیں: یاد رکھو کہ کامل عبودیت ہی میں حقیقی آزادی نظر آئے گی تو جب تم اللہ کی عبودیت میں خالص ہو گے' تمہاری آزادی دنیا کی غلامی سے نجات پالے گی۔

(حضرت استاذ رحمہ اللہ ہی کا بیان ہے) بندے کا اس وہم میں مبتلا ہو جانا کہ وہ لمحہ بھر کے لئے اپنی عبودیت سے کنارہ کشی کر سکتا ہے اور دنیا میں اپنی نمایاں حیثیت کی بناء پر اوامر و نواہی الٰہیہ سے پہلو بچا سکتا ہے تو یہ دین سے نکل جانے کے مترادف ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ (اپنے رب کی عبادت موت تک کرتے رہو) یقین کا معنیٰ موت'' سے کیا گیا ہے اور اس معنیٰ پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے اور جس حریت و آزادی کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے' وہ یہ ہے کہ بندہ دنیا و آخرت کی کسی غرض کے لئے مخلوق کی غلامی میں نہ پڑے کہ اللہ کے لئے فرد واحد بن سکے تو اسے نہ تو دنیا غلام بنا سکتی ہے' نہ اس وقت کی خواہش' نہ آئندہ کی امید' نہ ہی سوال' نہ محتاجی اور نہ ہی نفسانی خواہش۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آپ نہیں جانتے کہ اللہ رحمٰن ہے؟ انہوں نے کہا' خوب جانتا ہوں لیکن جب سے مجھے پتہ

چل گیا ہے کہ رحمت فرماتا ہے تو میں نے اس سے رحمت ہی نہیں مانگی۔

مقامِ حریت ایک نادر مرتبہ ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابوالعباس سیاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: اگر قرآن کے بغیر نماز صحیح ہو سکتی تو اس شعر سے ہوتی:

اَتَمَنّٰی عَلَی الزَّمَانِ مُحَالًا
اَنْ تَرٰی مُقْلَتَایَ طَلْعَةَ حُرٍّ

''میں زمانہ سے ایک ناممکن بات کی آرزو کرتا رہتا ہوں کہ ان آنکھوں سے غیر اللہ کی غلامی سے آزاد شخص کو دیکھ لوں۔''

''حریت'' کے بارے میں مشائخ کے اقوال:

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو شخص منصبِ حریت کا ارادہ رکھتا ہے' اسے عبودیت سے رشتہ رکھنا ہوگا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس کا دنیا سے تعلق بالکل کم ہو چکا ہو جیسے کھجور کی گٹھلی کا چوسنا' تو آپ نے فرمایا: مکاتب (جس کے بارے میں مشروط آزادی تحریر ہو) اس وقت تک غلام ہی رہتا ہے جب تک ایک درہم اس کے ذمے ادا کرنا باقی ہو۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ ہی کا ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک آزاد نہیں ہو سکتے جب تک سچی عبودیت تک پہنچنے میں ابھی کچھ کسر باقی ہو۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص کے ارادے میں یہ ہو کہ آزادی کا مزہ چکھ لے اور غیروں کی غلامی سے نجات پالے تو اسے اپنے آپ کو اللہ کے سامنے پاک باطن دکھانا ہوگا۔

☆ حضرت حسن بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا جب انسان مقاماتِ عبودیت پورے کر لیتا ہے تو وہ عبودیت کی تھکاوٹ سے آزاد ہو جاتا ہے اور آرام سے عبودیت کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے یہ وہ مقام ہے جو انبیاء وصدیقین کو ملتا ہے مطلب یہ کہ وہ اب محمول بن چکا' اس کے دل پر کوئی مشقت نہیں اگرچہ شرعی لحاظ سے وہ اس صفت سے متصف ہوتا ہے۔

☆ اسی حوالے سے منصور فقیہ کا یہ شعر ہے جو انہوں نے اپنے لئے کہا تھا:

''انسانوں اور جنوں میں کوئی آزاد کہلانے والا نہیں رہا' دونوں گروہوں کے لوگ چل بسے' اب زندگی میٹھی ہوتے ہوئے بھی کڑوی معلوم ہو رہی ہے۔ یاد رکھئے کہ حریت کے نمایاں اوصاف خدمتِ فقراء میں ملتے ہیں۔

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' بتایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی تھی کہ مجھے تلاش کرنے والے کے خادم بن جاؤ۔ اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ملتا ہے سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُهُمْ (قوم کی خدمت کرنے والا ہی اس کا سردار بن جایا کرتا ہے)

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کی خدمت لونڈیاں اور غلام کیا کرتے ہیں مگر اہلِ آخرت کی خدمت کرنے والے' آزاد اور نیک لوگ ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آزاد اور ایک کریم انسان دنیا سے چلے جانے سے قبل ہی اس سے آزاد ہو چکا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے کہ کسی آزاد اور بھلے آدمی کے بغیر کسی کے پاس نہ بیٹھا کرو' کیونکہ وہ بات سن تو لے گا لیکن بولے گا نہیں۔

الذِّکر

فرمانِ الٰہی ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا[1] (اے ایمان والو! کثرت سے اللہ کا ذکر کرتے رہو)۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بھلا تمہیں یہ نہ بتادوں کہ اللہ کے ہاں تمہارے بہترین، پاکیزہ، درجات کو بلند کرنے والے اور سونا چاندی تقسیم کرنے سے بھی بہتر اعمال کون سے ہیں نیز اس سے بھی بڑھ کر ہوں کہ تم دشمنوں کے مقابلے میں جنگ کرو، تم ان کی گردنیں اڑاؤ اور وہ تمہاری؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ کونسے اعمال ہیں؟ ارشاد فرمایا:

''اللہ کا ذکر''[2]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جب تک اللہ اللہ کا ذکر کرنے والا کوئی موجود ہوگا، قیامت نہیں آئے گی''۔

حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ راہِ خدا میں ذکر ایک مضبوط رکن ہے بلکہ اس راہ میں سب سے عمدہ شمار ہوتا ہے اور پھر اللہ تک رسائی کے لئے دائمی ذکر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اقسامِ ذکر:

ذکر کی دو قسمیں ہیں:

ایک زبانی ذکر اور دوسرا قلبی ذکر

چنانچہ زبان کے ذکر ہی سے دل کے ذکر کو دائمی بنایا جاتا ہے اور اصل تاثیر ذکر قلبی ہی کی ہوتی ہے اور جب کوئی شخص زبان و دل سے ذکر جاری رکھتا ہے تو وہ حالت سلوک میں وصفِ ذکر میں کامل شمار ہوتی ہے۔

ذکر ولایت کا منشور ہے

حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ذکر خدا درجۂ ولایت کے لئے پروانہ کی حیثیت رکھتا ہے چنانچہ جسے ذکر کی

۱۔ سورۂ احزاب۔ آیت: ۴۱ ۲۔ ابن ماجہ شریف، باب الادب۔ مؤطا، باب القرآن۔.............احمد بن حنبل

۳۔ مسلم شریف، کتاب الایمان۔ ترمذی شریف، کتاب الفتن۔ مسند امام احمد حنبل

توفیق ہوا اسے پروانہ مل گیا اور جس سے چھین لیا گیا، وہ معزول گنا جائے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ ابتداءِ سلوک میں روزانہ ایک تہ خانے چلے جاتے اور ساتھ چھڑیوں کا مٹھا بھی لے جاتے چنانچہ جب بھی دل غافل ہوتا تو چھڑیاں جسم پر مارتے اور وہ مارتے مارتے ٹوٹ جاتیں، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ شام ہونے سے پہلے وہ چھڑیاں ختم ہو جاتیں تو پھر ہاتھ اور پاؤں باری باری دیوار پر مارتے۔

☆ کہتے ہیں کہ دل سے ذکر خدا مریدوں کو تلوار کا کام دیتا ہے چنانچہ اس کے ذریعے وہ دشمنوں سے لڑتے اور اسی سے وہ ان مشکلات کو دور کرتے ہیں جو ان کے سامنے آیا کرتی ہیں، آزمائش جب انسان پر آجاتی ہے اور دل گھبرایا ہوا اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو فوراً ہر تکلیف دہ آزمائش دور ہو جاتی ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ سے ذکر کی بابت سوال ہوا تو فرمایا کہ غلبۂ خوف خدا اور شدتِ محبت کے ہوتے ہوئے میدانِ غفلت سے نکل کر مشاہدہ کی کھلی فضاء میں جانا 'ذکر' کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حقیقی ذکر زور وشور سے کرتا ہے تو وہ اس ذکر کے سامنے ہر شے کو بھول جائے گا، اللہ اس کی ہر شے کا محافظ ہوگا اور یہ ذکر اس کی ہر ضرورت کا کفیل ہوگا۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم ذکر الٰہی تو کرتے رہتے ہیں لیکن اس سے دل میں مٹھاس پیدا ہوتی نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اللہ کا شکر کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعضاء میں سے ایک عضو کو عبادت کا حسن دے رکھا ہے۔

☆ ایک مشہور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

"جب بھی تمہارا گذر جنت کی کیاریوں پر ہو تو ان میں چرنا شروع کر دو! عرض کی گئی یارسول اللہ! یہ کونسی کیاریاں ہیں؟ فرمایا: ذکر کی مجلسیں۔"[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

"لوگو! جنت کی کیاریوں میں چرتے رہا کرو، ہم نے عرض کی، یارسول اللہ! یہ کیاریاں کونسی ہیں؟ فرمایا مجالس ذکر، فرمایا: صبح کو کرو، شام کو کرو اور جو اللہ کے ہاں اپنی قدر و قیمت جاننا چاہے تو وہ دیکھے کہ اس کے ہاں اللہ کی قدر و قیمت کیا ہے؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اسی مقام پر رکھتا ہے جہاں وہ رہنا چاہے۔"

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں ہے کہ "میں اپنا ذکر کرنے والوں کی مجلس میں ہوتا ہوں۔" تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے ہم مجلس ہونے پر تم نے فائدہ لیا؟

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے یہ اشعار پڑھے تھے:

"میں نے تمہیں یاد کیا، اس لئے نہیں کہ میں لمحہ بھر کے لئے تمہیں بھول گیا تھا اور میرے ذکر کرنے میں سب سے آسان بات زبان کا ذکر ہے، قریب تھا کہ میں عشق کی وجہ سے تمہیں پائے بغیر کے بغیر ہی مر جاتا اور میرا دل گھبراہٹ کی بناء پر پریشان رہا، جب میرے دل نے مجھے دکھایا کہ تو میرے پاس موجود ہے تو ہر طرف ہی تم دکھائی دینے لگے چنانچہ میں نے بغیر کلام کئے موجود سے کلام کیا اور آنکھوں سے دیکھے بغیر ایک معلوم ذات کو دیکھ لیا۔"

۱۔ ترمذی شریف، باب الدعوات، مسند احمد بن حنبل

ذکر کا کوئی وقت مقرر نہیں:

''ذکر'' کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس کا کوئی وقت مقرر نہیں ہوتا بلکہ ایسا کوئی وقت نہیں ہوتا جس میں بندہ کو ذکر کرنے کا حکم نہ ہو' خواہ بطور فرض خواہ بطور کارِ ثواب اور نماز اگرچہ تمام عبادتوں سے افضل ہوتی ہے لیکن ایسے وقت بھی ہوتے ہیں جن میں یہ جائز نہیں ہوتی اور دل سے ذکر تو عام حالات میں بھی ہمیشہ جاری رہ سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ** (وہ لوگ جو اٹھتے بیٹھتے اور پہلوؤں پر ذکر الٰہی کرتے ہیں)۔

☆ میں نے حضرت امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ سے سنا' فرمایا' یہاں یہ مراد ہے کہ وہ ذکر کا حق ادا کرتے ہیں میں اس کا دعویٰ نہیں کرتے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے شیخ ابوعبدالرحمٰن نے سوال کیا کہ ذکر میں کمال ہوتا ہے یا فکر میں؟ اس پر استاد ابوعلی دقاق نے فرمایا: آپ کا کیا حال ہے؟ شیخ ابوعبدالرحمٰن نے فرمایا کہ میرے نزدیک ذکر میں کمال زیادہ ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے ذکر کی صفت بیان کی جاتی ہے فکر کی نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بولی جانے والی صفت بندہ کے لئے بولی جانے والی صفت سے کامل ہوگی۔ حضرت استاد رحمہ اللہ نے سن کر فرمایا کہ بالکل ٹھیک بتایا ہے۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ذکر فرض قرار نہ دیا ہوتا تو میں کبھی نہ کرتا کیونکہ وہ عظیم ذات ہے' میرے جیسا انسان اس کا کیا ذکر کرے گا جس نے ایک ہزار مقبول توبہ کے ساتھ اپنا منہ نہ دھویا ہو

میں نے استاد ابوعلی رحمہ اللہ کو سنا کہ وہ کسی کے لئے یہ شعر پڑھ رہے تھے:

''میں جب بھی تیرا ذکر کرتا ہوں تو تیری یاد کے وقت میرا دل' باطن اور میری روح مجھے ڈانٹنے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر یوں معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا محافظ پکار کر کہہ رہا ہے کہ خبردار اس کا ذکر تک نہ کرنا۔''

ذکر کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کا تذکرہ ذکر کے مقابلہ میں ہوا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ**[1] (تم مجھے یاد کرو' میں تمہیں یاد کروں گا)

اُمتِ محمدیہ کے بغیر اللہ نے کسی امت کو یاد کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا:

ایک حدیث پاک میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میں نے تمہاری امت کو وہ کچھ عطا فرمایا ہے کہ کسی اور امت کو نہیں دیا' آپ نے فرمایا' جبریل! وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان **فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ** کیونکہ یہ فرمان آپ کی امت کے بغیر کسی سے نہیں کیا گیا۔

ذاکر سے عزرائیل کا مشورہ:

☆ کہتے ہیں کہ فرشتہ (عزرائیل علیہ السلام) روح قبض کرنے سے پہلے ذکر کرنیوالے سے مشورہ کر لیتا ہے۔

☆ ایک آسمانی کتاب میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے پروردگار! تو کہاں رہتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی

۱۔ سورۂ البقرہ۔ آیت: ۱۵۲

طرف وحی فرمائی کہ ''میں اپنے بندے کے دل میں رہتا ہوں۔''

اس حدیثِ پاک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ذکر دل میں رہتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کسی مقام پر ٹھہرنے اور اس میں داخل ہونے سے پاک ہے یہاں صرف ذکر اور حصولِ ذکر کو ثابت کرنا مقصود ہے۔ حضرت ثوری رحمہ اللہ نے حضرت ذوالنون رحمہ اللہ سے ''ذکر'' کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے کہا: ذکر یہ ہوتا ہے کہ ذاکر اس حیثیت میں ہو جائے کہ اسے ذکر کی خبر نہ ہو اور پھر یہ شعر پڑھا:

''نہ اس لئے میں تمہارا ذکر کثرت سے کرتا ہوں کہ تمہیں بھول جاتا ہوں بلکہ اس بناء پر کہ میری زبان صرف تمہارے ہی ذکر کے وقت چلتی ہے۔''

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے ''کوئی ایسا دن نہیں گزرتا کہ جس میں اللہ تعالیٰ یہ نہ فرماتا ہو' اے میرے بندے تو نے مجھ سے انصاف نہیں کیا' میں تو تمہیں یاد کرتا ہوں لیکن تو مجھے بھول جاتا ہے' میں تمہیں اپنی طرف بلاتا ہوں مگر تو دوسروں کی طرف جاتا ہے' میں تمہاری مصیبتیں دور کرتا ہوں لیکن تو خطاؤں پر ڈٹ جاتا ہے' اے ابن آدم! کل میرے پاس آئے گا تو کیا جواب دے گا؟''

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جنت کی زمین ایک میدان ہے چنانچہ جب ذاکر ذکر شروع کرتا ہے تو فرشتے اس میدان میں درخت لگانا شروع کر دیتے ہیں اور جب کوئی فرشتہ ٹھہر جاتا ہے تو اس سے پوچھا جاتا ہے' کیوں ٹھہر گئے ہو؟ وہ کہتا ہے کہ میرا انسان سست ہو گیا ہے۔'' (یعنی جس کے لئے درخت لگا رہا ہوں)۔

تین چیزوں میں مٹھائی کی تلاش:

☆ حضرت حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں' تین چیزوں میں حلاوت ومٹھاس تلاش کیا کرو۔

1۔ نماز میں

2۔ ذکر میں

3۔ تلاوتِ قرآن میں

اگر حلاوت محسوس ہونے لگے تو بہتر ورنہ سمجھ لو کہ (اللہ کی طرف سے) دروازہ بند ہے۔

☆ حضرت حامد الاسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم خواص کے ہمراہ سفر کر رہا تھا' ہم ایسے مقام پر پہنچے جہاں سانپ کثرت سے موجود تھے' انہوں نے اپنا تھیلا رکھا اور بیٹھ گئے' میں بھی بیٹھ گیا۔ جب رات ہوئی اور ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلی' سانپ نکل آئے۔ میں نے چیخ کر شیخ کو آواز دی تو انہوں نے کہا' ذکر الٰہی کرو' میں نے ذکر شروع کیا تو سانپ واپس چلے گئے' پھر دوبارہ آ گئے تو میں نے پھر چلا کر انہیں آواز دی' انہوں نے پھر مجھے وہی کہا چنانچہ رات بھر میں یونہی کرتا رہا پھر جب صبح ہو گئی تو وہ کھڑے ہو گئے' چلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا' اچانک جو دیکھا تو آپ کی توشک سے ایک اژدہا گرا جس نے انہیں لپیٹ رکھا تھا۔ میں نے پوچھا کہ آپ کو پتہ ہی نہیں چل سکا؟ انہوں نے کہا' نہیں' عرصہ سے میں نے گذشتہ رات کی طرح کسی رات میں بہتر طور پر سو کر نہیں دیکھا۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جس نے غفلت کی بیگانگی نہیں دیکھی' اسے کیا معلوم کہ ذکر کا مزہ کیا ہوتا ہے۔

☆ حضرت سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہوا ہے:

''جب میرے کسی بندے پر ذکر کا سلسلہ غالب ہو جاتا ہے تو وہ مجھ سے عشق کرتا ہے اور میں اس کے عشق کا جواب دیتا ہوں۔''

☆ نیز اسی سند سے آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی۔

''تم میرے ساتھ رہ کر خوشیاں مناؤ اور میرے ذکر کو نعمت سمجھو۔''

☆ حضرت ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کے لئے کوئی سزا ہوتی ہے اور اللہ کے عارف کی سزا یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی سے الگ ہو جائے۔

انجیل شریف میں ہے کہ ''غصہ کی حالت میں مجھے یاد کرو تو میں بھی حالتِ غصہ میں تمہیں یاد رکھوں گا' میں تمہاری مدد کروں گا تم اس پر خوش رہو کیونکہ میرا تمہاری مدد کرنا اس سے بہتر ہوگا کہ تم خود اپنے آپ کی مدد کرو۔''

☆ ایک راہب سے پوچھا گیا کہ تم روزہ رکھے ہوئے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں نے اس کے ذکر کا روزہ رکھا ہوا ہے اور جب میں کسی اور کو یاد کرتا ہوں تو یہی میری افطاری ہو جاتی ہے۔

ذکر سے شیطان پچھاڑ دیا جاتا ہے:

☆ کہتے ہیں کہ جب ذکرِ خداوندی دل میں گھر کر لیتا ہے تو شیطان اس کے قریب ہوتے ہی تو یونہی پچھاڑ دیا جاتا ہے جیسے شیطان انسان کے قریب آ کر اسے پچھاڑ دیتا ہے چنانچہ بہت سے شیطان جمع ہو جاتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ اسے کیا ہو گیا ہے تو انہیں بتایا جاتا ہے کہ اسے انسان نے چھولیا ہے۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھول جانے سے بری معصیت میں نے آج تک نہیں دیکھی۔

☆ کہتے ہیں کہ دل میں کئے گئے ذکر کو فرشتہ اٹھا کر نہیں لے جاتا کیونکہ اسے اس کا پتہ نہیں چلتا چنانچہ وہ بندے اور اللہ کے درمیان ایک راز ہی رہتا ہے۔

☆ کسی نے کہا' مجھے معلوم ہوا کہ ایک جنگل میں ذکر خدا کرنے والا ایک شخص ٹھہرا ہوا ہے' میں اس کے پاس پہنچا' اچانک نظر پڑی تو ایک بڑے درندے نے اسے ضرب لگائی اور ایک ٹکڑا نوچ لیا جس سے وہ غش کھا گیا' مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔ جب اسے افاقہ ہوا تو میں نے پوچھا' یہ کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس درندے کو مجھ پر مسلط کر رکھا ہے چنانچہ جب بھی مجھ سے سستی ہو جاتی ہے تو جیسے تم نے دیکھا' یہ مجھے یونہی کاٹتا ہے۔

ذاکر کے خون سے زمین پر اللہ لکھا گیا:

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھیوں میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو اللہ اللہ کہتا رہتا تھا' ایک دن ایسا ہوا کہ اس کے سر پر شہتیر آگرا جس سے اس کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا دیکھا تو اس خون سے زمین پر اللہ اللہ لکھا جا چکا تھا۔

اَلْفُتُوَّۃ (دلیری سے سخاوت وکرم)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّھُمْ فِتْیَۃٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّھِمْ وَزِدْنٰھُمْ ھُدًی [1] (یہ ایک جماعت تھی جو ایمان لے آئی اور ہم نے انہیں مزید ہدایت کر دی)۔

فتوت کا تعارف:

حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنیادی طور پر ''فتوت'' یہ ہوتی ہے کہ بندہ کسی اور کے کام میں لگ جائے چنانچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھی ارشاد ہے۔

''جب تک کوئی بندہ کسی مسلمان کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا ہوا ہوتا ہے۔'' [2]

☆ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''جب تک کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کے کام میں مصروف ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ بھی اس کے کام میں لگا رہتا ہے۔''

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ خلق ایسا ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو کمال حاصل ہے کیونکہ قیامت کا دن ہوگا تو ہر ایک نفسی نفسی (مجھے بچاؤ) کہہ رہا ہوگا لیکن آپ فرما رہے ہوں گے امتی امتی (اپنے امتی کو میں سنبھالوں گا)۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''فتوت'' شام میں ہے' زبان عراق میں اور صدق خراسان میں۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ''فتوت'' بھائیوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے کو کہتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی غیر کے مقابلے میں اپنے اندر کسی فضیلت کو نہ دیکھنے کا نام ''فتوت'' ہے۔

☆ حضرت ابوبکر ورّاق رحمہ اللہ فرماتے تھے' صاحبِ ''فتوت'' وہ ہوتا ہے جس سے کوئی دشمنی نہ رکھے۔

☆ حضرت محمد بن علی ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں' فتوت یہ ہوتی ہے کہ تو اپنے رب کے مقابلہ میں اپنے نفس کا دشمن بن جائے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ صاحبِ فتوت وہ ہوتا جس کی کسی سے دشمنی نہ ہو۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دراق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے حضرت نصر آبادی سے سنا' انہوں نے فرمایا تھا' اصحاب کہف کو ''فِتْیَۃ'' اس بنا پر کیا گیا کہ وہ بلا واسطہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے تھے۔

۱۔ سورۂ کہف۔ آیت: ۱۳

۲۔ بخاری شریف' باب الاکراہ' مسلم شریف' باب البر' ابوداؤد شریف' کتاب الادب' ترمذی شریف' کتاب الحدود' مسند امام بن حنبل

☆ کہتے ہیں کہ صاحبِ فتوت وہ ہوتا ہے جو بتوں کو توڑے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے سَمِعْنَا فَتًى يَذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهُ إِبْرَاهِيمُ [1] (ہم نے ایک جوان کو سنا کہ وہ ان بتوں کا ذکر کررہا تھا' نام اس کا ابراہیم ہے) پھر یہ ارشادِ الٰہی بھی ہے فَجَعَلَهُمْ جُذَاذًا [2] (اس نے انہیں چور چور کردیا) اور پھر ہر شخص کے لئے بت اس کا اپنا نفس ہوتا ہے چنانچہ جو شخص بھی نفسانی خواہشات کی مخالفت کرے گا وہی درحقیقت صاحبِ فتوت ہوگا۔

☆ حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فتوت" یہ ہوتی ہے کہ تم خود تو انصاف کرو لیکن اپنا انصاف کسی اور سے مانگو۔

☆ حضرت ابو عثمان مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فتوت" اچھے اخلاق و عادات کو کہتے ہیں۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ "فتوت" کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: "فتوت" یہ ہوتی ہے کہ تم فقیر سے نفرت نہ کرو اور غنی کے سامنے نہ آؤ (اس کی مخالفت نہ کرو)۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "مروت" "فتوت" کی ایک شاخ ہوتی ہے اور اس کا مقصد دونوں جہان سے منہ موڑ لینا اور ان سے نفرت کرنا ہوتا ہے۔

☆ حضرت محمد علی بن ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فتوت" یہ ہوتی ہے کہ تمہارے پاس رہنے والے اور باہر سے آنے والے تمہارے سامنے یکساں ہوں۔

☆ حضرت عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد سے پوچھا گیا "فتوت" کیا ہوتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: جس چیز سے تم ڈر رہے ہو اس کی خواہش ترک کردینے کو "فتوت" کہتے ہیں۔

☆ ایک صوفی سے پوچھا گیا۔ "فتوت" کیا ہے؟ تو فرمایا: اگر انسان یہ فرق نہ کرے کہ اس کے ہاں دوست کھا رہا ہے یا کافر تو یہ "فتوت" ہوگی۔

مجوسی ایمان لے آیا:

☆ ایک عالم نے سنایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کسی نے کھانا مانگا تو انہوں نے فرمایا کہ میں تمہارے ایمان لانے کی شرط پر کھلاؤں گا۔ مجوسی چلا گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ ہم تو اسے کافر ہوتے ہوئے بھی پچاس سال سے کھلا رہے ہیں تو اگر تم دین کی تبدیلی کا مطالبہ کئے بغیر اسے کوئی لقمہ کھلا دیتے' تمہارا کیا بگڑتا؟ یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پیچھے بھاگے اور اسے جالیا اور معذرت کی۔ اس نے آپ سے معذرت کا سبب پوچھا تو آپ نے اسے سارا واقعہ سنا دیا چنانچہ وہ مجوسی مسلمان ہوگیا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی کی ایذا رسانی سے رک جانا اور مال خرچ کرتے رہنا "فتوت" کہلاتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ "فتوت" سنت پر عمل کرنے کا نام ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ "فتوت" احکام خداوندی کو بجالانے اور ان کی حفاظت کا نام ہے۔

☆ کہتے ہیں "فتوت" وہ فضیلت ہے جو تمہارے پاس آتی تو ہے لیکن تمہاری وجہ سے نہیں۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "فتوت" یہ ہوتی ہے کہ سائل تمہارے پاس آئے تو بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ "فتوت" یہ ہے کہ تمہارا کوئی ارادہ کرکے آئے تو اس سے منہ نہ چھپاتے پھرو۔

۱۔ سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۶۰　　۲۔ سورۃ الانبیاء۔ آیت: ۵۸

☆ کہتے ہیں ''فتوت'' یہ ہے کہ نہ تو مال جمع کرنا شروع کردو اور نہ ہی مانگنے والے کے سامنے معذرت کرو۔

☆ کہتے ہیں ''فتوت'' یہ ہے کہ تم سکھ چین ملنے پر اس کا اظہار کیا کرو اور مشکل آجائے تو اپنی ذات تک چھپائے رکھو۔

☆ کہا جاتا ہے ''فتوت'' یہ ہوتی ہے کہ سائل تمہارے پاس آئے تو بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں ''فتوت'' یہ ہے کہ تمہارا کوئی ارادہ کرکے آئے تو اس سے منہ نہ چھپاتے پھرو۔

☆ کہتے ہیں ''فتوت'' یہ ہے کہ نہ تو مال جمع کرنا شروع کردو اور نہ ہی مانگنے والے کے سامنے معذرت کرو۔

☆ کہتے ہیں کہ ''فتوت'' یہ ہے کہ تم سکھ چین ملنے پر اس کا اظہار کیا کرو اور مشکل آجائے تو اپنی ذات تک چھپائے رکھو۔

☆ کہتے ہیں، تم اگر دس آدمیوں کو دعوت دو، پھر نو یا گیارہ آجانے پر تمہیں ناراضگی نہ ہو تو یہ ''فتوت'' ہوگی۔

☆ کہتے ہیں ''فتوت'' یہ ہے کہ تم امتیاز رکھنا چھوڑ دو۔

فتوت کا کمال:

☆ حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ نے اپنی بیوی اُمِ علی سے فرمایا: میں ایک مکار، چالاک اور اپنے شہر کے سربراہ نوجواناں کو بلانا چاہتا ہوں تو اس کی بیوی نے کہا، تم (صاحبِ فتوت کی) دعوت نہیں کرسکو گے، اس نے کہا، میں ضرور کروں گا۔ بیوی نے کہا، اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو پھر بکریاں، گائیں اور گدھے ذبح کرکے اس نوجوان کے گھر سے لے کر اپنے گھر تک راستے میں ڈال دو۔ اس نے کہا بکریاں اور گائیوں کا ذبح کرنا تو سمجھ میں آگیا مگر یہ نہیں سمجھ سکا کہ گدھوں کو کیوں ذبح کروں؟ بیوی نے کہا کہ تم ایک نوجوان کو بلا رہے ہو تو کم از کم محلے کے کتوں کا بھی کچھ حصہ ہونا چاہیئے۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی نے دعوت کی تو اس میں ایک شیرازی شیخ بھی آئے اور جب لوگ کھانا کھا چکے تو سماع کی حالت میں انہیں نیند آگئی، شیخ شیرازی نے میزبان سے کہا کہ ہمیں نیند کیوں آگئی تھی؟ اس نے کہا، مجھے کیا پتہ؟ میں نے تمہارے کھانے کی دیکھ بھال کرلی تھی لیکن بینگن کو نہیں دیکھ سکا تھا صبح ہوئی تو انہوں نے بینگن والے سے دریافت کیا، اس نے کہا، میرے پاس تو کچھ بھی نہ تھا چنانچہ میں نے فلاں جگہ سے بینگن چوری کرکے دے دیئے تھے، لوگوں نے اسے ہمراہ لیا اور زمین والے کے پاس گئے کہ اسے معاف کردے۔ مالک زمین نے کہا کہ تم ایک بینگن کی معافی دلوانے آئے ہو، یہ لو میں اسے یہ زمین، دو بیل، ایک گدھا اور زراعت کے اوزار بھی دے رہا ہوں تاکہ اسے آئندہ چوری ہی نہ کرنا پڑے۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی آدمی نے ایک عورت سے شادی کی اور ہم بستری سے قبل ہی اسے چیچک ہوگئی، شوہر نے کہا کہ مجھے آنکھ میں تکلیف ہے اور پھر کہا کہ ''اندھی ہوگئی ہے چنانچہ وہ اس کے گھر آگئی اور بیس سال بعد مرگئی اس کے بعد شوہر نے آنکھیں کھول لیں، اس بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ میں اندھا نہیں ہوں، اندھا بن گیا تھا کہ وہ بیچاری غمگین نہ ہوجائے۔ اسے کہا گیا کہ تم اہل ''مروت'' سے آگے نکل گئے ہو۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص ظرافت وفتوت دیکھنا چاہتا ہے، وہ بغداد کے پانی پلانے والوں کا دامن تھام لے۔ پوچھا گیا، یہ کیوں؟ تو آپ نے فرمایا: جب مجھے بے دین ہونے کا الزام دیا گیا اور لوگ مجھے خلیفہ کے پاس لے پہنچے تو میں نے ایک پگڑی رکھے پانی پلانے والے کو دیکھا، اس پر ایک بصری رومال بھی تھا اور ہاتھ میں پانی پلانے کا برتن پکڑ رکھا تھا، میں نے دیکھ کر کہا کہ شاہی سقاء (پانی پلانے والا) ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ نہیں، یہ تو عام لوگوں کو پانی پلایا کرتا ہے چنانچہ میں نے اس سے برتن لے کر پانی

پیا اور پھر اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ اسے ایک دینار دے دو لیکن اس نے نہیں لیا بلکہ کہنے لگا کہ تم تو ایک قیدی ہو، تم سے کچھ لے لینا ''فتوت'' نہیں ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ اپنے دوست سے نفع حاصل کرنا ''فتوت'' نہیں ہوتا۔ یہ بات ہمیں کسی دوست نے بتائی تھی کہ ایک نوجوان تھا، جسے احمد بن سہل تاجر کا نام دیا جاتا تھا، میں نے اس سے سفید کپڑے کا ٹکڑا خریدا تو اس نے صرف لاگت ہی وصول کی، میں نے نفع لینے کو کہا تو اس نے کہا، میں نے اپنی لاگت لے لی ہے اور تجھ پر کوئی احسان نہیں کیا کیونکہ یہ معاملہ جو میں نے تمہارے ساتھ کیا ہے، کچھ بڑی بات نہیں مگر نفع نہیں لونگا کیونکہ دوستوں سے نفع لے لینا ''فتوت'' نہیں ہوتی۔

☆ کہتے ہیں کہ ''فتوت'' کا دعویدار ایک شخص ''نیشاپور'' سے ''نسا'' کو گیا، وہاں ایک شخص نے مہمان نوازی کی درخواست کی۔ اس کے ساتھ نوجوانوں کی کچھ تعداد بھی تھی، جب وہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو ایک عورت آئی کہ ان کے ہاتھ دھلا سکے، نیشاپوری نے ہاتھ سمیٹ لئے اور کہا، یہ ''فتوت'' نہیں کہ عورتیں مردوں کے ہاتھ دھلائیں یہ سن کر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو سالہا سال سے اس گھر میں آ رہا ہوں، مجھے آج تک دھیان ہی نہ تھا کہ ہمارے ہاتھ کوئی عورت دھلا رہی ہے یا مرد۔

☆ حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ نے بتایا کہ کسی نے نوح نیشاپوری عیار کا امتحان لینے کا ارادہ کیا تو اس کے پاس لڑکے کے بھیس میں ایک لڑکی، بھیج دی، لڑکی حسین و چمکدار تھی، نوح نے لڑکے کے مغالطے میں اسے خرید لیا چنانچہ وہ کئی ماہ تک ان کے پاس رہی۔ ایک دن اس سے پوچھا گیا کہ کیا مالک کو معلوم نہیں کہ تو لڑکی ہے؟ بتایا، نہیں، اس نے مجھے لڑکا خیال کرتے ہوئے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔

کہتے ہیں کہ ایک چالاک شخص نے اسے کہا کہ اپنا خادم لڑکا سلطان کو دے دو، مگر وہ نہیں مانا، اس پر اس کو ایک ہزار کوڑے مارے گئے، اس نے پھر بھی دینے سے انکار کیا، یہ اتفاق کی بات ہے کہ اسی رات اسے احتلام ہو گیا، سردی شدید تھی، صبح ہوئی تو اس نے سرد پانی سے نہا لیا۔ لوگوں نے جانی خطرے کا کہا، میں اس بات پر شرم محسوس کرتا ہوں کہ ہزار کوڑے ایک مخلوق کی خاطر لگوا کر تو صبر کیا اور اس کی خاطر غسل کے لئے سردی برداشت کرنے پر صبر نہ کر سکا۔

عجیب دلیر نوجوان:

☆ کہتے ہیں کہ ''فتوت'' کے دعویدار ایک شخص کو دیکھنے کے لئے نوجوانوں کی ایک جماعت آئی، کسی نے کہا اے غلام! یہ مسافر آئے ہیں، کھانا پیش کیوں نہیں کیا؟ کھانا پیش کرو لیکن دوبارہ سہ بارہ کہنے پر بھی وہ نہ آیا، مہمانوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا یہ فتوت نہیں کہ انسان ایسے شخص کو نوکر رکھے جو کھانے لانے میں یوں نافرمان ہے۔ میزبان نے نوکر سے پوچھا کہ کھانے دیر سے لانے کی کیا وجہ تھی؟ غلام نے کہا کہ اس کھانے پر چیونٹیاں تھیں چنانچہ یہ ادب کا طریقہ نہ تھا کہ نوجوانوں کے سامنے چیونٹیوں والا کھانا لا کر رکھ دوں اور پھر یہ بھی تو ''فتوت'' نہ تھی کہ چیونٹیاں نیچے دے ماروں چنانچہ میں ٹھہر گیا تا آنکہ چیونٹیاں اتر گئیں۔ یہ سن کر سب کہنے لگے کہ اے غلام! تو نے تو نہایت باریک بینی سے کام لیا ہے، اہل فتوت کے لئے تم جیسے خادم کی ضرورت ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک حاجی مدینہ میں سو گیا، اسے خیال آیا کہ رقم کی تھیلی چوری ہو گئی ہے وہاں سے باہر نکلا تو حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر ان کے پیچھے پڑ گیا اور کہا کہ تھیلی تم نے چرائی ہے؟ آپ نے پوچھا کہ اس میں تھا کیا؟ اس نے بتایا کہ ایک ہزار دینار تھے۔ آپ اپنے گھر چلے گئے اور گن کر ایک ہزار دینار دے دیئے، وہ شخص اپنے گھر چلا گیا اور اندر داخل ہو کر دیکھا تو تھیلی گھر ہی میں تھی حالانکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ چوری ہو چکی ہے، چنانچہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا، معذرت کی، اب وہ دینار واپس کر رہا ہے،

آپ نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جو چیز اپنے ہاتھ سے نکال چکا ہوں' اسے واپس نہیں لونگا' اس پر اس آدمی نے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ تو اسے بتایا گیا کہ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شقیق بلخی رحمہ اللہ نے حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے "فتوت" کے بارے میں پوچھا' حضرت جعفر نے پوچھا' تمہارا کیا خیال ہے؟ شقیق نے کہا: ہمیں مل جائے تو شکر کرتے ہیں اور نہ ملنے پر صبر۔ حضرت جعفر نے کہا: ہمارے ہاں میں مدینہ کے کتے ایسے ہی کرتے ہیں! یہ سن کر حضرت شقیق نے عرض کی کہ اے نواسۂ رسول! (ﷺ) آپ کے نزدیک "فتوت" کا مفہوم کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہمارا طریقہ یہ ہے کہ کچھ مل جائے تو اوروں کو دے دیتے ہیں اور نہیں ملتا تو صبر کیا کرتے ہیں۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک رات شیخ ابوالعباس بن مسروق رحمہ اللہ نے ہمیں اپنے گھر بلایا' ہمارے ایک دوست آگے سے ملے' ہم نے کہا آؤ ہمارے ساتھ چلو کیوں کہ ہم شیخ کی مہمانی کے لئے جا رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ انہوں نے مجھے تو بلایا نہیں' ہم نے کہا کہ ہم ان سے آپ کی اجازت لے لیں گے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لئے اجازت مانگ لی تھی چنانچہ ہم نے اسے واپس اپنے ساتھ موڑ لیا' جب ہم شیخ کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے اس دوست کی گفتگو کا بتایا تو انہوں نے اسے کہا: آپ بغیر دعوت کے میرے پاس تشریف لائے' آپ کے دل میں ہمارے لئے جگہ تھی' اب اگر میرا رخسار چھوڑ کر آپ یہاں سے کسی اور چیز پر چلے تو مجھے ایسا ایسا ہو جائے' چنانچہ شدید اصرار کیا اور رخسار زمین پر رکھ دیا۔ اس دوست کو اٹھایا گیا اور اس نے اپنا قدم بغیر تکلیف دیئے ان کے چہرے پر رکھ دیا پھر شیخ چہرے کے زمین پر گھسیٹتے اس مقام پر لے گئے جہاں اس نے بیٹھنا تھا۔

یاد رکھئے کہ دوستوں کے عیوب پر پردہ ڈالنا "فتوت" ہوتا ہے اور خصوصاً وہ بھی اس وقت جب اس میں دشمن کو گالی گلوچ تک شامل ہو۔

میں نے شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی کے بارے میں سنا کہ وہ اکثر نصر آبادی سے فرمایا کرتے کہ علی قوال رات کو شراب پیتا ہے اور صبح تمہاری مجلس میں آتا ہے لیکن نصر آبادی کسی کی بات نہ سنتے۔ اتفاق کی بات ہے کہ آپ ایک دن جا رہے تھے اور آپ کے ساتھ علی کو نصیحت کرنے والوں میں سے ایک آدمی بھی تھا' آپ نے دیکھا کہ علی قوال ایک جگہ پڑا ہے' نشہ چہرے سے دکھائی دے رہا تھا' آپ وہاں پہنچے تو وہ شرابور تھا' اس آدمی نے کہا: ہم اس بارے میں آپ سے کہتے رہے ہیں لیکن آپ نے ایک نہ سنی' یہ رہا علی' ہم جیسا کہتے رہے ہیں' اسی حالت میں ہے۔ حضرت نصر آبادی نے اس کی طرف دیکھا اور برا بھلا کہنے والے سے کہا کہ اسے کندھوں پر اٹھا لو اور گھر چلو' چنانچہ مانے بغیر اسے چارہ ہی نہ تھا۔

☆ حضرت مرتعش رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم ابوحفص کے ہمراہ ایک مریض کی عیادت کرنے گئے' ہم کافی لوگ تھے' ابوحفص نے مریض سے کہا: صحت چاہتے ہو؟ اس نے عرض کی' ہاں! انہوں نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ اس کی طرف سے بیماری کا بوجھ اپنے ذمہ لے لو۔ مریض اٹھ کر ہمارے ساتھ چل پڑا اور صبح تک ہم سب کے سب قابلِ عیادت صاحب فراش ہو گئے۔

باب

الْفَرَاسَةِ (دل سے بات بُوجھ لینا)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ [1] (اس میں فراست والوں کے لئے نشانیاں موجود ہیں) کہتے ہیں کہ متوسّمین سے مراد اہلِ فراست لوگ ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ نورِ خدا کی روشنی میں دیکھتا ہے۔'' [2]

فراست کیا ہے؟

''فراست'' دل پر وارد ہونے والی ایک کیفیت ہے جس کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی (بلکہ کھل جاتی ہے) اور دل پر یہی حکمران ہوتی ہے۔ یہ لفظ فَرِیْسَۃُ السَّبُعِ (درندوں کا شکار) سے نکالا گیا ہے۔

فراست کے مقابلہ میں نفس میں سوچ و بچار نہیں ہوتی۔ فراست ایمانی قوت کے مطابق ہوتی ہے چنانچہ جس میں ایمانی قوت زیادہ ہوگی وہ اتنا ہی صاحبِ فراست زیادہ ہوگا۔

☆ حضرت ابو سعید خرّاز رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص نورِ فراست سے دیکھتا ہے وہ نورِ خدا کی روشنی میں دیکھتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے اہلِ فراست کو جو بنیاد ملتی ہے' اس میں سہو اور غفلت کا امکان نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک سچا اثر ہوتا ہے جو بندے کی زبان سے نکلتا ہے۔

یہاں ''نورِ حق سے دیکھنا'' کا مطلب وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ بالخصوص اسے دیا کرتا ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ''فراست'' دل میں ابھرتے انوار ہوتے ہیں جو روشنی دکھاتے ہیں اور یہ ایسی معرفت ہوتی ہے جو ایک غیب سے دوسرے غیب تک پوشیدہ رازوں کو لے جاتی ہے اور صاحبِ فراست چیزوں کو اللہ کے دکھانے کے مطابق دیکھ لیتا ہے اور وہ مخلوق کے دلوں کے بارے میں بتایا کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوالحسن دیلمی رحمہ اللہ نے بتایا کہ وہ ایک سیاہ فام کو ملنے انطا کیہ چلے گئے جس کے متعلق بتایا گیا تھا کہ وہ دل کے بھید جان لیتا ہے چنانچہ میں اس وقت تک وہاں مقیم رہا جب تک کوہِ لگام سے نکل کر چلا نہیں آیا' وہ حلال چیز برائے فروخت لئے تھا' ادھر میری حالت یہ تھی کہ گذشتہ دو دنوں سے بھوکا تھا' کچھ بھی کھا نہیں سکا تھا چنانچہ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا قیمت ہے؟ میں ظاہر یہ کر رہا تھا کہ سب اشیاء خرید لوں گا۔ اس نے کہا' وہاں بیٹھ جاؤ' ہم یہ سودا بیچ لیں گے' تو تمہیں بھی خرید کے لئے کچھ نہ کچھ دے دیں گے۔ میں

ا۔ سورۂ حجر۔ آیت: ۷۵

۲۔ ترمذی شریف۔ تفسیر سورۃ نمبر ۱۵' رکوع ۶

نے اسے وہیں چھوڑا اور دوسرے شخص کے پاس چلا گیا' اسے ظاہر یہ کیا کہ میں اس سے سودا کر رہا ہوں اور پھر واپس اس کے پاس آ گیا اور اس سے کہا: اگر آپ بیچنا ہی چاہتے ہیں تو مجھے بتاؤ کہ کتنے کو بیچو گے؟ اس نے کہا تم دو دن سے بھوکے ہو' وہاں بیٹھو' ہم بیچ لیں تو تمہیں خریداری کے لئے کچھ دے دیں گا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ اس نے سودا بیچ لیا تو مجھے کچھ دے کر چلا گیا' میں اس کے پیچھے ہولیا' اس نے میری طرف توجہ کی اور کہا: اگر ضرورت ہوا کرے تو اسے اللہ کے سامنے رکھو ہاں اگر ذاتی طمع ہو تو اس کے سامنے نہ رکھنا ورنہ پردے میں چلے جاؤ گے۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "فراست" یقین کو آشکار کرنا اور غیب کو سامنے لانا ہے اور یہ ایمان کے مقامات میں سے ایک مقام ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شافعی اور محمد بن حسن رحمہما اللہ مسجد حرام میں تھے کہ ایک آدمی اندر آ گیا۔ محمد بن حسن نے کہا میری فراست میں یہ شخص بڑھئی معلوم ہوتا ہے' حضرت شافعی نے کہا' میری فراست کے مطابق یہ لوہار ہے چنانچہ اپنی اپنی جگہ پر دونوں ہی نے اس سے پوچھا کہ اس سے قبل تو کیا کرتا تھا؟ اس نے کہا میں لوہار تھا لیکن اب بڑھئی کا کام کرتا ہوں۔

مستنبط' متوسّم اور متفرس لوگ:

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں:

۱۔ مُسْتَنْبِطْ: وہ شخص ہوتا ہے جو ہمیشہ غیب پر نظر رکھتا ہے' وہ چیز اس سے غائب نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی شے اس سے پوشیدہ رہتی ہے' اسی کے متعلق قرآن میں اس آیت کا اشارہ موجود ہے لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهُ مِنْهُمْ[۱] (تو ضرور ان سے اس کی حقیقت جان لیتے' یہ جو بعد میں کاوش کرتے ہیں)۔

۲۔ مُتَوَسِّمْ: وہ شخص ہوتا ہے جو وسم (علامت) سے واقف ہوتا ہے' یہ شخص دلائل اور علامات ہی سے لوگوں کے دلوں میں پوشیدہ باتیں معلوم کر لیتا ہے' چنانچہ فرمان الٰہی ہے اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ[۲] (بے شک اس میں نشانیاں ہیں فراست والوں کے لئے) یعنی پہچان کرنے والوں کے لئے ان علامات کے ذریعے جو اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور اعداء دونوں کو دیتا ہے۔

۳۔ مُتَفَرِّسْ: اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور یہ اس شخص کے دل میں انوار اٹھنے کا ایک منظر ہوتا ہے جن کے ذریعے وہ معانی کی پہچان کرتا ہے اور یہ ایمان کی ایک خصوصیت ہے اور مرتبہ میں ان سے بڑھ کر ربانی لوگ ہوتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ[۳] (ربانی بن جاؤ) یعنی علماء اور حکیم بن جاؤ' اللہ کے اخلاق میں نظری اور اخلاقی لحاظ سے رنگے جاؤ۔ یہ لوگ' لوگوں کو غیب کی خبریں دینے' انہیں دیکھتے رہنے اور ان کے ساتھ مشغول ہونے سے گریز رکھتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابو القاسم منادی رحمہ اللہ بیمار تھے' نیشاپور کے مشائخ میں بلند مرتبہ رکھتے تھے' حضرت ابو الحسن بوشنجی اور حسن جدادان کی عیادت کو گئے۔ راستے میں انہوں نے آدھے درہم میں ایک سیب ادھار لیا اور ان کے پاس پہنچ گئے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو حضرت ابو القاسم نے کہا کہ یہ اندھیرا کیوں ہے؟ چنانچہ دونوں اٹھ کر باہر نکل گئے اور باہم کہا کہ ہم یہاں کیا کر بیٹھے ہیں؟ پھر سوچتے رہے اور کہا' شاید ہم نے سیب کی قیمت ادا نہیں کی چنانچہ قیمت ادا کر دی اور دوبارہ ان کے پاس آ گئے۔ جب دونوں پر ان کی نظر پڑی تو فرمایا: یہ بڑے تعجب کی بات ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ انسان اس تیزی کے ساتھ تاریکی سے نکل سکے؟ مجھے صحیح صحیح بتا دو! چنانچہ دونوں نے

۱۔ سورۂ نساء' آیت ۸۳۔ ۲۔ سورۂ حجر' آیت ۷۵۔ ۳۔ سورۂ آل عمران' آیت ۷۹۔

اصل واقعہ بیان کر دیا۔ فرمایا' ہاں تم میں سے ہر ایک قیمت کی ادائیگی دوسرے پر ڈال رہا تھا اور وہ شخص تم سے رقم مانگتے ہوئے شرمندہ ہو رہا تھا چنانچہ یوں یہ ادھار تم پر باقی رہ جاتا جس کا سبب میں بنا (کہ میری وجہ سے خریدنا پڑا) مجھے تمہارے چہروں ہی سے پتہ چل گیا تھا۔

حضرت ابوالقاسم منادی رحمہ اللہ روزانہ بازار میں آواز لگاتے اور جب ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) سے نصف درہم تک ضرورت کے پیسے مل جاتے تو بازار سے نکل آتے اور اپنا وقت اپنی عبادت میں لگاتے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا کسی دل پر قابو ہوتا ہے تو اسے ایسے بھیدوں کا مالک بنا دیتا ہے چنانچہ ان میں نظر رکھتا اور ان کی خبر دیتا ہے۔

☆ ایک صوفی سے فراست کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ ''ارواح کا کام ہیکہ ملکوت میں پھرتے رہتے ہیں' غیب کے معانی ان پر کھلے ہوتے ہیں چنانچہ مخلوق کے اسرار خوب دیکھ بھال کر بتاتے ہیں جن میں ظن وگمان کا دخل نہیں ہوتا۔

☆ کہتے ہیں کہ توبہ سے قبل حضرت یحییٰ الختنی اور ایک عورت کے درمیان تعلقات تھے' ایک دن ابوعثمان حیری کے خاص شاگرد بن جانے کے بعد کہ آپ کے سر کے قریب کھڑے تھے کہ اس عورت کا خیال آ گیا' حضرت ابوعثمان نے سر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا: شرم نہیں آتی؟

حضرت استاذ امام (قشیری رحمہ اللہ) نے فرمایا: (یہ عبارت کسی شاگرد کی طرف ہے اور پہلے کئی مقام پر ایسا ہوتا آیا ہے)۔

دل کی بات پر اطلاع:

''ابھی استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میرا تعلق ابتدائی مراحل میں تھا' میں مسجد ''مطرز'' میں وعظ کی مجلس قائم کرتا تھا' میں نے اجازت مانگی کہ میں ''نسا'' جانا چاہتا ہوں' آپ نے اجازت دے دی۔ میں ایک دن ان کی مجلس میں جانے کیلئے راستہ میں جا رہا تھا میرے دل میں یہ بات آئی کہ کاش آپ میری عدم موجودگی میں میری محفل کی نیابت کریں' انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ جب تم نہیں ہوا کرو گے تو میں مجلسوں میں ساری نیابت کر دوں گا۔ میں تھوڑی دور اور چلا تو میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آپ بیمار رہتے ہیں تو ہفتے میں دو دن نیابت کرنا ان کے لئے دشوار ہوگا' آپ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا' اگر مجھ سے دو دن کی نیابت ممکن نہ ہوئی تو ہفتہ میں ایک دن نیابت کر لیا کروں گا۔ میں ابھی تھوڑی دور اور چلا تھا کہ تو میرے دل میں ایک تیسری بات کھٹکی۔ آپ نے پھر میری طرف دیکھا اور صراحتہً وہ بات بتا دی جو میرے دل میں کھٹکی تھی۔

☆ حضرت ابوعمرو بن نجید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شاہ کرمانی رحمہ اللہ قوتِ فراست میں بڑے تیز تھے' ان کی فراست کبھی خطا نہ جاتی تھی اور آپ فرماتے تھے کہ جو شخص حرام کردہ چیزوں سے آنکھیں پھیر لیتا ہے اور خواہشات نفسانی پر عمل نہیں کرتا' ہمیشہ مراقبہ میں رہتا ہے' ظاہری شریعت پر عمل کرتا ہے اور حلال کھانے کی عادت بنا لیتا ہے تو اس کی فراست کبھی غلطی نہیں کرتی۔

☆ حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ صاحب فراست لوگوں کی فراست کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي [1] چنانچہ جسے اس نورِ الٰہی سے پورا حصہ ملتا ہے اس کا مشاہدہ مضبوط ہوتا ہے اور فراست سے بتائی باتیں سچی ہوتی ہیں' کیا نہیں دیکھتے کہ اس میں روح پھونک کر اس کیلئے سجدہ کو کیسے ضروری قرار دیا تھا۔ چنانچہ فرمانِ الٰہی ہے فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ (جب میں اسے ٹھیک بنا لوں اور اس میں اپنی طرف کی روح پھونکوں تو تم اس کیلئے سجدے میں گرنا)۔

حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ کے اس کلام میں کچھ ابہام سا موجود ہے انہوں نے یہاں نفخ روح (روح پھونکنے) کا ذکر کیا ہے لیکن اس سے ان کا مقصد ان لوگوں کی رائے کو صحیح قرار دینا نہیں ہے جو ارواح کے قدیم ہونے کے قائل ہیں اور نہ ایسے کمزور دل لوگوں کے سامنے یہ بات کھل جاتی ہے کیونکہ ایسی ذات جس کے نفخ (پھونکنا) اتصال (ذات کے مل جانا) انفصال (ذات سے علحدگی) کے الفاظ بولے جائیں وہ اثر انداز ہونے اور تبدیلیوں کا محل ٹھہرا اور یہ چیزیں حدوث (یعنی پیدا ہونے) کی علامت ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بصیرت اور انوار سے نوازا ہوا ہے جن کی وجہ سے وہ فراست کی بات کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تو معرفت کی باتیں ہیں اور پھر حضور ﷺ کے اس فرمان فَإِنَّهُ يَنظُرُ بِنُورِ اللّٰهِ کا مقصد بھی یہی ہے یعنی اللہ کے نور سے مراد ایسا علم و بصیرت ہے جو اس نے خاص طور پر ایسے انسانوں کو عطا فرما رکھا ہے اور پھر انہیں انسانوں میں ایک امتیاز دے دیتا ہے۔

علوم اور بصیرتوں کو انوار کہہ دینا ذہن سے بعید شمار نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کیلئے "نفخ" کا لفظ استعمال کرنا بعید از ذہن ہے کیونکہ نفخ سے مراد پیدا کرنا ہی ہے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے کہ "متفرس" وہ شخص ہوتا ہے جو اولِ نظر میں اپنا مقصد پا لیا کرتا ہے اسے کسی تاویل (ہیر پھیر) کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ وہ صرف گمان سے کام لیتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ مریدین کی فراست ایسا ظن ہوتی ہے جو تحقیق پیدا کر دیتا ہے لیکن عارفوں کی فراست ایسی تحقیق ہوتی ہے جو حقیقت ہی ثابت کرتی ہے۔

☆ حضرت احمد بن عاصم انطا کی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم اہلِ صدق کی مجلسوں میں بیٹھا کرو تو صدقِ دل ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ دلوں پر گہری نظر رکھے ہوتے ہیں یہ لوگ تمہارے دلوں میں ایسے داخل ہوتے اور نکلتے ہیں کہ تمہیں محسوس ہی نہیں ہوتا۔

☆ حضرت ابوجعفر حداد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "فراست" وہ پہلا خیال ہوتا ہے جس کے آگے کوئی شے روکاوٹ نہیں بنتی اور اگر کوئی روکاوٹ بنے تو پھر اسے خاطر اور حدیث نفس کا نام دیا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ رازی (مقیم نیشاپور) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابن الانباری نے صوف پہنایا تو میں نے دیکھا کہ حضرت شبلی کے سر پر ایسی ٹوپی ہے جو اس صوف سے ملتی جلتی ہے چنانچہ میرے دل میں خیال آیا یہ دونوں میرے پاس ہوں تو کتنا اچھا لگیں۔ جب حضرت شبلی مجلس سے اُٹھے تو میری طرف توجہ فرمائی میں آپ کے پیچھے ہولیا آپ کی عادت یہ تھی کہ مجھے ساتھ لینے کا ارادہ ہوتا تو میری طرف دیکھتے چنانچہ آپ اپنے گھر میں داخل ہوئے تو میں بھی چلا گیا فرمانے لگے کہ صوف اتار دو میں نے اتار دیا آپ نے اسے لپیٹ دیا اور ٹوپی اس کے اوپر رکھ دی پھر آگ لگا دی اور دونوں ہی کو جلا دیا۔

☆ حضرت ابوحفص نیشاپوری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کسی کیلئے مناسب نہیں کہ فراست کا دعویٰ کر دے اسے یہ چاہئے کہ دوسروں کی فراست سے بچ کر رہے کیونکہ نبی کریم ﷺ کا فرمان تو ہے کہ "مومن کی فراست سے بچو۔" لیکن یہ نہیں فرمایا کہ صاحبِ فراست بنو اس لئے ایسے شخص کا دعوائے فراست کرنا جسے دوسروں کی فراست سے بچنے کی ضرورت ہوتی ہے تو اس کا اپنا دعویٰ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔

☆ حضرت ابوالعباس بن مسروق رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اپنے ایک شیخ کی عیادت کیلئے گیا تو ان کی حالت مخدوش تھی میں نے سوچا کہ یہ کیا کھاتا ہوگا؟ اس نے کہا اے ابن عباس! میرے متعلق یہ خیالات چھوڑ دو کیونکہ اللہ تعالیٰ دکھائی نہ دینے والی مہربانیاں فرمادیا کرتا ہے۔

☆ حضرت زبیدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں فقیروں کی ایک جماعت کے ہمراہ بغداد کی ایک مسجد میں تھا لیکن کئی دن تک کوئی چیز نہ ملی، میں حضرت خواص کے پاس حاضر ہوا کہ ان سے کچھ مانگوں۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا، جس ضرورت کیلئے آئے ہو، کیا اللہ اسے نہیں جانتا؟ میں نے عرض کی، کیوں نہیں؟ فرمایا پھر خاموش ہو جاؤ اور کسی مخلوق کو معلوم نہ ہونے دو۔ میں واپس آ گیا، ابھی واپس ہوئے تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ضرورت سے زیادہ چیز آ گئی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ ایک دن جامع مسجد میں تھے کہ گرمی اور تھکاوٹ کی وجہ سے ایک کبوتری گر پڑی۔ حضرت سہل نے فرمایا انشاء اللہ ابھی شاہ کرمانی رحمہ اللہ کا وصال ہوا چاہتا ہے۔ لوگوں نے خط لکھ کر معلوم کیا تو ایسا ہی ہوا تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ اپنے وقت کے بلند مرتبہ صوفی حضرت ابو عبد اللہ تر واعنذی رحمہ اللہ طوس کی طرف گئے، وہاں پہنچے تو گر گئے۔ اپنے مرید سے فرمایا کہ روٹی خرید لو، اس نے ضرورت کی روٹیاں خرید لیں، آپ نے فرمایا: اور لے لو، چنانچہ مرید نے جان بوجھ کر دس افراد کی روٹیاں لے لیں، لگتا تھا کہ اس نے اپنے شیخ کی بات کو پرکھا نہ تھا، (کہ کیوں منگوا رہے ہیں) چنانچہ جب ہم پہاڑ پر چڑھ گئے تو یکا یک دیکھا کہ ایک گروہ کو چوروں نے قید کر رکھا ہے جنہوں نے مدت ہوئی، کچھ کھایا نہ تھا، انہوں نے ہم سے کھانا مانگا تو آپ نے فرمایا: ان کے آگے رکھ دو۔

☆ حضرت استاد امام (دقاق) رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے استاد ابو علی کے سامنے تھا کہ حضرت شیخ ابو عبد الرحمٰن سلمی کی بات ہونے لگی، وہ فقیروں کے پیچھے چلتے ہوئے مجلس سماع میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت استاد نے فرمایا کہ ان جیسا شخص اپنے حال پر رہے گا، وہ سکون کیلئے کھڑے ہوئے ہوں گے۔ پھر مجلس ہی میں فرمایا، ان کی طرف جاؤ، انہیں دیکھو گے کہ وہ اپنے کتب خانے میں بیٹھے ہوں گے اور کتابوں پر ایک سرخ رنگ کی چھوٹی سی کتاب رکھی ہو گی جس میں حسین بن منصور رحمہ اللہ کے اشعار ہونگے، یہ کتاب اُٹھانا، انہیں نہ بلانا اور کتاب میرے پاس لے آنا۔

دوپہر کا وقت تھا، میں ان کے پاس پہنچا، دیکھا تو وہ کتب خانہ ہی میں تھے اور کتاب ان کے بتانے کے مطابق وہاں موجود تھی۔ میں بیٹھ گیا تو ابو عبد الرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے گفتگو شروع کر دی اور فرمایا: ایک شخص ایک عالم پر اس وجہ سے اعتراض کرتا تھا کہ سماع میں حرکت کیا کرتا ہے چنانچہ ایک دن وہی شخص ایک گھر میں دیکھا گیا تو وہ وجد کرنے والوں کی طرح گھوم رہا تھا، اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے بتایا کہ میرے سامنے ایک مشکل مسئلہ آ گیا تھا، اب وہ حل ہو گیا ہے تو میں خوشی سے پھولا نہیں سمایا اور کھڑے ہو کر گھومنے لگا ہوں۔ اس شخص کو بتایا گیا کہ علماء و مشائخ سے بھی یہی معاملہ پیش آیا کرتا ہے۔

جب میں نے وہی کچھ دیکھا جو استاد ابو علی نے بتایا تھا اور پھر شیخ ابو عبد الرحمٰن کی زبان پر بھی وہ قصہ جاری ہو گیا جس کا ذکر کیا تھا تو میں حیرانی میں مبتلا ہوا اور کہا کہ ان دونوں کے درمیان کونسی راہ اپناؤں؟ پھر میں نے سوچا اور کہا کہ سچ کے سوا کوئی راہ نہیں چنانچہ میں نے کہا کہ استاد ابو علی نے مجھے اس کتاب کے بارے میں فرمایا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ میں شیخ سے اجازت لئے بغیر اسے اٹھا لوں، مجھے آپ کا ڈر ہے اور استاد ابو علی کی حکم عدولی بھی نہیں کر سکتا، اب آپ کا کیا حکم ہے؟ آپ نے ایک اور کتاب نکالی جو حسین بن منصور کی مسدس تھی اور اسی میں آپ کی اپنی تصنیف تھی جس کا نام "الصیہور فی نقض الدھور" تھا، انہوں نے کہا یہ کتاب ان کے پاس لے جاؤ اور انہیں کہہ دینا کہ اس کا میں مطالعہ کر رہا ہوں اور اس کے اشعار اپنی تصانیف کیلئے نقل کرتا ہوں چنانچہ میں وہاں سے چلا آیا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت حسن الحداد رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ میں حضرت ابو القاسم منادی کے ہاں حاضر تھا، فقراء کی ایک جماعت بھی

وہیں تھی۔ابوالقاسم نے مجھے فرمایا' اُٹھواور کچھ لے آؤ۔میں خوش ہوا کہ آپ نے میری ضرورت کا علم ہوتے ہوئے فقیروں کیلئے کچھ لانے کوفرمایا ہے اور میرے ذمے ایک کام لگایا ہے۔حسن کہتے ہیں کہ میں نے کھجور کا ایک تھیلا لیا اور چل نکلا اور جب میں ''سیّار'' کے محلّہ میں پہنچا۔تو ایک صحت مند بوڑھا دیکھا' میں نے سلام کیا اور کہا کہ فلاں جگہ پر فقراء کی ایک جماعت قیام کئے ہوئے ہے۔تو کیا آپ ان سے کوئی اخلاقی برتاؤ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کسی سے کہا اور پھر روٹیاں' گوشت اور انگور دیئے۔میں دروازے پر پہنچا تو ابوالقاسم نے دروازے کے پیچھے ہی سے آواز دے دی' یہ سامان وہیں لے جاؤ جہاں سے لائے ہو! میں واپس گیا اور بوڑھے سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ وہ مجھے نہیں مل سکے اور پھر بتایا کہ وہ بکھر چکے تھے چنانچہ وہ سامان اسے دیدیا اور خود بازار چلا گیا' وہاں اللہ نے مجھے کچھ اور دیدیا' میں اٹھا کر لایا تو آپ نے اندر آنے کا فرمادیا تو میں نے سارا واقعہ سنا دیا۔آپ نے فرمایا کہ ہاں میں سمجھ گیا ہوں' وہ ابن سیار تھا جو ایک سرکاری ملازم ہے۔جب بھی تم فقراء کیلئے کچھ لایا کرو تو ایسی چیز لایا کرو (جیسی اب لائے ہو) پہلے جیسی لانے کی ضرورت نہیں۔

☆ حضرت ابوالحسین قرافی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابوالخیر التیناتی رحمہ اللہ کی زیارت کو گیا اور وہاں سے رخصت ہوا تو آپ مسجد کے دروازے تک مجھے وداع کرنے آئے' پھر کہا اے ابوالحسین! میں جانتا ہوں کہ آپ اپنے پاس کچھ نہیں رکھا کرتے لیکن یہ دو سیب ضرور پاس رکھ لو۔میں نے لے لئے' جیب میں ڈال لئے اور چل پڑا۔تین دن کے سفر میں مجھے کوئی چیز نہ ملی چنانچہ میں نے ایک نکال کر کھا لیا' پھر ارادہ ہوا کہ دوسرا ابھی نکال لوں' جیب میں ہاتھ ڈالا تو اچانک پتہ چلا کہ جیب میں دونوں ہی موجود ہیں چنانچہ راستہ بھر میں انہیں کھاتا تو پھر جیب میں ہوتے' چلتے چلتے میں موصل کے دروازے پر پہنچ گیا تھا۔میں نے دل ہی دل میں کہا کہ یہ سیب تو میری توکل کی حالت کو خراب کر ڈالیں گے کیونکہ اس کے متعلق میں جان گیا تھا چنانچہ میں نے تلخی میں انہیں جیب سے نکالا اور دیکھا تو اچانک ایک فقیر پر نظر جا پڑی' وہ چادر میں لپٹا ہوا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ مجھے سیب کی خواہش ہے' میں نے دونوں ہی اسے دے دیئے' میں کچھ دور چلا گیا تو خیال آیا کہ شیخ نے یہ دونوں سیب تو اسی فقیر کی خاطر دئے تھے۔راہ میں میرے ساتھ دوسرے ساتھی بھی تھے' میں واپس ہٹ کر فقیر کی طرف آیا تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔

☆ حضرت ابوعمر بن علوان رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک نوجوان تھا جو حضرت جنید کے ساتھ رہتا تھا' اس کا کام لوگوں کو دل کی باتیں بتانا تھا' حضرت جنید کو معلوم ہوا تو آپ نے اسے فرمایا' یہ تمہارے بارے میں میں کیا سن رہا ہوں؟ تو اس نے عرض کی' آپ بھی دل میں کوئی بات سوچ لیں' آپ نے فرمایا' سوچ لی۔اس نوجوان نے کہا کہ آپ نے فلاں بات سوچی ہے۔حضرت جنید نے فرمایا' نہیں۔اس نے عرض کی کہ پھر کوئی بات ذہن میں رکھ لیں' آپ نے دوبارہ یونہی کیا تو اس نے بتایا کہ یہ بات ذہن میں رکھی ہے۔آپ نے فرمایا' نہیں' اس نے کہا پھر سوچیں' آپ نے ویسے ہی کیا تو وہ نوجوان بولا' یہ عجیب بات ہے' آپ سچے شخص ہیں اور میں بھی اپنے دل کو جانتا ہوں۔اس پر آپ نے فرمایا تم نے پہلی' دوسری اور تیسری بار بھی سچی بات کی تھی لیکن میں تمہارا امتحان لے رہا تھا کہ تمہارے دل میں تبدیلی آئی ہے یا نہیں!

حضرت استاد رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ میں نے ابوعبداللہ رازی سے سنا' آپ نے فرمایا تھا کہ ابن الرقی بیمار ہو گئے تو ایک پیالے میں دوائی ڈال کر ان کو پیش کی گئی' انہوں نے پکڑ لی اور بولے کہ آج ملک میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے چنانچہ جب تک اس کے بارے میں پتہ نہیں چل جاتا' میں نہ کھاؤں گا نہ ہی کچھ پیوں گا۔کچھ دن گذرے تھے کہ اطلاع آ گئی' قرمطی مکہ میں داخل ہوا اور اسی دن وہاں قتلِ عام کیا تھا۔

ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ کسی نے اس حکایت کا ذکر ابن الکاتب کے ہاں کیا تو اس نے کہا' یہ تو تعجب کی بات ہے' میں نے کہا' اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ مجھے ابوعلی بن کاتب نے کہا آج مکہ کی کوئی اطلاع ہے تو بتاؤ؟ میں نے کہا یہ سنو! طلحیون اور بنو حسن جنگ کر رہے ہیں' ان طلحیون کا سربراہ سیاہ رنگ کا آدمی ہے اور سر پر سرخ پگڑی باندھی ہوئے ہے اور مکہ میں اس وقت بادل چھائے ہوئے ہیں جنہوں نے حرم کو گھیر رکھا ہے۔ یہ سن کر ابوعلی نے مکہ کی طرف خط بھیجا چنانچہ معلوم ہوا کہ بات یونہی تھی۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا' میں راستہ میں دیکھی عورت کے حسن کو ذہن میں لا رہا تھا کہ آپ نے فرمایا: میرے پاس ایسے لوگ آتے ہیں جن کی آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا' کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد وحی آ گئی ہے؟ آپ نے فرمایا' نہیں بلکہ نظر آ جاتا ہے' دلائل سے پتہ چل جاتا ہے اور فراست ایک حقیقت ہے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک فقیر دو کرتے پہنے ہوئے تھا اور لوگوں سے سوال کر رہا تھا' میں نے دل میں کہا کہ اس طرح کا آدمی لوگوں پر بوجھ ہوتا ہے' اس نے میری طرف گھور کر دیکھا اور پڑھا وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ (اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو)۔ ابوسعید کہتے ہیں کہ میں نے دل میں استغفار کیا تو اس نے فوراً یہ آیت پڑھ دی وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ (اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے درگذر فرماتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو)۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں بغداد کے اندر جامع مسجد مدینہ میں تھا' وہاں فقراء کی ایک جماعت بھی تھی' ہمارے پاس ایک خوبصورت نوجوان' خوشبو لگا رہا تھا اور باوقار تھا' آیا' میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا' میرا دل کہتا ہے کہ یہ یہودی ہے لیکن میری یہ بات کسی نے پسند نہ کی تو میں بھی نکل گیا اور جوان بھی چلا گیا' دوبارہ ان کی طرف آیا اور پوچھا کہ بوڑھے نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟ انہیں بتاتے شرم آئی لیکن اس نے اصرار کیا تو انہوں نے کہا' تم یہودی ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں کہ وہ میری طرف آیا' میرے ہاتھ چومے اور مسلمان ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ سبب کیا تھا؟ تو نے بتایا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صدیق کی فراست غلط نہیں ہوتی' میں نے سوچا کہ مسلمانوں کا امتحان لیتا ہوں چنانچہ میں نے غور و فکر کیا اور کہا اگر مسلمانوں میں کوئی سچا ہے تو اسی جماعت میں ہوگا کیونکہ یہ اللہ کی کلام سناتے ہیں چنانچہ میں نے یہ بات چھپائے رکھی اور اب جبکہ اس شیخ کو میرے بارے میں پتہ چل گیا ہے اور اس نے فراست سے کام لیا ہے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ صدیق یہی ہے اور بعد میں یہ نوجوان اکابر صوفیہ میں سے ہوا۔

☆ حضرت محمد بن داؤد رحمہ اللہ نے بتایا کہ ہم حضرت جریری کے پاس تھے کہ آپ نے فرمایا: تم میں کوئی ایسا شخص بھی موجود ہے۔ اللہ اپنی سلطنت میں کوئی واقعہ رونما کرنا چاہے تو اس کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کی اطلاع دیدے؟ ہم نے کہا کہ ایسا کوئی بھی نہیں ہے۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ تم ایسے دلوں پر روؤ جو اللہ سے کچھ لے نہیں سکے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ دیلمی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے عبدالرحمٰن بن یحییٰ سے توکل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اگر تو اپنا ہاتھ اس کے جوڑ تک اژدھا کے منہ میں ڈال دے اور ایسے وقت میں اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ ہو' تو یہ توکل ہوتا ہے۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ میں ابویزید رحمہ اللہ سے توکل کے بارے میں پوچھنے کیلئے حاضر ہوا' میں نے دروازہ پر دستک دی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں عبدالرحمٰن کے قول سے تسلی نہیں ہوئی؟ میں نے عرض کی' دروازہ تو کھولئے' انہوں نے فرمایا کہ تم میری دید کو نہیں آئے' جواب تو تمہیں دروازے کے

پیچھے مل گیا ہے چنانچہ انہوں نے دروازہ نہ کھولا لہٰذا میں چلا گیا۔ایک سال تک رُکا رہا اور پھر دوبارہ ان کا قصد کیا' جاتے ہی انہوں نے فرمایا' مرحبا کہ تم میری زیارت کرنے آ گئے چنانچہ ایک ماہ تک میں انہی کے پاس رہا' اس دوران جب بھی میرے دل میں کوئی بات آتی آپ نے مجھے فوراً بتا دیتے اور پھر ان کے روانہ کرتے وقت میں نے عرض کی کہ مجھے کوئی فائدہ کی بات بتا دیجئے۔انہوں نے فرمایا کہ میری والدہ نے مجھے بتلایا تھا' جب میں ابھی پیٹ ہی میں تھا' تو جب کوئی حلال چیز ان کے پاس آتی تو اس کی طرف ان کا ہاتھ بڑھ جاتا لیکن وہ چیز شبہ والی ہوتی تو ہاتھ پیچھے ہٹ جاتا۔

☆ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں جنگل کو گیا تو بہت تکلیف سے دوچار ہوا اور جب میں مکہ پہنچا تو میرے دل میں قدرے تکبر سا پیدا ہوا چنانچہ ایک بڑھیا نے آواز دی کہ اے ابراہیم! میں جنگل میں تمہارے ساتھ تھی' میں نے تم سے کلام نہ کیا' کیونکہ میں نہیں چاہتی تھی کہ تمہارے باطن کو کسی اور طرف مصروف کروں لہٰذا اب تم دل سے یہ وسواس نکال دو۔

☆ بتاتے ہیں کہ حضرت فرغانی رحمہ اللہ ہر سال حج کو جاتے' نیشاپور کے قریب سے گذرتے لیکن ابوعثمان حیری کے پاس نہ جاتے۔آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کے ہاں چلا گیا' سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہیں دیا۔میں نے دل میں کہا کہ ایک مسلمان ان کے پاس آئے' سلام کہے تو یہ جواب ہی نہیں دیتے۔اس پر حضرت ابوعثمان نے کہا: اس جیسا آدمی حج کرتا ہے اور ماں سے بھلائی نہیں کرتا۔

حضرت فرغانی کہتے ہیں کہ میں فرغانہ واپس چلا گیا اور والدہ کے وصال تک ان کی خدمت میں رہا۔اس کے بعد حضرت ابو عثمان کے ہاں گیا' پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے ہاتھوں ہاتھ لیا اور پاس بٹھا لیا۔فرغانی نے ان سے درخواست کی کہ انہیں جانوروں کی رکھوالی کیلئے مقرر کر دیں چنانچہ انہوں نے مقرر کر دیا اور پھر موت تک وہیں رہے۔

☆ حضرت خیر النساج رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں گھر میں بیٹھا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ جنید دروازے پر ہیں' پھر میں نے یہ خیال دل سے نکال دیا' خیال دوبارہ آیا پھر سہ بارہ آیا چنانچہ میں باہر نکلا تو جنید موجود تھے' فرمایا کہ جب پہلی بار دل میں آیا تھا تو اس وقت کیوں نہیں نکلے؟

☆ حضرت محمد بن حسین بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ کے پاس گیا اور دل میں خیال کیا کہ شاید وہ مجھ سے چاہیں گے۔اس پر ابوعثمان نے کہا' کیا لوگوں کیلئے اتنا ہی کافی نہیں کہ میں ان سے جو کچھ وہ لائیں' لے لیا کروں اور اب یہ میرے سوال کی بات کرنے لگے ہیں۔

☆ ایک درویش نے کہا کہ میں بغداد میں تھا میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مرتعش میرے پاس پندرہ درہم لے آئیں تو میں کھجور کا تھیلا' رسّی اور جوتا خرید لوں پھر جنگل کو چلا جاؤں۔درویش نے کہا اسی اثنا میں دروازہ پر دستک ہوئی' میں نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ مرتعش ہیں اور اُن کے پاس پرانے کپڑے کا ایک ٹکڑا ہے' مجھے کہا کہ یہ لے لو۔میں نے عرض کی' میرے آقا! میں لینے کا ارادہ نہیں رکھتا۔فرمایا تو پھر تم نے ہمیں کیوں تکلیف دی؟ کتنے چاہتے ہو؟ میں نے عرض کی کہ پندرہ درہم' آپ نے فرمایا' یہ پندرہ ہی ہیں۔

☆ ایک صوفی نے اس آیت اَوَ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (بھلا وہ شخص جو مردہ ہو اور ہم نے اسے زندہ کر دیا ہو؟) کے بارے میں تشریح کرتے ہوئے بتایا کہ میت سے مراد وہ شخص ہے جس کا ذہن مردہ ہو چکا ہو اور پھر اللہ اسے نور فراست سے زندہ کر دے اور پھر نور تجلی و مشاہدہ عطا کرے تو پھر وہ ایسا نہیں ہو گا جیسے اہلِ غفلت' لوگوں میں غافل ہوتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ جب فراست صحیح ہوتو صاحبِ فراست مشاہدہ کی طرف ترقی کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوالعباس بن مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بوڑھا شخص آیا جو صوفیہ کی طرح ہم سے باتیں کرتا تھا' زبان رسیلی تھی اور بڑا جی دار تھا' گفتگو کے دوران ہم سے کہا: تمہارے دل میں جو بھی آتا ہے' مجھے کہہ دو میرے دل میں آیا کہ یہ یہودی ہے' دل میں یہ خیال قوی ہو گیا اور زائل نہیں ہو رہا تھا' میں نے جریری سے بات کی تو انہوں نے برا جانا' میں نے کہا' میں اس شخص کا ضرور پتہ کروں گا۔ میں نے اسے کہا' تم نے کہا ہے کہ ہمارے دل میں کوئی بات آئے تو ہم تجھ سے کہہ دیں' میرے دل میں آ رہا ہے کہ تم یہودی ہو۔ اس نے کچھ دیر کیلئے سر جھکا لیا اور پھر سر اُٹھا کر کہا: تم سچ کہتے ہو اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله پھر کہا کہ میں نے تمام مذہب پرکھ لئے ہیں اور میں کہا کرتا تھا کہ اگر کسی کے پاس کوئی چیز ہے تو وہ ان کے پاس ہو گی چنانچہ میں تم میں آیا کہ تمہارا پتہ کروں۔ تم یقیناً حق پر ہو۔ اور پھر اسلام پر کاربند ہو گیا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے حضرت سری انہیں کہا کرتے تھے کہ وعظ کرو۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ مجھے وعظ کہنے میں جھجک محسوس ہوتی تھی' میں جانتا تھا کہ میں اس لائق نہیں چنانچہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی' یہ جمعہ کی رات تھی' آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگوں کو وعظ کرو۔''

میں بیدار ہو گیا اور صبح سے قبل میں نے حضرت سری کے دروازے پر دستک دی' انہوں نے فرمایا: تم نے میری بات نہیں مانی حتیٰ کہ تمہیں (حضور ﷺ کی طرف سے) کہا گیا۔ اگلے دن جامع مسجد میں لوگوں کو وعظ کہنا شروع کیا فوری طور پر یہ بات لوگوں میں پھیل گئی کہ جنید وعظ کہہ رہے ہیں' ایک عیسائی لڑکا بھیس بدل کر کھڑا ہوا اور کہا اے شیخ! رسولِ اکرم ﷺ کے اس قول کا کیا مطلب ہے کہ ''مومن کی فراست سے بچو کیونکہ مؤمن نورِ خدا سے دیکھتا ہے۔''

یہ سن کر حضرت جنید نے سر جھکایا اور پھر سر اُٹھا کر کہا' اسلام لے آؤ' اب تمہارے اسلام لانے کا وقت قریب آ گیا ہے چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔

الخُلُق

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (آپ عظیم اخلاق کے مالک ہیں) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا: ''عرض کی گئی یا رسول اللہ! کونسا مومن ہے جو ایمان کے لحاظ سے سب سے اچھا ہے؟ آپ نے فرمایا جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔''

کیونکہ اچھے اخلاق ایک انسان کی بہترین خوبیاں ہیں، انہی سے انسان کے کمالات نظر آتے ہیں، اس کے کام تو چھپ سکتے لیکن عادات و اخلاق کو سب جان لیتے ہیں۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امتیازی صفات عطا فرمائے اور پھر آپ کی عادات میں سے کسی عادت مبارکہ کی اس قدر عزت افزائی نہیں جتنی آپ کے اخلاق کی فرمائی ہے چنانچہ عزت والی ذات نے فرمایا: وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی تعریف خلقِ عظیم سے فرمائی ہے کیونکہ آپ نے دونوں جہان پر سخاوت کی۔

☆ حضرت واسطی ہی کا فرمان ہے خلق عظیم یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی انتہائی پہچان کی وجہ سے نہ کسی سے خود جھگڑیں اور نہ آپ سے کوئی جھگڑ سکے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ نے فرمایا: چونکہ آپ حق تعالیٰ کے سب سے زیادہ واقف ہیں اس لئے مخلوق کا ظلم و ستم آپ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

☆ حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ کو غیر اللہ کے ساتھ کوئی مقصد نہ رہا تھا۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''تصوف'' اخلاق ہی کو کہا جاتا ہے تو جس کے اخلاق میں بہتری زیادہ ہوگی وہ تصوف میں بھی بہترین ہوگا۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: ''جب تم مجھ سے یہ سن لو کہ میں کسی غلام کے بارے میں کہہ رہا ہوں ''اللہ اسے ذلیل و خوار کرے'' تو گواہ ہو جاؤ وہ آزاد ہو جایا کرے گا۔''

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا:

''اگر بندہ ہر طرح کی نیکی کرتا ہے لیکن اس کے پاس ایک مرغی ہے جس سے برا برتاؤ کرتا ہے تو اس کا شمار اچھے لوگوں میں نہیں ہوگا۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما جب اپنے غلاموں میں سے کسی کو بہتر طور پر نماز پڑھتے دیکھتے تو اسے آزاد کر دیتے

چنانچہ غلام آپ کی یہ عادت جان گئے تو آپ کو دکھلانے کے لئے اچھی طرح نماز ادا کرتے اور آپ انہیں آزاد کر دیا کرتے' اس بارے میں آپ سے بات کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کے بارے میں ہم کو دھوکا دیتا ہے تو ہم دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

مومن سے تین چیزیں چھن گئیں:

☆ حضرت محاسبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تین چیزیں کھو چکے ہیں:

1۔ خوبصورتی اور ہر عیب سے بچنا
2۔ سچائی اور امانت داری
3۔ بھائی چارہ اور وفاداری

☆ حضرت عبداللہ بن محمد رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: خلق یہ ہوتا ہے تم ہر اس عمل اور نیکی کو جو تمہاری طرف سے ہے اللہ کے مقابلے میں حقیر جانو اور جو کچھ اللہ تمہیں عطا فرماتا ہے انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھو۔

☆ حضرت احنف رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے خلق کس سے سیکھا؟ تو فرمایا: قیس بن عاصم المنقری سے۔ پوچھا گیا کہ اس سے کیا ملا تھا؟ فرمایا: وہ گھر میں بیٹھے تھے کہ اس دوران آپ کی ایک خادمہ آ گئی' ہاتھ میں سریا تھا جس پر بھنا ہوا گوشت تھا' وہ اس کے ہاتھ سے گر گیا اور قیس کے بیٹے کو جا لگا اور وہ مر گیا' خادمہ گھبرا گئی لیکن قیس نے کہا گھبرانے کی ضرورت نہیں' اللہ کی رضا کی خاطر تم آزاد ہو۔

☆ حضرت شاہ کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا: حسنِ خلق کی علامت یہ ہے کہ کسی کو تکلیف دینے سے رک جائے اور وہ تکلیف پہنچائیں تو برداشت کر لے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"تم لوگوں کو مال دے کر راضی نہیں کر سکتے لہٰذا خندہ پیشانی اور حسنِ خلق سے پیش آ کر انہیں راضی رکھو۔"

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ سب لوگوں میں سے غمگین کون زیادہ ہے؟ تو فرمایا کہ سب سے برے اخلاق والا۔

☆ حضرت وھب رحمہ اللہ نے فرمایا: جس بات کو آدمی چالیس دن تک اپنی عادت بنا لے تو وہ عادت اور خلق اس کی طبیعت میں سما جاتا ہے۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے قولِ خداوندی وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (اپنے کپڑے پاکیزہ رکھو) کے متعلق بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے اخلاق ستھرے کر لو۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک عبادت گزار کے پاس بکری تھی' اس نے دیکھا کہ وہ تین ٹانگوں پر کھڑی ہے' پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ اس کے غلام نے کہا کہ میں نے کی ہے۔ اس نے پوچھا' کیوں؟ تو غلام نے کہا کہ تجھے غمگین کرنے کے لئے۔ اس نے کہا نہیں (میں کیوں غمگین ہوں گا) میں اسے غمگین کروں گا جس نے تمہیں اس کام پر اکسایا ہے لہٰذا جاؤ تم آزاد ہو۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا کبھی تمہیں دنیا میں خوشی بھی ملی ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں' دو بار' ایک مرتبہ تو اس وقت جب میں بیٹھا ہوا تھا' ایک آدمی آیا اور اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا' دوسری اس وقت جب میں بیٹھا ہوا تھا' ایک انسان آیا اور مجھے تھپڑ مارا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو جب بھی بچے دیکھتے، انہیں پتھر مارتے، آپ فرماتے، اگر مارنا ہی ہیں تو ذرا چھوٹے پتھر مارو، ایسا نہ ہو کہ میری پنڈلی توڑ دو اور یوں مجھے نماز سے روک دو۔

☆ حضرت احنف رحمہ اللہ کو ایک شخص نے گالی دی، آپ اس کے پیچھے آ رہے تھے، جب آپ قبیلہ کے قریب پہنچے تو ٹھہر گئے اور فرمایا اے جوان، کوئی کسر رہ گئی ہے تو اور گالیاں دے لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ قبیلہ کے بے وقوف سن لیں اور وہ تمہیں گالیوں کا جواب دیں۔

☆ حضرت حاتم اصم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا انسان کسی کی غلطی برداشت کرلیا؟ فرمایا مگر اپنی غلطی برداشت نہ کرے (بلکہ اصلاح کرے)۔

☆ روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے غلام کو آواز دی لیکن اس نے کوئی جواب نہ دیا، آپ نے دوبارہ بلایا، تیسری بار بلایا لیکن اس نے جواب نہ دیا۔ آپ نے اٹھ کر دیکھا تو وہ لیٹا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا اے غلام، سن نہیں رہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ سن رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے جواب سے کس نے روکا ہے؟ اس نے عرض کی، چونکہ مجھے آپ کی طرف سے سزا کا خطرہ نہیں اس لئے میں نے سستی کر دی۔ فرمایا جاؤ تم رضاءِ الٰہی کی خاطر آزاد ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ وضو کے لئے دجلہ میں گئے، قرآن اور لحاف اتار کر رکھ دیا، ایک عورت آئی اور دونوں اٹھا کر لے گئی، حضرت معروف اس کے پیچھے گئے اور کہا اے بہن! میں معروف ہوں، آپ خطرہ محسوس نہ کریں، کیا تمہارا کوئی بچہ پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا نہیں: فرمایا تو پھر شوہر ہے؟ اس نے کہا، نہیں: فرمایا تو قرآن مجھے دے دو اور کپڑا لے جاؤ۔

☆ ایک مرتبہ مکابرہ میں چور حضرت شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کے گھر میں گھس آئے اور جو کچھ ملا اٹھا لے گئے۔ پھر میں نے اپنے ایک ساتھی کو کہتے سنا، اس نے شیخ ابوعبدالرحمٰن کو فرماتے سنا کہ میں بازار سے گزرا تو میرا جبہ ایک شخص نے پہن رکھا تھا اور اس کی فروخت کے لئے بولی لگا رہا تھا۔ میں نے منہ پھیر لیا اور اس کی طرف دھیان ہی نہ دیا۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں مکہ سے آیا تو اس خیال سے کہ کہیں حضرت جنید کو تکلیف نہ اٹھانا پڑے، سب سے پہلے خود ہی ان کے پاس گیا، انہیں سلام کیا اور پھر گھر چلا گیا۔ جب نماز فجر مسجد میں ادا کر لی، دیکھا تو آپ میری پچھلی صف میں کھڑے تھے۔ میں نے عرض کی کہ کل میں آپ کے پاس اسی لئے گیا تھا کہ آپ کو تکلیف نہ اٹھانا پڑے، انہوں نے کہا، وہ آپ کی مہربانی تھی اور یہ آپ کا حق ہے۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ سے ''خلق'' کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جو اللہ نے اپنے اس قول خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ [1] (معاف فرماتے رہئے اور بھلائی بتاتے رہئے) کے ذریعے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمایا ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ خلق اسے کو کہتے ہیں کہ بدنی لحاظ سے تو تم لوگوں میں گھل مل کر رہو لیکن حق تعالیٰ کے تعلق کی بناء پر اپنے کو ان سے علیحدہ رکھ کر پردیسیوں کی طرح رہو۔

☆ کہتے ہیں، خلق اسے کہتے ہیں کہ لوگوں کی جفاؤں کو برداشت کرو اور اللہ کے احکام کو برا منائے بغیر تسلیم کرتے رہو۔

۱۔ سورۃ الاعراف۔ آیت: ۱۹۹

غصہ آئے تو کیا کرے؟

☆ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے اونٹ کو ایک حوض سے پانی پلا رہے تھے' کچھ لوگوں نے تیزی دکھائی تو وہ حوض ٹوٹ گیا' آپ بیٹھ گئے اور پھر لیٹ گئے' لوگوں نے پوچھا تو فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم یہ ہے کہ:

''غصہ آجائے تو بیٹھ جایا کرو' اگر زائل ہو جائے تو بہتر ورنہ لیٹ جایا کرو۔''

☆ کہا جاتا ہے' انجیل شریف میں ہے:

''اے میرے بندے! تجھے غصہ آجایا کرے تو مجھے یاد کیا کرو کیونکہ پھر میں بھی تمہیں اپنے غصہ کی حالت میں یاد کروں گا۔''

☆ ایک عورت نے حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے کہہ دیا کہ اے ریاکار! آپ نے فرمایا اے فلاں عورت! تم کو تو میرا وہ نام معلوم ہو گیا ہے جو بصرہ میں کسی کو معلوم نہیں ہے۔''

تین نمایاں چیزیں:

☆ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا تین ایسی چیزیں ہیں جو تین افراد ہی کے پاس ہوا کرتی ہیں۔

1۔ انسان کی بردباری کا پتہ چلتا ہے تو صرف غصہ کی حالت میں۔

2۔ انسان کی بہادری جنگ کرنے ہی پر معلوم ہو سکتی ہے۔

3۔ ضرورت پڑے تو بھائی کے پیار کا پتہ چلتا ہے۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی ''الٰہی! میری ایسی وصف بیان نہ کی جائے جو میرے اندر موجود نہ ہو چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے موسیٰ! یہ بات تو تم نے میری خاطر نہیں کی تو میں تمہاری خاطر اسے کیوں کروں گا؟

☆ حضرت یحییٰ بن زیادہ حارثی رحمہ اللہ ایک بداخلاق اور بدتمیز غلام تھا۔ اس کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ یہ غلام آپ نے کیوں رکھا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ بردباری سیکھنے کے لئے!

☆ کہتے ہیں وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً (اللہ تعالیٰ نے کثیر تعداد میں تمہیں اپنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں) کے بارے میں آتا ہے کہ ظاہری نعمتیں یہ ہیں کہ ہر چیز کو اللہ نے ایک خاص صورت میں پیدا فرمایا ہے اور باطنی نعمتوں کا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اخلاق سے مزین کیا ہے۔

☆ حضرت فضیل رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ایک فاجر و فاسق مگر اچھے اخلاق والے کو میں عبادت گزار بلکہ بدخلق کے مقابلہ میں اچھا سمجھتا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ رواداری سے لوگوں کی ناقص باتوں کو برداشت کرنا اچھے خلق کی علامت ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم' بےمثل اخلاق:

لکھا ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کسی جنگل کو گئے تو انہیں ایک مجاہد ملا' پوچھا آبادی کہاں پر ہے؟ تو اس نے قبرستان کی طرف اشارہ کر دیا اور ساتھ ہی آپ کے سر پر ایسا زخم لگایا کہ ہڈی نظر آنے لگی پھر وہاں سے چلا گیا تو اسے بتایا کہ وہ تو ابراہیم بن ادھم تھے جو خراسان کے مشہور عبادت گزار ہیں چنانچہ وہ واپس مڑا اور آپ سے معذرت کی آپ نے فرمایا جب تم نے مجھے زخمی کیا تھا تو

میں نے تمہارے لئے جنت کی دُعا کی تھی۔ اس نے کہا' وہ کیوں؟ آپ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ اس پر مجھے اجر ملے گا تو میں نے یہ بات گوارا نہیں کی کہ مجھے تو اچھا اجر ملے اور آپ کو بُرا۔

☆ بتایا جاتا ہے کہ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ کو ایک شخص نے مہمانی پر بلایا۔ آپ اس کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے کہا' اے استاذ! یہ آپ کے آنے کا وقت نہیں چنانچہ مجھے شرمساری ہوئی اور میں واپس آ گیا۔ گھر پہنچے تو وہ آدمی آپ کے سامنے آیا اور کہنے لگا اے استاد! میں شرمسار ہوں اور پھر معذرت کرنے لگا اور کہا کہ ابھی آیئے۔ حضرت ابوعثمان اٹھ کر اس کے ساتھ چل دیئے۔ گھر کے قریب پہنچے تو اس مجاہد نے پھر وہی بات کی اور ایسا اس نے تین چار مرتبہ کیا۔ حضرت ابوعثمان ہر بار جاتے اور واپس آجاتے۔ ایسا جب کئی مرتبہ ہوا تو اس مجاہد نے کہا اے استاد! میں تو آپ کو آزما رہا تھا! اور پھر معذرت کی اور اس طریق کار پر تعریف کی۔ اس پر حضرت ابوعثمان نے فرمایا: "میری ایسی خصلت پر تعریف کی ضرورت نہیں جو کتوں تک میں پائی جاتی ہے کیونکہ اسے جب بھی بلایا جاتا ہے' آجاتا ہے اور جھڑکنے پر واپس ہو جاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعثمان کا گذر عین دوپہر کے وقت ایک گلی سے ہوا۔ اوپر سے کسی نے راکھ کا طشت آپ پر پھینک دیا۔ آپ کے ساتھیوں نے یہ بات بری جانی اور اس پھینکنے والے کو برا بھلا کہا مگر حضرت ابوعثمان نے فرمایا: اسے برا بھلا نہ کہو کیونکہ یہ ایسا شخص (خود) ہے جو اصولی طور پر اسی بات کا اہل ہے کہ اس پر آگ ڈالی جائے مگر پھر راکھ ہی پر گزارا کر لیا جائے تو کیا برا ہے؟

☆ کہتے ہیں کہ ایک فقیر جعفر بن حنظلہ کے پاس گئے' جعفر اس فقیر کا بڑا احترام کرتا' وہ فقیر کہتا تو آدمی تو بہتر ہے اگر یہودی نہ ہوتا اس پر جعفر نے کہا' میرے یقین کے مطابق تمہاری ضرورت (خدمت) کے لئے تو مذہب سے کوئی فرق نہیں پڑے گا' اب تم اپنے لئے شفاء مانگو اور میرے لئے ہدایت کی دُعا کرو۔

☆ کہتے ہیں کہ عبداللہ خیاط کے ہاں ایک گاہک آیا کرتا جو مجوسی تھا۔ یہ اس کے کپڑے سیا کرتا لیکن وہ کھوٹے درہم دے جایا کرتا' عبداللہ لے کر رکھ لیتے۔ اتفاق یوں ہوا کہ ایک دن آپ دوکان سے کسی ضرورت سے اٹھ کر کہیں چلے گئے' وہ کھوٹے درہم لے کر آ گیا اور آپ کے شاگرد کو دے گیا لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا چنانچہ اس گاہک نے صحیح درہم دے دیئے۔ عبداللہ واپس آئے تو شاگرد سے کہا "مجوسی کی قمیص کہاں ہے؟ اس نے پورا واقعہ سنا دیا۔ ابوعثمان نے کہا تو نے برا کیا وہ شخص عرصہ سے میرے ساتھ یہی معاملہ کر رہا ہے۔ میں صبر سے کام لے رہا ہوں' میں وہ درہم کنویں میں ڈال دیا کرتا تھا تاکہ میرے علاوہ کوئی شخص ان سے دھوکا نہ کھا سکے۔

☆ کہتے ہیں' بد خلقی سے بداخلاق کا دل تنگ ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے دل میں اس کی پسندیدہ شے کے سوا کچھ بھی سما نہیں سکتا بعینہ جیسے ایک تنگ مکان کے اندر گھر والے کے بغیر اور کوئی نہیں سما سکتا۔

☆ کہتے ہیں حسن خلق کا مقصد یہ ہے کہ تم پہلو میں کھڑے لوگوں سے تنگ دل نہ ہو جایا کرو۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں بداخلاقی یہ ہے کہ تم کسی اور کے خلق میں برائی تلاش کرنا شروع کر دو۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے "شوم" کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

"بداخلاق شخص ہی شوم ہوتا ہے۔"[1]

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: عرض کی گئی یا رسول اللہ! آپ مشرکین کی بربادی کی دُعا فرما دیں تو آپ نے فرمایا:

"مجھے رحمت کا نام دیا گیا ہے' میں عذاب بن کر نہیں آیا۔"[2]

۱۔ ابوداؤد شریف' کتاب الادب۔ مسند احمد بن حنبل ۲۔ مسلم شریف' باب البر۔ ابوداؤد شریف' باب السنہ' مسند احمد بن حنبل

باب

الْجُوْدِ وَالسَّخَآءِ (عطاء وبخشش)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (وہ لوگ ضرورت مند ہو کر بھی دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے ہیں)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''ایک سخی شخص اللہ کے قرب میں ہوتا ہے' لوگوں میں گھلا ملا ہوتا ہے' جنت کے بالکل نزدیک ہوتا ہے اور دوزخ سے کوسوں دور لیکن بخیل اللہ سے دور ہوتا ہے' لوگوں سے بے تعلق' جنت سے کوسوں دور اور جہنم کے بالکل قریب ہوتا ہے اور پھر ایک جاہل سخی ایک بخیل عبادت گزار سے اللہ کو زیادہ اچھا لگتا ہے۔''

حضرت استاد (ابوعلی) فرماتے تھے کہ صوفیہ کے نزدیک جود اور سخا دونوں الفاظ میں (معنے کے لحاظ سے) کوئی فرق نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں الفاظ ہی وصف نہیں بنتے کیونکہ ہمیں ان سے واقف نہیں کیا گیا۔

☆ استاذ گرامی نے بتایا کہ راہِ خدا میں بے دریغ خرچ کرنا مشکل نظر نہ آئے تو یہ حقیقی سخاوت ہو گی۔

صوفیہ کے نزدیک یہ ''سخاء'' (سخاوت کرنا) پہلا (ابتدائی) مرتبہ ہے' اس کے بعد ''جود'' اور اس کے بعد ''ایثار'' کا مرتبہ آتا ہے چنانچہ جو شخص اپنے مال میں سے کچھ خرچ کر کے تھوڑا سا رکھ لیا کرے تو اسے ''سخاوت'' کہیں گے' جو شخص اکثر خرچ کر کے اپنے لئے تھوڑا بچائے تو اسے ''جود'' کہا جائیگا لیکن جس نے مشکل سے کمایا اور پھر لوگوں پر بے دریغ خرچ کر دیا' یہ ''ایثار'' کا مرتبہ ہے۔

یونہی میں نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا تھا' فرمایا تھا کہ حضرت اسماء بن خارجہ رحمہ اللہ نے مجھے بتایا: میں کسی سائل کا سوال رد نہیں کیا کرتا کیونکہ اگر وہ شخص باوقار ہے تو میں اس کی عزت بچایا کرتا ہوں لیکن وہ برا ہے تو میں اپنی عزت بچا لیتا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت مؤرق عجلی رحمہ اللہ نہایت سلیقہ سے بھائیوں پر مہربانی کرتے' کسی کے پاس ایک ہزار درہم رکھتے اور فرماتے' اسے رکھو' میں تم سے لے لوں گا اور پھر پیغام بھیجے دیتے کہ اسے استعمال میں لا سکتے ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ اہلِ منج میں سے ایک آدمی اہلِ مدینہ شخص سے ملا اور پوچھا' تمہارا کس سے تعلق ہے؟ اس نے بتایا کہ اہلِ مدینہ سے' منج والے نے کہا کہ تمہارا ایک آدمی حکم بن مطلب نامی ہمارے پاس آیا' اس نے ہمیں غنی کر دیا تھا' مدنی نے پوچھا' وہ کیسے؟ وہ تو ایک جبہ پہن کر تمہارے ہاں گیا تھا۔ اس نے کہا کہ حکم نے ہمیں مال کے ذریعے غنی نہیں کیا بلکہ ہم میں سخاوت کی عادت پیدا کر دی چنانچہ ہم اس پر عمل کرنے لگے اور سب غنی بن گئے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ غلام خلیل نے جب خلیفۂ وقت کے ہاں صوفیہ کی چغلی کھائی تو اس نے سب کی گردنیں اڑا دینے کا حکم دیا' اسی اثناء میں حضرت جنید نے فقہ کا بہانہ بنائے رکھا (عالم ظاہر کیا نہ کہ صوفی) کیونکہ آپ ابوثور کے مذہب پر فتویٰ دیا کرتے تھے لیکن خلیفہ اشحام' رقام' نوری اور دوسرے لوگوں کو قبضے میں لے لیا اور گردنیں اڑانے کیلئے ایک چمڑا بچھا دیا گیا۔ نوری آگے بڑھے تو جلاد بولا' جانتے ہو کہ جلد تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے؟ انہوں نے کہا ہاں جانتا ہوں۔ جلاّد نے کہا کہ پھر جلدی کرتے

کیوں دکھائی دے رہو؟ آپ نے کہا کہ میں اپنی زندگی پر ان کیلئے گھڑی بھر زندگی دلوانے کو ترجیح دیتا ہوں۔
یہ سن کر جلاّد تعجب کرنے لگا اور فوراً خلیفہ تک یہ خبر پہنچادی۔ خلیفہ نے کہا کہ انہیں دوبارہ قاضی کے پاس لے جاؤ تا کہ مزید تفتیش کر سکے چنانچہ جلاّد انہیں قاضی کے پاس لے گیا تا کہ وہ جائزہ لے سکے۔ قاضی نے ابوالحسین سے فقہ کے چند مسائل پوچھنے شروع کئے اور پھر ہر مسئلہ کا جواب دے کر کہا' سوال و جواب ہو چکے لہٰذا مزید سنو کہ:

''اللہ کے کچھ ایسے بھی بندے ہوتے ہیں جو بغیر حکم الٰہی کھڑے نہیں ہوتے اور بولتے ہیں تو حکم الٰہی ہی سے بولتے ہیں''، اور پھر ایسی گفتگو فرمائی کہ خلیفہ کے آنسو جاری ہو گئے۔''

خلیفہ نے قاضی کو کہلا بھیجا کہ اگر ایسے لوگ بے دین ہیں تو تختۂ زمین پر کوئی مسلمان نظر نہیں آسکتا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن فضیل رحمہ اللہ محلّہ کے دکانداروں سے سودا لیا کرتے' انہیں کہا گیا اگر آپ یہی سامان منڈی سے لے لیا کریں تو سستا رہے گا! آپ فرماتے کہ یہ لوگ کہاں کہاں سے ہمارے پاس آتے ہیں' ہمیں تو نفع (اسی توجہ سے) مل جاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے اپنی ایک لونڈی ''جبلہ'' کی طرف روانہ کی' وہ اس وقت اپنے ساتھیوں میں بیٹھا تھا' کہنے لگا' یہ کتنی بری بات ہے کہ تمہارے ہوتے میں اکیلا یہ تحفہ لے لوں اور میں کسی ایک کو دینے کے حق میں بھی نہیں' میرے سامنے تم سب کا حق اور احترام یکساں ہے اور پھر تقسیم ہونے والی چیز بھی نہیں۔ اس وقت وہاں اسّی شخص بیٹھے ہوئے تھے چنانچہ جبلہ نے حکم دیا کہ ایک کو ایک ایک لونڈی یا غلام دیدیا جائے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن عبید اللہ بن ابو بکرہ رحمہ اللہ کو راستے میں پیاس لگ گئی' انہوں نے ایک عورت کے گھر سے پانی مانگا' وہ عورت ایک کوزہ لے آئی اور کواڑ کے پیچھے کھڑی ہو گئی' کہا تم دروازے سے ہٹ جاؤ اور کوئی بچہ بھیجو کہ یہ کوزہ لے جائے کیونکہ میں عرب کے اصولوں پر کاربند عورت ہوں' میرا نوکر کئی دن ہوئے فوت ہو چکا ہے چنانچہ جیسے تیسے عبید اللہ نے پانی پی لیا اور اپنے خادم سے کہا کہ اسے دس ہزار درہم دے آؤ۔ اس پر وہ عورت بولی واہ! مجھ سے مذاق کرتے ہو؟ اس نے خادم سے کہا' اچھا بیس ہزار دے آؤ' اب کہنے لگی میں اللہ سے عافیت مانگتی ہوں۔ عبید اللہ نے غلام سے پھر کہا تو چلو تیس ہزار درہم لیجا کر دیدو۔ اس نے دروازہ بند کر دیا اور کہا بہت افسوس ہے! غلام تیس ہزار درہم لے گیا اور آخر کار اس نے قبول کر لئے۔ اب ہوا یہ کہ رات ہونے سے پہلے پہلے کئی لوگوں کی طرف سے اسے شادی کے پیغام آگئے۔

☆ کہتے ہیں کہ خیال آتے ہی فوراً اس پر عمل کرنے کو ''جود'' کہتے ہیں۔

☆ میں نے ابوالحسن بوشنجی رحمہ اللہ کے ایک مرید سے یہ بات سنی کہ آپ ایک مرتبہ بیت الخلاء میں تھے' اسی دوران ایک شاگرد کو آواز دی کہ میری یہ قمیص اتار دو اور فلاں شخص کو دیدو۔ عرض کی گئی' اتنی جلدی بھی کیا تھی' باہر آکر دیدیتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے اپنے نفس پر بھروسہ نہیں' کیا معلوم میرا ارادہ ہی بدل جاتا۔

☆ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کبھی اپنے سے زیادہ کوئی سخی دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا' ہاں دیکھا ہے۔ ہم جنگل میں ایک خاتون کے ہاں ٹھہرے' اتنے میں اس کا شوہر بھی آپہنچا' خاتون نے کہا' آپ کے پاس یہ دو مہمان آئے ہیں چنانچہ وہ گیا اور ایک اونٹنی لا کر ذبح کر ڈالی اور پھر کہا کہ خوب کھاؤ! اگلا دن ہوا تو دوسری اونٹنی لا کر ذبح کر دی اور پھر کہا' کھایئے اس پر ہم نے کہا کہ کل ذبح ہونے والی اونٹنی سے تو ہم نے تھوڑا سا کھایا تھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے مہمانوں کو باسی کھانا نہیں کھلایا کرتا۔ اس کے

بعد ہم ان کے پاس دو تین دن تک ٹھہرے رہے بارش بھی جاری رہی لیکن وہ ہر دن یونہی کرتا رہا۔

جب ہم نے واپسی کا ارادہ کیا تو ایک سو دینار اس کے گھر میں رکھ کر اس خاتون سے کہا' کہ ہماری طرف سے معذرت کر دینا اور پھر چل پڑے۔

سورج کافی بلند ہو چکا تھا' اچانک دیکھا تو پیچھے سے چلاتے آدمی کی آواز آئی' وہ کہہ رہا تھا: اے کمینے سوارو! ٹھہر جاؤ! کیا مجھے مہمان نوازی کی قیمت دے کر جا رہے ہو؟ اور اتنے وہ ہمارے پاس پہنچ گیا اور کہا: یہ لے لو ورنہ میں اس نیزے سے تمہاری خبر لوں گا چنانچہ ہم نے لے لئے اور وہ یہ کہتے ہوئے واپس چلا گیا:

''جو کچھ میں تمہیں دے چکا ہوں اگر اس کا معاوضہ لے لوں تو یہ اپنی نیکی برباد کرنے والی بات ہے۔''

☆ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابو عبیداللہ روذباری اپنے ایک مرید کے گھر گئے' دیکھا تو وہ گھر پر نہ تھا اور گھر کو تالا لگا ہوا تھا۔ دل میں کہا: یہ تو ایک صوفی ہے' گھر پر تالے کا کیا مطلب؟ تالا توڑ دو' چنانچہ لوگوں نے توڑ ڈالا تو حکم دیا کہ گھر اور حویلی میں جو کچھ بھی ہاتھ لگے' اسے بازار لے جا کر بیچ دو! چنانچہ انہوں نے بیچ دیا اور اس رقم سے اپنا وقت چلانا شروع کر دیا اور گھر بیٹھے رہے' مالک مکان آیا لیکن اسے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی۔

بعد ازاں اس کی بیوی آئی' چادر اوڑھے ہوئے تھی' گھر میں داخل ہوئی اور (صورت حال دیکھ کر) چادر پھینک دی اور بولی' یہ بھی اٹھا کر بیچ لو کیونکہ یہ بھی اسی سامان میں شمار ہوتی ہے۔ یہ سن کر اس کا شوہر بولا اپنی مرضی سے یہ تکلف کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ وہ بولی' خاموش ہو جاؤ' اس قسم کا بوڑھا ہم سے مذاق کرے' اور حکم چلائے تو کیا ضرورت کہ ہم گھر میں اتنی بھی چیز باقی بچا رکھیں؟

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بخیل کو دیکھنے سے دل میں قساوت (سختی) آ جاتی ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بیمار پڑ گئے' بھائی بند تیمارداری کو نہ آ سکے تو آپ نے اس بارے میں پوچھا' تو جواب دیا گیا کہ وہ قرض پر نادم ہونے کی وجہ سے نہیں آئے' آپ نے جھٹ فرمایا: ''اللہ ایسے مال پر لعنت کرے جو دوستوں کی زیارت میں روکاوٹ بنے۔'' اور پھر منادی کو حکم دیا' اعلان کر دو' سعد کا جو بھی مقروض ہے' اسے آزاد کیا جاتا ہے چنانچہ عیادت کرنے والوں کی بھیڑ کی وجہ سے شام تک دروازے کی چوکھٹ ٹوٹ گئی۔

☆ حضرت عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ آپ اس وقت تو بے تحاشا کرتے ہیں جب کوئی سائل آ جائے لیکن جھگڑالو آنے پر تھوڑی سی چیز دینے میں بھی بخل دکھاتے ہیں؟ فرمایا میں خرچ تو مال کرتا ہوں لیکن بخل عقل سے کرتا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن جعفر رحمہ اللہ اپنی اراضی کی طرف گئے' کھجوروں کے ایک باغ میں قیام کیا جہاں ایک سیاہ رنگ کا غلام ہوتا تھا' درختوں کی دیکھ بھال کا کام تھا' اس کیلئے کھانا آ گیا تو دیواز پھلانگ کر ایک کتا اس کے قریب جا پہنچا' غلام نے ایک ٹکڑا اس کی طرف پھینکا' اس نے کھا لیا' پھر دوسرا پھینکا اور پھر تیسرا وہ کھاتا چلا گیا۔ عبداللہ بن جعفر یہ سارا معاملہ بڑے غور سے دیکھ رہے تھے چنانچہ اسی دوران پوچھا؟ ارے غلام! روزانہ کتنا کھاتے ہو؟ اس نے کہا' ابھی آپ نے دیکھ ہی تو لیا ہے؟ انہوں نے پوچھا: آپ نے کتے کو کیوں دیدیا؟ غلام نے کہا: یہ کتوں کا علاقہ تو ہے نہیں' یہ بچارا کہیں دور سے آیا ہے اور بھوکا ہے چنانچہ دل نے گوارا نہیں کیا کہ اسے مایوس کر دوں۔

عبداللہ نے پوچھا کہ آج تمہارا گذارا کیسے ہوگا؟ اس نے کہا: میں بھوکا رہ لوں گا۔

یہ سن کر عبداللہ نے کہا: کہا مجھے سخاوت پر طعنہ دیا جاتا ہے یہ غلام تو مجھ سے بھی زیادہ سخی نکلا اور پھر باغ، غلام اور قابل استعمال سارا سامان خریدا اور غلام کو آزاد کر کے سب کچھ اسے دیدیا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے دوست کے پاس گھر آ کر دستک دی، وہ باہر نکلا اور پوچھا کیوں آئے ہو؟ اس نے کہا چار سو درہم کا قرض سر پر سوار ہے، وہ اندر گیا اور پورے چار سو درہم نکال کر اسے دئے اور پھر روتا ہوا گھر چلا گیا، اس کی بیوی نے کہا: اتنی رقم کی ادائیگی گراں تھی تو بہانہ کر لیا ہوتا؟ اس نے کہا: میں تو صرف اس وجہ سے رویا ہوں کہ پہلے پوچھ نہ سکا اور نہ اسے سوال کی ضرورت ہی پڑتی!

☆ حضرت مطرف بن شخیر رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، اگر کسی کو مجھ سے کوئی غرض ہو تو پہلے مجھے تحریری اطلاع دے دیا کرے کیونکہ یہ اچھی بات نہیں کہ ضرورت مند کے چہرے پر میں خفت کے آثار دیکھوں۔

☆ کہتے ہیں، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مخالفت کا ارادہ کیا چنانچہ شہر کے سرکردہ لوگوں کے پاس گیا اور کہہ دیا کہ عبداللہ تمہیں صبح کے کھانے پر بلاتے ہیں، لوگ آ گئے اور حویلی بھر گئی، آپ نے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آپ کو بتایا گیا تو حکم دیا کہ فوری طور پر پھل لائے جائیں اور ساتھ ہی کھانا پکانے کو کہا اور پھر اچھے طریقے سے کھلا دیا۔ وہ فارغ ہو چکے تو اپنے کارندوں سے کہا: کیا یہ انتظام روزانہ ممکن ہے؟ انہوں نے عرض کی، ہاں ہو سکتا ہے، فرمایا تو پھر انہیں روزانہ ہمارے پاس کھانا کھانا چاہئے۔

☆ حضرت شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک دن حضرت استاد ابو سہل صعلوکی اپنے گھر ہی کے صحن میں وضو کر رہے تھے کہ اسی دوران ایک آدمی نے آ کر کسی دنیوی چیز کا سوال کر دیا، آپ کے پاس اس وقت کچھ بھی نہ تھا چنانچہ کہا کہ ذرا ٹھہرو، میں فارغ ہو لوں۔ وہ رکا رہا اور جب فارغ ہو گئے تو کہا یہ قمقمہ (لوٹا) ہی لے لو اور چلے جاؤ۔ اس نے لیا اور چلا گیا۔ ابو سہل کچھ دیر کے رہے اور جب سوچا کہ وہ دور جا چکا ہو گا تو شور مچا دیا اور کہا: ایک شخص آیا، اس نے قمقمہ پکڑا اور چلا گیا، لوگ پیچھے بھاگے لیکن تلاش نہ کر سکے۔ یہ بہانہ آپ نے اس لئے کیا تھا کہ گھر والے آپ کے بے تحاشا خرچ کرنے پر نالاں تھے اور ملامت کرتے تھے۔

☆ حضرت استاد ابو سہل نے سردیوں میں ایک انسان کو اپنا جبہ ھبہ کر دیا چنانچہ درس کیلئے نکلتے تو نسوانی جبہ پہن کر جاتے کیونکہ وہ جبہ تھا ہی نہیں۔ انہی دنوں فارس (ایران) سے ایک وفد آ گیا جو بڑے مشہور لوگوں پر مشتمل تھا، اس میں سبھی قسم کے لوگ موجود تھے، فقہاء کے امام بھی تھے، متکلمین اور نحویوں کے بھی، چنانچہ لشکر کے سربراہ نے ابو سہل کو پیغام بھیجا کہ سوار ہو کر ان کے استقبال کو آئیں چنانچہ انہوں نے اس نسوانی جبہ یہ چاک گریبان والا جبہ پہنا اور سوار ہو کر پہنچ گئے۔ لشکر کے سربراہ نے دیکھتے ہی کہا کہ شہر کا امام ہو کر میری سبکی کرتا ہے کہ نسوانی جبہ پہن کر آ گیا ہے اور پھر جب ان سے مناظرہ ہوا تو ہر فن میں آپ ان کی بحث پر غالب آ گئے۔

آپ ہی سے میں نے یہ بات بھی سنی کہ استاد ابو سہل کسی کو اپنے ہاتھ سے کچھ نہ دیا کرتے بلکہ زمین پر رکھ دیتے تا کہ لینے والا زمین ہی سے اٹھائے، وجہ بتاتے ہوئے کہتے، دنیا کی قدر و قیمت اس سے کم تر ہے کہ اس کیلئے میں اپنا ہاتھ دوسروں سے اونچا ہوتے دیکھوں، دیکھئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی[1] (اوپر کا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے)۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابو مرثد رحمہ اللہ ایک اچھے انسان تھے، ایک شاعر نے ان کی مدح کہہ دی تو فرمایا، دینے کو میرے پاس تو کچھ نہیں ہاں مجھے قاضی کے پاس لے چلو اور یہ دعویٰ کر دو کہ میرے ذمے دس ہزار درہم ہیں، میں اقرار کر لوں گا تو قید کر کے اپنے پاس

ا۔ بخاری شریف، کتاب الوصایا۔ مسلم شریف، کتاب الزکوۃ۔ ابو داؤد شریف، کتاب الزکوۃ۔ ترمذی شریف، کتاب الزکوۃ۔ نسائی شریف، کتاب الزکوۃ۔ دارمی شریف، کتاب الزکوۃ۔ موطا، کتاب الصدقہ۔ مسند احمد بن حنبل۔

رکھ لینا' میرے اہلِ خانہ یقیناً مجھے قید میں نہیں رہنے دیں گے چنانچہ اس آدمی نے یونہی کیا اور پھر رات بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ اسے دس ہزار درہم دے کر قید سے رہا کرا لیا گیا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے کچھ مانگا تو آپ نے پانچ ہزار پانچ سو درہم دے دئے اور فرمایا کہ کسی بار بردار کو لے آؤ کہ تمہیں چھوڑ آئے۔ وہ اسے لے آیا تو آپ نے سر سے اپنا کھیس اتار کر دیدیا اور فرمادیا کہ بار بردار کا کرایہ میں ادا کروں گا۔

☆ ایک عورت نے لیث بن سعد سے شہد کا پیالہ مانگا گیا' آپ نے اسے شہد کا بھرا مشکیزہ دینے کو کہا' اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا' اس بیچاری نے تو اپنی ضرورت کا مانگا ہے لیکن میں اس قدر دونگا جس قدر مجھے عطا ہوا ہے۔

☆ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک مقروض کی تلاش کرتے ہوئے صبح کی نماز مسجد اشعث کوفہ میں پڑھی' نماز پڑھ چکا تو جیسے ہر نمازی کے سامنے ایک لباس اور جوتا رکھا گیا' میرے آگے بھی رکھ دیا گیا' میں نے پوچھا یہ کس بناء پر؟ انہوں نے کہا کہ اشعث مکہ سے آیا ہے اور اس نے حکم دیا ہے کہ اس کی مسجد میں ہر نمازی کو یہ سامان دیا جائے۔ میں نے کہا کہ میں تو اس کی جماعت میں شمار نہیں ہوں' میں تو مقروض کی تلاش میں ہوں لیکن انہوں نے کہا کہ یہ ہر حاضر شخص کیلئے ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جب امام شافعی رحمہ اللہ کا وقت وفات آیا تو آپ نے فرمایا: فلاں شخص سے کہہ دو کہ مجھے غسل دے۔ وہ آدمی اس وقت موجود نہ تھا' آیا تو اسے اطلاع دے دی گئی۔ اس نے آپ کی یادداشت والی کاپی منگوائی' دیکھا تو ستر ہزار درہم قرض آپ کے ذمے نکلا' اس نے ادا کر کے کہا کہ میرے غسل کا یہی مطلب تھا۔

☆ کہا جاتا ہے جب حضرت امام "صنعاء" سے مکہ آئے تو دس ہزار دینار ساتھ تھے' کسی نے کہا خادمہ ایک لونڈی خرید لیں لیکن آپ نے خیمہ مکہ کے باہر ہی لگالیا پھر دینار زمین پر رکھ دئے چنانچہ جو بھی آتا' اسے مٹھی بھر دیتے جاتے' ظہر کا وقت آیا تو اٹھ کھڑے ہوئے' کپڑا اجھاڑا تو کچھ بھی باقی نہ تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ عید کے دن حضرت سری رحمہ اللہ باہر نکلے تو ایک بلند مرتبہ شخص ملا' حضرت سری نے اسے نامکمل سا سلام کیا' آپ کو بتایا گیا کہ یہ تو بلند مرتبہ آدمی ہے۔ آپ نے فرمایا' میں جانتا ہوں لیکن مجھے ایک مرفوع حدیث یاد ہے کہ جب دو مسلمان چلتے ہیں تو ان کے درمیان سو رحمتیں تقسیم کی جاتی ہیں جن میں سے نوے اس شخص کیلئے ہوتی ہیں جو زیادہ خندہ پیشانی دکھائے چنانچہ میں نے چاہا کہ اس رحمت کا زیادہ حصہ انہی کو ملے۔

☆ کہتے ہیں ایک دن حضرت امیر المؤمنین علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ رو پڑے' وجہ پوچھی گئی تو بتایا کہ گذشتہ سات دنوں کے دوران میرے پاس کوئی مہمان نہیں آیا چنانچہ اس بات سے خائف ہوں کہ کہیں اللہ نے مجھے قابل مذمت تو قرار نہیں دیدیا۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک حویلی کی زکاۃ یہ ہوتی ہے کہ اس میں مہمانوں کیلئے بھی ایک مکان بنایا جائے۔

☆ فرمانِ الٰہی هَلْ أَتٰكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرٰهِيمَ الْمُكْرَمِينَ [1] (کیا آپ کے پاس ابراہیم کے معزز مہمانوں کا قصہ نہیں پہنچا) کی تفسیر میں آتا ہے کہ آپ ان فرشتوں کے احترام میں خود کھڑے رہتے اور ایک تفسیر یہ ہے کہ ایک کریم شخص کا مہمان بھی کریم ہی ہوا کرتا ہے۔

ا۔ سورۃ الذاریات' آیت ۲۴۔

☆ حضرت ابراہیم بن جنید رحمہ اللہ نے کہا' کہتے ہیں کہ ایک شریف انسان کو نہیں جچتا کہ چار چیزوں سے ہچکچاہٹ رکھے خواہ وہ حکمران ہی کیوں نہ ہو:

1۔ باپ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہونا۔
2۔ مہمان کی خدمت گزاری۔
3۔ اپنے استاد عالم کی خدمت کرنا۔
4۔ عدمِ علم کی صورت میں مسئلہ پوچھ لینا۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' اللہ کے فرمان لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا [1] (تم پر کوئی حرج نہیں' اکٹھے کھاؤ یا بکھر کر) کی تفسیر بیان فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام اس بات کو برا جانتے تھے کہ الگ الگ کھائیں چنانچہ انہیں چھٹی دے دی گئی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبید اللہ بن عامر بن کریز رحمہ اللہ نے ایک آدمی کی مہمانی کی اور خوب خیال رکھا۔ جب وہ آپ کے ہاں سے روانہ ہونے لگا تو کسی غلام نے بھی مدد نہ کی۔ آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا کہ یہ لوگ ایسے شخص سے تعاون نہیں کرتے جو کوچ کر رہا ہو چنانچہ اسی سلسلے میں متنبّی کا یہ شعر ہے:

"جب تم کسی قوم سے کوچ کر کے چلے جا رہے ہو تو در حقیقت وہ جا رہے ہوتے ہیں کیونکہ اگر وہ چاہتے تو تم جا نہ سکتے۔"

☆ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے تھے لوگوں کے مال سے خرچ کرنے کی بجائے بہتر ہے کہ اپنا مال خرچ کرے۔

☆ ایک صوفی نے کہا شدید سردی کے دن میں میں بشر بن حارث کے پاس گیا' کپڑے اتارے ہوئے تھے اور وہ کانپ رہے تھے۔ میں نے کہا' لوگ تو ایسے دنوں میں زیادہ کپڑے پہنتے ہیں اور آپ نے کم کر دئے ہیں۔ انہوں نے کہا' مجھے فقیر اور ان کی مشکلات کا خیال آ گیا' میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ ان سے ہمدردی کرتا چنانچہ سردی برداشت کر کے میں نے ان سے رواداری کی ہے۔

☆ حضرت دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا: سخاوت در اصل یہ نہیں ہوتی کہ مالدار خالی ہاتھ کر دیا کرے' سخاوت تو یہ ہے کہ خالی ہاتھ مالدار کو دیا کرے۔

ا۔ سورۂ نور' آیت ٦١

باب

الغیرۃ
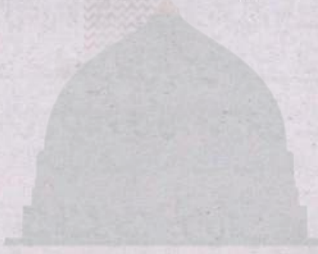
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ [1] (فرما دیجئے میرے ربّ نے توبے حیائیاں حرام فرمائی ہیں، جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہے اور یہ اسکی غیرت ہی ہے کہ اس نے بے حیائیاں حرام کردی ہیں خواہ وہ ظاہری ہوں، خواہ باطنی۔'' [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ غیرت فرماتا ہے اور مومن بھی غیرت کرتا ہے، اللہ اس بات پر غیرت کھاتا ہے کہ مسلمان وہ کام کرے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہوا ہے۔'' [3]

مفہومِ غیرت:

''غیرت'' اسے کہتے ہیں کہ کام میں کسی غیر کی شرکت پر اظہار ناپسندیدگی کیا جائے اور جب اللہ کے غیرت کرنے کا ذکر ہوتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر فرض کردہ حقوقِ عبادت میں کسی اور کی شرکت کو پسند نہیں فرماتا (وہ چاہتا ہے کہ عبادت صرف میری ہو)۔

☆ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ کے سامنے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی گئی وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا [4] (جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں لائے، وہ پردہ رکھتے ہیں جو نہیں دکھائی نہیں دیتا) حضرت سری نے اپنے مریدوں سے کہا: کیا تم اس حجاب کے بارے میں جانتے ہو؟ یہ غیرت والا حجاب ہے جبکہ کوئی شخص اللہ سے زیادہ غیرت نہیں کرسکتا۔

۱۔ سورۃ الاعراف، آیت ۳۳۔

۲۔ بخاری شریف، باب الکسوف۔ مسلم شریف، باب التوبہ۔ ترمذی شریف، کتاب الدعوات۔ نسائی شریف، باب الکسوف۔ دارمی شریف، کتاب النکاح۔ مؤطا، باب الکسوف۔ مسند احمد بن حنبل۔

۳۔ بخاری شریف، کتاب النکاح۔ مسلم شریف، باب التوبہ۔ ترمذی شریف، کتاب الرضاع۔ مسند احمد بن حنبل۔

۴۔ سورۃ الاسراء، آیت ۴۵۔

حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے قول "یہ غیرت والا حجاب ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو دین کی سچائی کی معرفت نہیں دی۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت میں سستی کرنے والے لوگوں کو وہ ان کے پاؤں میں ذلت کا وزن ڈال کر باندھ دیتا ہے' انہیں اپنے سے دور رکھنا چاہتا ہے' انہیں اپنے مقامِ قرب سے دور ہٹا دیتا ہے چنانچہ وہ کٹ چکے ہوتے ہیں' صوفی اس موقع پر یہ شعر پڑھا کرتے ہیں:

"جس سے میں محبت کرتا ہوں' اس کا عاشق ہوں لیکن خواہشاتِ نفسانی کی برائی کا کیا کروں؟"

اسی مفہوم کی ادائیگی کیلئے یہ مقولہ ہے "عبادت کے تارک بیمار کی عبادت نہیں ہوتی' وہ بلند مراتب کی تمنا تو کرتا ہے لیکن اللہ نہیں چاہتا۔

☆ حضرت عباس زوزنی رحمہ اللہ نے بتایا کہ تصوف میں میری ابتداء اچھی تھی' مجھے علم تھا کہ میرے اور میری کامیابی کے مقصد تک پہنچنے میں کیا وقت باقی ہے اس دوران ایک رات میں نے خواب میں دیکھا' کہ میں پہاڑ کی بلندی سے لڑھک رہا ہوں حالانکہ میں بلندی پر جانے کا ارادہ کرتا ہوں۔ عباس نے بتایا کہ پھر میں غمگین ہوا' نیند پھر آ گئی تو میں نے سنا' کوئی کہہ رہا ہے: اے عباس! حق تعالیٰ نہیں چاہتا کہ تو مطلوبہ درجہ تک پہنچ سکے لیکن ادھر اللہ تعالیٰ نے تیری زبان پر حکمت کی راہ کھول دی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ صبح ہوئی تو مجھے الہامی طور پر حکمت کے کلمات عطا فرمادئے گئے۔

☆ میں نے حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے کہ ایک شیخ کو اللہ کے ساتھ ایک کیفیت اور حال حاصل تھا چنانچہ ایک عرصہ تک وہ چھپے رہے اور لوگوں کو نظر نہ آئے پھر بعد ازاں ظاہر ہوئے لیکن اس درجہ پر نہ تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا' افسوس! پردہ آ گیا ہے۔

☆ حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ کی مجلس کے دوران اگر حاضرین میں کوئی صورتِ تشویش پیدا ہو جاتی تو فرماتے کہ یہ اللہ کی غیرت کی بنا پر ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس وقت میں وہ صفاء قلب جاری نہ رہے اسی سلسلے میں صوفیہ یہ شعر پڑھا کرتے ہیں:

"(محبوبہ نے) ہمارے ہاں آنے کا ارادہ کیا لیکن آئینہ دیکھنے پر اس کی خوبصورتی نے اسے ہمارے ہاں آنے سے روک دیا۔"

☆ کسی صوفی سے کہا گیا' تم اسے دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا' نہیں' پوچھا گیا' کیوں؟ اس نے کہا کہ میں اس کا جمال اپنی آنکھوں سے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اسی معنیٰ میں ان کے یہ اشعار ہیں:

"میں تمہاری بناء پر اپنی دونوں آنکھوں سے حسد رکھتا ہوں چنانچہ اس وقت میری آنکھیں بند ہوتی ہیں جب تم نظر آ جاتے ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسی خوبیوں میں دکھائی دیتے ہو جن کی وجہ سے مجھے تم پر غیرت آتی ہے۔"

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ تم کب آرام کرتے ہو؟ فرمایا کہ جب اپنے آپ کو اس کا ذکر کرنے والا نہ دیکھوں (اور یہ ممکن نہیں کیوں کہ اس کا ذکر ہر وقت ہوتا رہے گا)۔

☆ حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ نے حضور ﷺ کے فرمان کی تشریح فرمائی تھی جب آپ نے ایک بدوی کے ہاں ایک گھوڑا بیچا تو اس

نے بیچ توڑنے کا ارادہ کیا' آپ نے بیچ توڑ دی' اس پر اس بدوی نے کہا کہ اللہ آپ کی عمر دراز کردے' آپ کن لوگوں میں سے ہیں' آپ نے فرمایا: قریش میں سے ہوں' اس پر وہاں موجود صحابہ میں سے ایک نے بدوی نے کہا' یہی تمہاری بدخلقی کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو پہچانا نہیں۔

حضرت ابوعلی دقاق نے اس واقعہ کی یوں وضاحت فرمائی کہ حضور علیہ السلام نے "میں قریش میں سے ہوں" کے الفاظ صرف "غیرت" کی بنا پر فرمائے تھے ورنہ آپ پر لازم تھا کہ ہر شخص کو اپنا تعارف کرائیں کہ آپ کون تھے؟ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک صحابی کے ذریعے بدوی تک حضور علیہ السلام کا تعارف پہنچا دیا کیونکہ صحابی نے ان الفاظ کے ذریعے تعارف کرایا تھا کہ "تمہارے لئے یہی بدخلقی کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں جانتا۔"

ایک صوفی کا کہنا ہے کہ "غیرت" ایک صوفی کیلئے ابتدائی صفت ہے' موحد میں نہ تو صفت غیرت ہوتی ہے' نہ اس میں صفت اختیار ہوتی ہے اور نہ اللہ کی جاری حکومت میں اس کا حکم چلتا ہے بلکہ یہ اللہ ہی کا سب سے اولیٰ حق ہے کہ وہ جو چاہے' فیصلہ فرمائے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صفت "غیرت" کا تعلق صرف مریدوں سے ہوتا ہے: اہلِ حقائق سے نہیں ہوتا۔

غیرت کے دو قسم:

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ "غیرت" دو طرح کی ہوتی ہے' غیرتِ بشریہ جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتی ہے اور غیرتِ الٰہیہ' جس کا تعلق دلوں سے ہوتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا انفاس پر غیرتِ الٰہیہ کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ماسوی اللہ میں ضائع کیا جائے (کہ ان کا رجحان غیر اللہ کی طرف نہ ہو سکے)۔

(علامہ قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ غیرت دو طرح کی ہوتی ہے:

1۔ حق تعالیٰ کی بندے پر غیرت' کہ اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کی طرف متوجہ نہ ہونے دے اور مخلوق اس کے معاملے میں بخل سے کام لے۔

2۔ بندے کی حق کیلئے غیرت' کہ بندہ اپنے انفاس وخیالات کو اللہ کے سوا کسی طرف نہ جانے دے چنانچہ یہ مناسب نہیں ہوتا کہ انسان مجھے اللہ پر غیرت آتی ہے' کہنا یہ چاہئے کہ مجھے اللہ کے لئے غیرت آتی ہے' اس لئے کہ اللہ پر غیرت کا قول نری جہالت ہے اور بسا اوقات یہ ترکِ دین کی طرف لے جاتی ہے اور اللہ کے لئے غیرت حقوق اللہ کی تعظیم سکھاتی ہے اور اس کیلئے صاف ستھرے اعمال کی تعلیم دیتی ہے۔

یاد رکھئے' اللہ تعالیٰ کی اپنے اولیاء کے بارے میں یہ عادتِ مبارکہ ہے کہ جب وہ اللہ کے غیر سے سکون حاصل کریں' کسی غیر اللہ شے کی طرف متوجہ ہوں' دل سے غیر اللہ کی طرف مشغول ہوں تو اللہ ان کے دلوں پر غیرت کھاتا ہے اور وہ یوں کہ انہیں اپنی طرف پھیر لیتا' اور سکون دہ چیز سے انہیں ہٹا لیتا ہے جیسے حضرت آدم علیہ السلام نے جب جنت کو اپنا دائمی وطن بنا لیا تو انہیں وہاں سے نکال دیا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام نہایت پیارے لگے تو انہیں ان کو ذبح کا حکم دیدیا اور ایسے وقت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل سے ان کی محبت نکال دی فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ (جب دونوں نے اپنے آپ کو اس کے سامنے جھکا دیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا) اور ان کا دل میں خیال تک نہ رہا تو اسماعیل کی بجائے

جانور کی قربانی کا حکم دیا۔

☆ حضرت محمد بن حسّان رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب میں لبنان کے پہاڑوں میں گھوم رہا تھا تو ہمارے سامنے ایک ایسا نوجوان آیا جسے گرم ہواؤں نے جلا دیا تھا' وہ مجھے دیکھتے ہی بھاگ کھڑا ہوا' میں اس کے پیچھے ہولیا اور کہا: مجھے کوئی نصیحت کرنا چاہو گے؟ اس نے کہا' ڈرتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت غیرت کھانے والا ہے اور وہ اپنے بندے کے دل میں اپنے سوا کسی کو دیکھنا نہیں چاہتا۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ غیور ہے اور اسی بناء پر اس نے اپنی طرف سے جانے کا کوئی طریقہ ہی نہیں چھوڑا۔

☆ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ میرے فلاں بندے کو مجھ سے کچھ غرض ہے اور مجھے بھی غرض ہے چنانچہ وہ میری غرض پوری کردے گا تو میں اس کی کردوں گا۔ اس نبی نے اپنی دُعا میں عرض کی الٰہی! تجھے کیا ضرورت پڑسکتی ہے؟ اللہ نے فرمایا کہ اس کے دل میں میرے سوا کوئی اور ٹھہر گیا ہے' وہ اس سے دل کو فارغ کرلے گا تو میں اس کی غرض پوری کردوں گا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ نے خواب میں حوروں کی ایک جماعت دیکھی چنانچہ ان کی طرف دیکھا تو اللہ کے ساتھ ان کا وقت کئی دن تک چھنا رہا' دوبارہ پھر خواب دیکھی تو ان کی طرف نظر نہ کی اور فرمایا کہ تم ہمیں مصروف کردینے والی ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا بیمار پڑ گئیں تو آپ سے بیماری کی وجہ پوچھی گئی' انہوں نے کہا کہ میں نے جنت کی طرف دیکھا تو اللہ نے مجھے سزا دی' اب معافی تو اسی کی طرف سے ہوگی لیکن میں دوبارہ نہیں دیکھوں گی۔

☆ حضرت سری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ فرمایا: میں ایک مدت تک اپنے ایک دوست کی تلاش کرتا رہا چنانچہ میں ایک پہاڑ کے قریب سے گذرا تو دیکھا کہ ایک گروہ موجود ہے جن میں کچھ اپاہج' کچھ اندھے اور کچھ مریض ہیں۔ میں نے ان کا حال پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک آدمی ہے جو سال میں صرف ایک بار باہر نکلتا ہے' لوگوں کیلئے دعا کرتا ہے اور انہیں شفاء ہوجاتی ہے۔ میں انتظار کرتا رہا چنانچہ وہ نکلا اور لوگوں کیلئے دعا کی اور وہ شفایاب ہوگئے۔ میں اس کے پیچھے ہولیا' اس سے چمٹا رہا اور کہا مجھے باطنی بیماری ہے' اس کا علاج کیا ہے؟

اس نے کہا اے سری! مجھے رہنے دو کیونکہ اللہ تعالیٰ غیور ہے' وہ نہیں چاہتا کہ تو اس کے غیر کو دل میں جگہ دے ورنہ اس کی نظر سے گر جاؤ گے۔

☆ حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں' کچھ صوفیہ وہ ہیں کہ جو لوگوں کو اللہ کا ذکر غفلت میں کرتا دیکھتے ہیں تو انہیں گوارا نہیں ہوتا اور وہ ان پر ناراض ہوتے ہیں۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ ہی سے میں نے سنا تھا' فرمایا تھا کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں گیا اور پیشاب کر دیا' صحابہ کرام نے جلد نکال دینا چاہا۔ استاد فرماتے ہیں کہ اس اعرابی نے بے ادبی کی تھی لیکن آپ کے صحابہ کو شرم محسوس ہوئی کہ اس شخص نے احترام مسجد ترک کردیا اور یہی حال آدمی کا ہے کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو دیکھتا ہے تو پھر اسے غفلت سے ذکر کرنے والوں کا ذکر برا لگتا ہے اور ایسے لوگوں کی عبادت بھی اچھی نہیں لگتی جو احترامِ عبادت نہیں کرتے۔

☆ حضرت ابوبکر شبلی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا ابوالحسن نامی لڑکا فوت ہوگیا' اس کی والدہ نے بہت غم کیا اور اپنے سر کے بال کاٹ ڈالے' یہ دیکھ کر حضرت شبلی نے حمام میں جا کر چونے سے ڈاڑھی مونڈھ ڈالی' جو شخص بھی افسوس کرنے آتا کہتا کہ یہ کیا ہوا؟

آپ کہتے کہ میں نے اپنی بیوی کی نقل اتاری ہے‘ان میں سے ایک نے کہا‘ اے ابوبکر! مجھے بتایئے کہ یہ کیا ہوا؟ آپ نے فرمایا میں جانتا تھا کہ لوگ بحالت غفلت میرا حال پوچھیں گے اور کہیں گے کہ اللہ تجھے اجر دے چنانچہ میں نے ان کے غفلت سے ذکر کا بدلہ یہ دیا ہے کہ اپنی ڈاڑھی مونڈھ لی ہے۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ نے ایک شخص کو اذان دیتے سنا تو فرمایا: اللہ تجھے نیزہ مارے اور موت کا زہر دے‘ پھر ایک کتا بھونکا تو کہا: لبیک وسعدیک۔ آپ سے کہا گیا کہ یہ تو بے ادبی ہے کیونکہ آپ نے اذان میں دومرتبہ اشہد سے شہادت پر کہا ہے کہ ''اللہ تجھے نیزہ مارے اور موت کی زہر دے'' اور کتا بھونکنے پر لبیک کہا ہے چنانچہ جب حضرت نوری سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اذان والے مومن کا ذکر حالت غفلت میں تھا کے متعلق تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ[1] (کوئی ایسی شے نہیں جو اللہ کی پاکیزگی بیان نہ کرتی ہو)۔

☆ ایک مرتبہ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے اذان دی‘ جب شہادتیں (**اشهد ان لا الٰہ الا اللّٰہ** اور **اشهد ان محمد رسول اللّٰہ**) پر پہنچے تو کہا: اگر تیرا حکم نہ ہوتا تو میں تیرے ساتھ کسی غیر کا ذکر نہ کرتا۔

☆ ایک شخص نے ایک آدمی کو کہتے سنا '' جَلَّ اللّٰہُ''، تو کہا میں چاہتا ہوں کہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت اس سے زیادہ بیان کرے۔

☆ میں نے ایک فقیر کو کہتے سنا کہ میں نے ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ سے سنا‘ وہ فرماتے تھے: جو شخص **لا الٰہ الا اللّٰہ** کہتا ہے‘ وہ تو دل سے کہتا ہے لیکن **محمد رسول اللّٰہ** کہنے والا کان کی بالی یعنی غفلت سے کہتا ہے۔

جو شخص ان کلمات کے ظاہری مفہوم کو دیکھے گا وہ محسوس کرے گا کہ انہوں نے شریعت کو حقیر جانا لیکن حقیقت یوں نہیں بلکہ اللہ کے سامنے غیروں کی عزت حقیقۃً حقیر ہی ہوتی ہے۔

---

[1] ۔ سورۃ الاسراء‘ آیت ۴۴۔

اَلْوِلَایَۃ
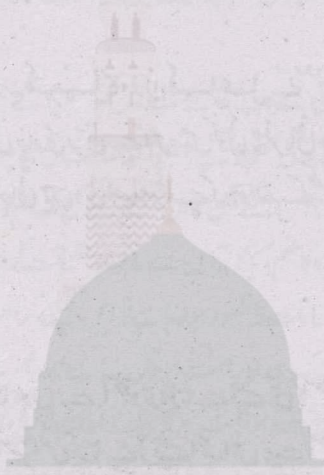
اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ[1] (خبردار! اللہ کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غم کرتے ہیں)۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جس نے کسی ولی کو تکلیف دی، اس نے مجھ سے جنگ کرنا حلال سمجھا، کوئی شخص میرے قریب اتنا نہیں آسکتا جتنا فرائض کی ادائیگی کے ذریعے آسکتا ہے اور پھر بندہ نوافل ادا کر کے میرے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے اور بالآخر میں اس سے محبت کرتا ہوں اور کسی شے کے بارے میں اسے انجام دیتے وقت مجھے اس قدر تردد نہیں ہوتا جتنا روحِ مومن قبض کرتے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور مجھے بھی اس کی تکلیف گوارا نہیں ہوتی حالانکہ یہ ضرور آنی ہوتی ہے۔''[2]

لفظ ''ولی'' کی وضاحت:

لفظِ ''ولی'' کے دو معنے ہوتے ہیں۔ یہ لفظ فَعِیْل کے وزن پر ہے لیکن اس کا معنیٰ مفعول والا ہے، مطلب یہ ہوگا کہ ولی وہ آدمی ہوتا ہے جس کے کاموں کا اللہ تعالیٰ والی ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَھُوَ یَتَوَلَّی الصّٰلِحِیْنَ[3] (وہ اپنے صالحین کا والی ہے)۔

لفظِ ''ولی'' کی دوسری صورت یہ ہے کہ یہ فَعِیْل کا وزن فَاعِل کے معنیٰ میں ہو، اس معنیٰ کی بنا پر ''ولی'' اللہ کی عبادت و فرمانبرداری کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کی عبادت مسلسل جاری رہتی ہے، اس میں کوئی نافرمانی حائل نہیں ہوتی۔

اور ''ولی'' میں یہ دونوں ہی صفات پائی جاتی ہیں ولی ایسا ہوتا ہے کہ جو اللہ کے مکمل حقوق کی ادائیگی پسند کرے اور اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن میں اس کی حفاظت فرمائے۔

ولی کی بنیادی شرط:

''ولی'' کی بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ (گناہوں سے) محفوظ ہوتا ہے جیسے نبی کا معصوم ہونا (اللہ کی طرف سے ہر کمی بیشی سے بچایا ہوا) شرط ہے۔ اب جو شخص بھی شریعت کی رو سے اعتراض کرتا ہے (جیسے ائمہ اہلِ بیت کو معصوم کہنا) تو وہ شیطان کی طرف سے دھوکے اور فریب میں ہوتا ہے۔

۱۔ سورۂ یونس، آیت ۶۲۔ ۲۔ بخاری شریف، کتاب لرقاق۔ مسند احمد بن حنبل۔ ۳۔ سورۂ الاعراف، آیت ۱۹۶۔

☆ میں نے حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے سنا' فرماتے تھے کہ حضرت ابویزید بسطامی رحمہ اللہ نے اس شخص کے پاس جانے کا ارادہ کیا جسے ولی کہا جاتا تھا' آپ اس کی مسجد میں پہنچے اور اس کی آمد کی انتظار کرنے لگے چنانچہ وہ نکلا اور اس نے مسجد میں کھنگار پھینک دیا' ابویزید وہاں سے واپس چلے آئے اور سلام تک نہ کیا' فرمایا کہ یہ شخص تو شریعت کے آداب میں سے ایک ادب کا بھی لحاظ نہیں کرتا' اسرارِ خداوندی کا لحاظ کیسے کریگا۔

کیا ''ولی'' اپنی ولایت جانتا ہوتا ہے؟

علماء کا اس بات پر اختلاف ہے کہ ولی اپنی ولایت کا علم رکھتا ہے یا نہیں۔ کچھ علماء اس طرف گئے ہیں کہ اسے اپنی ولایت کا علم ہونا جائز ہے کیونکہ ولی اپنے آپ کو حقیر جانتا ہے اور اگر اس سے کوئی کرامت ظاہر ہو جائے تو وہ ڈراڈرا رہتا ہے کہ کہیں یہ مکر وفریب نہ ہو اور خود وہ اپنے خوف سے ہمیشہ واقف ہوتا ہے کیونکہ اسے یہ ڈر ہی رہتا ہے کہ جس مرتبہ پر وہ فائز ہے' اس سے کہیں گر نہ جائے اور پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا انجام حالت ولایت کے خلاف ہو جائے۔ یہ علماء ولی کی شرائط میں اس بات کو بھی شرط قرار دیتے ہیں کہ اس کی موت صحیح اور اچھی ہو۔ اسی سلسلہ میں صوفیہ کرام کی بہت سی حکایات بیان کی جاتی ہیں اور صوفیہ کا بہت سا طبقہ بصورتِ مشائخ اسی طرف رجحان رکھتا ہے اور اگر ہم اس بحث کو یہاں چھیڑ دیں کہ ان کے فرمان اس سلسلے میں کیا تھے تو ہم وعدہٗ اختصار کی حد سے تجاوز کر جائیں گے' پھر ہمارے وہ مشائخ جن سے میری ملاقات رہی ہے ان میں سے امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ کا رجحان اسی مسئلہ ہی کی طرف تھا۔

صوفیہ میں سے کچھ کا قول یہ ہے کہ ولی اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں ولی ہوں' ہم چونکہ اس وقت لفظ ولی کی تحقیق کر رہے ہیں تو اس میں یہ شرط نہیں کہ آخر تک سب کچھ بیان کر دیں اور اگر اس کے صحت انجام کو شرط قرار دے بھی دیا جائے تو ناممکن نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہ اعزاز بالخصوص اسے دیدیا گیا ہو' اللہ تعالیٰ نے اسے بتا دیا ہو کہ اس کا انجام بالکل محفوظ ہے' یہ ایسی کرامت ہوتی ہے جو لازماً جائز ہے اور اسے تعلیم کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک ولی کو اگرچہ اپنی عاقبت کا خوف دامنگیر رہتا ہے تاہم اس پر اللہ کی ہیبت وتعظیم چھائی رہتی ہے' یہ اس خوف سے زیادہ مکمل اور مضبوط ہوتی ہے کیونکہ قلیل تعظیم وہیبت بھی کثیر خوف کے مقابلہ میں دلوں کیلئے زیادہ باعثِ اطمینان ہوتا ہے۔

دیکھئے جب حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ان کے دس صحابہ جنت میں جائیں گے'' تو لامحالہ وہ صحابہ کرام آپ کی تصدیق پر پورے اترے اور انہیں یقیناً معلوم ہو گیا کہ ان کی اخروی زندگی محفوظ ہے تاہم اس حالت کی بنا پر ان میں کوئی تبدیلی نہ آئی (وہ معمول کے مطابق زندگی گزارتے گئے) اور ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا اس لئے بھی قابلِ تسلیم ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبوت کی صحیح معرفت اس سے مشروط ہے کہ نبی معجزہ کی پہچان سے واقف ہو اور جب معجزہ کا علم آئیگا تو اس کے ماتحت حقیقت کرامات کا علم بھی ہو جائیگا۔

اللہ کا ولی جب یہ دیکھتا ہے کہ اس سے کرامات کا ظہور ہو رہا ہے تو اِس کیلئے کرامت اور غیر کرامت میں امتیاز ناممکن نہیں ہوتا اور جب اسے کرامت کا علم ہو جاتا ہے تو یقین ہوتا ہے کہ وہ راہِ راست پر چل رہا ہے اور پھر یہ بھی تو جائز ہے' اسے معلوم ہو جائے کہ وہ آئندہ اسی حالت پر قائم رہے گا' ایسا علم اِس کیلئے باعثِ عزت وکرامت ہو گا جبکہ کراماتِ اولیاء کا حق ہونا تسلیم شدہ بات ہے اور پھر صوفیہ کی بے شمار حکایات اس کی حقانیت واضح کر رہی ہیں (ایسی حکایات کا کچھ ذکر ہم انشاء اللہ اسی کتاب کے ''باب کرامات الاولیاء'' میں کریں گے) اور جن مشائخ سے میری ملاقات رہی ہے ان میں سے حضرت ابوعلی دقاق رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل تھے کہ ولی اپنی ولایت سے واقف ہوتا ہے۔

☆ کہتے ہیں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے ایک آدمی سے فرمایا: کیا تم ولی بننا چاہتے ہو؟ اس نے کہا ہاں' آپ نے فرمایا تو دنیاو آخرت بھر کی کسی شے سے دلی تعلق نہ رکھو اور صرف اللہ کی طرف متوجہ رہو تا کہ وہ بھی تم پر توجہ دے اور تمہیں اپنا ولی و دوست بنا لے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ اولیاء کی صفت اور پہچان کراتے ہوئے فرماتے ہیں: یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے مشکلاتِ مجاہدہ کا مقابلہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے انس ومحبت کی چادر اوڑھ لی ہوتی ہے اور مجاہدات کے بعد انہوں نے روح کی راحت کا سامان کرلیا ہوتا ہے اور دراصل اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ مقامِ ولایت حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے لئے خوبصورت اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی مالک دلہنوں کی طرح ہوتے ہیں' بغیر محرم' دلہنوں کو کوئی بھی نہیں دیکھا کرتا' یہ لوگ مرتبۂ انس کے پیچھے چھپے ہوتے ہیں جنہیں دنیا اور آخرت میں کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

اللہ تعالیٰ ولی کو در پردہ کیسے رکھتا ہے؟

☆ ایک صالح شخص حضرت ابوبکر صیدلانی رحمہ اللہ کے بارے میں میں نے سنا' فرماتے تھے کہ میں حیرہ کے قبرستان میں حضرت ابوبکر طمستانی رحمہ اللہ کی قبر پر لگی لوح کو درست کر رہا تھا' اس پر آپ کا نام کندہ کرنا لیکن وہ وہاں سے اکھاڑ کر چوری کر لی جاتی' ایسا کئی بار ہوا جبکہ کسی اور قبر کی لوح کو یوں نہیں چرایا گیا۔ میں حیران تھا چنانچہ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے اس بارے میں ایک دن پوچھ لیا تو انہوں نے بتایا کہ شیخ مذکور نے دنیا میں اپنا نام ظاہر کرنا پسند نہیں فرمایا تھا تو تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ لوح کے ذریعے اِن کی قبر کو نمایاں کر رہے ہو اور اس کام میں مصروف ہو جبکہ اللہ تعالیٰ خود ان کی قبر کو یوں چھپائے رکھنا چاہتا ہے جیسے انہوں نے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ کا ولی کبھی شہرت پذیر ہونے کے باوجود اس مقام پر ہوتا ہے کہ اس کی شہرت اسے نقصان نہیں پہنچایا کرتی۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ولی زبان سے سوال نہیں کیا کرتا بلکہ خود اس کی حالتِ عجز وانکساری اس کی طرف سے بارگاہِ الٰہی میں سوال کا کام کرتی ہے۔

☆ آپ ہی کا یہ فرمان بھی ہے کہ اولیاء کا آخری مرتبہ' مرتبہ انبیاء کا آغاز ہوتا ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے' ولی ایسی شخصیت ہوتا ہے کہ مسلسل اس کے اعمال موافق ہوتے ہیں یعنی عین شریعت کے مطابق ہوتے ہیں۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے' ولی میں یہ صفت ہوتی ہے کہ وہ کوئی عمل دکھلاوے کیلئے نہیں کرتا' نہ ہی منافقت اس کا شیوہ ہوتا ہے اور دنیا میں ایسا دوست کم ہی ملے گا جس میں یہ صفات موجود ہوں۔

☆ حضرت ابوعلی جوزجانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ولی' اللہ کی طرف سے عطا شدہ حال میں فانی ہوتا ہے لیکن ہمیشہ مشاہدۂ حق میں مگن رہتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی باطنی کارکردگی کا نگہبان ہوتا ہے اور مسلسل یہ نگہبانی بالکل واضح دکھائی دیتی ہے' وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا کرتا کیونکہ اسے اللہ کی ذات کے بغیر قراری نہیں ہوتا۔

ولی کا اللہ کے چار ناموں میں سے ایک سے تعلق

☆ حضرت ابو زید رحمہ اللہ فرماتے تھے باوجودیکہ مراتبِ اولیاء میں بڑا اتباین اور فرق ہوتا ہے تاہم وہ صرف ان چار اسماء الٰہیہ میں اپنا اپنا حصہ لئے ہوتے ہیں اور ان میں سے ہر گروہ کا تعلق الٰہی ناموں میں سے ایک نام سے ہوتا ہے اور وہ یہ ہیں: الاوّل، الآخر، الظاہر اور الباطن چنانچہ جب ان سے ایک کے ساتھ مسلسل رابطہ رکھ کر فنا ہو جاتا ہے تو وہی کامل اور تام کہلاتا ہے دیکھو جس ولی کا تعلق اسم الظاہر کے ساتھ ہوتا ہے، وہ ظاہری عجائب قدرت دیکھتا ہے، جس کا تعلق الباطن کے ساتھ ہوتا ہے، اس کا کام باطنی انوارِ الٰہیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے، جسے اسم الاوّل سے حصہ ملتا ہے وہ گذشتہ معاملات میں مشغول ہوتا ہے اور جسے الآخر سے حصہ ملا ہوتا ہے، اس کا تعلق مستقبل کے معاملات سے رہتا ہے اور پھر ہر ولی کو اس کی ہمت کے مطابق مکاشفہ کا حصہ ملتا ہے۔ جس کا نگہبان اللہ تعالیٰ خود ہوتا ہے اور اس سلسلے میں اس کی ہر طرح کی مدد فرماتا ہے۔

حضرت ابو یزید رحمہ اللہ کی اس بات سے یہ اشارہ مل رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے ان چار اقسام کے اولیاء سے بھی ترقی کر جاتے ہیں، نہ آخرت کے بارے میں ذکر کرتے ہیں، نہ گذشتہ معاملات میں غور و فکر کرتے ہیں اور نہ ہی نئے واردات کے بندھن میں پڑتے ہیں اور فانی لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کہ ان میں مخلوقات کے اوصاف کا ذرہ تک نہیں ملتا جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد بتاتا ہے وَتَحْسَبُهُمْ أَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُودٌ (تمہیں یہ (لوگ) بیدار دکھائی دیتے ہیں حالانکہ وہ تو سوئے ہوئے ہوتے ہیں)۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ کا ولی "رَیحَانُ اللّٰه فی الارض" یعنی اللہ کا ولی زمین پر اللہ تعالیٰ کیلئے ذاتی طور پر ایک ہرے بھرے اور تازہ پودے ریحان کی طرح ہوتا ہے۔ جس کی خوشبو سے صدیق لوگ بہرہ اندوز ہوتے ہیں چنانچہ اس کی خوشبو جب ان کے صافی دلوں تک پہنچتی ہے تو اسی کی بدولت ان کے دلوں میں اللہ سے ملنے کا شوق اُبھرتا ہے اور وہ اپنے اخلاق میں فرق کے باوجود زیادہ سے زیادہ عبادتِ الٰہیہ کرتے جاتے ہیں۔

مرتبہ ولایت کے درمیان ولی کی خوراک:

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے ولی کو مرتبہ ولایت پر فائز ہوتے ہوئے خوراک کیسے ملتی ہے؟ آپ نے فرمایا، ابتدائی خوراک تو عبادت ہوتی ہے، جب آخری مقام پر پہنچ جاتا ہے تو اسے اپنی مہربانیوں میں ڈھانپ لیتا ہے پھر اپنی ازلی صفات کے جلو میں لے لیتا ہے اور پھر اُن باتوں کا مزہ نصیب فرماتا ہے جو اس نے اپنے مقامِ ولایت کے دوران اللہ سے راز و نیاز کی صورت میں کی ہوتی ہیں۔

ولی کی طرح کی پہچان:

اللہ کے ولی کو تین علامات کے ذریعے پہچانا جا سکتا ہے۔

1۔ وہ ہمیشہ ہمہ تن اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔

2۔ اس کی تگ و دو صرف اللہ تک ہوتی ہے۔

3۔ اس کا مقصد وحید صرف اللہ ہی ہوتا ہے۔

فانی فی اللہ کا مقام:

☆ حضرت خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو ولی اور دوست بنانا چاہتا ہے تو اپنی یاد کے دروازے اس پر کھول دیتا ہے اور جب وہ ذکر کی لذت سے انتہائی طور پر سرفراز ہو جاتا ہے تو اپنے قرب خاص کے دروازے وا کر دیتا ہے' پھر اسے اپنا انس رکھنے والوں کی مجالس میں لے جاتا ہے' پھر کرسی توحید پر بٹھا دیتا ہے' پھر اپنے اور اس کے درمیان حائل پردوں کو اٹھا دیتا ہے اور فردانیت کے مقام پر لے جاتا ہے' اب اس کے سامنے اللہ کے جلال اور عظمت کھل کر سامنے آجاتے ہیں اور جب ان کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کی خواہش ختم ہو جاتی ہے اور وہ مکمل طور پر فانی ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام آتا ہے کہ وہ ہمہ جہت اللہ کی حفاظت میں چلا جاتا ہے اور اسے اپنے وجود تک کا دعویٰ نہیں رہ جاتا۔

حقیقی ولی کے نقص نکالنا اللہ سے دوری کا سبب ہے:

☆ حضرت ابوتراب نخشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کی عادت میں یہ چیز شامل ہو جائے کہ اللہ ہی سے اعراض کرنے لگے تو اس کا سبب یہی چیز ہوگی کہ وہ اللہ کے اولیاء کے نقص نکالنا شروع کر دیتا ہے۔

ولی حزن وخوف کیوں نہیں رکھتا؟

صوفیہ کہتے ہیں' اللہ کے ولی کی صفت یہ ہوتی ہے کہ اس میں ''خوف'' کا مادہ نہیں ہوتا کیونکہ خوف کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اسے آئندہ وقت میں واقع ہو جانے والی غلطی یا کمی کی فکر ہو یا کسی محبوب شے کے ہاتھ سے نکل جانے کی انتظار ہو کیونکہ ولی کا مستقبل (کل) تو ہوتا ہی نہیں' اسے تو صرف اپنے وقت سے غرض ہوتی ہے (جس میں ماضی' حال اور مستقبل یکساں ہوتے ہیں) اور جب مستقبل سے ہی نہیں تو خوف کا کیا مطلب؟ اور پھر جیسے اسے خوف نہیں ہوتا یونہی اسے اُمید بھی نہیں ہوتی کیونکہ ''رجاء'' (امید) کا مطلب بھی یہی ہوتا ہے کہ کسی محبوب چیز کے حصول کی انتظار ہو یا کسی مکروہ و ناپسندیدہ شے کی دوری کی انتظار ہو اور ان دونوں کا تعلق مستقبل ہی ہوتا ہے (جس سے ولی کا تعلق نہیں ہوتا)۔

پھر یونہی اسے ''حزن'' (غم) بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ دل میں کجی اور ٹیڑھ کا نام ہے اور جسے اللہ کی رضاء الٰہی کی روشنی مل جائے اور اللہ سے ملاقات کی ٹھنڈک نصیب آجائے تو اسے سے ٹیڑھا ہو کر جانے اور غم کرنے کی ضرورت پڑی؟ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ[1]

---

[1] سورہ یونس' آیت ۶۲۔

الدُّعَاءِ

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً [1] (اللہ کو عاجزی اور چھپ کر پکارا کرو) نیز فرمایا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ [2] (مجھے پکارا کرو، میں تمہاری سن لونگا)۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (دعاء عبادت کا مغز ہے)۔

یہ دعا ہی ہے جو اللہ سے حاجتیں مانگنے کی چابی ہے، راہ خدا میں فاقہ کرنے والوں کے لئے سببِ سکون ہے، مانگنے والے مجبور لوگوں کیلئے پناہ فراہم کرتی ہے اور مجبور لوگوں کو سکھ کا سانس فراہم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دعاء چھوڑ دینے کو بہت برا قرار دیا ہے، فرمایا: وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ (وہ اپنے ہاتھ کو سکیڑ لیتے ہیں) کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ مانگنے کیلئے اپنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔

اللہ سے تعلق کے کئی طریقے:

☆ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے خلقت پیدا فرمائی تو انہیں فرمایا کہ مجھ سے راز داری سے باتیں کرتے رہنا، یہ نہ کرسکو تم مجھے دیکھتے رہنا، یہ نہ ہو سکے تو میری بات سنتے رہنا، یہ ممکن نہ ہو تو میرے دروازے پر آجانا اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو میرے سامنے اپنی حاجات (کسی ذریعے سے) پیش کرتے رہنا۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا، انہوں نے بتایا کہ حضرتِ سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے تھے: کہ سب سے جلد قبول ہونے والی دعا وہ ہے جو صاحبِ حال کیا کرتا ہے اور صاحبِ حال کا مطلب یہ ہے کہ حال والا اتنا مجبور ہو کہ جو شے وہ مانگ رہا ہے، اس کے بغیر اس کی ضرورت پوری ہی نہ ہو سکے۔

☆ حضرت ابو عبد اللہ مکانسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمہ اللہ کے پاس تھا، اُن کے پاس ایک خاتون آئی اور عرض کی، دُعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ میرا گمشدہ بیٹا مجھے ملا دے کیونکہ ایک عرصہ ہو گیا ہے۔ آپ نے اسے فرمایا، جاؤ اور صبر سے کام لو چنانچہ وہ چلی گئی۔ پھر دوبارہ آئی اور وہی عرض کی، حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جاؤ اور صبر کرو وہ چلی گئی اور یوں اس نے کئی بار کیا اور حضرت جنید ہر بار یہی فرماتے رہے، آخر عرض کی کہ یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا اب تو پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے۔ حضرت جنید نے فرمایا، اگر تمہارے قول کے مطابق ایسے ہی ہے تو جاؤ چلی جاؤ تمہارا بیٹا واپس آچکا ہے چنانچہ وہ گئی تو واقعی اسے بیٹا مل گیا، بعد ازیں وہ شکریہ ادا کرنے کیلئے آئی تو حضرت جنید سے پوچھا گیا کہ بیٹے کی واپسی کا آپ کو کیسے علم ہوا؟ انہوں نے فرمایا، اللہ کے اس اشارے: اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (یا وہ جو لاچار کی سنتا ہے جب اسے پکارے اور دور کر دیتا ہے برائی)۔

---

[1] سورۂ اعراف آیت ۵۵۔ [2] سورۂ مؤمن، آیت ۶۰۔

دعاء کرنا افضل یا راضی بہ رضا رہنا؟

علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ افضل دعا کرنا ہوتا ہے یا خاموشی اور رضا؟ کچھ علماء اس طرف گئے ہیں کہ "دعاء" بنیادی طور پر ایک دعا ہے کیونکہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ اور یہ اصولی بات ہے کہ عبادت والے کام کو ترک کرنے کی بجائے اسے کر لینا بہتر ہے اور پھر یہ اللہ تعالیٰ کا ایک حق ہے اگر اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول نہ بھی کرے اور انسان کو اس کی مانگی چیز نہ بھی ملے تو پھر بھی بندہ اللہ کے حق کی ادائیگی کر رہا ہوگا کیونکہ یہ دعا تو اپنی عبودیت کی محتاجی کا اظہار ہوتی ہے۔ حضرت ابو حازم الاعرج رحمہ اللہ نے فرمایا تھا: قبولیت دعاء سے محرومی کی بجائے دعا ہی سے محروم ہو جانا میرے لئے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

ایک گروہ صوفیہ یہ کہتا ہے کہ اللہ کے شروع سے جاری احکام کے سامنے خاموشی اور عاجزی ہی میں انسانی کمال ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کرنا پسند فرما چکا' اس پر اظہارِ رضامندی بہتر طریقہ ہے چنانچہ اسی لئے حضرت واسطی رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اے بندے! اللہ تعالیٰ جو فیصلے ازل سے فرما چکا ہے ان پر اظہارِ رضامندی وقت کا مقابلہ کرنے سے بہتر ہوتا ہے اور پھر نبی کریم ﷺ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بتاتے ہیں:

> "جو شخص میرے ذکر میں مشغول رہنے کی وجہ سے سوال نہیں کر سکتا تو میں اسے سوال کرنے والوں سے بھی زیادہ دونگا۔"

☆ صوفیہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ: انسان کیلئے لازم ہے کہ زبان سے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے اور ساتھ ساتھ دل سے اس مالک سے راضی رہے تاکہ اس شخص کے دونوں اعضاء کام کرتے جائیں۔

بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے' وقت مختلف قسم کے آتے رہتے ہیں چنانچہ کبھی تو دعاء' سکوت سے افضل ہوتی ہے اور یہی ادب بھی ہے اور کبھی سکوت' دعا سے افضل ہوتا ہے اور یہی ادب ہے اور یہ بات وقت خاص سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ وقت کا علم وقت ہی میں حاصل ہوتا ہے چنانچہ جب دل میں اشارہ دعا کی طرف ہو رہا ہو تو دعا کرنا بہتر ہوگا اور اگر سکوت کی طرف رجحان ہو تو سکوت بہتر ہوگا۔

ایک یہ طریقہ بھی صحیح شمار ہوتا ہے: بندے کو چاہئے کہ حالت دعا میں اپنے آپ کو حضور بارگاہ ہونے سے غافل نہ رہنے دے' پھر یہ بھی لازم ہے کہ اپنے حال کا ملاحظہ کرتا رہے چنانچہ بوقت دعا دعا کی چاہت ہو تو پھر دعا کرنا بہتر ہوگا لیکن اگر اسی وقت میں دل کے اندر قبض' نفرت اور گھٹن دکھائی دے تو اس وقت میں اسے دعا نہیں کرنی چاہیے اور اگر دل میں نہ تو چاہت' نہ ہی دل میں رکاوٹ اور ڈانٹ ہو تو دعا کرنا' نہ کرنا برابر ہوتا ہے اور ایسی حالت میں اگر علم غالب نظر آجائے تو دعا بہتر رہے گی کیونکہ یہ عبادت تو بن جائیگی اور اگر ایسے حالات میں معرفت' حال اور سکوت غالب ہو تو سکوت بہتر رہے گا۔

یوں کہنا بھی صحیح ہوگا کہ اگر دعا میں مسلمانوں کا فائدہ ہو یا اللہ کے حق کی ادائیگی ہو تو دعا بہتر ہے اور اگر ذاتی خواہش پائی جا رہی ہے تو سکوت کرنے ہی میں کمال ہے۔

☆ ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

> "چونکہ اللہ تعالیٰ بندے سے محبت رکھتا ہے تو جب وہ اللہ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ حضرت جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ ابھی اس کی ضرورت پوری نہ کرو کیونکہ میں اس کی آواز سننا چاہتا ہوں اور جب بندہ اللہ کی حالت ملال میں دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جبریل سے فرماتا ہے' اے جبریل! میرے بندے کی ضرورت پوری

کردو کیونکہ میں اس کی آواز سننا پسند نہیں کرتا۔''[1]

☆ حضرت یحییٰ قطان رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو عرض کی ''الٰہی! میں کب تک تجھے پکا روں اور تو سنتا رہے گا اور قبول نہ کریگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ! اس لئے کہ میں تمہاری آواز سننا پسند کر رہا ہوں۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، بندہ اللہ کی حالتِ ناراضگی میں اس سے دعا کرتا ہے تو وہ توجہ نہیں فرماتا پھر دوبارہ دعا کرتا ہے تو وہ توجہ نہیں دیتا اور پھر تیسری مرتبہ دعا کرتا ہے تو وہ متوجہ نہیں ہوتا تو پھر دعا کرتا ہے اب اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرا یہ بندہ میرے سوا کسی سے بھی کچھ مانگنا نہیں چاہتا تو (سن لو) میں اس کی دعا قبول کر رہا ہوں۔''

چور سے بچنے کیلئے دعا کا ہتھیار اور مجرب دعا

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ ایک شخص رسولِ اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں شامی شہروں سے مدینہ تک تجارت کیا کرتا تھا لیکن اللہ پر بھروسہ کی وجہ سے قافلہ کے ساتھ نہ جاتا تھا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایسے میں جبکہ وہ شام سے مدینہ کا ارادہ لئے آ رہا تھا تو اسے گھوڑے پر سوار ایک چور ملا، اس نے چلاّ کر تاجر سے کہا: ٹھہرو، ٹھہرو! چنانچہ تاجر رک گیا اور اسے کہا کہ مال جتنا چاہو لے لو مگر مجھے جانے دو۔ چور نے کہا: مال تو میرا ہے ہی، مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تاجر نے کہا، میرا کیا بناؤ گے؟ یہ مال لے لو اور مجھے جانے دو۔ انس فرماتے ہیں، چور نے دوبارہ وہی کچھ کہا۔ اس پر تاجر نے کہا: مجھے تھوڑی مہلت دو تاکہ میں وضو کر کے نفل پڑھ لوں اور پھر اللہ سے دعا کر لوں! چور نے اجازت دیدی۔ حضرت انس فرماتے ہیں، تاجر اٹھا، وضو کیا، چار نوافل ادا کئے اور پھر دعا کیلئے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دئے، دعا یہ کی تھی:

"يَا وَدُودُ يَا وَدُودُ يَا ذَا الْعَرْشِ الْمَجِيدِ يَا مُبْدِئُ يَا مُعِيدُ يَا فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ أَسْأَلُكَ بِنُورِ وَجْهِكَ الَّذِي مَلَأَ أَرْكَانَ عَرْشِكَ وَ أَسْأَلُكَ بِقُدْرَتِكَ الَّتِي قَدَّرْتَ بِهَا عَلَى خَلْقِكَ وَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ يَا مُغِيثُ أَغِثْنِي (تین بار)"

''اے محبت فرمانے والے اللہ! اے عرشِ مجید کے مالک، اے پیدا فرمانے والے، اے اپنی مرضی پوری فرمانے والے! میں تیرے چہرۂ نورانی کے ذریعے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے ارکان کو لبریز رکھا ہے اور تیری اس قدرت کے ذریعے مانگتا ہوں جو تو نے اپنی مخلوق پر استعمال فرمائی ہے اور تیری ایسی رحمت کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے، تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں، اے فریادوں کو سننے والے! میری بھی فریاد سن لے۔''

وہ تاجر دعا سے فارغ ہوا ہی تھا کہ ایک سفید گھوڑے پر سوار شخص اچانک آ پہنچا، سبز کپڑے اوپر لئے تھا، ہاتھ میں نور کا حربہ (جنگی ہتھیار) تھا۔ ڈاکو نے جب اس سوار کو دیکھا تو سوداگر کو چھوڑ کر سوار کی طرف لپکا، اس کے قریب ہوا تو اس سوار نے اس پر حملہ کر دیا اور ایسا نیزہ مارا کہ اسے نیچے گرا دیا، پھر سوداگر پاس آیا اور کہا کہ اُٹھو اور اسے قتل کر دو۔

---

[1] ابن ماجہ شریف، کتاب الجنائز۔

سوداگر نے سوار سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے تو کبھی کسی کو قتل نہیں کیا اور نہ مجھے یہ بات پسند ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ پھر وہ سوار چور کی طرف بڑھا اور اسے قتل کر دیا اور پھر تاجر کے پاس آیا اور بتایا کہ میں تیسرے آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب تم نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے سنا کہ آسمان سے کڑکڑانے کی آواز آئی ہم نے سمجھ لیا کہ کوئی واقعہ ہو گیا ہے تم نے پھر دعا کی تو آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے' ان میں آگ جیسے شعلے نکل رہے تھے پھر تم نے تیسری مرتبہ دعا کی تو حضرت جبریل آسمان سے اتر آئے اور وہ آواز دے رہے تھے کہ اس مشکل میں پھنسے شخص کے پاس کون جا رہا ہے؟ میں نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے اس کے قتل کی ذمہ داری دیدے اے عبد اللہ! یقین کیجئے! جو شخص بھی اس تمہاری دعا کو پڑھا کرے گا' وہ جس مصیبت جس تکلیف اور جس آسمانی بلاء کے بارے میں دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل فرما دیگا' مصیبت دور کر دیگا اور اس کی مدد فرمائے گا۔''

حضرت انس فرماتے ہیں کہ وہ تاجر امن و امان کے ساتھ مدینہ میں آ گیا اور سیدھا حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' یہ قصہ سنایا اور دعا کے متعلق بتایا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں اپنے خوبصورت اور اعلیٰ نام ڈال دئے تھے کہ جب بھی ان کے ذریعے دعا کی جائے' اللہ قبول فرماتا ہے اور جو بھی مانگا جائے' دیتا ہے۔''[1]

آدابِ دعاء:

دعاء کے آداب میں سے یہ ہے کہ دعا کے وقت دل پورے طور پر یکسوئی میں ہو' غفلت میں دعا نہ کرے چنانچہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ غفلت میں دعا کرنے والے کی دعا قبول نہیں فرماتا۔''[2]

شرائطِ دعا:

دعا کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے کہ دعا کرنے والا حلال کا کھانا کھائے' حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''کاروبار پاکیزہ کیا کرو' تمہاری دعا قبول ہو جایا کرے گی۔''[3]

☆ کہتے ہیں کہ دعا' ضرورتوں کیلئے چابی کا کام کرتی ہے اور اس کے دندانے لقمہ حلال ہوتے ہیں۔''

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرمایا کرتے: ''الٰہی! میں کیوں کر تم سے دعا کروں' میں تو گنہگار ہوں؟ اور پھر دعا کیسے نہ کروں' تو تو بڑا اکرم فرمانے والا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک ایسے آدمی کے قریب سے گزرے جو دعا کر رہا تھا اور گریہ زاری کئے جا رہا تھا' حضرت موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا: الٰہی! اگر اس شخص کی ضرورت میرے اختیار میں ہوتی تو میں پوری کر دیتا' اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے موسےٰ! میں تو تم سے بھی زیادہ رحم کرنے والا ہوں لیکن دیکھو وہ دعا تو کر رہا ہے لیکن اس کی بکریاں ہیں' اس کی توجہ ان کی طرف ہے میں ایسے شخص کی دعا قبول نہیں کیا کرتا جو دعا کرے لیکن اس کا دل میرے علاوہ کسی اور کی طرف متوجہ ہو۔

۱۔ نسائی شریف' باب السہو۔ ترمذی شریف' کتاب الدعوات۔ دارمی شریف' کتاب الجہاد۔

۲۔ ترمذی شریف' کتاب الدعوات۔

۳۔ ترمذی شریف' کتاب المناقب۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ہدایت کی اس نے حضورِ قلب سے دعا کی تو اس کی دعا قبول ہوگئی۔

☆ حضرت جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم لوگ دعا کرتے ہیں لیکن قبول کیوں نہیں ہوتی؟ فرمایا: تم اس سے دعا کر رہے ہوتے ہو جسے جانتے نہیں ہوتے (توجہ نہیں کرتے)۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ ''یعقوب بن لیث ایک ایسی بیماری میں مبتلا ہوئے کہ جس کے علاج سے طبیب عاجز آ گئے' لوگوں نے انہیں بتایا کہ تمہاری سلطنت میں ایک نیک شخص سہل بن عبداللہ موجود ہیں' اگر وہ تمہارے لئے دعا فرمادیں تو قوی امید ہے کہ تم شفایاب ہو جاؤ گے چنانچہ اس نے انہیں بلالیا' عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمادیں۔ حضرت سہل نے فرمایا: میری دعا کیونکر قبول ہوگی' تمہاری جیل میں مظلوم لوگ بھرے پڑے ہیں؟ اس نے سارے قیدی فوراً رہا کر دینے کا حکم دیا۔ اب حضرت سہل نے یہ دعا کی: اے اللہ! جیسے تو نے اسے گناہگاری کی رسوائی دکھادی ہے یونہی اسے اپنی اطاعت کی عزت بھی دکھادے اور اسے شفا دیدے۔'' یہ دعا کرنا تھا کہ اسے صحت ہوگئی۔ امیر نے آپ کی خدمت میں مال پیش کیا تو انہوں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ سے کہا گیا: امیر سے مال لے کر فقراء پر تقسیم کر دیا ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ یہ سنتے ہی آپ نے صحراء میں پڑے کنکروں پر نظر ڈالی' دیکھا تو قیمتی جوہرات بن چکے تھے چنانچہ مریدین سے فرمایا: جسے قدرت نے یہ قوت بخشی ہو' وہ یعقوب بن لیث کا محتاج کیسے ہوسکتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت صالح مری رحمہ اللہ اکثر فرمایا کرتے تھے: اگر کوئی لگاتار ایک دروازہ پر دستک دیتا رہے تو یہ امید رکھی جا سکتی ہے کہ اسے کھول دیا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت رابعہ عدویہ رحمہا اللہ نے کہا: تم کب تک یہ بات کہے جاؤ گے' بتاؤ دروازہ بند کب ہوا ہے کہ اسے کھولا جائے؟ اس پر حضرت صالح مری نے کہا: ''دیکھو' ایک بوڑھا ناواقف ہے اور عورت واقف کار ہے۔''

☆ حضرت سرّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ کی مجلس میں گیا' ایک شخص اُٹھ کر کہنے لگا اے ابومحفوظ! دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ میری تھیلی واپس کر دے کیونکہ وہ چوری ہوگئی ہے اور اس میں ایک ہزار دینار تھے' کرخی چپ رہے' اس نے دوبارہ درخواست کی تو پھر بھی چپ رہے' اس نے پھر عرض کی تو معروف نے فرمایا: میں کیا کہوں؟ یہ نہ کہہ دوں کہ الٰہی تم نے جو چیز اپنے نبیوں اور صوفیہ کو نہیں دی' اسے لوٹادے؟ اس نے پھر عرض کی کہ دعا فرمادیجئے' اس پر آپ نے فرمایا: الٰہی! جو تجھے پسند ہے' کر دے۔

واپسی نظر کا کامیاب وظیفہ:

☆ حضرت لیث رحمہ اللہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے عقبہ بن نافع کو دیکھا تو نابینا تھے' پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا تو آنکھیں آ گئی تھیں۔ میں نے پوچھا کہ نظر کیونکر واپس آ گئی؟ انہوں نے بتایا کہ خواب میں میرے پاس کوئی آیا اور کہا یہ کہو یَا قَرِیْبُ یَا مُجِیْبُ یَا سَمِیْعَ الدُّعَاءِ یَا لَطِیْفًا لِمَا یَشَآءُ رُدَّ عَلَیَّ بَصَرِیْ میں نے پڑھا تو اللہ تعالیٰ نے میری بنیائی لوٹادی۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت آنکھ کا درد تھا جب ابتداءً میں مرو سے نیشاپور آیا میں کئی دن تک سو نہ سکا تھا' ایک صبح مجھے نیند آئی تو کسی کہنے والے سے سنا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ میں بیدار ہوا تو تکلیف دور ہو کر درد ختم ہو چکی تھی اور اس کے بعد آج تک مجھے آنکھ کا درد نہیں ہوا۔

☆ حضرت محمد بن خزیمہ کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ انہوں نے بتایا جب احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو میں اسکندریہ میں تھا' مجھے بہت غم ہوا' میں نے خواب میں دیکھا تو احمد بن حنبل ٹہل رہے تھے۔ میں نے پوچھا' اے ابوعبداللہ! یہ چال کیسی؟ انہوں نے کہا یہ جنتی خادموں کی چال ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے بتایا' مجھے بخش دیا' تاج پہنایا اور سونے

کے جوتے دیئے ہیں اور یہ فرمایا ہے کہ اے احمد! یہ تمہارے اس کہنے کا صلہ ہے جو تم نے کہا تھا کہ قرآن اللہ کا کلام ہے' پھر فرمایا اے احمد! مجھے ان دعاؤں سے پکارو جو میں نے تمہیں سفیانِ ثوری کے ذریعے پہنچائی تھیں اور جنہیں دنیا میں پڑھا کرتے تھے میں نے عرض کی: یَا رَبَّ کُلِّ شَيْءٍ بِقُدْرَتِكَ عَلٰی کُلِّ شَيْءٍ اِغْفِرْلِی کُلَّ شَيْءٍ وَّ لَا تَسْأَلْنِی عَنْ شَيْءٍ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے احمد! یہ رہی جنت' چلو اس میں داخل ہو جاؤ اور میں اندر چلا گیا۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص کعبہ کے پردوں سے چمٹا اور کہنے لگا: اِلٰهِی لَا شَرِيْكَ لَكَ فَيُوْتٰی وَ لَا وَزِيْرَ لَكَ فَيُرْشٰی اِنْ اَطَعْتُكَ فَبِفَضْلِكَ وَلَكَ الْحَمْدُ وَ اِنْ عَصَيْتُكَ فَبِجَهْلِی وَلَكَ الْحُجَّةُ عَلَیَّ فَبِاثْبَاتِ حُجَّتِكَ عَلَیَّ وَ انْقِطَاعِ حُجَّتِی لَدَيْكَ اَلَّا غَفَرْتَ لِی (اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں جسے سامنے لائیں' نہ ہی وزیر جسے رشوت دینا ممکن ہو' میں عبادت کرتا ہوں تو تمہاری مہربانی سے اور میں اس پر شکر گزار ہوں اور نافرمان ہو جاؤں تو یہ میری جہالت کے سبب ہوگا' اس کا تو مجھ سے پوچھے گا۔ چنانچہ تجھے اپنی ثابت شدہ محبت اور میری طرف سے حجت نہ ہونے کی قسم' تو میری بخشش فرما دے) چنانچہ غائبانہ آواز آئی کہ یہ نوجوان دوزخ سے رہا پا گیا۔

☆ کہتے ہیں' دعا کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے ربّ کے سامنے اپنی ضرورت پیش کر سکے ورنہ وہ جو چاہے' کرتا ہے۔

☆ کہتے ہیں' عام لوگوں کی دعا بولنے کی صورت میں ہوتی ہے' زاہدوں کی دعا کام دکھا کر اور عارفوں کی حال دکھا کر ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں' بہترین دعا وہ ہوتی ہے جو غموں کے ہجوم پر کی جائے۔

☆ ایک صوفی کا قول ہے کہ جب تم اللہ سے حاجت مانگو اور اللہ آسانی پیدا فرمائے تو اللہ سے جنت مانگو' ہو سکتا ہے کہ وہ قبولیت کا دن ہو۔

☆ کہتے ہیں' ابتدائی صوفیوں کی زبانیں دعائیں کرتی ہیں لیکن محققین کی زبانیں دعاؤں سے گونگی ہو جاتی ہیں۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی گئی تو فرمایا: مجھے اس بات کا ڈر ہے اگر دعا کروں تو مجھے یہ نہ کہہ دیا جائے اگر تو وہ کچھ مانگتا ہے جو تمہارے دینے کو ہمارے پاس پہلے ہی محفوظ ہے تو ہم پر الزام ہی لگاؤ گے (کہ دیا نہیں) اور اگر وہ مانگو تو جو تمہارے دینے کو ہمارے محفوظ نہیں تو گویا تم نے ہماری تعریف کر کے برا کیا اور اگر راضی برضا رہو تو ہم تمہارے لئے وہ سلسلہ جاری کر دیں گے کہ ایک عرصہ تک تمہاری ضرورتیں پوری ہوتی رہیں گی:

☆ حضرت عبداللہ بن منازل رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے' آپ نے فرمایا: مجھے پچاس سال ہو گئے کہ کوئی دعا نہیں مانگی اور نہ میرا اپنے بارے میں ارادہ ہے کہ کوئی میرے لئے دعا کرے۔

☆ کہتے ہیں کہ دعا، گناہگاروں کو سیڑھی کا کام دیتی ہے۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دعا اللہ اور بندے کے درمیان باہمی پیغام رسانی ہے اور جب پیغام کا سلسلہ جاری رہے، تو معاملہ اچھے طور پر چلتا رہتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ دعا ہی گناہگاروں کے لئے زبان ثابت ہوتی ہے۔

میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، فرما رہے تھے کہ جب خطا کار رو رہا ہوتا ہے تو گویا وہ اللہ کو اپنی ضرورت کا پیغام دے رہا ہوتا ہے چنانچہ اسی سلسلہ میں وہ یہ شعر بھی پڑھتے ہیں:

''انسان کے آنسو اس کے دل کا ترجمان بنا کرتے ہیں جبکہ سانس دلوں کے راز ظاہر کرتے ہیں''۔

☆ ایک صوفی یہ فرماتے ہیں کہ گناہوں کو چھوڑ دینا ہی دعا کہلاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ دولت سے ملنے کا شوق ہو تو دعا زبان کا کام کر جاتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ دعا کی اجازت دے دینا مطلوبہ چیز دینے سے بہتر ہوتا ہے۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ معذرت کے لئے اللہ تعالیٰ مومن کی زبان صرف اس لئے کھولتا ہے کہ اس کی بخشش کے اسباب بن سکیں۔

☆ کہتے ہیں کہ دعا حضوری ءبارگاہ الٰہی کا سبب ہوتی ہے، عطاء کے بعد واپسی ہوا کرتی ہے اور عطا لیتے ہی واپسی کی بجائے در الٰہی پر کھڑے رہنا بہر حال بہتر ہوتا ہے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے سامنے جاتے وقت پاکیزہ زبان کے ساتھ جانا، دعا کہلاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں، دعا میں شرط یہ ہے کہ انسان ہر فیصلہ ءالٰہیہ پر رضامندی کی عادت بنالے۔

☆ کہتے ہیں کہ گناہ گاری سے قبولیت دعا کے سارے راستے بند کر کے انتظار کا کیا فائدہ؟

☆ ایک صوفی کے بارے میں آتا ہے کہ اسے کہا گیا، دعا کر دو، اس نے کہا کہ اجنبی بننے سے یہ اچھا ہے کہ تو اپنے اور اللہ کے درمیان کوئی واسطہ ووسیلہ بنالے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو فرماتے سنا کہ ایک عورت حضرت تقی بن مخلد کے پاس آئی اور کہا کہ میرے لڑکے کو رومیوں نے قید کر لیا ہے اور میرے پاس تو صرف یہ جھونپڑی ہی ہے جسے میں فروخت بھی نہیں کر سکتی لہٰذا درخواست ہے کہ آپ کسی کو فدیہ ادا کرنے کا اشارہ کر دیں کیونکہ رات دن مجھے اچھی نہیں لگتے، نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی چین نصیب ہوتا ہے، آپ نے فرمایا اچھا چلی جاؤ، میں انشاء اللہ اس کے بارے غور و فکر کروں گا۔

حضرت احمد کہتے ہیں کہ حضرت شیخ نے مراقبہ کی حالت بنا کر ہونٹ ہلانا شروع کئے۔ احمد کہتے ہیں کہ ہم کچھ عرصہ وہیں رہے، اسی دوران وہی عورت آئی، بیٹا ہمراہ تھا، آتے ہی وہ شیخ کو دعائیں دینے لگی اور بتایا کہ یہ بغیر کسی پریشانی کے گھر پہنچ گیا تھا، ایک بات آپ سے کرے گا جو اس کے پاس ہے۔ اتنے میں وہ نوجوان بولا کہ میں قیدیوں کے ساتھ ایک رومی بادشاہ کے قبضے میں تھا، اس کا ایک خادم روزانہ ہم سے خدمت لیتا چنانچہ اسی خدمت کے لئے ہمیں صحراء کی طرف نکال کر لے جاتا اور واپس لے آتا، بیڑیاں روزانہ جوں کی توں ہمارے پاؤں میں ہی رہتیں۔

ایک دن، ہم محافظ شاہی نوکر کے ساتھ سارا دن کام کر کے شام کو واپس آئے تو میرے پاؤں کی بیڑی کھل گئی اور زمین پر جا پڑی۔ اس لڑکے نے وقت اور دن بھی بتایا (اور یہ وہی وقت تھا جب اس کی ماں شیخ تقی بن مخلد کے پاس دعا کے لئے آئی تھی اور انہوں نے دعا کر دی تھی) نوجوان نے کہا کہ پھر محافظ اٹھ کر میری طرف آیا، چلا کر بولا کہ تو نے بیڑی توڑ ڈالی ہے؟ میں نے کہا نہیں، یہ تو پاؤں سے خود بخود گر گئی ہے، وہ دیکھ کر حیران رہ گیا، اپنے ساتھی نوکروں کو بلالیا اور وہ لوہار کو لے آئے اور بیڑی مجھے پہنا کر قید کر دیا، ابھی میں چند قدم ہی چلا ہوں گا کہ بیڑی پھر میرے پاؤں سے کھل گئی اور وہ سب یہ ماجرا دیکھ کر حیران رہ گئے۔

اب انہوں نے اپنے رہبان (پادری) کو بلایا، تو اس نے مجھ سے پوچھا: تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا، ہاں، وہ کہنے لگے کہ اس کی دعا تو قبولیت کے موافق ہوگئی، اللہ تعالیٰ نے تمہیں رہا کر دیا ہے لہٰذا ہم تمہیں قید میں نہیں رکھ سکتے۔ اس کے بعد انہوں نے مجھے سفر خرچ دیا نیز ایک آدمی میرے ساتھ بھیجا جو مجھے مسلمانوں کے علاقہ تک لا کر چھوڑ گیا۔

باب

الفقر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ[1] (ان فقیروں کے لئے جو راہ خدا میں روکے گئے، زمین میں چل نہیں سکتے نادان انہیں تونگر سمجھے، بچنے کے سبب، تو انہیں ان کی صورت سے پہچان لے گا، لوگوں سے سوال نہیں کرتے کہ گڑگڑانا پڑے اور تم جو خیرات کرو، اللہ اسے جانتا ہے)

فقراء، اغنیاء سے ۵۰۰ سال قبل جنت میں:

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''فقراء، اغنیاء سے پانچ سو سال قبل ہی جنت میں چلے جائیں گے، یہ وہاں کا آدھا دن ہوگا۔''

☆ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''درحقیقت مسکین وہ نہیں ہوتا جو چکر لگاتا پھرے اور ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں لے کر واپس آجایا کرے۔''
صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی یارسول اللہ! ذرا مسکین کی وضاحت تو فرمائیے' آپ نے فرمایا:
''مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس اتنا کچھ نہیں ہوتا جو اس کی ضرورت کے لئے کافی ہو اور لوگوں سے سوال کرتے وقت بھی شرمندگی محسوس کرتا ہے اور پھر لوگوں کو اس کی ضرورت مندی کا علم بھی نہیں ہوتا کہ اسے کچھ دے دیں۔''[2]

☆ حضرت استاد فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ ''وہ سوال کرتے وقت شرمندہ ہوتا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اسے لوگوں سے مانگنے پر اللہ سے حیاء آتی ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ لوگوں سے شرماتا ہے۔

☆ ''فقر'' اللہ کے اولیاء کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے اور صوفیہ کے لئے زیور ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں یعنی متقی لوگوں اور انبیاء علیہم السلام کے لئے اسے پسند فرمایا ہے۔

فقیر، رازدارِ الٰہی:

☆ یہ فقیر لوگ اللہ کی مخلوق میں سے نمایاں حیثیت کے مالک ہوتے ہیں، اللہ کے راز واسرار انہی کے پاس محفوظ ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں کی وجہ سے اپنی مخلوق کی حفاظت فرماتا ہے اور انہی کی برکت کی بنا پر لوگوں کو روزی دی جاتی ہے۔

۱۔ سورہ بقرہ، آیت ۲۷۳

۲۔ ترمذی شریف: باب الزہد۔ ابن ماجہ، باب الزہد۔ دارمی شریف، کتاب الرقاق۔ مسند احمد بن حنبل

☆ صبر کرنے والے فقراء قیامت کو اللہ کے ہم مجلس ہوں گے اور یہ بات حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ہر کھلنے والی چیز کی ایک چابی ہوتی ہے اور جنت کی چابی فقراء و مساکین سے محبت ہوتی ہے اور صبر کرنے والے فقراء قیامت کے دن اللہ کے ہم مجلس ہوں گے۔'' [1]

☆ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کی خدمت میں دس ہزار درہم نذرانہ لے کر آیا لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے فرمایا: تم یہ ارادہ لے کر آئے ہو کہ دس ہزار درہم دے کر میرا نام فقراء سے خارج کرا دو؟ نہیں، ایسا نہیں ہو سکے گا۔

☆ حضرت معاذ نسفی رحمہ اللہ نے فرمایا: کوئی قوم خواہ کیسے ہی عمل کرتی رہی، اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تک ہلاک نہیں کیا جب تک اس نے فقراء کی توہین اور تذلیل نہیں کی۔

☆ کہتے ہیں، فقراء کے لئے یہ بات بھی ایک فضیلت سے کم نہیں کہ وہ مسلمانوں کی روزی میں اضافہ چاہتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کے نرخ کم ہوں کیونکہ فقیر کو خریدنے کی ضرورت ہوتی ہے اور غنی کو بیچنے کی۔ یہ تو عام فقیروں کا حال ہے خاص کا کیا حال ہوگا۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے فقر کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا: حقیقت فقر یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے آسودگی کے لئے کچھ نہ مانگے اور اس فقر کی تعریف یہ ہے کہ اسباب کو کوئی حیثیت نہ دے۔

☆ حضرت ابراہیم قصار رحمہ اللہ فرماتے ہیں، انسان جب فقر میں داخل ہو جاتا ہے تو یہ ایسا لباس ہوتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کے پاس ۳۹۴ یا ۳۹۵ھ میں روزن سے ایک فقیر حاضر ہوا، ٹاٹ کا کرتہ تھا اور اسی کی ٹوپی پہن رکھی تھی، آپ کے ایک مرید نے خوش طبعی کے طور پر پوچھا کہ یہ کتنے کو خریدا ہے؟ تو اس نے کہا، میں نے پوری دنیا کے بدلے خرید لیا ہے اور فروخت کرنے والے نے کہا ہے کہ آخرت لے لو، یہ مجھے دے دو مگر میں نے انکار کر دیا ہے۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک فقیر مانگنے کے لئے ایک مجلس میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ میں تین دن سے بھوکا ہوں۔ وہاں ایک شیخ بیٹھے تھے، انہوں نے بلند آواز سے کہا کہ تم نے جھوٹ بولا ہے، فقر تو اللہ کا راز ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی کسی ایسے کے پاس یہ راز نہیں رکھتا جو اسے جہاں چاہے، اٹھا لے جائے۔

شیطان تین مقامات پر اظہار خوشی کرتا ہے:

☆ حضرت حمدون قصار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شیطان اور اس کا شکر کسی مقام پر اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ تین چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز پر خوش نہیں ہوتے:

1۔ اس مومن شخص پر جو کسی مومن کو قتل کر دے۔
2۔ ایسے آدمی پر جو کفر کی حالت میں پڑ جائے۔
3۔ اور ایسے دل پر جسے خوف آنے کا خطرہ رہے۔

---

[1] بخاری شریف، کتاب الزکاۃ، نسائی شریف، کتاب الزکاۃ، دارمی شریف، کتاب الزکوۃ، مؤطا، باب صفۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔ مسند احمد بن حنبل

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اے فقراء کے گروہ! تمہاری پہچان اللہ سے ہوتی ہے اور اسی کی وجہ سے تمہاری عزت ہے لہٰذا جب کبھی تنہائی ملے تو سمجھو کہ اس وقت تمہیں اللہ کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ کیا اللہ کے ہاں انسان کا محتاجی دکھانا بہتر ہوتا ہے، یا امیری؟ آپ نے فرمایا جب حقیقۃً کوئی اللہ کا محتاج ہو جاتا ہے تو اللہ کے ساتھ غنی ہو جاتا ہے اور پورا امیر بن جاتا ہے چنانچہ اس مقام پر یہ کہنے کی ضرورت ہی نہیں دونوں حالتوں میں کونسی حالت زیادہ مکمل ہے کیونکہ یہ دونوں ہی حالتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں ایک بھی دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ سے فقر کا تعارف پوچھا گیا تو فرمایا: نفس کو احکام خداوندی میں چھوڑ دینے کا نام فقر ہے۔

فقیر کی پہچان تین چیزیں:

☆ کہتے ہیں کہ فقیر کی پہچان تین چیزوں سے ہوتی ہے۔

1۔ وہ اللہ کے راز کا محافظ ہوتا ہے۔

2۔ اللہ کا فرض ادا کیا کرتا ہے۔

3۔ اپنی فقیری کا تحفظ کرتا ہے۔

☆ حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اغنیاء کی طرف سے ملنے والی امداد فقیروں کو کیوں نہیں پہنچ رہی؟ تو انہوں نے کہا کہ اس کی تین وجوہات ہیں:

1۔ اس لئے کہ اغنیاء کا مال پاک نہیں رہا

2۔ اس لئے کہ اغنیاء کو توفیق ہی نہیں ہوتی

3۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فقراء کو آزمائش میں ڈالے رکھنا چاہتا ہے

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم فقراء کو دیکھو تو ان سے ویسے ہی سوال جواب کرو جیسے مالداروں سے کرتے ہو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو جو کچھ علم میں نے دے رکھا ہے، اسے مٹی کے نیچے دفن کر دو۔

☆ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں مالداروں کی مجلس میں بیٹھنے کی بجائے اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ محل سے نیچے گر کر چور چور ہو جاؤں کیونکہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ:

''مردوں کی مجلسوں میں نہ بیٹھا کرو، عرض کی گئی یا رسول اللہ! یہ مرنے والے (موتی) کون ہوتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اغنیاء۔''

☆ حضرت ربیع بن خثیم رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ بھاؤ چڑھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تو اپنے اولیاء کو بھی بھوک دیتا ہے چنانچہ ہم اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ ہمیں بھوکا رکھے۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے فقر مانگا تو ہمیں مالداری نصیب ہوگئی اور لوگوں نے مالداری طلب کی تو انہیں فقیری مل گئی۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ فقر کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ فقر سے ڈر ہی درحقیقت فقر ہوتا ہے، پھر پوچھا

گیا کہ مالداری کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ سے امن کا تقاضا کرنا۔

☆ حضرت ابن کرینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک سچا فقیر مالداری سے احتراز کرتا ہے اور وہ اس خوف سے کہ کہیں مالداری آ کر اس کے فقر کو برباد نہ کر دے بالکل ایسے ہی جیسے ایک مالدار شخص فقر سے ڈرتا ہے اور وہ اس اندیشہ سے کہ کہیں فقر کے آ جانے پر اس کی مالداری میں فساد پیدا نہ ہو جائے۔

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک فقیر کے لئے اپنے رب کے ہاں کیا چیز لے جانا بہتر رہے گا؟ آپ نے فرمایا کہ فقر سے بہتر چیز وہ پیش بھی کیا کر سکے گا؟

حضرت موسےٰ علیہ السلام جوئیں نکالتے:

☆ کہا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ''اے موسیٰ (علیہ السلام)! تم چاہتے ہو کہ قیامت کے دن تمہاری نیکیاں سب لوگوں جتنی ہوں؟ انہوں نے عرض کی، ہاں! حکم فرمایا کہ پھر مریض کی بیمار پرسی کیا کرو اور فقیروں کے کپڑوں سے جوئیں نکالا کرو! چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی دن سے یہ کام شروع کر دیا، ہر ماہ میں سات دن مقرر کر لئے، آپ فقراء کے پاس چکر لگاتے ان کے کپڑوں سے جوئیں نکالتے اور مریضوں کی تیمارداری کیا کرتے۔

جوہریت انسان، وجہ؟:

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ پانچ چیزیں ہیں جن سے انسان جوہر کی طرح قیمتی ہو جاتا ہے۔

1۔ فقیر ہوتے میں مالدار ہو کر دکھانا
2۔ بھوکا ہوتے ہوئے سیر شکم دکھانا
3۔ غمزدہ ہوتے ہوئے خوش باش نظر آنا
4۔ ایسا بننا کہ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان محبت ہی نظر آئے
5۔ ایسا آدمی بن کر دکھانا کہ دن کو روزہ رکھ کر اور رات کو نوافل کی مشقت اٹھانے کے باوجود کمزوری کے آثار نہ دکھائے۔

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک فقیر کا سب سے افضل مقام یہ ہوتا ہے کہ وہ قبر میں جانے تک پختہ عہد کرے کہ فقر پر قائم رہے گا۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے تھے: جب انسان فقر ہی سے خوف کھانے لگے تو سمجھ لو کہ اللہ اس پر ناراض ہو گیا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کم از کم فقر میں یہ ہونا چاہیے کہ کسی فقیر کے پاس ساری دنیا کا ساز و سامان ہو، اور وہ اسے ایک ہی دن میں تقسیم کر دے، اب اگر اس کے دل میں ایک دن کی روزی بچا رکھنے کا خیال پیدا ہو گیا تو سچا فقیر نہ ہوگا۔

☆ میں نے حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ سے سنا، بتایا تھا کہ لوگ فقر و مالداری کے بارے میں بحث کرنے میں کہہ رہے تھے کہ بھلا ان میں کونسا افضل ہے؟ ایک نے کہا میرے نزدیک تو افضل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فقیر کو ضرورت کی حد تک روزی دے اور پھر اسے اسی پر ثابت قدم کر دے۔

☆ حضرت محمد بن یٰسین رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے ابن الجلاء سے فقر کے بارے میں آگاہی چاہی تو انہوں نے خاموشی اختیار کر

لی پھر تھوڑی دیر کے لئے وہاں سے چلے گئے اور جلد ہی واپس آ گئے اور فرمایا کہ میرے پاس چار دانگ رقم تھی، ان کے ہوتے مجھے فقر کے بارے میں گفتگو کرتے شرم آئی چنانچہ میں جا کر تقسیم کر آیا ہوں۔ اس کے بعد آپ بیٹھ گئے اور فقر کی باتیں ہونے لگیں۔

☆ حضرت ابراہیم بن مولد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابن الجلاء سے پوچھا کہ انسان فقیر کہلانے کا حقدار کب بنتا ہے؟ آپ نے فرمایا جب اس کے ذہن میں اپنے فقر کے بارے میں ذرہ بھر بھی خیال نہ رہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ یہ کب ممکن ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب فقیر یہ خیال کرے کہ اسے فقر کا مقام حاصل ہے تو در حقیقت حاصل نہ ہوگا اور جب اسے خیال ہو کہ وہ فقیر نہیں تو اسے فقر حاصل ہوگا۔

☆ یہ بھی بتاتے ہیں، صحیح فقر تو اس وقت نظر آئے گا جب فقیر کو یہ معلوم ہو کہ فقر میں وہ اللہ کے سوا کسی کا محتاج نہیں۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ فقر سے تو یہ بہتر ہوتا ہے کہ انسان فقیری میں مالداری کا اظہار کرے۔

☆ حضرت نقاش رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں نے بنان مصری کو بتاتے سنا، فرمایا: میں مکہ میں بیٹھا تھا، ایک نوجوان میرے سامنے تھا، اس کے پاس ایک انسان آیا اور درہموں سے بھرا تھیلا رکھ دیا وہ بولا کہ مجھے تو کوئی ضرورت نہیں۔ اس نے کہا آپ مساکین کو دے دیں چنانچہ رات ہوئی تو دیکھا کہ خود وہ وادی میں پھرتے ہوئے کچھ اپنے لئے مانگ رہا تھا۔ میں نے کہا، تقسیم کرتے وقت کچھ اپنے لئے بچالیا ہوتا؟ آپ کے قبضے میں تو کافی تھا! آپ نے فرمایا: یہ تو میرے علم ہی میں نہ تھا کہ اب تک میں جیتا رہوں گا۔

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ فرماتے تھے، انسان کے اللہ تک رسائی کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ہر حالت میں ہمیشہ اس کے سامنے فقیر کے روپ میں دکھائی دیا کرے، سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر کاربند رہے اور حلال روزی کی تلاش میں رہے۔

☆ حضرت مرتعش رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، ایک فقیر کو جچتا نہیں کہ اپنے مقام سے ایک قدم بڑھ کر دکھائے۔

چار نمایاں صوفیہ:

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ چار آدمی اپنے اپنے دور میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں،

1۔ ان میں سے ایک نہ تو مسلمان بھائیوں سے کچھ لیتے اور نہ ہی وقت کے حاکم سے، یہ یوسف بن اسباط تھے، حالانکہ باپ کی وراثت سے ستر ہزار درہم ان کا حصہ بنتا تھا لیکن انہوں نے کچھ بھی نہ لیا، اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں سے چٹائیاں بنا کر روزی کما لیا کرتے۔

2۔ ایک ایسے تھے کہ بھائیوں اور وقت کے حکمران، دونوں سے ہی لیتے، یہ ابو اسحٰق خرازی تھے، بھائی بندوں سے لیا ہوا مال تو ان میں تقسیم کرتے گوشہ نشین ہونے کی وجہ سے حرکت نہ کر سکتے اور حاکم وقت سے لیا ہوا مال اہل طرسوس کے ضرورت مندوں کو دے دیا کرتے۔

3. تیسرے وہ تھے جو بھائیوں سے تو لیتے مگر حاکم وقت سے نہ لیتے، یہ عبداللہ بن مبارک تھے، بھائیوں سے لیتے تو کچھ انہیں بھی دیتے اور

4۔ چوتھے کا کام یہ تھا کہ حاکم وقت سے تو لیتے لیکن بھائیوں سے نہ لیا کرتے۔ یہ مخلد بن حسین تھے، ان کا کہنا تھا، حکمران تو احسان نہیں جتلاتا مگر یہ لوگ جتلاتے ہیں۔

مالداری کی وجہ سے کسی کے آگے جھکنا' دین کا نقصان:

☆ ایک دن حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرمار ہے تھے کہ حدیث پاک میں آتا ہے:
''جو مالداری کی وجہ سے کسی مالدار کو جھک کر دکھاتا ہے اس کا دو تہائی دین پلے سے نکل جاتا ہے۔''
کیونکہ دل، زبان اور اپنے نفس کی وجہ سے وہ انسان کہلاتا ہے، چنانچہ جب وہ اپنے نفس اور زبان سے جھکاؤ کرے گا تو دو تہائی دین جاتا رہے گا اور اگر وہ دل سے بھی تواضع کرنے لگے تو مکمل دین ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

فقیر کے لئے چار چیزیں لازم:

☆ کہتے ہیں کہ فقیر کے لئے چار چیزیں لازمی ہوتی ہیں:
1۔ علم جو اسے راہ راست پر رکھے
2۔ پرہیزگاری جو اسے بداعمالی سے بچائے۔
3۔ اپنے آپ پر بھروسہ جو اسے نیک اعمال کے لئے تیار کرے۔
4۔ ذکر خدا جس میں مصروف رہے۔

☆ کہا جاتا ہے جو شخص عزت کمانے کو راہ فقر پر چلے محتاج ہو کر مرے گا لیکن جو اس لئے فقر اختیار کرے کہ اللہ سے تعلق جڑا رہے تو وہ گویا غنی ہو کر مرے گا۔

☆ حضرت مزین رحمہ اللہ نے فرمایا، اللہ سے ملنے کے طریقے تو آسمانی ستاروں کی طرح ان گنت تھے لیکن سب سے کامیاب فقر رہ گیا اور یہی صحیح ترین ثابت ہوا۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ نے فرمایا، پاس کچھ نہ ہو تو سکون محسوس ہونا اور ہوتے ہوئے تقسیم کر دینا، فقر کی پہچان ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے فقر کی اصلیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ اللہ سے رشتہ جڑنے پر ہر شے سے بے نیازی، فقر ہے۔

☆ حضرت منصور بن خلف مغربی رحمہ اللہ نے بتایا کہ مجھے حضرت ابو سہل خشاب کبیر رحمہ اللہ نے بتایا تھا کہ فقر نام ہے محتاجی اور ذلیل ہونے کا، میں نے کہا، نہیں بلکہ محتاجی اور آبرو کو کہتے ہیں۔ انہوں نے پھر کہا کہ فقر محتاجی اور تواضع کو کہتے ہیں، میں نے کہا محتاجی اور سربلندی کا نام ہے۔''

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ مجھ سے کسی نے حدیث پاک ''فقر' کفر کا سبب بھی بن سکتا ہے'' کے متعلق پوچھا تو میں نے یہ جواب دیا: کسی چیز میں جتنی فضیلت اور قدر و قیمت دکھائی دے گی اسی قدر اس کے لئے مصیبت اور ضد پیدا ہو گی لہٰذا جو چیز ذاتی طور پر بہتر و افضل ہو گی، اسی قدر اس کی ضد اور مصیبت ناقص شمار ہو گی جیسے ایمان کو دیکھئے، چونکہ یہ سب سے عمدہ خصلت شمار ہوتا ہے اس کی ضد بھی کفر جیسی بدترین برائی ہے، در چونکہ فقر کو ہمیشہ کفر سے خطرہ رہتا ہے تو معلوم ہو گیا کہ فقر ایک افضل ترین خصلت ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب تم کسی فقر سے ملو تو نرمی سے پیش آؤ عالم ہو کر نہ دکھاؤ، عاجزی سے ملو گے تو اس سے اسے انس و محبت محسوس ہو گی لیکن عالم بن کر دکھاؤ گے تو اسے بیگانگی سی معلوم ہونے لگے گی۔ میں نے عرض کی کیا ایسا فقیر بھی ہو سکتا ہے جو علم

سے بیگانگی محسوس کرنے لگے؟ آپ نے فرمایا، ہاں یہ ہوتا ہے کیونکہ فقیر جب اپنے فقر میں کمال پر ہوتا ہے (اسے سکوت کی ضرورت ہوتی ہے) تو ایسے میں تو اگر اس کے سامنے اپنا علم جتلانے لگے تو وہ گویا ایسے ڈھل جائے گا جیسے سکہ آگ پر ڈھل جاتا ہے۔

☆ آپ ہی نے بتایا کہ حضرت مظفر قرمسینی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ فقیر وہ ہوتا ہے جسے اللہ سے بھی حاجت مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

(حضرت استاذ ابوالقاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) حضرت قرمسینی کے اس قول میں ان لوگوں کے لئے تھوڑا سا اشکال پایا جاتا ہے جو صوفیہ کا قول غفلت سے سنیں اور معانی پر غور نہ کریں ورنہ انہوں نے صاف اشارہ کر دیا ہے کہ فقیر اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس میں اسے مطالبہ اور سوال کی ضرورت نہیں رہتی، وہ اپنی پسندیدگی کی نفی کر لیتا ہے اور ہر اس حکم پر راضی رہا کرتا ہے جو اللہ کی طرف سے جاری ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابن خفیف رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی چیز پر اپنی ملکیت ظاہر نہ کرنا اور خود کسی صفت کو اپنے آپ میں پیدا ہونے نہ دینا، فقر کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا، حقیقی فقر یہ ہے کہ انسان غیر اللہ سے کچھ لینے کی بجائے اسے دینا اچھا جانے اور پھر سخاوت یہ نہیں ہوتی کہ کسی کمینے مالدار کو دیا کرے، سخاوت تو درحقیقت یہ ہے کہ کسی غریب کو دے جو اپنے آپ کو مالدار ظاہر کیا کرتا ہے۔

☆ حضرت ابن الجلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کے سامنے یہ کام عزت والا نہ ہوتا تو فقیر کو حکم ملتا کہ اکڑ کر چلا کرے۔

☆ حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ نے فرمایا، چالیس سال کا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود کبھی بھی میرے پاس پہننے کو دوسری قمیص نہ آسکی۔

☆ ایک صوفی کہتے ہیں، مجھے ایسے لگا جیسے قیامت بپا ہوگئی ہے اور کہیں سے آواز آئی کہ مالک بن دینار اور محمد بن واسع کو جنت میں داخل کر دو، میں دیکھتا رہا کہ ان میں سے آگے کون ہوتا ہے؟ دیکھا تو محمد بن واسع آگے آئے، میں نے پوچھ لیا کہ انہیں آگے کس وجہ سے آنے کا موقع ملا ہے تو کہا گیا کہ دنیا کے اندر اس کے پاس ایک ہی قمیص رہا کرتی تھی جبکہ مالک کے پاس دو قمیصیں ہو جاتی تھیں۔

☆ حضرت محمد مسوحی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہوتا ہے جسے اپنی ذاتی غرض کے لئے کسی سبب کی ضرورت نہ پڑے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ فقیر کو راحت کب ملتی ہے؟ تو انہوں نے کہا، جس حال میں بھی وہ ہے اس کے علاوہ اس کا نفس کسی اور حال کی طرف توجہ ہی نہ دے۔

☆ فقراء نے حضرت یحییٰ بن معاذ کے پاس باہم فقر اور مالداری کے متعلق گفتگو شروع کر دی تو آپ نے فرمایا قیامت کے دن نہ تو فقر کا وزن کیا جائے گا اور نہ مالداری کا اگر وزن ہوگا تو صبر اور شکر کا ہوگا، ہر معاملہ میں انسان کے متعلق یہی کہا جا رہا ہوگا کہ یہ شکر کیا کرتا اور صبر سے کام لیا کرتا تھا۔

فقیر راضی، اللہ راضی:

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کی طرف وحی فرمائی کہ اگر اپنے بارے میں میری رضا جاننا چاہتے ہو تو یہ دیکھو کہ فقیر تم سے راضی ہیں یا نہیں؟

☆ حضرت ابوبکر زقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر حالت فقر میں تقویٰ فقیر کا ساتھی نہ ہوتا تو پھر وہ خالص حرام کھایا کرتا۔

☆ حضرت ابوبکر بن طاہر رحمہ اللہ فرماتے تھے، فقیر کی بڑی پہچان یہ ہوتی ہے کہ دنیا کی طرف قطعاً نہ دیکھے اور اگر شدید ضرورت ہو تو صرف اتنا لے جس سے اس کی ضرورت پوری ہو سکے۔

☆ احمد بن عطاء نے کسی کے یہ اشعار اسی مناسبت سے پڑھے تھے:

''لوگ کہہ رہے ہیں کل تو عید ہے، کل تمہیں کیا پہننا ہے تو میں نے انہیں جھٹ کہہ دیا کہ میں اس پیار سے ساقی کا لباس پہنوں گا جو مجھے محبت کے گھونٹ پلایا کرتا ہے، فقر اور صبر میرے وہ دو لباس ہیں جن کے نیچے ایسا دل موجود ہے کہ عیدین اور جمعے اس میں موجود محبت کو دیکھا کرتے ہیں، جس دن محبوب کی زیارت کرنا چاہتے ہو، اس دن سب سے زیادہ پہننے والا لباس وہ ہوگا جو محبوب نے اتارا ہوگا، اے میری آرزو! تو ہی ٹوٹ جائے تو زمانہ میرے لئے ماتم کرنے سے کم نظر نہ آئے گا، جب تک تو دکھائی دیتا اور میری بات سنتا ہے، میرے لئے عید ہی عید ہے۔''

کسی نے بتایا کہ یہ اشعار ابو علی روذباری کے ہیں۔

☆ حضرت ابوبکر مصری رحمہ اللہ سے حقیقی اور سچی فقیری کے بارے میں پوچھا گیا تو بتایا، فقر یہ ہوتا ہے کہ فقیر نہ تو کسی چیز کا مالک ہو اور نہ ہی کسی چیز سے غرض رکھے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہمیشہ پاکباز شخص تکبر میں مبتلا ہوتا ہے تو اس سے دائمی فقر ہی بہتر ہوتا ہے خواہ اس میں اچھے برے ہر قسم کے اعمال ملے جلے پائے جاتے ہیں۔

☆ حضرت ابوعبداللہ مصری رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیس سال کے عرصے میں حضرت ابوجعفر حداد کی حالت یہ رہی کہ روزانہ ایک دینار کما کر فقراء پر خرچ کر دیتے اور پھر مغرب و عشاء کے درمیان نکلتے تو دروازہ پر کھڑے لوگ انہیں کچھ نہ کچھ دے دیتے۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ فرماتے تھے، فقیر کی وصف یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس کچھ نہ ہو تو سکون کرے اور پلے ہونے کی صورت میں خوب خرچ کرے اور فقراء کو اولیت دے۔

☆ حضرت محمد بن علی کتانی رحمہ اللہ نے بتایا، ہمارے پاس مکہ میں ایک نوجوان گودڑی سی پہنے رہتا، نہ ہم سے ملتا جلتا اور نہ ہی ہماری مجلس میں آتا، مجھے اس سے محبت ہو گئی، کہیں سے مجھے حلال کے دو سو درہم ہاتھ آ گئے، میں اس کے پاس لے گیا' اس کے تکیہ کے پاس رکھ دیئے اور اسے کہا کہ یہ حلال طریقے سے میرے ہاتھ لگے ہیں، آپ انہیں اپنی ضرورت کے وقت استعمال کر لیں۔

اس نے حقارت سے میری طرف دیکھا اور ایسی بات کی جس کا مجھے علم ہی تھا چنانچہ کہنے لگا میں نے اللہ سے ہم نشینی کا یہ جلسہ ستر ہزار دینار میں خریدا ہے اور نقصان نہیں کیا تو کیا تمہارا ارادہ ہے کہ یہ دو سو دینار دے کر مجھے دھوکے میں ڈال دو؟ یہ کہا اور اٹھ کھڑا ہوا، وہ درہم بکھیر دیئے، میں نے چن کر اکٹھے کر لئے۔ وہ جاتے ہوئے میرے پاس سے گذرا تو اس جیسی عزت مجھے کسی میں دکھائی نہ دی اور نہ میں نے کبھی ایسی ذلت دیکھی جو درہم چنتے وقت مجھے محسوس ہوئی۔

☆ حضرت ابوعبداللہ خفیف رحمہ اللہ نے فرمایا، باوجودیکہ میں خاص و عام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا لیکن چالیس سال کے عرصے میں کبھی صدقۂ فطر لازم نہ ہو سکا۔

☆ حضرت احمد صغیر رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ایک فقیر تین دن بھوکا رہنے کے بعد نکل کھڑا ہوتا ہے اور اپنی ضرورت کی شے کسی سے مانگتا ہے تو اس کے بارے کیا کہا جائے گا؟ آپ نے فرمایا، وہ بھکاری ہوگا، ایسے فقیروں سے کہہ دو کہ تم کھاتے پیتے رہا کرو، اگر صوفی

ہوکر کوئی نکل کھڑا ہوتا ہے تو وہ تم سب کو رسوا کر ڈالے گا۔

☆ حضرت دقی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اللہ کے فقیر اپنی حالت میں رہتے ہوئے اگر بے ادبی کر جاتے ہیں تو ان کا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا، یہ ان کے درجہءِ حقیقت سے درجہءِ علم میں آجانے کا نشان ہوگا۔

☆ حضرت خیر النّساج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں گیا، دیکھا کہ ایک فقیر موجود ہے، وہ مجھے دیکھتے ہی مجھ سے لپٹ گیا اور کہنے لگا، اے شیخ! مجھ پر مہربانی کیجئے کیونکہ میں اس وقت سخت مصیبت میں ہوں۔ میں نے پوچھا، کیا ہوا؟ اس نے کہا آج کل میں آزمائش میں نہیں رہا بلکہ بہت تن آسانی میں گرفتار ہو چکا ہوں! میں نے جو دیکھا تو وہ دنیا کے لالچ میں گرفتار ہو چکا تھا۔

☆ حضرت ابوبکر وراق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت میں فقیر کے تو وارے نیارے ہوتے ہیں! پوچھا گیا، کیسے؟ تو بتایا کہ نہ تو دنیا میں کسی حکمران نے اس سے خراج (زمین کا ٹیکس) لینا ہوتا ہے اور نہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس سے کسی قسم کا حساب لے گا۔

باب
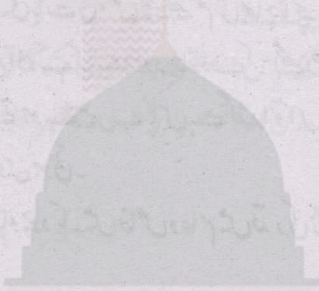
التصوف

بداعمالیوں سے صاف ستھرا رہنا تو پوری دنیا کی زبان میں اچھا شمار ہوتا ہے لیکن بداعمالیوں سے میلا ہونا اس کی ضد ہے اور یہ بری چیز ہے۔

صوفی، صوفیہ، متصوف اور متصوفہ کہنے کی وجہ:

دیکھئے! حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا:

''ایک دن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے تو چہرے پر پریشانی کے آثار نمایاں تھے، آتے ہی فرمایا: دنیا سے صفائی اٹھ گئی اور کھوٹ رہ گیا ہے تو ہر مسلمان کے لئے موت آج تحفہ بن گئی ہے۔''

تو چونکہ آپ نے ''صَفْوُ الدُّنْيَا'' کا لفظ ارشاد فرمایا ہے اس لئے عام طور پر فقراء پر یہی لفظ بولنا شروع کر دیا گیا چنانچہ ایک فقیر ہو تو ''صوفی'' اور سارے فقراء حضرات کو صوفیہ کہنے لگے نیز صوفی کی شکل اختیار کرنے والے ایک کو متصوف اور سب کو ''متصوفہ'' کہتے ہیں۔

لفظ صوفی کی بہترین تحقیق:

مزید برآں عربی زبان میں اس لفظ کے استعمال میں نہ تو قیاس کا دخل ہے نہ ہی عام عربی قاعدہ کے مطابق یہ لفظ کسی لفظ سے نکل کر بنا ہے۔ جہاں تک میرا ذاتی خیال ہے تو ظاہر یہی ہے کہ یہ ایک لقب کی حیثیت رکھتا ہے۔

ہاں جو لوگ کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ ''صوف'' سے بنا ہے چنانچہ ''تصوف'' اس وقت کہا جاتا ہے جب کوئی ''صوف'' پہنتا ہے جیسے کوئی لفظِ تَقَمَّصَ قمیص پہننے پر بولتا ہے تو یہ صرف ایک خیال ہی ہے کوئی قاعدہ نہیں کیونکہ اہل عرب ''صوف'' نام کا کوئی لباس پہننے کے عادی نہ تھے۔ یونہی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ صوفی کا لفظ مسجد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے مقام ''صفہ'' سے نسبت رکھتا ہے تو یاد رکھئے کہ ''صفہ'' سے ''صوفی'' کا لفظ کسی قاعدے کے تحت نہیں بن سکتا اور وہ لوگ جو اس لفظ کو ''صفاء'' سے نکال کر بناتے ہیں تو اہل لغت کے ہاں ''صفاء'' سے اسم نسبت ''صوفی'' کسی طور پر نہیں بن سکتا اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ لفظ ''صف'' سے بنا ہے کہ گویا فقراء اپنے دل کے اعتبار سے صف اول میں شمار ہوتے ہیں تو میں کہتا ہوں، معنٰے کے لحاظ سے تو یہ لفظ بولنا صحیح بنتا ہے لیکن لغت اسے ''صف'' کی طرف منسوب نہیں مانتی۔

بہر حال یہ لوگ اپنے منصب کے لحاظ سے اس قدر مشہور ہیں کہ ان کے لئے بولے جانے والے لفظ کے اس جھنجٹ میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں کہ قیاسی طور پر یہ لفظ کیسے بنا اور کس سے نکل کر بنا؟

تصوف کیا اور صوفی کون؟

علماء نے اس بارے میں بہت بحث کی ہے کہ صوفی کا معنیٰ کیا ہوتا ہے اور صوفی کون ہوتا ہے چنانچہ ہر ایک نے اپنے مافی الضمیر کے مطابق گفتگو کی ہے، رہا یہ کہ ہم اس ساری بحثوں کو بیان کر دیں تو یہ ہمارے پیش نظر اختصار سے نکل جانے کے مترادف ہوگا ہاں اشارۃً ہم چند اقوال ذکر کرتے ہیں:

☆ حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ''تصوف'' کسے کہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ہر اعلیٰ مخلوق میں شامل ہو جانا اور ذلیل لوگوں سے نکل جانا ''تصوف'' کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابو محمد مرعشی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میرے شیخ سے ''تصوف'' کا مفہوم بتانے کے متعلق سوال ہوا تو انہوں نے بتایا کہ یہی سوال حضرت جنید رحمہ اللہ سے بھی ہوا تھا، آپ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ جب اللہ تمہیں اپنی ذات کے لحاظ سے مار دے اور اپنی ذات کے لحاظ سے زندگی دے تو اسے ''تصوف'' کہیں گے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ سے ''صوفی'' کا تعارف پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ ایک تن تنہا اور الگ تھلگ رہنے والا شخص ہوتا ہے، نہ تو لوگ اسے اپنے میں شمار کرتے ہیں اور نہ ہی خود یہ کسی سے میل جول پسند کرتا ہے۔

☆ حضرت ابوحمزہ بغدادی رحمہ اللہ نے فرمایا: ایک سچے اور حقیقی صوفی کی پہچان تو یہ ہوتی ہے کہ پہلے اگر وہ مالدار تھا تو فقیر بن جائے، عزت دار تھا تو ذلیل بن جائے اور شہرت رکھتا تھا تو گمنام ہو جائے لیکن جھوٹے صوفی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ اگر پہلے وہ محتاج و فقیر تھا تو مالداری کی طرف رجحان کرے، ذلیل تھا تو عزت دار بن کر دکھائے اور گمنام تھا تو شہرت پسند کرنے لگے۔

☆ حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمہ اللہ سے ''تصوف'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ صوفی کا ہر وقت ایسا ہونا کہ وہ اپنی مؤجودہ حالت پر برقرار رہے تو یہ ''تصوف'' ہوگا۔

☆ حضرت محمد بن علی قصاب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ نیک لوگوں میں، نیک آدمی سے نیک وقت میں نیک عادات کے ظاہر ہو جانے کو ''تصوف'' کہتے ہیں۔

☆ حضرت سمنون رحمہ اللہ سے ''تصوف' کے بارے میں وضاحت کرنے کو عرض کی گئی تو فرمایا، تصوف یہ ہے کہ تو خود کسی چیز کا مالک بن کر دکھائے اور نہ تجھے (اللہ کے سوا) کوئی اپنا بنائے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ سے تصوف کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا: ہر تعلق توڑ کر صرف اللہ سے لو لگا لینا تصوف شمار ہوتا ہے۔

تصوف میں تین خصلتیں:

☆ حضرت رویم بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ تصوف میں تین خصلتیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں:

1۔ محتاجی اختیار کئے رکھنا اور صرف اللہ سے غرض رکھنا

2۔ خرچ کرنا اور دوسروں سے ترجیحی سلوک کرنا

3۔ نہ کسی چیز کے پیچھے پڑنا اور نہ ہی کسی چیز پر اظہار پسندیدگی کرنا

☆ حضرت معروف کرخی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ حق اور حلال لینا اور لوگوں کے مال سے امید نہ رکھنا تصوف کہلاتا ہے۔

☆ حضرت حمدون قصار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صوفیہ کے ساتھی بنو کیونکہ ان کے پاس ناقص کاموں کی خاطر معذرت کا ایک بہانہ موجود ہوتا ہے۔

☆ حضرت خراز رحمہ اللہ سے اہل تصوف کے بارے میں دریافت کیا گیا تو بتایا، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو مال کے ہوتے کھلے بندوں خرچ کرتے ہیں، خالی ہاتھ ہوں تو گمنام ہوتے ہیں اور انہیں قریبی لوگوں کی طرف سے آواز دی جاتی ہے کہ سنو! چنانچہ وہ ہم پر روتے ہیں (کہ تم ابھی پیچھے رہ گئے ہو)

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصوف نری مشقت ہوتی ہے، اس میں اصلاح ممکن نہیں ہوتی۔

☆ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ حضرات ایک ہی خاص طرز کے ہوتے ہیں، ان میں کسی اور کا داخلہ ممکن نہیں۔

☆ نیز فرمایا تصوف یہ ہوتا ہے کہ یکسوئی سے ذکر کرے، ذکر سن کر وجد میں آئے اور اللہ کی تابعداری کرتے ہوئے اعمال صالحہ کرے۔

☆ نیز فرمایا کہ صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے جس پر گندگی ڈالی جاتی ہے اور اس سے ہر ایک فائدہ لیتا ہے۔

☆ نیز آپ ہی کا ارشاد ہے کہ صوفی ایک لحاظ سے زمین جیسا ہوتا ہے کہ ہر نیک و بد اسے روندتا چلا جاتا ہے، ایک بادل جیسا ہوتا ہے کہ ہر ضرورتمند کو سیراب کرتا ہے اور بارش جیسا ہوتا ہے کہ ہر ایک پر برستا اور ہر ایک کو کھلے دل سے عطا کرتا ہے۔

☆ نیز فرمایا جب دیکھو کہ صوفی اپنی ظاہر حالت سنوارنے پر لگا رہتا ہے تو جان لیجئے کہ اس کا باطن خراب ہے۔

☆ نیز فرمایا، صوفی ایسا شخص ہوتا ہے جو اپنا خون تک بہانے سے گریز نہیں کرتا اور اپنی ہر شے لٹنا جائز سمجھتا ہے۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، صوفی کی پہچان یہ ہے کہ خالی ہاتھ ہو تو سکون سے ہوتا ہے اور کچھ ہوتا ہے تو پہلے لوگوں کو دیتا ہے۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تصوف اچھی خصلتوں کو کہتے ہیں چنانچہ جس کی اچھی خصلتیں تم سے بڑھ کر ہوں گی وہ تم سے آگے نکل جائے گا۔

☆ حضرت روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، تصوف یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے محبوب کے در پر دھرنا دے کر بیٹھ جائے خواہ اسے گویا دھکے ہی کیوں نہ پڑیں۔

☆ آپ ہی کا ارشاد ہے کہ دوری کے کھوٹ سے نکل کر قرب جیسے صاف مقام پر آنے کو تصوف کہتے ہیں۔

☆ کہا جاتا ہے کہ ایک بخیل صوفی سب سے برا انسان ہوتا ہے۔

☆ کہتے ہیں، خالی ہاتھ رہنا اور دل میں ذکر الٰہی کرتے رہنا تصوف کا خاص نشان ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں دل میں کسی بھی چیز کا غم رکھے بغیر اللہ سے لو لگانا تصوف کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابو منصور صوفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک صوفی اللہ کی طرف سے اشارہ پاتا ہے جبکہ باقی مخلوق اللہ کی طرف اشارہ کر رہی ہوتی ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفی دنیا سے کٹا ہوتا ہے اور حق تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہے جیسے قرآن کریم میں ہے وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي (میں نے تیرا انتخاب اپنے لئے کرلیا ہے) اس نے ہر غیر سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الگ رکھا اور پھر فرمایا

''تم مجھے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو۔''

☆ نیز فرماتے ہیں، صوفی گویا اللہ کے سامنے گودی کے بچے کی طرح ہوتے ہیں۔

☆ نیز فرمایا کہ تصوف ایک جلا دینے والا چمکارا ہوتا ہے۔

☆ نیز فرمایا کہ دھیان کی طرف دھیان کرنے سے بچ جانا تصوف کہلاتا ہے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک صوفی کائنات سے نفرت کرتے رہیں گے، ان کا یہ کام درست ہوگا اور جب یہ کام چھوڑ دیں گے تو بہتر نہ رہے گا۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ادب وآداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے حال پر نظر رکھنا تصوف کہلاتا ہے۔

☆ حضرت مزین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا فرمانبردار ہوجانا تصوف کہلاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ صوفی تلاش حق سے نہیں اکتاتا اور نہ ہی اس تک پہنچنے کے لئے سبب تلاش کرنے سے پریشان ہوتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ سے اہل تصوف کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: یہ ایک ایسا گروہ ہوتا ہے جنہوں نے ہر شے سے توجہ ہٹا کر صرف اللہ کو پسند کیا ہوتا ہے چنانچہ اللہ بھی انہیں اپنی ہر مخلوق سے زیادہ پسند کرتا ہے۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ اشاروں سے کام لیتے رہے پھر (اشارے بند کرکے) حرکات سے کام لیا اور پھر آخر میں (جب اعلیٰ سے اعلیٰ مقام نظر آئے) حسرتوں ہی میں مبتلا ہوتے چلے گئے۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ سے صوفی کی حالت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا صوفی وہ ہوتا ہے جو سماع سنتا اور اسباب (کے ذریعہ کام ہونا) پسند کرتا ہے۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے مصری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ آپ کے نزدیک صوفی کون شخص ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا تھا کہ صوفی وہ ہوتا ہے جسے نہ تو زمین نے اٹھایا ہوتا ہے اور نہ ہی آسمان کے سایہ تلے ہوتا ہے۔

حضرت استاذ ابوالقاسم نے بتایا کہ ابوسراج کا اشارہ اس طرف ہے کہ ایسا صوفی حالت محو میں ہوتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ صوفی وہ ہوتا ہے کہ جب اس کے پیش نظر دو حال ہوں یا دو خصلتیں اور دونوں ہی اچھی ہوں تو وہ ان دونوں میں سے اعلیٰ کو اپناتا ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ انہیں ''صوفیہ'' نام دینے کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا چونکہ ان میں قدرے ذاتی خواہش ہوتی تھی (تو اس لئے انہیں صاف کرنے کا لفظ بولا گیا) ورنہ انہیں یہ نام نہ دیا جاتا۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ابن جلاء رحمہ اللہ سے لفظ ''صوفی'' کا مفہوم پوچھا گیا تو فرمایا کہ علمی اعتبار سے اس سے واقف نہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ جو شخص فقیر کے مرتبہ پر ہوتا ہے وہ (اللہ کے سوا) کسی سبب پر نظر نہیں رکھتا، وہ لامکان اللہ کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ اسے کسی مکان سے ناواقف نہیں رہنے دیتا چنانچہ ایسے کو ''صوفی'' کہتے ہیں۔

☆ ایک صوفی فرماتے ہیں کہ تصوف، مرتبہ کی خواہش اور دنیا وآخرت کی روسیاہی سے بچنے کا نام ہے۔

☆ حضرت ابویعقوب مزائلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصوف وہ علامت ہوتی ہے جس میں انسان کے بندہ ہونے کی (عام) علامات ختم ہوجاتی ہیں۔

☆ حضرت ابوالحسن سیروانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفی الٰہی واردات کے باعث بنتا ہے نہ کہ ورد و ظیفے کرنے سے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے راہ طریقت میں بہترین بات یہ ہے کہ تصوف ایک ایسا راستہ ہے جو ان لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے جن کی ارواح کے ذریعے اللہ تعالیٰ گندگیاں صاف کر دیتا ہے، اسی لئے ایک دن انہوں نے فرمایا تھا کہ اگر ایسے لوگوں کے پاس صرف روح ہی موجود ہو اور وہ اسے دنیا کے کتوں کے سامنے ڈال دے تو کوئی کتا انہیں دیکھنے تک کی ہمت نہ کرے گا۔

☆ حضرت استاد ابوسہل صعلوکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تصوف شکوہ شکایت کرنے سے ہٹ جانے کو کہتے ہیں۔

☆ حضرت مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک صوفی جب معدوم ہو جاتا ہے تو اس کا وجود ہی ہوتا ہے اور وجود میں ہوتا ہے تو معدوم نہیں ہوا کرتا۔

☆ حضرت استاد قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصری کے اس قول میں اشکال پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کے قول ''معدوم ہونے کے بعد وجود میں نہیں آتا۔'' کا مفہوم یہ ہے کہ جب اس کی آفتیں اور رکاوٹیں ختم ہو جاتی ہیں تو وہ دوبارہ نہیں آتیں اور آپ کے اس فرمان ''وجود میں آنے کے بعد معدوم نہیں ہوتا کا'' مطلب یہ ہے کہ جب وہ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو مخلوق کے گرانے سے گرا نہیں کرتا یعنی ان دونوں صورتوں میں حادثات کا دخل نہیں ہوتا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ صوفی حق تعالیٰ کی طرف سے ہونے والے واردات کی بنا پر اپنی ذات ہی سے بے خبر ہوتا ہے۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک صوفی اللہ کی دخل اندازی کے سامنے تو دب کر رہتا ہے تاہم عبودیت کا دخل ہوتا ہے تو اسے گمنام کر دیا جاتا ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک صوفی میں تغیر نہیں آتا اور آجاتا ہے تو وہ کھوٹ سے بچا ہوتا ہے۔

☆ حضرت خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جمعہ کا دن تھا اور میں قیروان کی مسجد میں موجود تھا کہ ایک فقیر کو صف پر ادھر ادھر جاتے دیکھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے عطیہ دے دو، میں ایک صوفی تھا مگر اب کمزور ہو چکا ہوں چنانچہ میں نے ان کی کچھ خدمت کرنا چاہی تو اس نے کہا، ہٹ جاؤ، میں نے یہ سوال تو نہیں کیا اور پھر اس نے خیرات لینے سے انکار کر دیا۔

الأدَبِ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ [1] (نہ تو آپ کی نظر ٹیڑھی ہوئی نہ کسی ایک طرف ہٹی)

☆ کہا جاتا ہے کہ "ادب" کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ انسان بارگاہ الٰہی میں حضوری کا خیال رکھے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُوآ اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَاراً [2] (اپنے آپ اور اہل خانہ کو عذاب سے بچاؤ) اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دو اور ادب وآداب سکھاؤ۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ایک بچے کی طرف سے اپنے والد پر یہ حق ہوتا ہے کہ بچے کا نام خوبصورت (اسلامی) رکھے، اچھی دایہ مقرر کرے اور خوب ادب سکھائے۔" [3]

☆ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص یہ معلوم نہ کر سکا کہ اس کی خدمت پر اللہ کے کیا حقوق لازم ہیں، اس کے احکام پر عمل پیرا نہ رہا جو امر و نہی کی صورت میں اس پر عائد ہوتے ہیں تو ایسا شخص ادب سے واقف ہی نہیں۔

☆ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین ادب سے آراستہ فرمایا۔"

ادب اور ادیب کا تعارف:

حقیقت ادب یہ ہے کہ انسان میں سب اچھی عادات جمع ہو جائیں چنانچہ ادیب وہ شخص ہوگا کہ جس میں بہترین خصلتیں پائی جائیں۔ مادبۃ کا لفظ اسی ادب سے لیا گیا ہے۔ جس کا معنیٰ وہ مقام ہوتا ہے جہاں لوگ کھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ (ہوٹل وغیرہ)

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان عبادت کے ذریعے تو جنت میں چلا جاتا ہے لیکن ادب کر کے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لیتا ہے۔

☆ میں نے آپ کو یہ فرماتے بھی سنا تھا کہ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس نے بارگاہ الٰہی میں ہوتے اپنے ہاتھ ناک تک اٹھائے کہ گناہوں کی تلافی ہو سکے اور پھر اپنا ہاتھ روک لیا۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ اسی قول کے بارے میں فرماتے تھے کہ جس شخص کی بات کر رہے ہیں وہ خود آپ ہی تھے کیونکہ نماز میں کوئی دوسرا شخص کسی کا ہاتھ نہیں پکڑتا۔

۱۔ سورۂ النجم، آیت ۱۷ ۲۔ سورہ تحریم، آیت ۳۶

۳۔ کنز العمال، حلیۃ الادباء، شذرات الذہب

☆ حضرت استاذ ابوعلی رحمہ اللہ سہارا نہیں لیتے تھے چنانچہ آپ ایک مجمع میں تھے، میں نے ارادہ کیا کہ آپ کی پشت کے پیچھے تکیہ رکھ دوں کیونکہ میں نے انہیں بغیر سہارا لئے بیٹھے دیکھ لیا تھا، لیکن آپ اس تکیہ سے کچھ ایک طرف ہو گئے، میں یہ سوچ رہا تھا کہ آپ نے کسی بنا پر تکیہ لینے سے گریز کیا ہے کیونکہ تکیہ پر کپڑا یا جائے نماز وغیرہ نہ رکھا تھا، چنانچہ فرمایا کہ میرا سہارا لینے کا کوئی ارادہ نہیں چنانچہ بعد میں میں نے کئی ایک سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپ سہارا لیا ہی نہیں کرتے۔

☆ حضرت جلاجلی بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ توحید ایک ایسا سبب ہے جو ایمان کا باعث ہوتا ہے اور پھر جو ایمان دار نہیں اس میں عقیدۂ توحید ہی نہیں اور ایمان ہونے پر شریعت کا دارومدار ہے چنانچہ جو شخص شریعت پر کاربند نہ ہو سکا، اس کا نہ ایمان ثابت ہو سکا اور نہ ہی توحید اور پھر شریعت ادب سکھاتی ہے تو جب کسی میں ادب نہیں آسکا تو نہ وہ شریعت پر کاربند گنا گیا، نہ ایمان سے واسطہ ہوا اور نہ ہی اس کی توحید معتبر ہے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ادب، نہایت ہی اچھے کاموں پر کاربند ہونے کا نام ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ظاہری باطنی طور پر اللہ سے معاملہ رکھا کرو اور جب ایسا کرنا شروع کر دو گے تو غیر عربی ہونے کے باوجود تم ادیب کہلاؤ گے پھر یہ شعر پڑھا:

''محبوبہ جب بولنا شروع کرتی ہے تو باتوں میں نمک گھلا ہوتا ہے اور چپ ہوتی ہے تو اس چپ میں بھی بہت سنجیدگی پائی جاتی ہے۔''

☆ حضرت عبداللہ جریری رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے بیس سال کا عرصہ گذر گیا کہ تنہائی میں میں نے اپنے پاؤں نہیں پھیلائے کیونکہ اللہ کے ساتھ مشغولیت کے وقت میں ادب کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کو فرماتے سنا تھا کہ جو شخص حکمرانوں کی مجلس میں بیٹھا کرتا ہے تو ادب نہ ہونے کی صورت میں اس کی یہ جہالت اس کے قتل تک کا سبب بن سکتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ کونسا ادب اللہ کے قرب کا باعث ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا، سب سے بڑا ادب یہ ہے کہ انسان اللہ کی ربوبیت کی پہچان کرے، اس کا عبادت گذار بنے، بھلائی کا کام ہو سکے تو اللہ کا شکر ادا کرے اور تکلیف پہنچے تو صبر سے کام لے۔

☆ حضرت یحیٰی بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اگر انسان اللہ کے ساتھ آداب کا لحاظ نہ رکھے تو ویسے ہی ہلاک ہو جاتا ہے جیسے دوسرے ہلاک ہوتے ہیں۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ادب کا خیال نہ رکھنے پر انسان کو سختی سے پیچھے دھکیل دیا جاتا ہے چنانچہ جو شخص ادب کے ٹھکانے پر ادب ہی کا مظاہرہ نہ کرے گا تو لوگ اسے دروازے تک چھوڑ آئیں گے اور پھر جو دروازے پر بھی ادب کا مظاہرہ نہ کر سکا اسے پھر جانوروں ہی کے باڑے کی طرف بھیج دیا جائے گا۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ لوگ ادب کی طرف توجہ دے رہے ہیں چنانچہ بتائیے کہ دنیا میں کس ادب پر عمل بہتر رہے گا اور آخرت میں کونسا ادب کام دے گا؟ آپ نے فرمایا شریعت سے واقفیت، دنیا میں زہد و عبادت اور یہ پہچاننا کہ اللہ کے تم پر کونسے حقوق لازم ہیں؟

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے اللہ کے بارے میں آداب پر کاربند ہونے کا مظاہرہ کیا تو وہ اللہ سے محبت کرنے والوں میں شمار ہوگا۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے کہ صوفیہ وہ ہوتے ہیں جو اللہ کے امر و نہی پر عمل کرنے کے لئے اللہ ہی سے مدد مانگتے ہیں اور اس کی بارگاہ میں حاضری کے لئے ادب پر کاربند ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ہمیں تھوڑے سے ادب کی ضرورت ہے زیادہ علم کے مقابلے میں ہم اسی کو اچھا جانتے ہیں۔

☆ حضرت ابن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہماری ادب سیکھنے کی طرف توجہ اس وقت ہوئی جب ادب سکھانے والے جا چکے تھے۔

تین خصلتیں اپنانا لازم:

☆ کہتے ہیں کہ انسان میں تین خصلتیں موجود ہوں تو وہ بیگانہ نظر نہیں آ سکتا:

1۔ مشکوک لوگوں سے علیحدگی اختیار کرے

2۔ حسن ادب کا اظہار کرے

3۔ کسی بھی شخص کو تکلیف پہنچانے سے گریز کرے

پھر حضرت ابو عبداللہ مغربی نے ہمیں یہ اشعار سنائے تھے:

''کبھی اجنبیت کی صورت بن جائے تو تین چیزیں انسان کے لئے زینت بھی بن جایا کرتی ہیں، ایک یہ کہ اچھے ادب کا خیال رکھے، دوسرا یہ کہ اچھے اخلاق سے پیش آتا رہے اور تیسرے یہ کہ مشکوک کاموں سے گریز کرے۔''

حضرت ابو حفص رحمہ اللہ جب بغداد میں داخل ہوتے ہیں تو حضرت جنید نے انہیں فرمایا: تم نے اپنے مریدوں کو شاہانہ آداب سکھائے ہیں، اس پر حضرت ابو حفص نے کہا کہ ظاہر میں حسن ادب سے کام لینا بتاتا ہے کہ انسان کا باطن بھی نہایت سنجیدہ ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت الٰہی کا منصب رکھنے والے صوفی کے لئے آداب اتنے ہی ضروری ہوتے ہیں جتنا ایک ابتدائی صوفی کے لئے توبہ کرنا ضروری ہوتا ہے۔

☆ حضرت منصور بن خلف مغربی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک صوفی سے کہا گیا: اے بے ادب! اس نے کہا کہ میں بے ادب کب ہوں؟ اسے پھر کہا گیا تو پھر یہ بتاؤ کہ تمہیں ادب کی تعلیم کس نے دی؟ اس نے جواب دیا: صوفیہ نے۔

ادب پسند لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں:

☆ حضرت ابو نصر طوسی سراج رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ادب والے لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں:

1۔ اہل دنیا: ان کی تمام تر ادبی کوشش فصاحت و بلاغت، علوم کی حفاظت، بادشاہوں کی سوانح حیات کا خیال اور عرب کے اشعار سے تعلق رکھتی ہے۔

2۔ اہل دین: ان کے آداب میں نفس کی مشقت، اعضاء انسانی کی کارکردگی، شرعی احکام کی حفاظت اور خواہشات نفسانی کو چھوڑنا شامل ہوتا ہے۔

3۔ اہل خصوصیت: ان کے آداب میں اکثر دلوں کو برائیوں سے پاک کرنا، الٰہی رازوں کی حفاظت کرنا، اللہ سے کئے گئے عہدوں کو پورا کرنا، اپنے وقت و حال کی حفاظت کرنا، دلوں پر بہت زیادہ توجہ سے گریز، اللہ سے مانگتے وقت عظمت الٰہی کے آداب کا لحاظ رکھنا، اوقات حضوری اور قرب الٰہی کے مقامات پر پورے ادب سے کاربند ہونا۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ فرماتے تھے کہ جو شخص ادب کی خاطر اپنے نفس کو مشقت دیتے ہیں، ان کی عبادت اخلاص پر مبنی ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ادب کا کمال صرف انبیاء علیہم السلام اور صدیقین پر کھلتا ہے۔

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ادب کے بارے میں صوفیہ نے بہت گفتگو کی ہے لیکن ہم اتنا ہی کہیں گے کہ ادب اپنے نفس کی پہچان کا نام ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں' اللہ سے راز و نیاز کے وقت اللہ سے قدرے بے تکلفی بھی گویا ترکِ ادب میں شامل ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک عارف کا ادب ہر قسم کے ادب سے بلند مرتبہ ہوتا ہے کیونکہ انہیں یہ ادب اللہ نے سکھایا ہوتا ہے۔

☆ ایک صوفی نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، جسے میں نے اپنے اسماء وصفات کا ذکر کرنے پر لگا دیا اسے ادب پر کاربند رہنے کا حکم دیا ہے اور جس کے سامنے میں اپنی حقیقت ذات کھول دیتا ہوں، اس کے لئے سزا کا بھی انتظام ہوتا ہے، اب یہ تم پر ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہو، پسند کرلو، خواہ ادب پر کاربند ہو جاؤ خواہ سزا کے لئے تیار رہو (کیونکہ اس میں بہک جانے کا بڑا اندیشہ رہتا ہے)

☆ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن عطاء اپنے مریدوں میں بیٹھے تھے کہ اپنے پاؤں پھیلا دیئے، پھر فرمایا کہ اہل ادب میں ترک ادب بھی کبھی ادب کہلاتا ہے۔

آپ کے (بظاہر اس مخدوش) فرمان کی تصدیق ایک حدیث پاک سے ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حاضر تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے، آپ نے ران مبارک کو ڈھانپ لیا اور فرمایا:

''کیا میں ایسے شخص سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔''[1]

اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے اس بات کی تنبیہ کی جارہی ہے کہ اگرچہ آپ کے ہاں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا احترام بہت کافی تھا تاہم حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ آپ کی حالت ذرا زیادہ ہی بے تکلفانہ تھی۔

قریب قریب اسی کیفیت کا بیان ان اشعار میں بھی پایا جاتا ہے۔

''مجھ میں ایک قسم کی گھٹن اور احساس عزت پایا جاتا ہے مگر اہل وفاء و کرم کے ساتھ مل بیٹھتا ہوں تو پھر میں اپنی طبیعت کو اپنی اصلیت پر چھوڑ دیتا ہوں اور پھر جو کچھ بھی کہنا ہوتا ہے، بلاخوف وخطر کہہ دیا کرتا ہوں۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب محبت کمال درجہ تک پہنچ جاتی ہے تو ادب کے شرائط اثر انداز نہیں رہتے۔''

[1] مسلم شریف، فضائل صحابہ، مسند احمد بن حنبل

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب محبت مکمل طور پر پائی جاتی ہے تو دوستی کرنے والے ادب کا لحاظ کرنا اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص حالت وارد ہونے کے وقت ادب نہیں کرتا، وہ اللہ کی ناراضگی کو دعوت دے رہا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب ایک ادب پر کاربند ہو کر نہیں دکھاتا تو وہ آخر اسی مقام پر پہنچ جائے گا جہاں سے چلا تھا۔

☆ حضرت استاد ابوعلی رحمہ اللہ سے میں نے سنا تھا، آپ اس آیت کے بارے میں تفسیر کر رہے تھے کہ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ [1] بتایا کہ اس میں حضرت ایوب علیہ السلام نے ''ارحمنی'' نہیں کہا تھا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے ادب کا لحاظ رکھ رہے تھے، یونہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب عرض کی اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ [2] پھر یہ بھی عرض کی ان كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ [3] تو آپ نے ادب کی خاطر لم اقل نہیں کہا تھا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ ایک جمعہ کے روز میرے پاس ایک نیک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آپ خوش طبعی اور کھانا کھانے کے لئے ایک فقیر کو میرے ساتھ روانہ کیجئے۔ میں نے نظر دوڑائی تو ایک فقیر کو فاقے کی حالت میں دیکھا تو کہا کہ اس شیخ کے ساتھ جاؤ اور ان کا دل بہلاتے رہنا۔ ابھی کچھ دیر ہی گذری تھی کہ وہ شخص واپس آیا اور کہا اے ابوالقاسم اس فقیر نے تو میرے ساتھ مل کر صرف ایک لقمہ ہی کھایا ہے اور چلا گیا۔ میں نے کہا کہ شاید تم نے اسے کوئی ظالمانہ بات کہہ دی ہوگی؟ اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی بات نہیں کی میں نے دھیان کیا وہ فقیر موجود تھا، میں نے کہا کہ تم نے اس سے خوش طبعی کیوں نہ کی؟ اس نے کہا اے آقا! میں کوفہ سے چل کر بغداد آیا ہوں لیکن اس دوران کچھ بھی نہیں کھایا، مجھے حیا آ رہی تھی کہ آپ کی حاضری میں فاقہ کی وجہ سے میں بے ادبی نہ کر بیٹھوں لیکن جب آپ نے مجھے آواز دی تو میں خوش ہوا کیونکہ بلانے میں پہل آپ ہی کی طرف سے ہوئی چنانچہ میں چلا گیا حالانکہ اس فاقہ کی حالت میں جنت بھی دیکھ لوں تو مجھے خوشی نہ ہوگی اور جب میں اس کے دستر خوان پر بیٹھا تو اس نے میرے لئے ایک لقمہ تیار کیا اور مجھے کھانے کو کہا تو باوجودیکہ یہ لقمہ میرے لئے دس ہزار درہم سے بھی زیادہ قیمتی تھا لیکن جب میں نے اس کی زبان سے یہ الفاظ سنے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ شخص کم ہمت ہے چنانچہ میں ایک طرف ہو گیا اور کھانا نہیں کھایا۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا، میں نے تمہیں کہہ نہیں دیا تھا کہ تم نے اس کے ادب کا لحاظ نہیں رکھا ہوگا۔ اس پر وہ شخص بولا اے ابوالقاسم! میں توبہ کرتا ہوں چنانچہ ابوالقاسم نے اس فقیر کو پھر اسی کے ساتھ جانے اور اس سے خوش طبعی کرنے کو کہا۔

۱۔ سورۃ الانبیاء، آیت ۸۳ ۲۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۸ ۳۔ سورۃ المائدہ، آیت ۱۱۶

باب

اَحۡکَامُهُمۡ فِی السَّفَرِ (سفر میں ان کا طریقہ)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے هُوَ الَّذِیۡ یُسَیِّرُکُمۡ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ [1] (وہی ہے جو تمہیں خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے)

☆ حضرت علی ازدی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر پر روانہ ہوتے وقت سواری پر درست ہو کر بیٹھ جاتے تو یہ آیہء مبارکہ تلاوت فرماتے سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقۡرِنِیۡنَ وَاِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا لَمُنۡقَلِبُوۡنَ [2] (پاکیزہ ہے وہ ذات کہ جس نے ہمارے واسطے ان جانوروں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا حالانکہ ہم میں تو یہ طاقت نہ تھی اور ہمیں سب کو اپنے پروردگار کی طرف واپس لوٹ جانا ہے) اس کے بعد آپ ارشاد فرماتے:

''الٰہی! اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی کے کام کرنے، تجھ سے ڈرتے رہنے اور تیری رضا کے مطابق چلنے کی توفیق مانگتے ہیں لہذا اے پروردگار! یہ سفر ہمارے لئے آسان اور پر امن بنادے۔ الٰہی اس سفر میں میں تو ہی ہمارا ساتھی ہے اور تو ہی ہمارے گھر اور مال ومتاع کا محافظ ہے۔ الٰہی! میں سفر کی مشکلات، واپسی کے اندوہ غم اور مال واہل خانہ میں کسی پریشانی دیکھنے سے تمہاری پناہ میں رہوں گا۔'' واپسی پر بھی آپ یہی دعا مانگا کرتے اور ساتھ یہ بھی اضافہ فرمالیتے۔ ''ہم واپس ہوتے اور توبہ کرتے وقت اللہ کی حمد وثنا کررہے ہیں۔''

چونکہ اہل تصوف میں سے اکثر لوگ اس رائے پر ہیں کہ ایک صوفی کو سفر پر جانا چاہیے اس لئے اس رسالہ میں ہم نے سفر کے بارے میں ایک الگ باب باندھا ہے کیونکہ صوفیہ کے ہاں سفر پر جانے کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

سفر کے بارے میں صوفیہ کے مقاصد:

اس سفر کے بارے میں صوفیہ کے مقاصد مختلف رہے ہیں۔ کچھ حضرات تو ایک مقام ہی پر ٹھہرے رہنے کو ترجیح دیتے رہتے ہیں، ایسے لوگوں نے حج جیسے کام کے علاوہ کسی دیگر کام کے لئے سفر نہیں کیا، اکثر یہ حضرات سفر پر نہیں گئے بلکہ ایک ہی مقام پر قیام رکھا جیسے حضرت جنید، حضرت سہل بن عبداللہ، حضرت ابویزید بسطامی اور حضرت ابوحفص رحمہم اللہ وغیرہ۔

کچھ حضرات سرسفر پر روانہ ہوتے رہے ہیں اور پھر آخری دم تک سفر ہی مین رہے جیسے حضرت ابوعبداللہ مغربی اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہما اللہ وغیرہ۔

بہت سے ایسے صوفیہ بھی ملتے ہیں جنہوں نے اپنے ابتدائی حالات میں بحالت جوانی بہت سے سفر کئے اور پھر آخر میں دم آخری تک سفر ترک کئے رکھا جیسے حضرت ابوعثمان حیری اور حضرت شبلی رحمہما اللہ وغیرہ۔ ان حضرات میں سبھی کے اپنے اپنے اصول مقرر تھے جن پر انہوں نے اپنے طریقہ کی بنیاد رکھی۔

---

[1] سورۂ یونس، آیت ۲۲

[2] سورۂ زخرف، آیت ۱۳ و ۱۴

صوفیہ کی اقسام سفر:

یادرکھئے کہ سفر دوطرح کا ہوتا ہے۔

1۔ بدنی سفر اور 2۔ قلبی سفر

بدنی سفر تو یہ ہوتا ہے کہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل ہو اور قلبی سفر یہ ہوتا ہے کہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کر جائے چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگ بدنی سفر کرتے رہتے ہیں لیکن ایسے بہت کم ہوتے ہیں جو قلبی سفر کرتے ہیں۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نیشاپور کے باہر کی طرف ایک فرحک نامی بستی تھی جس میں طبقہ ءصوفیہ میں سے ایک شیخ کا قیام تھا اور سلسلہ ءتصوف میں ان کی تصانیف بھی ملتی ہیں، ان سے کسی نے دریافت کیا کہ اے شیخ! آپ نے کبھی سفر بھی کیا ہے؟ وہ کہنے لگے زمینی سفر پوچھتے ہو یا آسمانی؟ اگر زمینی سفر پوچھ رہے ہو تو میں کہوں گا: نہیں لیکن آسمانی ضرور کیا ہے۔

☆ حضرت استاد ذہبی رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب میں مرو میں تھا، میرے پاس ایک فقیر آیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کی زیارت کی خاطر ایک طویل سفر کر کے آرہا ہوں۔ میں نے کہا، آپ چاہتے تو ایک قدم میں یہ سفر کر سکتے تھے۔

صوفیہ کی سفری حکایات:

جیسے صوفیہ کے اقسام اور احوال کئی طرح کے ہوتے ہیں، یونہی ان کے سفر بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔

☆ حضرت احمد ہمدانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں تنہا جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ تھک گیا چنانچہ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میں کمزور اور اپاہج ہوں اور مہمانی کی خاطر تمہارے پاس حاضر ہوا ہوں، اسی حال کے اندر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ سوال نہ ہو جائے: تمہیں کس نے بلایا ہے؟ چنانچہ میں نے کہا کہ اے اللہ تمہاری اس سلطنت میں طفیلی کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ اچانک ایک غائبانہ آواز آئی۔ میں نے دیکھا تو ایک بدوی سوار نظر پڑا، مجھ سے کہنے لگا، ارے عجمی کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے بتایا کہ مکہ کا۔ اس نے کہا: کیا اس نے تمہیں بلا بھیجا ہے؟ میں نے کہا: یہ تو میں نہیں جانتا۔ اس نے کہا، تو کیا اس نے یہ نہیں کہہ رکھا مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا۔[1] (جسے مکہ تک جانے کی طاقت ہو) میں نے کہا کہ اس کی حکومت بڑی وسیع ہے اور اس میں طفیلی کی بھی گنجائش ہے۔ اس نے کہا تو پھر تم طفیلی ہو؟ اگر ایسا ہے تو کیا اونٹ کی حفاظت کر سکتا ہے؟ اس نے کہا: ہاں کروں گا، وہ اپنے جانور سے نیچے اترا اور جانور مجھے تھماتے ہوئے کہا کہ یہ لو اور اس پر سواری کرو!

☆ میں نے حضرت کتانی سے سنا کہ انہیں ایک فقیر نے کہا: مجھے کوئی وصیت تو کرو، اس نے کہا تمہاری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ مسجد کے مہمان بن جایا کرو اور موت تمہیں دو منزلوں کے درمیان آنی چاہئے (یعنی گھر اور مسجد کے درمیان)

☆ حضرت حصری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے: ایک مرتبہ بیٹھ جانا، ہزار حج سے بہتر ہوتا ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اللہ کو حاضر جان کر نہایت یکسوئی سے ایک مرتبہ بیٹھے اور مجھے جان کی قسم یوں بیٹھ جانا انسان کے ایسے ہزار حج سے بھی بہتر ہے جس میں اس کی توجہ اللہ سے ہٹی رہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۹۷

☆ حضرت محمد بن اسماعیل فرغانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں، ابوبکر زقاق اور کتانی رحمہا اللہ بیس سال تک سفر میں رہے، ایک دوسرے سے ملاقات نہ ہوئی اور نہ مل کر چلتے، پھر کسی شہر میں اکٹھے ہو جاتے تو دیکھتے وہاں کوئی شیخ ہوتے تو ان کے سلام کو حاضر ہوتے اور رات گئے تک ان کی مجلس میں بیٹھتے اور ان کے ہاں سے اٹھ کر سیدھے مسجد چلے جاتے۔ کتانی کا کام یہ ہوتا کہ رات بھر نوافل میں گذار دیتے اور پورا قرآن کریم نوافل میں پڑھ لیتے، زقاق قبلہ رو ہو کر بیٹھے رہتے جبکہ میں سوچ بچار میں چت لیٹا رہتا پھر رات ہی کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے اور اس دوران ہمارے درمیان کوئی شخص رہتا تو ایسے کو بھی ہم اپنے آپ سے بہتر خیال کرتے۔

☆ حضرت عیسیٰ قصار رحمہ اللہ نے بتایا کہ کسی نے حضرت رویم سے سفر کے ادب کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: سفر ادب والے کا کام یہ ہے کہ اس کا کوئی قدم بغیر مقصد کے نہ اٹھے اور جہاں اس کا دل ٹھہر جائے، وہی اس کی منزل ہوگی۔

حضرت موسیٰ علیہ سلام کو سفر کا حکم:

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم لوہے کا جوتا بنوا لو اور لوہے کی لاٹھی تیار کر لو اور پھر سفر پر روانہ ہو جاؤ پھر گذشتہ واقعات کے علامات ڈھونڈو اور قابل عبرت مقامات پر پہنچو، یہ سفر ایسا ہونا چاہیے کہ سفر کرتے کرتے تمہارا جوتا بھی ٹوٹ جائے اور لاٹھی بھی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ مغربی رحمہ اللہ اپنے مریدوں کو ہمراہ لے کر ہمیشہ سفر میں رہتے، احرام جیسا لباس پہنتے، احرم ٹوٹ جاتا تو دوبارہ باندھ لیتے، نہ ان کے لئے لباس تیار ہوتا نہ ناخن ہی بڑھتے اور نہ ہی بال لمبے ہوتے۔ مریدوں کا کام یہ ہوتا کہ رات کے سفر میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتے۔ اگر کوئی مرید راستے کے دائیں بائیں ہو جاتا تو درست راہ لے آتے اور کہتے جاتے، تم دائیں ہو جاؤ اور تم بائیں ہو جاؤ، نیز یہ بھی عادت تھی کہ وہ ایسا کھانا نہ کھاتے جس پر کسی اور کا ہاتھ لگا ہوتا اور کھانا یہ ہوتا کہ مرید آپ کو بوٹیوں کی جڑیں لا کر دے دیتے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ جس کو تم یہ کہہ دو کہ ''چلو چلیں'' اور وہ یہ پوچھنا شروع کر دے کہ کہاں؟ تو سمجھ لو کہ ایسا شخص دوست کہلانے کا حق دار نہیں ہوتا۔ اسی سے ملتا جلتا یہ شعر ہے

''جب ان سے کوئی تعاون مانگتا ہے تو وہ آواز دینے والے سے یہ نہیں پوچھا کرتے کہ کونسی جنگ کے لئے اور کہاں جانا ہے؟''

سفر میں دوست سے برتاؤ کیسا ہو؟

☆ حضرت ابوعلی رباطی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں عبداللہ مروزی کے ہمراہ رہا میرے ان کی صحبت میں آنے سے قبل ان کا طریقہ یہ رہا کہ زادراہ اور سواری کے بغیر ہی جنگل کو چلے جاتے اور جب میں ان کی خدمت میں رہنے لگا تو مجھ سے فرمایا: قائد تم بنو گے یا میں بنوں؟ میں نے کہا، حسب سابق قائد تو آپ ہی رہیں گے۔ پھر فرمایا۔ تو پھر میری ہدایت پر چلو گے؟ میں نے کہا، ہاں چلوں گا۔ پھر ایک تھیلا سا لیا، اس میں کھانے پینے کا سامان ڈالا اور پشت پر لاد لیا۔ میں جب بھی یہ کہتا کہ مجھے دیجئے میں اٹھا لیتا ہوں تو کہتے، امیر میں ہوں، بس میری مانتے رہو۔

ایک رات بارش شروع ہو گئی تو آپ صبح تک میرے اوپر چادر تانے کھڑے ہو کر مجھے بارش سے بچاتے رہے۔ میں دل ہی دل میں سوچتا رہا کہ میں مر جاتا تو بہتر تھا۔ کیوں میں نے آپ کو قائد بننے کا کہہ دیا؟ اس کے بعد مجھے ہدایت دیتے ہوئے کہا کہ جب بھی کہیں کسی کے ہمراہ سفر کرو تو یوں ہی کرو جیسے مجھے دیکھ رہے ہو۔

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ کے ہاں ایک نوجوان آیا۔ واپسی کا ارادہ کیا تو شیخ سے درخواست کی کہ کوئی نصیحت فرمائیں چنانچہ فرمایا، اے نوجوان! صوفیہ کا یہ طریقہ تھا کہ نہ تو وعدہ خلافی کرتے اور نہ ہی مشورہ کے بعد بکھرتے۔

☆ حضرت مزین کبیر رحمہ اللہ نے بتایا کہ سفر میں ایک دن میں حضرت ابراہیم خواص کے ہمراہ تھا کہ اچانک ان کی ران پر بچھو چلتے دیکھا، میں اٹھا کہ اسے مار دیتا ہوں لیکن آپ نے منع کر دیا اور فرمایا اسے رہنے دو، ہر شے کو ہم سے کوئی مطلب ہوتا ہے، صرف ہمیں کسی سے غرض نہیں ہوتی۔

☆ حضرت عبداللہ نصیبنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال کا عرصہ سفر میں گذارا، کبھی گودڑی کو پیوند نہیں لگایا، نہ اس مقام کی طرف مڑا جہاں کوئی دوست ہوتا اور نہ ہی کسی کو اس کام کے لئے چھوڑا کہ چلتے وقت کوئی شے ہمراہ لے چلے۔

☆ یاد رکھیے کہ صوفیہ نے بارگاہ الٰہی میں حضوری کے آداب مجاہدات کی بنا پر حاصل کئے، پھر اس میں اضافہ کرنے کا خیال کیا تو سفر کے آداب کا بھی دھیان رکھنے کا سوچا تاکہ سفر میں ریاضت پر کاربند رہ سکیں اور اپنے آپ کو ان عادات سے آگے بڑھایا جن پر پہلے عمل پیرا تھے اور پھر آہستہ آہستہ انہیں اس مقام پر لے آئے کہ معروف کام سب ترک کر دیئے تاکہ اللہ سے ملاقات میں کسی علاقے اور واسطے سے کام نہ رکھیں چنانچہ اسی بنا پر سفر کے دوران بھی انہوں نے روزمرہ کے معمولات نہ چھوڑے، اس معاملے میں وہ فرماتے کہ ناغہ تو وہ کرے جو کسی وقتی ضروری سفر پر روانہ ہوتا ہے لیکن ہمیں تو کوئی مصروفیت نہیں اور نہ ہی ہم پر کسی ضرورت کا بار ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں مجھے کمزوری کا سامنا ہوا تو اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا، اسی دوران میری نظر چاند پر پڑ گئی حالانکہ دن کا وقت تھا، دیکھا تو یہ لکھا نظر آیا۔ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ (جلد اللہ تمہاری خواہش پوری کر دے گا) یہ دیکھتے ہی وہ تکلیف معمولی نظر آنے لگی اور مجھ پر بات (سلسلۂ کرامت) واضح ہو گئی۔

سفر میں چار اوصاف ضروری:

☆ حضرت ابو یعقوب سوسی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سفر میں ان چار چیزوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے:

1. علم ضروری ہے کہ راہنمائی لے سکے۔
2. پرہیزگاری ہو کہ برے کاموں سے بچ سکے۔
3. شوق ہو جو اسے مقصد تک پہنچنے کے لئے تیار رکھے۔
4. خلق اچھے ہوں کہ بدتمیزی سے بچا رہے۔

سفر کا نام ''سفر'' رکھنے کی وجہ:

صوفیہ بتاتے ہیں کہ سفر کو سفر (ظاہر ہو جانا) کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے انسان کے اخلاق نکھر کر سامنے آجاتے ہیں۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ کی عادت یہ تھی کہ جب بھی کوئی فقیر یمن کو آتا تو دوبارہ ملنے سے منع کر دیا کرتے تھے وجہ یہ تھی کہ عام لوگ یمن کو خیرات لینے کے لئے سفر کیا کرتے تھے۔

سفر میں ضروری سامان ساتھ لینا ضروری:

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ سفر جاتے وقت کوئی چیز ہمراہ نہ لے جاتے البتہ سوئی اور مشکیزہ ضرور ساتھ رکھتے، سوئی تو اس لئے کہ کپڑا سی کر بے پردگی سے بچ سکیں اور مشکیزہ رکھنے کا مقصد پاکیزگی حاصل کرنا ہوتا۔ یہ چیزیں ہمراہ رکھنے کو دنیاوی مقصد خیال نہ کرتے۔

☆ حضرت ابوعبداللہ رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں طرطوس سے ننگے پاؤں چل پڑا، ساتھ میں ایک دوست بھی تھا، چلتے چلتے ہم شام کے ایک گاؤں جا پہنچے۔ اسی اثنا میں ایک شخص میرے سامنے جوتا لے کر آ گیا لیکن میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر میرے دوست نے کہا، اسے پہن لیں کیونکہ آپ تھک چکے ہیں اور پھر یہ جوتا میری وجہ سے آپ کو مل رہا ہے۔ میں نے پوچھا، تمہیں کیا ہوا؟ تو اس نے کہا کہ آپ کو دیکھ کر ہمراہی کا لحاظ کرتے ہوئے میں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے تھے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت خواص رحمہ اللہ سفر کر رہے تھے، تین اور آدمی بھی تھے جو جنگل میں موجود مسجد کے اندر داخل ہوئے، رات وہیں گذاری، مسجد کا کوئی دروازہ نہ تھا اور سردی بھی شدید تھی چنانچہ سو گئے۔ صبح بیدار ہوئے تو دیکھا کہ حضرت خواص دروازے پر کھڑے ہیں۔ انہوں نے کھڑا رہنے کی وجہ پوچھی تو کہا، میں فکر مند تھا کہ تمہیں سردی لگے گی۔ چنانچہ پوری رات دروازے پر کھڑے رہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک حج کے موقع پر حضرت کتانی رحمہ اللہ نے حج پر جانے کیلئے والدہ سے اجازت مانگی، انہوں نے اجازت دے دی تو روانہ ہو گئے، جنگل میں پہنچے تھے کہ کہیں سے کپڑوں پر پیشاب لگ گیا، دل میں خیال آیا کہ میری حالت میں کچھ نقص پڑ گیا ہے چنانچہ واپس مڑ آئے۔ گھر کے دروازے پر دستک دی، والدہ بیٹھی تھیں انہوں نے دروازہ کھولا تو آپ نے دروازہ کھلنے پر والدہ کے ایک مقام پر بیٹھنے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا، جب سے تم روانہ ہوئے، میں نے عہد کر لیا تھا کہ جب تک تمہیں دیکھ نہ لوں گی، اس مقام سے نہیں جاؤں گی۔

صوفیہ کے بارے لوگوں کے ذہن صاف کرنے کیلئے سفر:

☆ حضرت ابراہیم القصار رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں تیس سال تک اس ارادہ سے سفر میں رہا کہ لوگوں کے دلوں سے فقراء کے بارے میں غلط خیالات کی اصلاح کر سکوں۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کی زیارت کو آیا اور کہا، ابوسلیمان! ایک عرصہ سے میرا دل مجبور کر رہا تھا کہ آپ سے ملاقات ہو۔ انہوں نے کہا، کوئی بات نہیں، جب بدن کام کرتا ہو اور دلوں میں سکون ہو تو ملاقات میسر آ ہی جاتی ہے۔

☆ حضرت نصر آبادی کے مرید ابونصر صوفی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں سمندر سے نکل کر ساحل عمان پر آیا تو بھوک نے نڈھال کر رکھا تھا، میں بازار میں گزرتے ہوئے حلوائی کی دکان کے قریب گیا تو دیکھا کہ اس کے پاس بکری کا بھنا گوشت اور حلوا رکھا تھا، میں ایک آدمی کے گرد ہوا اور اس سے کہا کہ مجھے تھوڑی یہ چیزیں لے دے۔ اس نے کہا: کیوں؟ کیا مجھ پر کوئی بوجھ پڑا ہے یا تمہارا مقروض ہوں؟ میں نے کہا: یہ تو لے کر دینا ہی ہوگی۔ اتنے میں ایک شخص نے مجھے دیکھ لیا اور کہا، اسے چھوڑ دو، یہ چیزیں تمہیں میں ہی خرید کر دوں گا، یہ نہیں دے سکتا، تم مجھے بتاؤ اور حکم کرو کہ کیا چاہتے ہو؟ پھر اس نے مجھے لے دیں اور چلا گیا۔

☆ حضرت ابوالحسین مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے شجری کے ساتھ طرابلس سے چلتے ہوئے سفر کا اتفاق ہوا، ہم کئی دن تک

سفر کرتے رہے لیکن کھایا پیا کچھ نہیں، میں نے گراپڑا ایک کدو دیکھا اور کھانا شروع کر دیا، شیخ نے مجھے دیکھا لیکن کچھ نہ کہا، میں نے کدو پھینک دیا کیونکہ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ انہیں گھن آئی ہے، پھر کسی نے ہمیں پانچ دینار دے دیئے۔ ہم ایک بستی میں جا پہنچے، اب میرے دل میں خیال آرہا تھا کہ شیخ ہمیں ضرور کچھ نہ کچھ لے کر دیں گے لیکن وہ چلتے گئے اور ایسا نہ کیا، پھر کہا: تم یہ سوچ رہے ہو کہ ہم بھوکے چلے جا رہے ہیں اور خرید کر کچھ نہیں دیا، آگے چلو، راستہ میں موجود بستی ''یہودیہ'' پہنچیں گے تو وہاں ایک عیال دار شخص ملے گا، وہ ہماری آس لگائے ہوگا، یہ دینار میں اسے دوں گا تا کہ ہم پر اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کر سکے چنانچہ ہم وہاں پہنچ گئے، جاتے ہی آپ نے دینار اس کے سپرد کر دیئے، اس نے ہم سب پر خرچ کر دیئے۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو شجری نے مجھ سے پوچھا، اب کیا ارادہ ہے؟ میں نے کہا، میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ انہوں نے کہا نہیں، تم نے کدو کے بارے میں مجھ سے خیانت کی تھی، اب میرے ساتھ کیسے جا سکتے ہو؟ یوں نہ کرو اور پھر مجھے ساتھ لے جانے سے انکار کر دیا۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ نے بتایا کہ ابھی میں نوعمر ہی تھا کہ ایک فقیر مجھے مل گیا، اس نے دیکھا کہ میری حالت بری ہے اور میں بھوکا ہوں، وہ مجھے اپنے گھر لے گیا اور میرے سامنے آب جو سے پکا ہوا گوشت لا کر رکھ دیا جس کا ذائقہ تبدیل ہو چکا تھا، میں شوربہ سے روٹی کھانے لگا لیکن بوٹی نہ کھائی کیونکہ اس کا ذائقہ ٹھیک نہ تھا۔ اس نے ایک بوٹی مجھے دے دی، میں نے مشکل سے کھائی، پھر اور دی تو مجھے سخت گھن آئی، اسے محسوس ہو گیا تو وہ شرمندہ ہوا، وہ شرمندہ ہوا تو مجھے بھی شرمندگی ہوئی چنانچہ میں وہاں سے نکلا اور فوراً سفر پر روانہ ہو گیا۔

میں نے اجازت کے لئے ایک آدمی کو اپنی والدہ کے پاس بھیجا اور ساتھ ہی گودڑی لانے کو کہا، والدہ نے اعتراض نہیں کیا اور مجھے جانے کی اجازت دے دی۔ میں قادسیہ سے فقیروں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوا لیکن ہم راستہ بھول گئے، کھانے کو جو کچھ رکھا تھا، ختم ہو گیا اور مرنے کے قریب ہو گئے۔ وہاں ایک عرب قبیلہ کے پاس پہنچے لیکن ان سے بھی کچھ نہ ملا۔ مجبوراً ان سے چند دیناروں میں کتا خریدا، انہوں نے پکایا تو مجھے بھی ایک بوٹی دے دی۔ میں نے کھانا شروع کیا تو اپنی حالت کا خیال آ گیا۔ جھٹ میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ یہ اس فقیر کو شرمسار کرنے کی سزا ہے، میں نے دل ہی دل میں توبہ کی۔ قبیلہ والوں نے ہمیں راستہ بتایا۔ میں وہاں سے چلا، حج کیا اور پھر اس فقیر سے معذرت کی۔

الصُّحبَةِ (مل جل کر رہنا)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْھُمَا فِی الْغَارِ اِذْیَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا [1] (وہ دو میں سے دوسرے تھے جب غار میں تھے، انہوں نے اپنے ساتھی سے کہا، غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے) جب اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے صحبت ثابت کر دی تو واضح کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر شفقت فرمائی تھی چنانچہ یوں فرمایا تھا اِذْ یَقُوْلُ لِصٰحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا چنانچہ شریف شخص اپنے ساتھی پر ہمیشہ شفقت کیا کرتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا ''میں کب اپنے دوستوں سے ملوں گا؟ آپ کے صحابہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ہم آپ کے دوست نہیں ہیں؟ فرمایا میں تمہاری بات نہیں کر رہا، تم تو دوست احباب ہو ہی لیکن میں ان کی بات کر رہا ہوں جو مجھے دیکھ نہیں سکے لیکن مجھ پر ایمان لائیں گے، مجھے ان سے ملنے کا بہت شوق رہتا ہے۔''

کسی کا ساتھی بننا تین قسم کا ہوتا ہے:

صحبت تین قسم کی ہوتی ہے:

1۔ مرتبہ میں بڑے سے صحبت:

دراصل یہ خدمت گذاری ہوتی ہے۔

2۔ کم مرتبہ سے صحبت:

اس میں کم مرتبہ پر شفقت و مہربانی کرنا ہوتی ہے اور اس کم مرتبہ پر لازم ہوتا ہے وہ اپنے بڑے کا ادب واحترام کرے۔

3۔ ہم مرتبہ و ہم عمر سے صحبت:

یہ صحبت دوسروں سے ترجیحی سلوک کرنے اور دلیری کا مظاہرہ کرنے سے تعلق رکھتی ہے چنانچہ جسے کسی بڑے کی صحبت کا موقع ملا ہو تو اسے چاہیئے کہ اعتراض کرنا ترک کر دے، ہم عمر سے ہونے والی کوتاہی کو احسن طریقے سے نبھائے اور ان کے احوال پر ایمانداری سے نظر رکھے۔

---

[1] سورۂ توبہ، آیت ۴۰

☆ حضرت منصور بن خلف مغربی سے ہمارے ایک ساتھی نے پوچھا کہ آپ نے ابوعثمان مغربی سے کتنا عرصہ صحبت رکھی تھی؟ منصور نے اسے ٹیڑھی نظر سے دیکھا اور کہا، میں نے ان سے صحبت نہیں کی بلکہ ایک مدت تک ان کی خدمت کرتا رہا ہوں۔

جب تمہاری صحبت میں کم درجہ رہتے ہوں تو تمہارا فرض بنتا ہے کہ صحبت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کی کمی پر تنبیہ کرو ورنہ یہ تمہاری طرف سے اس کے حق میں خیانت ہوگی چنانچہ اسی لئے ابوالخیر تینانی نے جعفر بن محمد بن نصیر کو لکھا تھا کہ فقراء کے جاہل رہ جانے کا بوجھ تم پر ہے کیونکہ تم اپنے ذاتی کاموں میں لگے رہے اور ان کی طرف توجہ نہ دی تو وہ جاہل رہ گئے۔

جب اپنے جیسوں سے صحبت رکھو گے تو تمہیں ان کی کوتاہیوں پر چشم پوشی کرنا ہوگی اور جہاں تک ممکن ہو ان کی طرف سے ہونے والی بات کی عمدہ تاویل کرو اور اگر کوئی مناسب راہ نہ نکال سکو تو اپنے نفس کو ملامت کرو اور اسی کو برا جانو۔

☆ حضرت احمد بن حواری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان دارانی سے کہا کہ فلاں شخص مجھے اچھا نہیں لگتا، انہوں نے کہا کہ میں بھی اسے ناپسند کرتا ہوں لیکن اے احمد! شاید ہم لوگ اپنی مرضی کرتے ہیں، صالحین میں سے نہیں ہیں، اسی وجہ سے ان کے ساتھ محبت نہیں کرتے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے ایک شخص نے صحبت اختیار کئے رکھی اور جب الگ ہونے کا ارادہ کیا تو اس شخص نے آپ سے کہا: اگر مجھ میں کوئی عیب نظر آیا ہے تو مجھے بھی بتا دیجئے۔ اس پر ابراہیم نے کہا، میں نے تمہارے اندر کوئی عیب نہیں دیکھا کیونکہ میں تمہیں نظر محبت سے دیکھتا رہا چنانچہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کے مطابق تم میں کوئی کوتاہی نہیں دیکھی، عیبوں کا معاملہ کسی اور سے پوچھو۔ ایک شاعر نے کہا ہے:

"راضی ہو جانے کی آنکھ دوست کے ہر عیب سے بند ہوتی ہے جیسے رات، لیکن دشمنی کی آنکھ برائیاں سامنے لے آتی ہے۔"

☆ حضرت ابراہیم بن شیبان کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم اس شخص کی مجلس میں نہ بیٹھتے جو یہ کہہ دیتا کہ یہ جوتا میرا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ کے استاد حضرت ابواحمد قلانسی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں بصرہ میں کئی لوگوں سے ملا تھا، سب نے میرا احترام کیا لیکن ایک مرتبہ میں نے کہہ دیا کہ یہ چادر میری ہے تو اس کے بعد میں ان کی آنکھوں سے گر گیا۔

☆ حضرت زقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں چالیس سال ہوئے ان لوگوں کے ساتھ رہ رہا ہوں لیکن میں نے کبھی ان کے پاس کھانے پینے کو کچھ نہیں دیکھا، وہ آپس میں برتاؤ کرتے اور اسی سے کچھ لیتے جس سے محبت ہوتی۔ راہ صوفیہ میں جس کے پاس تقویٰ اور پرہیز گاری کی دولت نہیں وہ خالص حرام کھا رہا ہوتا ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ایک آدمی نے سہل بن عبداللہ سے کہا کہ اے ابومحمد! میں تمہارے ساتھ صحبت رکھنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ جب ہم میں سے ایک مر جائے گا تو باقی کس سے محبت کریں گے؟ وہ کہنے لگے، اللہ سے! اس پر سہل نے کہا کہ پھر ابھی اس سے محبت کر لو۔

☆ ایک شخص دیر تک ایک شخص کی صحبت میں رہا اور پھر دونوں میں سے ایک نے وہاں سے جانے کا ارادہ کیا تو اپنے دوست سے اجازت مانگی۔ پہلے دوست نے کہا کہ میں اس شرط پر اجازت دوں گا کہ تم کسی اور سے صحبت اختیار نہ کرو ہاں تم سے بلند مرتبہ ہو تو کر سکتے ہو اور اگرچہ وہ ہم سے بلند مرتبہ ہے، اس سے محبت نہ رکھو اس لئے کہ تم ہماری صحبت میں رہ چکے ہو۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میرے دل جدا

ہو جانے کا ارادہ مٹ گیا ہے۔

نفس کشی کا عجیب طریقہ:

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص میرا ساتھی بن گیا، وہ مجھے پسند نہ تھا چنانچہ دل سے نفرت دور کرنے کی خاطر میں نے اسے کوئی چیز دے دی لیکن میری نفرت نہ گئی، میں اسے گھر لے گیا اور کہا کہ میرے رخسار پر قدم رکھو اس نے انکار کر دیا تو میں نے کہا یہ کرنا ہوگا چنانچہ اس نے پاؤں رکھ دیا۔ میں نے عہد کر لیا کہ جب تک اس کے بارے میں میرے دل سے نفرت زائل نہ ہوگی، میں اسے قدم اٹھانے نہ دوں گا، آخر کار وہ نفرت دور ہوگئی تو میں نے کہا کہ اب پاؤں ہٹالو۔

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ فصل کاٹنے اور باغبانی پر ملازمت کر لیتے اور حاصل شدہ رقم اپنے مریدوں پر خرچ کر دیتے تھے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ اپنے مریدوں کے ساتھ رہتے، دن کو کام کرتے اور مریدوں پر خرچ کر دیتے، رات ایک مقام پر اکٹھے ہوتے، روزے رکھا کرتے۔ حضرت ابراہیم کام سے فارغ ہو کر دیر سے آیا کرتے چنانچہ ایک رات ان کے ساتھیوں نے مشورہ کیا کہ ہم ان کے بغیر ہی افطاری کر لیتے ہیں، یوں آپ جلد آجایا کریں گے چنانچہ انہوں نے افطاری کر لی اور سو گئے۔ جب آپ واپس آئے تو وہ سو چکے تھے، انہوں نے کہا بیچارے بھوکے ہی سو گئے' شاید کھانے کو کچھ نہ تھا چنانچہ انہوں نے گھر سے آٹا لیا، اسے گوندھا، آگ جلائی، جب آگ صحیح طور پر جل اٹھی تو اتنے میں وہ بیدار ہو گئے، آپ پھونک سے آگ سلگا رہے تھے، رخسار زمین سے لگا ہوا تھا۔ انہوں نے اس بارے میں بات کی تو آپ نے کہا، میں نے سمجھا شاید تمہیں افطاری کے لئے کچھ نہیں ملا تو تم سو گئے چنانچہ میں نے خیال کیا کہ کوئلے سلگ جائیں گے تو تمہیں بیدار کروں گا۔ اس پر کچھ نے دوسروں سے کہا کہ دیکھو، ہم نے ان سے کیا برتاؤ کیا ہے اور یہ کیا کر رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم مرید سے تین شرطیں کرتے:

☆ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کی صحبت میں کوئی شخص آتا تو آپ اس سے تین شرطیں طے کرتے:

1۔ خدمت وہی کریں گے

2۔ اذان وہی دیں گے

3۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ دے اس میں ان کا بھی وہی حصہ ہوگا جو اوروں کا ہوگا۔

ایک دن آپ کے مریدوں میں سے ایک نے کہا: یہ تو مجھے منظور نہ ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے سچی بات کی ہے چنانچہ مجھے بہت پسند آئی ہے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے حضرت ذوالنون سے کہا کہ میں کس کی صحبت میں رہوں؟ آپ نے فرمایا ایسے سے صحبت رکھو جس سے تم ایسی بات نہ چھپا سکو جس کا اللہ تعالیٰ کو علم ہے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ نے ایک آدمی سے کہا کہ اگر تم درندوں ہی سے ڈرنے والے ہو تو مجھ سے صحبت نہ رکھو۔

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ نے فرمایا کہ شریر لوگوں سے صحبت رکھنا نیک لوگوں کے بارے میں بدگمانی رکھنے کا سبب بنتا

ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا کہ ابو حفص جب بغداد میں داخل ہوئے ہیں تو آپ کے ہمراہ ایک گنجا شخص بھی تھا جو بولتا نہ تھا میں نے ابو حفص کے مریدوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اس نے ابو حفص پر ذاتی طور پر ایک لاکھ درہم خرچ کئے ہیں پھر قرض لے کر بھی ایک لاکھ خرچ کر دئے لیکن حضرت ابو حفص نے اس کے باوجود اسے ایک لفظ بھی بولنے کی اجازت نہیں دی۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ سے ملاقات اسی صورت میں جچتی ہے کہ تم اس کے احکام مانا کرو اور اگر مخلوق سے ملاقات کرو تو انہیں نصیحت کیا کرو، نفس کی طرف توجہ ہو تو خواہشات نفسانی کی مخالفت کرو اور اگر شیطان کا خیال آئے تو اس سے دشمنی کرو۔

☆ ایک شخص نے حضرت ذوالنون رحمہ اللہ سے کہا کہ میں کس سے صحبت رکھوں؟ انہوں نے فرمایا ایسے شخص سے کہ جب تم بیمار ہو جاؤ تو وہ تمہاری عیادت کو آئے اور تجھ سے غلطی ہو جائے تو درگذر کرے۔

☆ حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ درخت اگر اپنے طور پر اگ آئے، اسے کوئی نہ لگائے تو اس کے پتے تو نکلیں گے مگر وہ پھل نہ دے گا یونہی مرید کا حال ہے کہ اگر اس کا پیر اس کی تربیت نہ کرے تو وہ بے مراد ہوگا۔

☆ حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے تصوف کا راستہ نصر آبادی سے سیکھا، انہوں نے شبلی سے، انہوں نے جنید سے، انہوں نے سری سے، انہوں نے معروف سے، انہوں نے داؤد طائی سے اور حضرت داؤد طائی حضرات تابعین سے ملے تھے۔

☆ آپ فرماتے تھے کہ میں جب بھی نصر آبادی کی مجلس میں جانا چاہتا غسل کر کے جاتا۔

☆ حضرت ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ نے بتایا کہ ابتدائے سلوک میں استاد ابو علی رحمہ اللہ کی خدمت میں جاتا تو روزہ رکھ کر جاتا نیز غسل کر لیا کرتا۔ کئی باران کے مدرسہ کے دروازے تک چلا جاتا اور وہاں سے واپس آجاتا کیونکہ میں ان کے قریب جانے سے شرماجاتا تھا اور اگر دلیری سے مدرسہ میں چلا جاتا تو عین درمیان میں پہنچ کر مجھ پر کپکپی طاری ہو جاتی اور میرا حال ہو جاتا کہ اگر میرے جسم میں سوئی بھی چبھو دی جاتی تو مجھے اس کا احساس تک نہ ہو سکتا اور اگر کوئی واقعہ ہو جاتا تو مجھ میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ اپنی زبان سے انہیں بتا سکتا چنانچہ ایسا ہوتا کہ میرے بیٹھتے ہی میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ وہ خود بتا دیتے اور واضح طور پر ایسا ہوتے میں نے کئی بار ملاحظہ کیا۔ میں کئی بار دل میں غور و فکر کرتا کہ اس وقت اللہ تعالیٰ مخلوق کی طرف کوئی نبی بھیج دے تو کیا آپ سے زیادہ ان سے ڈر سکوں گا؟ میں سوچتا کہ ایسا ممکن نہ ہوگا اور باوجودیکہ میں بہت مرتبہ آپ کی مجلس میں جاتا رہا اور آپ سے ملاقات کے بعد ان کے ہمراہ سفر بھی کیا لیکن مجھے ایسا موقع یاد نہیں پڑتا کہ ان پر مجھے کسی قسم کے اعتراض کرنے کی صورت بنی ہو حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا۔

☆ حضرت محمد بن نضر حارثی رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تھی:

''بیدار رہا کرو، اپنے لئے دوست جمع کرو، جو دوست تمہاری خوشی میں شامل نہ ہوتا ہو، اسے دور رکھو اور اس سے صحبت نہ کیا کرو کیونکہ تمہارے دل میں سختی پیدا کرے گا اور دشمن ہوگا' کثرت سے میرا ذکر کیا کرو کہ میں اس کا اجر دوں گا اور زیادہ سے زیادہ مہربانی کروں گا''

☆ حضرت ابو بکر طمستانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بارگاہ الٰہی میں حاضری دو، ممکن نہ ہو تو ان سے ملو جو بارگاہ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی صحبت کی برکتیں تمہیں اللہ کی صحبت میں لے پہنچیں گی۔

باب

التوحید

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (تمہارا خدا ایک ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص ایسا گذرا ہے جو اللہ کو ایک جاننے کے بغیر کوئی اور نیک عمل نہ کیا کرتا تھا، اس نے اپنے گھر والوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا اور پھر پیس دینا اور ہوا چلنے پر آدھی راکھ خشکی میں اڑا دینا اور باقی نصف سمندر میں۔ چنانچہ اس کے اہل خانہ نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے ہوا سے کہا: جو کچھ بھی تو نے اڑا دیا ہے میرے سامنے لے آ۔ چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ ایسا تم نے کیوں کیا؟ اس نے عرض کی کہ تیرے سامنے شرمساری کی وجہ سے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا۔

لفظ توحید کا تعارف:

توحید کا مطلب یہ بتانا ہوتا ہے کہ اللہ ایک ہے اور اس بات کا علم رکھنا کہ چیز واحد ہے، یہ بھی توحید کہلاتا ہے، اہل لغت کہا کرتے ہیں وَحَّدْتُهٗ یعنی جب تم وحدانیت کے ساتھ کسی کی صفت بیان کرو تو یہ بولتے ہو، جیسے کہا جاتا ہے جیسے: شَجَّعْتُ فُلَانًا یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب تم شجاعت کی طرف کسی کی نسبت کرو۔ لغت میں اس کی گردان یوں آتی ہے وَحَدَ یَحِدُ فَهُوَ وَاحِدٌ وَ وَحْدٌ وَوَحِيْدٌ جیسے یہ کہا جاتا ہے فَرَدَ فَهُوَ فَارِدٌ وَ فَرْدٌ وَفَرِيْدٌ.

اَحَد کا لفظ اصل وَحَد سے ہے پھر "واوَ" کو ہمزہ سے بدل دیا گیا کیونکہ زبر والی "واوَ" الف سے بدل جاتی ہے جیسے زیر اور پیش والی بدلتی رہتی ہے۔ اسی طرح کا لفظ یہ بھی ہے اِمْرَأَةٌ اور اَسْمَاءُ کیونکہ یہ لفظ وَسَامَةٌ سے نکل کر وَسْمَاءٌ بنا۔

علمی طور پر اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس میں وضع ورفع (کچھ رکھ دینا اور اس سے کچھ اٹھا لینا) نہیں ہو سکتی (یعنی نہ اس میں کوئی چیز ڈالی جاسکتی ہے اور نہ ہی نکالنا ممکن ہے) اور انسان کے واحد ہوتے ہیں میں ایسا نہیں ہوتا کیونکہ انسان کے ہاتھ پاؤں الگ بھی کر لئے جائیں (انہیں شمار نہ کیا جائے) تو اسے انسان ہی کہیں گے چنانچہ انسان سے رفع یعنی کچھ الگ کر دینا، صحیح ہوتا ہے جبکہ اللہ اَحَدِیُّ الذَّاتُ (یکتا ذات) ہے ہاں ایسا اسم جو ترکیب شدہ چیز پر بولا جائے وہ یوں نہیں ہوتا۔ (ایسی صورت میں وہ پوری مرکب چیز پر بولا جائے گا' اس میں کچھ نکل جائے تو نہ بولا جاسکے گا)۔

کچھ اہل تحقیق اللہ کو "واحد" کہنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ کے واحد ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی ذات میں کسی قسم کی تقسیم نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کے حق اور صفات کی تقسیم ممکن ہے اور نہ ہی اس کے افعال ومصنوعات میں کوئی اس کا شریک ہے۔

تقسیم توحید:

توحید تین طرح سے مانی جاتی ہے:

1۔توحید الحق للحق:

یعنی اللہ کے بارے یہ علم رکھنا کہ وہ ایک ہے اور اس کے بارے میں بتانا کہ وہ ایک ہے۔

2۔توحید الحق للخلق:

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ بتانا کہ بندہ موحد ہے اور اللہ تعالیٰ بندہ کی توحید کا خالق ہے۔

3۔توحید الخلق للحق:

یعنی بندہ کا یہ جان لینا کہ اللہ واحد ہے اور وہ اطلاع دیتا ہے کہ وہ واحد ہے۔
نہایت مختصر طور پر ہم نے توحید کا معنیٰ بتا دیا ہے۔
مشائخ کی عبارتوں میں معنیٰ توحید مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے "توحید" کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ توحید تمہارے اس علم کو کہتے ہیں کہ اللہ کی قدرت ہر چیز میں جاری ہے اور وہ اس میں شامل نہیں ہوتا (یعنی جزو نہیں بنتا) چیزوں کو اللہ کا بنانا بغیر سبب کے ہوتا ہے جو شخص بھی کسی چیز کو بناتا ہے اس کی کوئی نہ کوئی علت اور سبب ضرور ہوتا ہے لیکن اللہ جو چیز بھی بناتا ہے اس میں علت نہیں ہوتی (وہ بغیر سبب کے بناتا ہے) اور جب بھی تمہارے ذہن میں کسی چیز کا تصور آتا ہے تو اللہ ویسا نہیں ہوتا۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم توحید بیان کرنے کے لئے توحید ہی کی زبان چاہئے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے بتایا: اللہ تعالیٰ کی یقینی وحدانیت کو اللہ تعالیٰ اس کی کمال احدیت کے ساتھ تنہا سمجھنا بایں طور کہ اس نے نہ تو کسی کو جنا، نہ اسے کسی نے جنا، نہ اس کی کوئی ضد، نہ مقابل، نہ کسی سے تشبیہ، نہ کسی کیفیت میں، نہ صورت میں اور نہ ہی اس کی کوئی مثال دی جاسکتی ہے لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ[1] (اس کی طرح کوئی بھی شے نہیں اور وہ سننے دیکھنے والا ہے)

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ توحید کو سمجھنے کے لئے عقلمندوں کی عقلیں انتہائی واقف ہو جائیں تو وہ حیرت ہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

☆ آپ ہی سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ ایک ایسا معنیٰ ہے جسے بیان کرنے کے لئے علامات سے کام نہیں لیا جاسکتا، علم اسے بیان نہیں کرتے بلکہ عاجز رہ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی علم میں آتا ہے جیسے ازل میں تھا۔

---

[1] سورۂ شوریٰ، آیت ۱۱

توحید سے واقفیت کے پانچ اصول:

1۔ اللہ سے حدث کو دور کرنا (یعنی وہ حادث نہیں بلکہ قدیم ہے)

2۔ قدیم صرف اللہ ہی کو ماننا۔

3۔ بھائی نہ بنانا کیونکہ (اس کا کوئی بھائی نہیں بن سکتا)

4۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی وطن نہیں ہوتا۔

5۔ پر معلوم و مجہول کو بھول جانا۔

☆ حضرت منصور بن خلف مغربی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد منصور میں تھا' اس دوران حضرت حصری توحید کے بارے میں بتا رہے تھے، میں نے دیکھا کہ دو فرشتے آسمان کی طرف چڑھے جا رہے ہیں، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ شخص جس توحید کو بیان کر رہا ہے وہ علمِ توحید ہے اور توحید کوئی دوسری چیز ہے۔ یہ سب کچھ میں نے نیم بیداری میں دیکھا۔

☆ حضرت فارس رحمہ اللہ نے فرمایا: توحید یہ ہے کہ جب انسان پر ایک حال طاری ہو تو اس وقت اللہ سے ہر شے کی نفی کر دے اور جب اس حال سے نکل کر شریعت سے رابطہ ہو جائے تو سب کو اس کی مخلوق جانے نیز یہ اعتقاد کہ نیکیاں بدبختی اور نیک بختی میں تبدیلی نہیں لا سکتیں،۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توحید، اللہ کی حقیقت کو بیان کرنا اور اس کا حلیہ صرف علمی زبان سے بیان کر دینا کو کہتے ہیں۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے توحید خاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بندہ سایہ کی طرح غیر معلوم دکھائی دے جس پر اللہ تعالیٰ کی تدبیر کے ساتھ اس کے احکام جاری ہوتے ہیں، خود اللہ تعالیٰ توحید کے سمندروں کی گہرائی میں چھپا ہو، انسان سمجھے کہ میں فناء ہو چکا ہوں، کوئی مجھے آواز دینے والا نہیں، نہ اس کے وجود کی حقیقتوں کو کوئی بتا سکتا ہے۔ نہ ہی اس کی وحدانیت بیان کر سکتا ہے، اللہ کے قرب کے وقت اس کی حس و حرکت ختم ہو چکی ہے کیونکہ اس وقت وہ اپنے ارادے میں اللہ کے ساتھ قائم ہو چکا ہے اور وہ یوں کہ بندہ آخر اس کے اول (عدم) کی طرف لوٹ آئے اور وہ ایسے ہو جائے جیسے ہونے سے پہلے تھا۔

☆ حضرت بوشنجی رحمہ اللہ سے توحید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ اللہ کو کسی ذات سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی اور نہ ہی اس کی صفات اس سے الگ شمار ہوتی ہیں۔

☆ حضرت سعد بن عبداللہ رحمہ اللہ سے ذات اللہ کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ اللہ کی ذات میں علم کی صفت موجود ہے، وہ کسی کے علم کے دائرے میں نہیں آتا، نہ ہی دنیا کے اندر وہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا جا سکتا ہے، ایمان کی حقیقت میں موجود ہے، کسی حد بندی اور کسی گھیرے میں نہیں آتا اور نہ ہی کسی ذات میں داخل ہو کر اس کا حصہ بنتا ہے، آخرت میں آنکھیں اسے اس کی لازوال اور بے حد و حساب حکومت و سلطنت میں دیکھیں گی، مخلوق اس کی اصل حقیقت جاننے سے قاصر ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی پہچان اپنی ذات پر علامات کے ذریعہ بتا دی ہے، دل اس سے واقف ہیں، عقل انسان اسے نہیں جان سکتی، مومن اس کی طرف دیکھیں گے تو وہ ان کی نظروں میں نہیں سمائے گا اور نہ ہی اس کی انتہاء سے واقف ہوں گے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ کی توحید بیان کرتے وقت سب سے بہترین بات جو ہم کہہ سکتے ہیں، وہ ہے' جسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا تھا:

''پاک ہے وہ ذات کہ جس نے اپنی مخلوق کو اپنی پہچان کا راستہ نہیں دیا بلکہ اپنی ذات کی پہچان سے عاجز کر دیا ہے۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تعارف توحید:

☆ حضرت استاذ ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان ممکن ہی نہیں کیونکہ ہر ایک کو یہ بات معلوم ہے کسی شے سے عجز تبھی ہوتا ہے جب وہ موجود ہو اور معدوم نہ ہو جیسے ایک اپاہج اپنے عمل دخل سے بیٹھ تو سکتا نہیں لیکن اگر وہ صحیح ہو جائے تو اس میں بیٹھنے کی صفت موجود ہے بالکل یونہی اللہ کا عارف یعنی اس کی پہچان کرنے والا، اُس کی پہچان سے عاجز ہوتا ہے حالانکہ پہچان کر لینے کی صفت اس میں موجود ہوتی ہے کیونکہ عارف میں معرفت ہو تو عارف ہو گا لیکن صوفیہ کے ہاں انتہاء میں معرفت کا پایا جانا ضروری ہوتا ہے چنانچہ ابتداء میں کسبی معرفت اگرچہ حقیقۃً معرفت ہی کہلاتی ہے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ضروری معرفت کے مقابلے میں اسے اہمیت نہیں دی جیسے روشن سورج کے سامنے ایک جلتے چراغ کی روشنی کی حیثیت نہیں ہوتی۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا کہ جس توحید کو صوفیہ انفرادی طور پر بیان کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت قدم کو حادث ہونے سے بچایا جائے، اسے کسی وطن میں مقید نہ کیا جائے' دوستیوں جیسی دوستی سے اسے پاک رکھا جائے، معلوم ومجہول کی قید سے اسے بچایا جائے اور پھر ہر ایک شے کی بجائے صرف اسے خالق سمجھا جائے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص بحر توحید کا ادراک کرنے کا ارادہ کرتا ہے وہ ہمیشہ پیاسا رہتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ علم توحید اور اللہ کا وجود دو الگ الگ چیزیں ہیں اور علم اس کے وجود کا ادراک نہیں کر سکتا۔

دور جنید سے بیس سال قبل توحید کی معرفت ختم ہو چکی:

☆ حضرت محمد بن احمد اصفہانی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک شخص حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ کے قریب آ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: وہ حق کون ہے جس کی طرف صوفیہ اشارہ کرتے رہتے ہیں؟ فرمایا جو سب کو بنا دینے والا ہے مگر اسے بنانے والا کوئی نہیں جسے اس کی علت قرار دیا جائے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو شخص علم توحید کا ذرہ بھر حصہ پا لیتا ہے تو وہ ایک کھٹمل کا بوجھ بھی برداشت کرنے کے قابل نہیں رہتا۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ ہمیں حق مفرد کی زبان میں توحید مفرد کے بارے میں بتائیے تو آپ نے فرمایا، تجھ پر افسوس ہے جو شخص کسی عبارت کے ذریعے توحید کے بارے میں بتاتا ہے وہ بے دین ہے، جو اس کی طرف ذہنی اشارہ کرتا ہے، ثنوی (دو خداؤں کا ماننے والا) جو حسی اشارہ کرتا ہے، وہ بت پرست ہے، جو اس کے بارے میں بولے، وہ غافل ہے، جو چپ ہو جائے وہ جاہل ہے، جس کا یہ وہم ہے کہ وہ کسی مقام پر پہنچ گیا ہے، اسے کچھ حاصل نہ ہوا، جو یہ کہے کہ اللہ کے قریب ہو گیا ہے، درحقیقت وہ دور ہے، جو پا لینے کا دعویٰ کرے وہ اسے گم کر چکا اور جس چیز کو کوئی اپنے علم و وہم سے امتیازی حیثیت دے، مکمل طور پر اپنی عقلوں کے ذریعے اسے پا لینے کا دعویٰ کرے تو ایسا شخص راہ حق سے ہٹ گیا، مردود ہو گیا، اور اپنے ٹھکانے پر آ گیا، وہ تو تمہاری طرح حادث اور اللہ کے بنائے سے بنا ہے۔

☆ حضرت یوسف بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خاص لوگوں کی توحید یہ ہوتی ہے کہ وہ خاص شخص اپنے دل و وجدان اور باطن

کے پیش نظر یوں ہو جائے جیسے وہ اللہ کے سامنے کھڑا ہے جس پر اللہ کے بحر توحید کی طرف سے اس کی تدبیر کے ذریعے اس پر سارے احکام قدرت جاری ہور ہے ہیں، وہ جیسے چاہے کرتا جائے اور یہ جانے کہ وہ فناء ہو چکا ہے اس کی حس کام نہیں کر رہی کیونکہ اپنے ارادے میں وہ اللہ کے ساتھ قائم ہو چکا ہے اور گویا وہ اللہ کے جاری حکم کے سامنے یوں ہے جیسے وجود میں آنے سے قبل تھا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ توحید کا مقام صرف اللہ کو حاصل ہے اور مخلوق کو صرف اسی وجہ سے اکیلا کہا جاتا ہے۔

چار مقامات سے ''یاء'' گرا دینے سے توحید کا تعارف ہوتا ہے:

☆ کہتے ہیں کہ توحید چار جگہ ''صرف یاء'' گرا دینے سے سمجھی جاتی ہے جیسے انسان لِیْ، بِیْ، مِنِّیْ اور اِلَیَّ نہ کہا کرے تو وہ توحید کا مفہوم سمجھ گیا (یعنی انسان یہ نہ کہے کہ یہ چیز میری ہے، میری وجہ سے ہے، میری طرف سے ہو رہی ہے اور میری طرف منسوب ہے)

☆ حضرت ابوبکر طمستانی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ توحید کیا ہے؟ تو فرمایا کہ تین چیزیں پائی جائیں تو توحید سمجھ میں آتی ہے یعنی پہلے ضروری ہے توحید کا مفہوم سمجھے، توحید کو ماننے والا بنے اور اللہ موحد کی پہچان رکھے اور جب وہ ان سب سے ناواقف ہے تو توحید کو کیا سمجھے گا؟

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ توحید، کسی بھی بشری ذریعے کو چھوڑ کر الوہیت کو منفرد جاننے کا نام ہے۔

☆ میں (ابوالقاسم قشیری) نے استاد ابوعلی دقاق سے اس وقت سنا جب وہ عمر کے آخری مراحل میں تھے اور سخت بیمار تھے، آپ نے فرمایا اگر یہ معلوم کرنا چاہو کہ انسان کو اللہ کی تائید حاصل ہے تو اس وقت پتہ چلے گا جب اللہ کی طرف سے احکام جاری ہونے کے وقت وہ توحید کی حفاظت کر دکھائے پھر اپنے اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے اپنی حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قدرت کی قینچی سے اس وقت ٹکڑے ٹکڑے کر دے جب وہ تم پر اپنے احکام (امرونہی) جاری کر رہا ہو اور پھر بھی تم اس پر شکر کرو اور اس کی تعریف کرتے رہو۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید کا تصور کرنا چاہتا ہے، اسے توحید کی بو بھی نہیں آسکتی۔

☆ حضرت ابوسعید خرار رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص توحید کا علم رکھے اور ٹھوس طریقے سے اسے جان لے تو اس کا پہلا مقام یہ ہونا چاہیے کہ اپنے دل سے ہر شے کا ذکر فنا کر دے اور صرف اللہ ہی سے لو لگا لے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے ایک شخص سے فرمایا کہ تمہاری توحید کیوں صحیح نہیں ہو رہی؟ اس نے کہا: بس دیکھ لو! آپ نے فرمایا: اس لئے کہ تو اسے اپنی طرف سے جاننا چاہتا ہے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ نے فرمایا: حقیقت توحید کی نشانی یہ ہے کہ تو توحید کو بھول جائے اور وہ یوں ہو سکتا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کا واحد ہونا ثابت ہو جائے۔

☆ کہا جاتا ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو افعال ہوتے دیکھتے ہیں، واقعات ان کے سامنے ہوتے ہیں۔ کچھ وہ لوگ ہوتے ہیں جن پر حقیقت کھل جاتی ہے تو وہ اللہ کے سوا ہر چیز کو محسوس کرنے سے عاری ہو جاتے ہیں چنانچہ وہ اپنے دل میں سب کو باطنی طور پر ایک ہی جگہ اکٹھے دیکھتے ہیں اور جب انہی چیزوں کو دنیا میں دیکھتے ہیں تو ہر چیز کا ایک الگ وجود نظر آ رہا ہوتا ہے۔ (عقیدۂ وحدۃ الوجود کا بیان فرمایا)۔

عقیدۂ وحدۃ الوجود بزبان جنید رحمہ اللہ:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے کسی نے توحید کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ میں نے کسی شاعر سے اس بارے میں یہ سنا تھا:

''میرے دل میں ایک آرزو گنگنانے لگی (کہ توحید کیا ہے؟) تو میں نے بھی یہی گنگنانا شروع کر دیا چنانچہ جہاں وہ (توحید سے واقف) تھے، ہم بھی وہاں تھے اور جب وہ وہاں تھے ہم بھی اسی وقت میں تھے۔''

یہ سن کر اس قائل نے پوچھا کہ قرآن وحدیث ختم ہو گئے؟ آپ نے فرمایا: نہیں، موحد ایک ادنیٰ اور آسان طریقے سے بھی توحید کا بلند مقام تلاش کر لیتا ہے۔

اَحْوَالِهِمْ عِنْدَ الْخُرُوْجِ مِنَ الدُّنْيَا

(دنیا سے جانے کے بعد صوفیہ کے حالات)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ [1] (وہ لوگ جن کی روحیں فرشتے قبضہ میں لیتے ہیں وہ پاکیزہ ہوتے ہیں) فرمان الٰہی کا مقصد یہ ہے کہ نیک لوگ جان دیتے وقت خوش ہوتے ہیں انہیں اپنے مولیٰ کی طرف جانا بوجھل معلوم نہیں ہوتا۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ایک بندہ موت کی تکلیف اور مشکلات کو جھیل رہا ہوتا ہے اور اس کے جوڑ (اعضاء) موت کے وقت ایک دوسرے کو (باری باری) سلام کہہ رہے ہوتے ہیں کہ میں تمہیں چھوڑ رہا ہوں اور قیامت تک کے لئے تم مجھ سے جدا ہو رہے ہو۔" [2]

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ "رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ایک نوجوان کے پاس تشریف لائے وہ اس وقت فوت ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا: کیا محسوس کر رہے ہو؟ عرض کی کہ اللہ سے امید لگائے ہوئے ہوں اور گناہوں کی وجہ سے ڈر رہا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں کسی مومن کے دل میں اکٹھی موجود ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ وہ عطا فرماتا ہے جو وہ مانگے اور جس چیز سے اسے خوف لگتا ہے اس سے انہیں امن دے دیتا ہے۔" [3]

صوفیہ کی حالت نزع کیسے ہوتی ہے؟

غور سے سنئے کہ صوفیہ کے نزع کے وقت کے حالات مختلف ہوتے ہیں، کچھ پر تو ہیبت چھائی ہوتی ہے، کوئی امید لئے ہوتے ہیں، کچھ کے سامنے ایسے حالات آتے ہیں جس سے انہیں سکون ملتا ہے اور پر اعتماد ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابو محمد جریری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت جنید پر حالت نزع طاری ہوئی تو میں پاس تھا یہ جمعہ کا دن تھا اور یوم نوروز (ایرانی عید کا دن) آپ قرآن کی تلاوت کرتے رہے اور قرآن مکمل پڑھ لیا۔ میں نے عرض کی کہ اس حالت میں بھی آپ نے تلاوت کر لی ہے؟ آپ نے فرمایا: اب جبکہ میرا نامہء اعمال سمیٹا جا رہا ہے تو میری جگہ کون تلاوت کرے گا؟

☆ حضرت ابو نصر سرّاج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو محمد ہروی کے بارے میں پتہ چلا کہ انہوں نے فرمایا:

۱۔ سورۃ النحل، آیت ۳۲

۲۔ بخاری شریف، کتاب الافاق

۳۔ ابن ماجہ شریف، باب الزہد۔ نسائی شریف، کتاب الجنائز

''اے اللہ! جس گھر (دل) میں تیرا ٹھکانا ہے، اسے اب روشنی کی ضرورت نہیں، جب (قیامت کو) لوگ اپنی بخشش کے اسباب لے کر آئیں گے، ہمیں کسی اور امید افزاء چہرے کی ضرورت نہ ہوگی، ہمارے لئے بخشش کی یہی امید ہوگی اور یہی حجت و دلیل۔''

☆ حضرت عبداللہ بن منازل رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے' حمدون قصار کے بارے میں انہوں نے بتایا انہوں نے اپنے مریدوں کو یہ وصیت کی تھی، موت کے وقت مجھے عورتوں کے سپرد نہ کر دینا۔

☆ کہتے ہیں کہ جب بشر حانی رحمہ اللہ پر وقت وصال آیا تو آپ سے کہا گیا: اے ابونصر! لگتا ہے کہ تم زندگی چاہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اللہ کے ہاں جانا نہایت مشکل نظر آ رہا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جب بھی سفر پر جاتے ہوئے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا کوئی مرید پوچھتا کہ آپ کچھ منگوانا چاہتے ہیں؟ تو آپ فرماتے کہیں سے موت مل جائے تو خرید لانا اور جب موت قریب آ گئی تو فرماتے تھے: ہم تو آرزو کرتے رہے لیکن یہ کتنی شدید نکلی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جب حضرت حسن بن علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر وقت وصال آیا تو رونے لگے، آپ سے پوچھا گیا، کیوں روتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں ایسے سردار کے پاس جارہا ہوں جسے آج تک دیکھا بھی نہیں۔

جب حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو ان کی بیوی نے کہا: ہائے غم! حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یوں نہ کہو بلکہ یوں کہو: خوشی کا اظہار کرو! کیونکہ میں کل اپنے پیاروں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے ساتھیوں سے ملنے جارہا ہوں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ نے بوقت وصال آنکھیں کھول دیں اور مسکرائے نیز فرمایا: کرنے والے ایسا کر کے دکھاتے ہیں (یا جس کے نیک عمل ہوتے ہیں وہ ایسے ہی کر کے دکھاتا ہے)

☆ حضرت مکحول شامی رحمۃ اللہ پر اکثر غم طاری رہتا اور جب بوقت وصال لوگ آپ کے پاس گئے تو آپ مسکرا رہے تھے۔ اس بارے میں پوچھنے پر بتایا: کیوں نہ مسکراؤں، وہ وقت آ گیا کہ جس سے خوف کھاتا تھا اس سے جدا ہو رہا ہوں اور جس کی زندگی بھر امیدیں لگائیں، اس سے ملاقات کو جارہا ہوں۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب ابوسعید خراز کا آخری وقت آیا تو آخری سانسوں میں یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

''اپنے محبوب کے ذکر کے وقت عاشقوں کے دل اس کے مشتاق ہوتے ہیں اور اسی راز کی وجہ سے وہ مناجات کرتے وقت اسے یاد کرتے ہیں جو ان کے دلوں میں محفوظ ہوتا ہے۔

جب ان پر موت کے پیالے کا دور چلنے لگا تو وہ دنیا سے یوں غافل ہو گئے جیسے مدہوش نشے کی وجہ سے غافل ہو جاتا ہے۔

ان کے دل ایسی لشکر گاہ میں دوڑتے ہیں جہاں اللہ سے محبت رکھنے والے یوں چمک رہے ہوتے ہیں جیسے چمکدار ستارے۔

زمین کے اندر ان کے اجسام اللہ کی محبت سے سرشار ہیں لیکن روحیں در پردہ بلندی کے مقامات طے کر رہی ہوتی ہیں۔

ایسے لوگ محبوب کے ٹھکانے پر جا ٹھہرتے ہیں، کسی دکھ اور ضرر کی بنا پر رکنے کا نام نہیں لیتے۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ موت کے وقت حضرت ابوسعید الخراز وجد کر رہے تھے، آپ نے فرمایا کوئی بڑی بات نہیں کہ اس وقت ان کی روح شوق ما[illegible]ت میں اڑنے لگی ہو۔

☆ ایک صوفی کا وقت وصال ہوا تو اس نے کہا: اے لڑکے! میرے کندھے باندھ دو، رخساروں کو غبار آلود کر دو۔ پھر فرمایا: میرے کوچ کا وقت ہو گیا، میرے پاس گناہوں سے بچنے کا بہانہ نہیں، عذر کرنے کے قابل نہیں، مقابلہ کی طاقت نہیں، الٰہی! تو ہی تو ہے۔ پھر ایک چیخ ماری اور فوت ہو گئے۔ لوگوں نے سنا' کوئی کہہ رہا تھا: یہ بندہ اپنے مولا کے پاس پہنچ چکا ہے اور اس نے اسے قبول بھی کر لیا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ قریب المرگ ہوئے تو آپ سے پوچھا گیا: کوئی خواہش ہو تو بتاؤ؟ فرمایا: میں مرنے سے ایک لمحہ پہلے اللہ کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہوں۔

☆ کسی کی حالت نزع میں اسے کہا گیا کہ "اللہ" کہہ دو، انہوں نے کہا تم کب تک مجھے "اللہ کہو" کے بارے میں کہتے رہو گے؟ میں تو اسی کی خاطر جل رہا ہوں۔

☆ کسی صوفی نے بتایا کہ میں بوقت وصال ممشاد دینوری رحمہ اللہ کے پاس تھا کہ ایک فقیر آیا اور کہنے لگا "السلام علیکم" لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ آپ نے فرمایا: یہاں کوئی پاکیزہ جگہ ایسی ہے کہ جہاں انسان فوت ہو سکے؟ لوگوں نے ایک مکان کی طرف اشارہ کیا، وہاں چشمہ تھا، فقیر نے وہاں جانے کے لئے تازہ وضو کیا' مرضی کے مطابق نفل پڑھے اور پھر اس مکان کی طرف گئے جدھر لوگوں نے بتایا تھا، پاؤں پھیلا دیئے اور فوت ہو گئے۔

☆ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ابو العباس دینوری ایک دن اپنی مجلس میں باتیں کر رہے تھے ایک عورت وجد میں چیخ اٹھی، آپ نے کہا: مر جاؤ، وہ عورت سنبھل گئی اور جب دروازے کے قریب پہنچی تو آپ کی طرف دیکھا اور کہنے لگی، لو میں مر رہی ہوں اور واقعی مر گئی۔

☆ ایک صوفی نے بتایا کہ حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ فوت ہونے لگے تو میں قریب ہی تھا، آپ سے کہا گیا موت کی بیماری کو کیا محسوس کر رہے ہو؟ فرمایا: اس بیماری سے میرے بارے میں پوچھو کہ مجھے کیسے محسوس کر رہی ہے؟ آپ سے کہا گیا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لو! آپ نے دیوار کی طرف چہرہ پھیرتے ہوئے کہا: میں نے تو اپنا آپ تمہارے لئے فنا کر دیا ہے تو کیا اپنے محبّ کو یہ جزاء دی جاتی ہے؟

☆ حضرت ابو محمد دبیلی رحمہ اللہ کے وصال کا وقت ہوا تو ان سے کہا گیا کہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ" کہو اس پر انہوں نے فرمایا کہ میں پہلے ہی اسے جانتا ہوں اور اسی کی وجہ سے فنا ہو رہا ہوں اور پھر یہ شعر پڑھا:

"میں نے محبوب سے محبت کا اظہار کیا تو اس نے تکبر کے کپڑے پہن لئے (اکڑ کر دکھایا) منہ موڑ لیا اور میری اس بات پر بھی راضی نہیں کہ میں اس کا بندہ کہلاتا ہوں۔"

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے وفات کے وقت یہ اشعار پڑھے۔

"میرے سب سے پہلے بڑے عاشق نے کہا کہ میں رشوت نہیں لیا کرتا، اسے جان کی قسم دے کر پوچھو کہ پھر مجھے قتل کیوں کر رہا ہے؟

☆ ایک فقیر نے بتایا کہ جب حضرت یحییٰ اصطخری رحمہ اللہ فوت ہو رہے تھے تو ہم ارد گرد تھے۔ ہم میں سے ایک نے ان سے کہا کہ اشهد ان لا اله الا الله پڑھو! وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور ہم میں سے ایک کا ہاتھ پکڑا اور یوں سب سے شہادت دلوائی اور پھر فوت ہو گئے۔

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ کی ہمشیرہ فاطمہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا: جب میرے بھائی ابو علی روذباری کا

وقت وصال آیا تو انہوں نے آنکھیں، سر میری گود میں تھا، فرمایا: یہ لو جنت کے دروازے کھل چکے ہیں، جنتیں سجادی گئی ہیں اور کہنے والا مجھے کہہ رہا ہے: اے ابوعلی! ہم نے تمہیں بلند مرتبہ پر پہنچا دیا ہے اگر چہ تمہاری خواہش نہ تھی اور پھر یہ شعر پڑھے:

''اے محبوب! میں نے جب بھی تمہیں دیکھا ہے۔ محبت بھری نظر کے علاوہ تیرے بغیر کسی کو نہیں دیکھا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ اپنی محبت بھری نظروں اور گلاب جیسے رخساروں سے تو مجھے عذاب دے رہا ہے۔''

پھر خود ہی کہا اے فاطمہ! پہلا شعر تو ظاہر ہے لیکن دوسرے شعر میں اشکال ہے۔

☆ میں نے ایک فقیر کی زبانی سنا کہ جب احمد بن نصر کی وفات کا وقت قریب ہوا تو ایک شخص نے انہیں کہا، **اشھد ان لا الہ الا اللہ** پڑھو۔ آپ نے اس کی طرف دیکھا اور کہا: بے حرمتی نکن'' بے ادبی نہ کرو۔

☆ ایک صوفی نے کہا کہ میں نے حالت سفر میں ایک فقیر کو مرتے دیکھا، مکھیاں چہرے پر بھنبھنا رہی تھیں، میں نے مکھیاں اڑانا شروع کر دیں تو انہوں نے آنکھیں کھول لیں، پوچھا یہ کون ہے؟ میں تو سالہا سال سے اللہ سے راز و نیاز کے لئے وقت کی انتظار میں تھا: ابھی تو مجھے وقت ملا ہے اور تم اس میں دخل دینے آگئے ہو؟ اللہ تمہارا بھلا کرے یہاں سے چلے جاؤ:

☆ حضرت ابوعمران اصطخری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے ابوتراب کو جنگل میں دیکھا کہ مردہ کھڑے تھے اور سہارا بھی کوئی نہ تھا۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ابوالحسن نوری یہ شعر سن کر فوت ہوئے تھے:

''میں تمہارے گھر میں ایسے مقام پر اتر رہا ہوں کہ جہاں اور لوگ اترنے سے پہلے حیران ہوتے ہیں۔''

یہ شعر سن کر آپ وجد میں آئے، جنگل کو نکل کھڑے ہوئے اور کٹے ہوئے سر کنڈوں کی جڑوں پر چلنے لگے جو تلوار جیسی تھیں اور صبح تک یونہی چلتے رہے، خون پاؤں سے بہتا رہا، بے بس ہو گئے اور گر پڑے، پاؤں پھول گئے اور فوت ہو گئے۔

کہتے ہیں کہ نزع کے وقت آپ سے کہا گیا کہ **لا الہ الا اللہ** پڑھئے تو آپ نے فرمایا کیا میں اسی کی طرف نہیں جا رہا ہوں؟

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ ''رے'' میں قیام کے دنوں میں مسجد ہی میں بیمار ہو گئے، اسہال کی مرض تھی چنانچہ جب بھی آپ قضاء حاجت کے لئے جاتے، پانی میں جاتے اور ہر بار وضو کرتے، ایک مرتبہ پانی میں داخل ہوئے تو روح نکل گئی۔

☆ حضرت منصور مغربی کے بارے میں سنا ہے انہوں نے بتایا کہ یوسف بن حسین کئی دن تک میری عیادت کو نہ آسکے تھے، نہ ہی خبر لی تھی، جب خواص نظر آئے تو پوچھا: کیا آپ کو کسی چیز کی خواہش ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں، جگر کا بھنا ہوا ٹکڑا چاہیے۔

حضرت استاد ابوالقاسم فرماتے ہیں کہ شاید اس قول میں یہ اشارہ ہے کہ مجھے ایسا دل چاہیے جو کسی فقیر پر مہربان ہو سکے اور ایسا جگر جو کسی پردیسی کے لئے جل بھن جائے، کیونکہ یوسف بن حسین کو انہوں نے بے پرواہی میں دیکھا تھا کہ انہوں نے تیمارداری نہیں کی تھی۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ کے وصال کا سبب یہ ہوا کہ آپ کو ایک مرتبہ وزیر کے پاس بھیجا گیا تو وزیر نے سخت کلامی کی تھی، آپ نے فرمایا، ارے آدمی! نرمی سے بات کرو۔ اس پر وزیر نے حکم دیا کہ اس کے جوتے ان کے سر پر مارے جائیں چنانچہ فوت ہو گئے۔

☆ حضرت ابوبکر دقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم صبح کے وقت ابوبکر زقاق کے پاس تھے کہ انہوں نے کہا کہ الٰہی! تو کب تک مجھے یہاں رکھے گا چنانچہ اگلی صبح سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے، انہوں نے بتایا کہ میں نے جنگل میں ایک نوجوان دیکھا، جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا: کیا اس کے لئے یہی کافی نہیں کہ مجھے اپنی محبت میں مبتلا کیا ہے، اب بیماری کیوں دی ہے؟ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کی روح نکل رہی ہے، میں نے کہا کہ لا الہ الا اللہ کہو! اس نے سنتے ہی یہ اشعار پڑھے!

''اے وہ محبوب کہ جس کے بغیر میرا گذارہ نہیں، خواہ دکھ ہی کیوں نہ دیتا رہے اور اے وہ محبوب کہ جس نے میرے دل سے بے حساب لے لیا ہے۔''

حضرت جنید رحمہ اللہ سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو انہوں نے فرمایا، میں بھولا ہی نہیں کہ اب نئے سرے سے یاد کروں! اور پھر پڑھا:

''وہ میرے دل میں موجود رہتا ہے اور اس کی خوشی کا سبب ہے، میں اسے بھولا نہیں کہ اب یاد کروں کیونکہ وہ میرا آقا ہے، سہارا ہے اور میرا نصیب اسی سے ملتا ہے۔''

☆ حضرت جعفر بن نصیر نے بکران دینوری سے پوچھا (یہ شبلی کے خادم تھے) کہ تم نے ان میں کیا کچھ دیکھا تھا؟ انہوں نے بتایا، حضرت شبلی نے بتایا کہ میرے ذمے ایک درہم تھا، یہ ناجائز مال تھا، میں نے اس کے بدلے میں درہم والے کی طرف سے کئی ہزار درہم کا صدقہ کر دیا، اس سے بڑھ کر مجھے اور کوئی فکر نہیں تھی۔

پھر مجھے کہا کہ وضو کراؤ، میں نے کرا دیا لیکن داڑھی میں خلال کرنا بھول گیا۔ ان کی زبان رک گئی تھی، انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی داڑھی میں پھیرا اور فوت ہو گئے۔ حضرت جعفر روئے اور کہا تم لوگ ایسے شخص کے بارے میں کیا کہو گے جن سے آخری لمحات میں بھی کوئی شرعی ادب فوت نہیں ہوا۔

☆ حضرت علوش دینوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مزین کبیر رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں مکہ میں تھا کہ بے چینی ہو گئی، میں مدینہ کو روانہ ہوا، جب میں ''بیر میمون'' پہنچا تو دیکھا کہ ایک نوجوان گرا پڑا ہے، میں اس کے پاس گیا تو وہ بے چین تھا۔ میں نے کہا لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کہہ لیجئے۔ انہوں نے آنکھیں کھولیں اور یہ شعر پڑھا:

''میں مر بھی جاؤں (تو فکر نہیں) دل میں عشق بھرا ہوا ہے اور بھلے لوگ عشق ہی میں فوت ہوتے ہیں۔''

اس کے بعد اس نے چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔ میں نے انہیں غسل دیا، کفن دیا اور پھر نماز جنازہ پڑھی، جب دفن کر لیا تو بے قرار کرنے والا سفر کا ارادہ رک گیا اور میں واپس مکہ آ گیا۔

☆ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ موت پسند کرتے ہو؟ تو اس نے کہا کہ اس ذات کی طرف جانا جس سے بھلائی کی امیدیں ہیں، اس بقاء سے بہتر ہے جس میں برائی کا اندیشہ موجود ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے استاد ابن الکرنبی کے پاس اس وقت موجود تھا جب وہ آخری سانسیں لے رہے تھے، میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو وہ بولے، بہت دوری ہے، پھر میں نے زمین کی طرف دیکھا تو پھر کہا کہ بہت دوری ہے۔

ان کا مقصد یہ بتانا تھا کہ تجھے آسمان وزمین کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں، وہ تو بہت قریب ہے بلکہ وہ اس وقت سے بھی پہلے موجود تھا جس وقت مکان نہ تھا۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے اپنے وصال کے وقت کہا: ''میں نے جب بھی تمہیں یاد کیا: غفلت ہی میں کیا اور تو نے جب بھی

مجھے پکڑا، میری سستی کی بناء پر پکڑا۔“

☆ حضرت ابو علی رود باری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں مصر میں داخل ہوا تو لوگوں کو مجمع لگائے دیکھا، وہ کہہ رہے تھے کہ ہم نے ایک نوجوان کے جنازہ میں شرکت کی تو اس نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا تھا:

”اس بندے کی ہمت کیسی بڑی ہے، جس نے تجھے دیکھنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔“

یہ سن کر اس نے چیخ ماری اور فوت ہو گیا۔

☆ حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ مرض موت میں گرفتار تھے کہ چند لوگ ان کے پاس پہنچے اور پوچھا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا اور کیسا برتاؤ کیا؟ آپ نے فرمایا: تیس سال ہو گئے جنت اپنے ساز و سامان سمیت میرے سامنے لائی جاتی رہی لیکن میں نے اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔ لوگوں نے نزع کے موقع پر آپ سے پوچھا کہ اس وقت تمہارے دل کی کیا حالت ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ تیس سال ہو گئے میں اپنا دل گم کر چکا ہوں۔

☆ حضرت وجیہی رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ ابن بنان کی، وفات کا باعث یہ تھا کہ آپ کے دل پر کوئی شے وارد ہوئی تو دیوانگی کی حالت میں جدھر منہ آیا نکل گئے، لوگوں نے تعاقب کرتے ہوئے انہیں بنو اسرائیل کے جنگل تیہ میں جا لیا، وہ ریت میں بیٹھے تھے، انہوں نے آنکھیں کھول کر دیکھا اور کہا کہ خوب چر لو کیونکہ یہ دوستوں کے چرنے کی جگہ ہے۔

☆ حضرت نہر جوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں تھا کہ میرے پاس ایک فقیر دینار لئے آیا اور کہا: کل ہو گا تو میں مر جاؤں گا، تم نصف دینار سے قبر تیار کرا دینا اور آدھا کفن دفن کے لئے ہے۔ لیکن میں نے دل میں سوچا کہ اس نوجوان کے دماغ میں گڑبڑ ہے کیونکہ اس پر حجاز کے فاقے کا اثر ہے۔ اگلا دن ہوا تو پھر آ گیا اور طواف کرنے لگا، پھر وہاں سے نکلا اور زمین پر دراز ہو گیا، میں نے خیال کیا کہ یہ دکھلاوے کی موت ہے۔ میں قریب گیا اور ہلایا تو وہ مر چکا تھا چنانچہ اس کے کہنے کے مطابق میں نے اسے دفنا دیا۔

☆ کہتے ہیں کہ ابو عثمان رحمہ اللہ کی حالت غیر ہوئی تو ان کے بیٹے نے اپنی قمیص پھاڑ لی چنانچہ ابو عثمان نے آنکھیں کھولتے ہوئے فرمایا: بیٹے! ظاہر میں سنت کی خلاف ورزی دراصل باطن میں ریاکاری کا پتہ دیتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عطاء حضرت جنید کے پاس پہنچے ہیں تو وہ دم توڑ رہے تھے، انہوں نے سلام کہا تو آپ نے جواب میں کچھ دیر کر دی، کچھ دیر بعد معذرت کرتے ہوئے جواب دیا اور بتایا کہ میں اپنے ورد میں مصروف تھا اور پھر فوت ہو گئے۔

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ نے بتایا کہ ہمارے پاس ایک فقیر آ گیا اور فوت ہو گیا، میں نے دفن کرتے وقت اس کا چہرہ کھولا تو اس کی غریب الوطنی پر رحم کھاتے ہوئے اسے لحد میں اتارا، اس نے آنکھیں کھول لیں اور کہا: اے ابو علی! تو مجھے اس ذات کے سامنے ذلیل و رسوا کر رہا ہے، جس نے مجھے ناز و نعمت سے رکھا؟ میں نے کہا: کیا موت کے بعد بھی کوئی زندگی ہوتی ہے؟ اس نے کہا، کیوں نہیں، دیکھو تو، میں زندہ ہوں بلکہ اللہ سے محبت رکھنے والا ہر ایک ہی زندہ ہوتا ہے، اے روذبار! میں کل کو اپنے ملنے والے مرتبہ کی بنا پر تمہاری مدد کیا کروں گا۔

☆ ابو الحسن مزین رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابن سہل اصفہانی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے، فرمایا: کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں بھی لوگوں ہی طرح مروں گا کہ بیمار ہو کر لوگوں کی عیادت کے بعد مروں گا؟ نہیں بلکہ مجھے تو بلایا جائے گا اور آواز آئے گی: اے علی! میں لبیک کہہ دوں گا۔ چنانچہ ایک دن آپ چلے جا رہے تھے کہ کہا: ”لبیک“ اور فوراً فوت ہو گئے۔

☆ ابوالحسن مزین رحمہ اللہ کہتے ہیں: جب حضرت نہر جوری رحمہ اللہ مرض الموت میں گرفتار ہوئے تو میں نے ان سے بحالت نزع کہا: **لا اله الا الله** کہہ دو، میرے کہنے پر تبسم کیا اور کہا: مجھے کیا سمجھا رہے ہو؟ اس کی قسم جسے موت نہیں آنے کی، میرے اور اس (اللہ) کے درمیان صرف ''پردۂ عزت'' حائل ہے اور یہ کہتے ہی ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت مزین اپنی داڑھی پکڑ کر کہا کرتے تھے، مجھ جیسا پچھنے لگانے والا شخص اولیاء اللہ کو کلمہ شہادت کی تلقین کرے اس سے زیادہ شرمساری کی بات کیا ہوگی؟ اور کئی مرتبہ ایسا ہوتا کہ آپ یہ حکایت بتا کر رو پڑتے۔

☆ حضرت ابوحسین مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں برس ہا برس حضرت خیر النساء کی صحبت میں رہا۔ جب قریب المرگ ہوئے تو وصال سے آٹھ دن قبل فرمایا، جمعرات کو مغرب کے وقت فوت ہو رہا ہوں اور جمعہ کے دن نماز جمعہ سے قبل دفن ہوں گا، تم بھول جاؤ گے، یاد رکھنے کی کوشش کرنا۔ ابوالحسین کہتے ہیں کہ جمعہ آنے تک میں بھول گیا چنانچہ موت کی اطلاع دینے والے نے مجھے بتایا تو ان کے جنازے میں شامل ہونے کے لئے نکلا لوگ یہ کہتے ہوئے واپس آ رہے تھے کہ انہیں نماز جمعہ کے بعد دفنایا جائے گا، میں پیچھے نہیں مڑا بلکہ چلتا گیا چنانچہ دیکھا تو آپ کے کہنے کے مطابق نماز سے قبل ہی جنازہ نکال لیا گیا۔ میں نے وفات کے وقت موجود شخص سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ آپ پر غشی طاری ہوئی پھر افاقہ ہو گیا تو انہوں نے گھر کی ایک طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: ٹھہر جاؤ! اللہ تمہیں عافیت دے، تجھے بھی کسی نے حکم دیا ہے اور میں بھی حکم کا پابند ہوں، جس بات کا تمہیں حکم ہے اس سے تمہیں چھوٹ نہیں مل سکتی اور جس کا مجھے حکم ہے وہ فوت ہو رہی ہے چنانچہ پانی منگوایا اور نیا وضو کر کے نماز پڑھی، پھر لیٹ گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔

موت کے بعد انہیں خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا، آپ کا کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا، نہ پوچھو! اتنی بات ہے کہ میں تمہاری خراب دنیا سے چھٹکارا حاصل کر چکا ہوں۔

☆ بہجۃ الاسرار کے مصنف حضرت ابوالحسین حمصی رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو آپ کے جنازے کے لئے لوگ ٹوٹ پڑے، شہر میں ستر سے کچھ اوپر کا ایک یہودی رہتا تھا، اس نے شور سنا تو باہر دیکھنے آیا کہ کیا واقعہ گذر رہا ہے اور جب اس نے جنازہ دیکھا تو چیخ اٹھا اور لوگوں سے کہا، جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، تمہیں بھی نظر آ رہا ہے؟ انہوں نے کہا، نہیں، کیا دیکھا ہے تم نے؟ اس نے بتایا میں دیکھ رہا ہوں کچھ لوگ آسمان سے اتر کر جنازے کو ہاتھ لگا کر چوم رہے ہیں۔

پھر اس یہودی نے کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا اور بڑے صحیح طریقے کا مسلمان بن گیا۔

اللہ کے دوست مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں:

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں مکہ میں رہتا تھا، ایک دن میں باب بنی شیبہ کے قریب سے گذرا تو خوبصورت نوجوان کو فوت ہوتے دیکھا، میں نے چہرے کی طرف دیکھا تو مجھے دیکھ کر مسکرا دیا پھر کہا اے ابوسعید! تم جانتے نہیں کہ دوست مر کر بھی زندہ ہوتے ہیں، وہ ایک گھر سے دوسرے کی طرف چلے جاتے ہیں۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ بتاتے ہیں، مجھے بتایا گیا کہ حضرت ذوالنون کو نزع کے وقت کہا گیا کہ ہمیں کوئی وصیت کرو، انہوں نے فرمایا کہ مجھے مصروف نہ کرو کیونکہ میں اللہ کی بہترین مہربانیاں ہونے پر تعجب کر رہا ہوں۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ نے بتایا کہ حالت موت طاری ہونے پر حضرت ابوعثمان سے پوچھا گیا کہ کوئی وصیت کرنا پسند فرمائیں گے؟ انہوں نے کہا، بولنے کی طاقت نہیں، پھر ان میں کچھ سکت دیکھی تو میں نے کہا کچھ تو فرمائیے تاکہ میں اور لوگوں کو بتا سکوں گا۔ انہوں نے فرمایا: گناہوں اور کوتاہیوں کو نہایت دل جمعی سے دیکھا کرو۔

باب

اَلْمَعْرِفَۃُ بِاللّٰہِ (معرفت الٰہیہ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ (انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جس کا حق تھا) اس کی تفسیر میں آتا ہے کہ انہوں نے اللہ کی وہ معرفت حاصل نہ کی جو کرنی چاہئے تھی۔

☆ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک مکان کا دارومدار بنیاد پر ہوتا ہے اور دین اسلام کا دروازہ معرفۃ الٰہیہ ہوتا ہے، اس کے ساتھ یقین اور برائیوں سے روکنے والی عقل پر ہوتا ہے۔ میں نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر قربان یہ ''عقل قامع'' کیا ہوتی ہے؟ فرمایا جو برائیوں سے روکتی ہے اور اللہ کی اطاعت کی حرص پیدا کرتی ہے۔

معرفت باللہ کا تعارف:

حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کے نزدیک معرفت، علم کو کہتے ہیں چنانچہ ہر علم ہی معرفت ٹھہرا اور ہر معرفت، علم، اللہ کا علم رکھنے والے کو عارف کہتے ہیں اور ہر عارف عالم ہوتا ہے لیکن صوفیہ کے ہاں معرفۃ اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کو صفات وأسماء سمیت جانتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے گندے اخلاق سے گریز کرتا ہے نفس کی برائیوں سے بچتا ہے، دروازۂ خدا پر طویل عرصہ تک ٹھہرا رہتا ہے اور دل سے وہیں جما رہتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ عزت حاصل ہوگی کہ اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم فرمائے گا اور اس کے اعمال کو سراہے گا پھر اس کے نفسانی کھٹکے دور ہو جائیں گے۔ وہ دل میں آنے والے ایسے خیالوں کی طرف توجہ نہ دے گا جو غیر اللہ کی طرف بلاتے ہیں پھر جب وہ مخلوق سے بیگانہ ہو جائے گا، نفسانی بیماریوں سے الگ ہو جائے گا پھر ایسے امور سے پاک ہو جائے گا جو اسے احکام الٰہیہ پر عمل کرنے سے روکیں اور اپنی طرف راغب کریں، اور در پردہ اللہ سے گریہ زاری کرتا رہے گا، ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا اور اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا کہ اللہ اپنی تقدیر میں تبدیلیوں کے رازوں سے اسے آگاہ فرمادے گا تو وہ عارف نام پائے گا اور اس کی اس حالت کا نام ''معرفت'' ہوگا۔ مختصر یہ کہ جتنا جتنا وہ اپنے نفس سے بیگانہ ہوتا چلا جائے گا، اسے اپنے رب کی معرفت اتنی ہی حاصل ہوتی جائے گی۔

معرفت کے بارے میں اقوال مشائخ:

مشائخ کرام نے معرفت کے بارے میں بہت کلام فرمائی ہے اور ہر ایک نے اپنا اپنا عندیہ بتاتے ہوئے اس حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جو اپنے وقت میں اسے حاصل ہوئی۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کی معرفت حاصل ہو جانے کی ایک نشانی یہ ہے کہ اس کے دل پر اللہ کی ہیبت

چھائے گی اور جوں جوں اس کی معرفت باللہ بڑھتی چلی جائے گی، اللہ کی ہیبت بھی بڑھتی جائے گی۔

☆ آپ ہی نے فرمایا کہ معرفت، دل میں سکون پیدا کرتی ہے بعینہ ایسے جیسے علم سکون مہیا کرتا ہے تو جوں جوں معرفت میں اضافہ ہوتا جائے گا، سکون بڑھتا چلا جائے گا۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی عارف باللہ کا غیر اللہ سے تعلق نہیں ہوتا، اللہ کے محبّ کو اس سے شکوی نہیں ہوتا، کوئی بندہ اللہ پر اپنا حق ثابت نہیں کرسکتا، اللہ سے ڈرنے والے کو قرار نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی اللہ سے فرار ممکن ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے ''معرفت'' کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا کہ اس معرفت کی ابتداء اللہ کی معرفت سے ہوتی ہے اور اخیر کی کوئی انتہاء نہیں۔

☆ حضرت ابو حفص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے، میرے دل میں حق اور باطل کا داخلہ نہیں ہوسکا۔

حضرت استاد ابو القاسم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت ابو حفص کے اس قول میں اشکال پایا جاتا ہے چنانچہ اس بارے میں یہ احتمال ہے کہ صوفیہ کے نزدیک معرفت کی وجہ سے بندہ اپنے نفس سے غائب ہوجائے کیونکہ اس پر ذکر حق کرتے رہنے کا غلبہ ہوتا ہے چنانچہ وہ غیر اللہ کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، کسی غیر کی طرف رجوع نہیں کرتا تو جیسے عقل پیش آنے والے معاملات اور دیگر امور میں دل کی طرف متوجہ ہوتی ہے ویسے ہی ایک عارف اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور پھر جب اپنے رب کے سوا کسی اور چیز کی طرف مشغول نہیں ہوتا اپنے دل کی طرف بھی دھیان نہیں دیتا اور اس شخص کے دل میں کوئی خیال کیسے آسکتا ہے جس کا دل ہی نہ ہو؟ اور یہ بات لازمی ہے کہ اپنے دل کے ساتھ زندہ رہنے والے اور اپنے رب کے سہارے زندہ رہنے والے میں بہت زیادہ فرق پایا جاتا ہے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ سے ''معرفت'' کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْآ اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً [1] (بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے برباد کردیتے ہیں اور وہاں کے رہنے والے عزت دار لوگوں کو ذلیل کردیتے ہیں)

حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی وہ معنیٰ ہے جو حضرت ابو حفص نے بیان کیا ہے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مخلوق کے تو کئی حالات ہوتے ہیں لیکن ایک عارف کا کوئی حال نہیں ہوتا کیونکہ اس کے تمام نشانات مٹ چکے ہوتے ہیں، اس کی اپنی ذات کسی اور ذات میں گم ہوچکی ہوتی ہے اور اس کے اپنے آثار و علامات کسی اور کے آثار و علامات میں غائب ہوچکے ہوتے ہیں۔

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک بندے میں اللہ کے ساتھ استغناء اور اس کی طرف محتاجی پائی جاتی ہے، اس وقت تک اسے معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔

حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت واسطی نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ محتاجی اور استغناء دونوں ہی بندے کی بیداری اور اس میں نشانات کے باقی رہ جانے کی علامت ہیں کیونکہ دونوں ہی بندے کی صفات ہیں جبکہ ایک عارف اپنے معروف (اللہ) میں گم ہوچکا ہوتا ہے تو اس کے لئے ایسا قول کیسے صحیح ہوگا اور وہ بندہ وجود الٰہی میں فنا ہونے یا اس کے شہود میں غرق ہونے کی وجہ سے اگر وجود الٰہی

1۔ سورہ نحل، آیت ۳۴

تک نہیں پہنچ سکا تو تمام اوصاف کے ساتھ اس کا احساس ختم ہو چکا ہوتا ہے۔

اسی لئے حضرت واسطی رحمہ اللہ نے مزید فرمایا: جوشخص اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ الگ تھلگ ہو جاتا ہے، بہرہ ہوتا ہے اور مطیع ہو جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

''اے اللہ! میں تیری مکمل پہچان نہیں کر سکتا۔''[1]

یہ تو ان لوگوں کی صفات ہیں جن کے ارادے بہت بلند ہیں لیکن کم درجہ والے لوگوں نے اس سلسلے میں بہت لمبی چوڑی گفتگو کی ہے۔

☆ حضرت احمد بن عاصم انطا کی رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ کی زیادہ سے زیادہ معرفت رکھنے والا شخص اسی قدر خوف الٰہی رکھتا ہے۔

☆ ایک صوفی کا قول ہے کہ جوشخص اللہ کی معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ دنیا کی زندگی سے تنگی محسوس کرتا ہے اور پھر یہ دنیا وسیع ہونے کے باوجود اس کے لئے تنگی کا باعث بنتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جو اللہ کی معرفت حاصل کر لے، اس کی زندگی صاف ستھری اور پاکیزہ بن جاتی ہے، ہر شے اس سے خوف کھاتی ہے اور اللہ سے اس کا انس ہو جاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ جس نے اللہ کی پہچان کر لی، اسے دنیوی چیزوں سے رغبت نہیں ہوتی اور وہ جدائی اور وصل نہیں رکھتا۔

☆ کہتے ہیں کہ معرفت، حیاء اور تعظیم پیدا کرتی ہے جیسے توحید، رضا وتسلیم سکھاتی ہے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عارف کے لئے معرفت ایک آئینہ ہوتی ہے کہ جب اس میں نظر ڈالتا ہے تو اسے اس کا مولا نظر آتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام نے بھی میدان معرفت میں گھوڑے دوڑائے تھے چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی روح انور تمام انبیاء سے آگے بڑھ گئی اور درجہ وصال حاصل کر لیا۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے کہ ایک عارف سے میل جول ایسے ہی ہے جیسے اللہ سے میل جول، یہ اللہ کے اخلاق اپناتے ہوئے تمہاری باتیں سہارتا ہے اور بردباری کا مظاہرہ کرتا ہے۔

☆ حضرت یزدانیار رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ عارف اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کب کر سکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا، جب شاہد (اللہ) سامنے ہو، شواہد باقی نہ رہیں، حواس کام کرنا چھوڑ دیں اور اخلاص نہ رہے۔

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بندہ جب مقام معرفت تک رسائی حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اترنے والی چیزیں اتارتا ہے اور اس کے باطن کی دیکھ بھال رکھتا ہے تا کہ اس کے دل میں اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے کوئی چیز نہ اترے۔

☆ نیز فرمایا: عارف کی علامت یہ ہے کہ وہ دنیا وآخرت سے اپنے آپ کو فارغ کرے۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت کا انتہائی درجہ دہشت پیدا کرنا اور حیرت میں ڈالنا ہوتا ہے۔

---

[1] مسلم شریف، کتاب الصلوٰۃ، ابوداؤد شریف، کتاب الصلوٰۃ۔ ترمذی شریف، کتاب الدعوات۔ نسائی شریف، کتاب الطہارۃ۔ ابن ماجہ شریف۔ باب الدعا۔ مئوطا، باب حس القرآن۔ مسند امام احمد بن حنبل

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ معرفت رکھنے والا وہ شخص ہوتا ہے جس کی اللہ کے بارے میں حیرت زیادہ ہوتی ہے۔

☆ ایک شخص نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے کہا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا حرکات (اپنے ارادے سے برا کام کرنا) کو ترک کر دینا نیکی اور تقویٰ شمار ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ اس گروہ کا قول ہے جو یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنے ارادے سے کام نہیں کر سکتا لیکن میرے نزدیک تو یہ بہت بری بات ہے، ایسے شخص سے تو وہ شخص بہتر ہے جو زنا بھی کرتا ہے اور چوری بھی کیونکہ اللہ کے عارف لوگوں نے تو اللہ کی توفیق سے عمل کئے ہوتے ہیں اور یہ اعمال لے کر وہ اللہ کی بارگاہ میں جائیں گے اور اگر میں ایک ہزار سال بھی زندہ رہوں تو نیک اعمال میں سے ایک ذرہ بھی کم نہیں کر سکتا۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ سے کہا گیا: آپ نے معرفت کہاں سے حاصل کی ہے؟ آپ نے فرمایا پیٹ کو بھوکا رکھ کر اور جسم کو ننگا رکھ کر۔

☆ حضرت ابو یعقوب نہر جوری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے ابو یعقوب موسیٰ سے کہا کہ کیا ایک عارف غیر اللہ پر افسوس کر سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا وہ غیر اللہ کو دیکھتا ہے کہ افسوس کرے؟ میں نے کہا کہ وہ کس آنکھ سے اشیاء کو دیکھتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ فنا اور زوال کی آنکھ سے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عارف تو اڑتا چلا جاتا ہے اور زاہد زمین پر سیر کرتا ہے۔

☆ کہا گیا ہے کہ عارف کی آنکھ تو رویا کرتی ہے لیکن دل ہنستا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عارف اس وقت تک عارف نہیں بنتا جب تک وہ اس زمین کی طرح نہ ہو جائے جسے نیک و بد لتاڑ رہے ہیں، اس بادل جیسا نہ ہو جائے جو سب پر سایہ کرتا ہے اور اس بارش جیسا نہ ہو جائے جو پسندیدہ و ناپسندیدہ کو سیراب کرتی ہے۔

مرتے وقت عارف کی دو حسرتیں:

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عارف دنیا سے جاتے وقت دو چیزوں میں اپنی آرزو پوری ہوئی نہیں دیکھتا' ایک اپنے گناہوں کو دیکھتے ہوئے اپنی ذات پر رونا اور دوسرا اللہ کی حمد و ثنا کرنا۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں لوگوں نے معرفت اس طرح حاصل کی ہے کہ اپنے پاس کی چیزیں ضائع کر دیں اور اللہ کی چیزوں کو سنبھال لیا۔

☆ حضرت یوسف بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عارف اس وقت تک سچا عارف نہیں بن سکتا کہ اگر اسے ملک سلیمان بھی دے دیا جائے تو یہ سلطنت لمحہ بھر کے لئے بھی اسے اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہ ہٹا سکے۔

معرفت کے تین ارکان:

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت کے تین رکن ہوتے ہیں مصیبت، حیاء اور انس۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے رب کیسے حاصل کی؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رب کو رب کے ذریعے پہچانا اور اگر میرا رب نہ ہوتا تو میں اپنے رب کو نہ پہچان سکتا۔

☆ کہتے ہیں کہ عالم کی تو اقتداء کی جاتی ہے مگر عارف سے راہِ ہدایت حاصل کی جاتی ہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عارف غیر اللہ کو دیکھا نہیں کرتا، نہ کسی کا کلام بولتا ہے اور نہ ہی اللہ کے سوا اپنے نفس کا کسی کو محافظ ونگہبان بناتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک عارف چونکہ اللہ تعالیٰ سے انس رکھتا ہے تو اللہ اسے دنیا سے بے گانہ کر دیتا ہے، وہ اللہ کا محتاج بن جاتا ہے تو وہ اسے دنیا سے بے نیاز کر دیتا ہے اور چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل بن جاتا ہے تو اللہ اسے عزت دار بنا دیتا ہے۔

☆ حضرت ابو الطیب سامری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے انوار سے انسانوں کے دلوں میں روشنی کرنے کا نام معرفت ہے۔

ایک عارف، عالم کے مقابلہ میں اپنے مرتبہ میں بڑھ کر بات کرتا ہے:

☆ کہتے ہیں کہ عارف جو کچھ کہتا (دعویٰ کرتا) ہے، مرتبہ میں اس سے بھی بلند ہوتا ہے لیکن ایک عالم جو کچھ کہہ جاتا ہے اتنا اس کا مرتبہ نہیں ہوتا۔

☆ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک عارف کو بستر پر بیٹھے جو کچھ دکھا دیتا ہے، نوافل پڑھنے والے ایک عالم کو نہیں دکھاتا۔

عارف کے دل کی بات اللہ کہتا ہے:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عارف چپ سادھے رہتا ہے اور اس کے دل کی بات اللہ کہہ دیتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر شے کے لئے ایک مصیبت ہوتی ہے اور عارف کے لئے سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ سے کٹ جائے۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک عارف کی ریاکاری اور دکھلاوا بھی مریدین کے اخلاص للہ سے بڑھ کر مقام رکھتا ہے۔

☆ حضرت ابو بکر وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عارف چپ رہے تو بھی بہتر ہوتا ہے اور اگر بولے تو اس کا کلام اس سے بھی بہتر اور اچھا ہوتا ہے۔

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ زاہد لوگ آخرت میں بادشاہ بنے ہوں گے لیکن عارفوں کے مقابلے میں فقیر کی حیثیت رکھتے ہوں گے۔

عارف، اللہ کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے عارف کا مرتبہ پوچھا گیا تو فرمایا کہ پانی کا رنگ وہی دکھائی دیتا ہے جو اس برتن کا رنگ ہوتا ہے جس میں وہ ڈالا گیا ہے (یعنی عارف اللہ کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے)

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ سے ایک عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ نیند میں بھی غیر اللہ کو نہیں دیکھتا ہے نہ ہی

بیداری میں غیر اللہ کو دیکھتا ہے، وہ غیر اللہ کی مرضی پر نہیں چلتا اور نہ غیر اللہ کے بارے میں پرکھ رکھتا ہے۔

☆ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ تو نے اللہ کی معرفت کس ذریعے سے حاصل کی، تو انہوں نے کہا کہ نور کی ایک چمک کے ذریعے جو مخصوص طریقے سے میرے دل پر پڑی اور ایسے الفاظ کے ذریعے جو ایک ہلاک ہونے اور گم ہو جانے والے کی طرف سے نکلے (اس سے آپ کا اشارہ ظاہر وجد کی طرف ہے کہ گویا مجھ پر وجد طاری ہوا اور سب کچھ رازدارانہ طریقے سے ہوا اور پھر اس نے مشکل دور کر دی) اس کے بعد آپ نے یہ شعر پڑھے:

''میں بولے بغیر بولا اور یہی بولنا اصل ہے، بولنا تو تیرا ہی ہے یا اس بولنے کو ظاہر کرتا ہے، تو نے اپنا جلوہ دکھایا کہ میں چھپا رہوں حالانکہ چھپا رہنا بھی تیرا کام ہے، تو نے میرے لئے چمک کر دی اور اسی چمک سے تو نے مجھے بولنے کی قوت دے دی۔''

☆ حضرت ابوتراب سے عارف کی صفت پوچھی گئی تو فرمایا، وہ ہوتا ہے جس میں کھوٹ نہ ہو اور اس کے ذریعے ہر چیز صاف ہو جائے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عارف کے لئے علم کی روشنی ہو جاتی ہے تو وہ غیب کی عجیب عجیب چیزیں دیکھا کرتا ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک عارف حقیقت الٰہیہ کے سمندروں میں گم ہو جاتا ہے اس کے بارے میں صوفیہ نے کہا ہے کہ معرفت ایسی موجیں ہیں جو اٹھتی ہیں تو کبھی اوپر اٹھاتی ہیں اور کبھی نیچے لے جاتی ہیں

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ سے عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ اس کا وجود ہوتا ہے اور پھر نہیں بھی ہوتا نیز یوں بھی فرمایا کہ اس کا وجود ابھی تو تھا مگر پھر نہ رہا۔

عارف کی تین علامتیں:

☆ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عارف کی تین علامتیں ہوتی ہیں:

1۔ اس کی معرفت کا نور اس کے تقویٰ کے نور کو نہیں بجھاتا۔

2۔ وہ باطنی طور پر اپنے علم کی بنا پر ایسی بات پر یقین نہیں رکھتا کہ اس کے ذریعے شریعت کا ظاہری حکم ٹوٹ جائے اور پھر اللہ کے انعامات کی کثرت اسے اللہ کی حرام کردہ چیزوں کی پردہ داری کی اجازت نہیں دیتی۔

3۔ کہتے ہیں، عارف، جو معرفت کی وضاحت اہل آخرت کے سامنے بھی نہیں کیا کرتا تو پھر اہل دنیا کے سامنے اس کی وضاحت کیسے روا ہو گی؟

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معرفت خزانے لٹانے اور ہمت کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے حضرت ذوالنون مصری سے عارف کے بارے میں اس فرمان: ''ابھی وہ یہیں تھا، اب چلا گیا۔'' کی روشنی میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ ایک عارف کو کوئی حالت پابند نہیں رکھتی اور نہ ہی اسے ایک مقام سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے میں کوئی شے حجاب بنتی ہے چنانچہ وہ ہر مقام میں موجود لوگوں میں اپنی حالت پر ہوتا ہے، وہی کچھ حاصل کرتا ہے جو وہ حاصل کرتے ہیں اور ان میں وہ ان کے فائدے کی گفتگو کرتا ہے۔

☆ حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ کے ساتھ دل کی زندگی کو معرفت کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا عارف اس حال تک بھی پہنچ جاتا ہے کہ اسے رونا نہ آسکے؟ آپ نے فرمایا: ہاں کیونکہ رونا تو انہیں اس وقت آتا ہے جب وہ اللہ کی طرف سیر کر رہے ہوتے ہیں اور جب وہ حقائق قرب میں پہنچ جاتے ہیں اور اللہ کے احسان کی بنا پر ''وصول'' کا مزہ لے لیتے ہیں تو یہ رونا زائل ہو جاتا ہے۔

باب

اَلْمَحَبَّۃ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ [1]
(اے ایمان والو! جو بھی تم میں اپنے دین سے پھرے گا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لے آئے گا جو اللہ کے پسندیدہ ہوں گے اور وہ اللہ سے محبت رکھیں گے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''جو اللہ سے ملاقات کا خواہشمند ہے، اسے اللہ تعالیٰ بھی چاہتا ہے اور جو اللہ سے ملنا نہیں چاہتا، اسے بھی اس سے غرض نہیں ہوتی۔'' [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سن کر بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
''جو شخص میرے کسی ولی کی توہین کرتا ہے تو یوں سمجھو کہ وہ مجھے لڑائی کی دعوت دے رہا ہے، مجھے ایسا تردد کبھی نہیں ہوتا جیسے ایک مومن کی روح قبض کرنے کے وقت ہوتا ہے کیونکہ وہ موت کو گلے لگانا پسند نہیں کرتا اور میں بھی اس کا دل دکھانا نہیں چاہتا جبکہ آخر کار موت تو آنی ہی ہوتی ہے۔ مجھے اپنے بندے کی سب سے پیاری عبادت' فرائض ادا کرنے کی ہوتی ہے جبکہ وہ بندہ نفل ادا کر کے میرا قرب چاہتا ہے اور میں اسے محبت کرنا شروع کر دیتا ہوں اور پھر جس سے میری محبت ہو جاتی ہے، میں اس کے کان، آنکھ اور ہاتھ بن جاتا ہوں پھر اسے طاقت دیتا ہوں۔'' [3]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''جب اللہ تعالیٰ بندے سے محبت کرنے لگتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ارشاد فرماتا ہے کہ اے جبرائیل (علیہ السلام)! میں نے فلاں بندے کو اپنا محبوب بنالیا ہے تو تم بھی اس سے محبت کیا کرو چنانچہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس سے محبت کرتے ہیں اور ساتھ ہی آسمانی مخلوق میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ محبت کر رہا ہے تو تم بھی اس سے محبت کیا کرو، بناء علیہ وہ محبت کرنے لگتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی زمین والوں میں اسے مقبولیت دے دی جاتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے ناراض ہو جاتا ہے تو حضرت مالک کہتے ہیں کہ میرا خیال یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کی ناراضگی کے بارے میں بھی وہی بات

---

[1] سورۂ مائدہ، آیت ۵۴

[2] بخاری شریف، کتاب الرقاق، مسلم شریف، باب الذکر، ترمذی شریف، کتاب الجنائز، نسائی شریف، کتاب الجنائز، ابن ماجہ شریف، باب الزہد، دارمی شریف، کتاب الرقاق، مسند احمد بن حنبل

[3] بخاری شریف، کتاب الرقاق، مسند احمد بن حنبل

ارشاد فرمائی جو محبت کے بارے میں بتائی تھی۔''[1]

محبت کا تعارف:

''محبت'' ایک اچھی کیفیت ہوتی ہے کہ اللہ نے جس کی گواہی اپنے بندے کے لئے دے رکھی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں چنانچہ اللہ کی وصف تو یہ ٹھہری کہ وہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے اور بندے کی یوں کہ وہ اللہ سے محبت کرتا ہے۔

علماء کے نزدیک ''محبت'' ارادہ کرنا کے معنیٰ میں ہے لیکن صوفیہ یہ معنیٰ مراد نہیں لیتے کیونکہ ایک قدیم ذات سے ارادے کا تعلق ممکن نہیں اور یہ الگ بات ہے کہ اگر ارادہ سے مراد اللہ کا قرب اور اس کی تعظیم ہو تو یہ ممکن ہے۔

ہم انشاء اللہ اس کی تحقیق بیان کر دیتے ہیں۔

مفہوم محبت اور اس کے بارے میں مختلف اقوال:

چنانچہ حق تعالیٰ کی بندے سے محبت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو مخصوص انعام دینے کا ارادہ فرماتا ہے بعینہ یونہی جیسے اللہ کی رحمت سے مراد یہ ہوتا ہے کہ وہ اس بندے پر انعام فرماتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رحمت، ارادہ سے خاص ہے اور ارادہ رحمت سے خاص ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ کہ وہ اپنے بندے کو ثواب و انعام پہنچاتا ہے تو اسے ''رحمت'' کہتے ہیں اور اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے قرب سے نوازتا ہے اور بلند مرتبہ مقام دیتا ہے، اسے ''محبت'' کہہ دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''ارادہ'' اللہ تعالیٰ کی ایک ہی صفت ہوتی ہے جبکہ اس کا تعلق بہت سی چیزوں سے ہوتا ہے اور پھر جیسا اس کا تعلق ہوتا ہے ویسے ہی اس کا نام پڑ جاتا ہے چنانچہ جب ارادہ کا تعلق کسی سزا سے ہوتا ہے (جیسے اللہ کے سزا دینے کا ارادہ ہے) تو اس سے مراد اللہ کی ناراضگی ہوتی ہے اور جب عام انعامات سے متعلق ہوتا ہے تو اسی ارادے کو ''رحمت'' کہتے ہیں اور جب اللہ کا محبت کرنا مراد ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو ایک خصوصیت دے دی ہے۔

ایک گروہ محبت کا مفہوم یہ بتاتا ہے کہ محبت الٰہی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے بندے کی (فرشتوں وغیرہ میں) تعریف کرتا ہے اور بڑی اچھی تعریف کرتا ہے۔ اس گروہ کے مطابق اللہ کی محبت کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اللہ اس بندے کے بارے میں کلام فرماتا ہے حالانکہ اللہ کی کلام تو قدیم ہوتی ہے!

ایک اور گروہ کہتا ہے کہ اللہ کا محبت کرنا، اس کی فعلی (کام سرانجام دینے والی) صفت ہے تو اس معنیٰ کے لحاظ سے اس کا معنیٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے پر ایسا خاص احسان فرماتا ہے جس کے ذریعے بندہ اللہ سے ملاقات حاصل کر لیتا ہے اور یہ احسان ایک خاص حالت ہوتی ہے جس کے ذریعے انسان اللہ تک رسائی حاصل کرتا ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ اللہ کی بندے پر رحمت، بندے پر اس کے انعام کو کہتے ہیں۔

ایک اور گروہ سلف یہ کہتا ہے کہ اللہ کی محبت حدیث کے مطابق صفت الٰہیہ ہے چنانچہ یہ گروہ لفظ محبت تو بولتا ہے لیکن اس کی تفسیر سے خاموش ہو جاتا ہے۔

---

[1] بخاری شریف، باب بدء الخلق، مسلم شریف، باب البر، ترمذی شریف، تفسیر سورہ، موطا، باب الشعر، مسند احمد بن حنبل

علاوہ ازیں ''محبت'' کے اور معانی بھی ہیں جو مخلوق کی صفت بنتے ہیں جیسے ایک کا دوسرے کی طرف میلان ہونا، ایک کا دوسرے سے انس کرنا یا جیسے وہ حالت و کیفیت جو ایک محبت کرنے والے کو اپنے مخلوق محبوب سے محبت کرتے وقت محسوس ہوتی ہے چنانچہ اس قسم کی محبت کرنے سے ذات الٰہیہ بلند و بالا ہے۔

بندہ کی اللہ سے محبت کا مفہوم:

بندہ کی اللہ سے محبت ایک ایسی حالت کا نام ہے جو بندے کے دل میں پیدا ہوتی ہے جو عبارت اور الفاظ کے ذریعے بیان نہیں ہوسکتی۔ یہی وہ حالت ہے جو بندے کو اللہ کی تعظیم پر ابھارتی ہے، اپنی رضا پر اللہ کی رضا کو ترجیح دینے پر مجبور کرتی ہے، بندے میں صبر و قرار نہیں رہنے دیتی، اللہ سے دیوانگی کی حد تک تعلق بناتی ہے، اللہ سے ملے بغیر چین سے نہیں لینے دیتی اور وہ چاہتی ہے کہ انس رکھتے ہوئے سے بندہ ہمیشہ دل سے اس کی یاد میں لگا رہے۔

بندے کی اس محبت میں جسمانی میلان نہیں ہوتا (جیسے محبت کے وقت ایک بندہ دوسرے کی طرف بڑھا کرتا ہے) اور نہ ہی حد بندی کا معنی پایا جاتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات اس سے پاک و منزہ ہے کہ ایک بندہ جسمانی طور پر اس سے ملے، اسے معلوم کرے، اسے علم کے لحاظ سے ذہنی گھیرے میں لے (کہ وہ ذہن انسانی میں بند ہو کر رہ جائے) جبکہ محبّ تو محبوب کی محبت میں ہلاکت تک پہنچ جاتا ہے چنانچہ میل جول اور حد بندی کے ذریعے یہ محبت نہیں ہوسکتی۔ محبت کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اس کی کوئی تعریف ممکن ہے جو لفظ محبت سے زیادہ واضح ہو جبکہ یہ سب کچھ اشکال ہونے کی صورت میں ہوتا ہے اور لفظ محبت کے واضح معنیٰ مفہوم میں جب بیگانہ پن اور ابہام ہی محسوس ہوتا ہے تو اس کی مزید تشریح کی کیا ضرورت؟

لغت عرب میں محبت کا معنیٰ:

لوگوں نے محبت کی تشریح میں بہت کچھ لکھا ہے چنانچہ اہل لغت نے اس کے مفہوم پر بحث کی ہے' کچھ نے کہا ہے کہ ''حب'' صاف ستھری دوستی کا نام ہے کیونکہ اہل عرب جب دانتوں کی صفائی اور چمک کا بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ حَبَّبَ الْاَسْنَانَ (کہ فلاں شخص نے دانتوں کو صاف اور چمکدار بنالیا ہے)

☆ بعض اہل لغت ان بلبلوں کو بھی اسی وجہ سے ''حباب'' کہتے جو بارش کے وقت بن جایا کرتے ہیں اور عام پانی کے اوپر ہوتے ہیں چنانچہ اس بناء پر محبت، دل میں پیاس کی وجہ سے پیدا ہونے والے جوش اور محبوب سے ملنے کی خواہش ابھرنے کو کہتے ہیں۔

☆ بعض کہتے ہیں یہ لفظ محبت ''حباب الماء'' سے لیا گیا ہے کیونکہ یہ ابھرا ہوا ہوتا ہے، چنانچہ اس محبت کو بھی اسی وجہ سے محبت کہتے ہیں کہ دل میں آنے والے تمام امور سے یہ بڑھ کر ہوتی ہے۔

☆ کچھ اہل لغت یہ کہتے ہیں کہ یہ لفظ محبت لازم اور ثابت کے معنیٰ میں آتا ہے جیسے عربی محاورہ اَحَبَّ الْبَعِيْرُ، یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی آدمی اونٹ کو بٹھا دیتا ہے اور وہ اٹھنے نہیں پاتا اور ایک محبّ کی صورت بھی یہی ہوتی ہے کہ یہ اپنے محبوب کے ذکر سے نہیں ہٹ سکتا، ہمیشہ اسے یاد رکھتا ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ ''حب'' کا لفظ ''حب'' سے لیا گیا ہے جس کا معنیٰ ''بالی'' ہے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

''شکار کرنے والا پوری رات گڑھے میں بیٹھا ہے اور سانپ اتنے قریب ہیں جتنی ''حبُ یعنی کان کی بالی، جو راز کی باتیں۔''

اور ''بالی'' کو ''حب'' اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ کان سے چمٹی رہتی ہے یا اس لئے کہ ہر وقت ہلتی رہتی ہے اور دونوں معنی ہی محبت کا صحیح مفہوم بتاتے ہیں (کیونکہ یہ بھی لازم ہوتی ہے)

☆ بعض یہ کہتے ہیں کہ حب اور حب ایک جیسے ہیں جیسے عمر و اور عمر۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ یہ حبہ (حاء کی زیر سے) لے لیا گیا ہے جس کے معنی جنگلی بیج کے ہوتے ہیں چنانچہ جیسے بیج ،نباتات کے لئے بنیاد ہے یونہی محبت بھی زندگی کے لئے بنیادی چیز ہوتی ہے۔

☆ بعض کے نزدیک ان چار لکڑیوں کو کہتے ہیں جن پر گھڑا رکھا جاتا ہے اور جیسے لکڑیاں گھڑے کو اٹھاتی ہیں، یونہی محب بھی محبوب کی طرف سے آنے والی ہر قسم کی عزت و ذلت کو برداشت کرتا ہے لہذا احب کا نام محبت رکھا گیا۔

☆ بعض کا خیال ہے کہ ''حب'' سے لیا گیا ہے جس کا معنی مٹکا اور گھڑا ہے اور گھڑا اپنے اندر کے پانی وغیرہ کو اٹھائے ہوتا ہے جس میں اور چیز ڈالنے کی گنجائش نہیں ہوتی یونہی محب کے دل میں بھی محبوب کی محبت کے سوا کسی اور خیال کے داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہوتی لہذا ''حب'' کو محبت کہتے ہیں۔

مشائخ صوفیہ کے نزدیک ''محبت'' کا مفہوم:

کچھ صوفیہ کہتے ہیں کہ جوش وخروش کے ساتھ دل کے محبوب کی طرف میلان اور جھکاؤ کو ''محبت'' کہتے ہیں۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ اپنے سب ساتھیوں سے اپنے محبوب کو ترجیح دینا محبت ہے۔

☆ کچھ کہتے ہیں کہ ظاہر و باطن میں محبوب کی مرضی پر چلنا محبت کہلاتا ہے۔

☆ کچھ کے نزدیک محب کا اپنی صفات کو مٹا کر محبوب کی ذات میں ثابت کرنا محبت ہے۔

☆ بعض کا قول ہے کہ دل کو اللہ کے ارادوں کے مطابق کرنا محبت ہوتا ہے۔

☆ بعض کہتے ہیں کہ خدمت انجام دیتے وقت احترام کی کمی کا خوف رکھنا محبت کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنی کثیر چیز کو کم جاننا اور اپنے محبوب کی قلیل چیز کو کثیر سمجھنا محبت ہے۔

☆ حضرت سہل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اطاعت پر قائم رہنا اور مخالفت سے کنارہ کش ہونا محبت ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے محبت کی وضاحت پوچھی گئی تو فرمایا کہ محب میں محبوب کی صفات کا آجانا محبت ہے۔

حضرت جنید رحمہ اللہ نے محبوب کے غلبہء ذکر کا بیان کیا ہے کہ محب کے دل میں صفات محبوب کی یاد کے بغیر کوئی اور چیز غالب نہیں ہونی چاہئے اور اپنی صفات سے کلی طور پر غافل ہو جانا چاہیے ان کا احساس تک نہ رہے۔

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت ،موافقت کا نام ہے۔

☆ حضرت ابو عبداللہ قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حقیقی محبت یہ ہوتی ہے کہ محب اپنا سب کچھ محبوب کو پیش کردے اور اپنا کچھ بھی نہ رہے۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، محبت کو اس لئے محبت کہتے ہیں کیونکہ یہ محبوب کے علاوہ دل سے ہر چیز کو مٹا دیتی ہے۔

☆ ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اپنے آپ کو ہمیشہ سزا کے لئے تیار رکھنا محبت ہے۔

☆ میں نے حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ محبت ،لذت کو کہتے ہیں جبکہ مقامات حقیقت میں دہشت

ہی دہشت پائی جاتی ہے۔

عشق کیا ہے؟

☆ آپ سے یہ بھی سنا گیا: فرمایا: عشق، محبت میں دور تک نکل جانے کو کہتے ہیں اور یہ اللہ کی صفت نہیں بن سکتا کیونکہ اس کے سامنے کونسی حد ہے چنانچہ اسے عاشق نہیں کہا جاسکتا اور پھر ساری دنیا کی محبتیں بھی اکٹھی کر دی جائیں تو اللہ کی شان کے مطابق نہیں آسکیں گی چنانچہ اسی وجہ سے یہ نہیں کہنا چاہیے کہ فلاں شخص سے اللہ نے حد سے زیادہ عشق کیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ عاشق کا لفظ اللہ کی صفت نہیں بن سکتا اور نہ ہی بندہ اس سے عشق کر سکتا ہے، دونوں طرف ہی سے عشق کی نفی ہوتی ہے چنانچہ اللہ کی ذات سے لفظ عشق کا کوئی تعلق نہیں، نہ اللہ کی طرف سے بندے کے ساتھ اور نہ بندے کی طرف سے اللہ کے ساتھ۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے محبت کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: کہ یہ دل میں اگنے والی ٹہنیاں ہوتی ہیں جو عقول کے مطابق پھل لاتی ہیں۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ایک محبت وہ ہوتی ہے جس کی بنا پر بہنے والے خون رک جاتے ہیں اور ایک وہ ہوتی ہے جس کی بنا پر خون بہانا لازم ہوتا ہے۔

☆ حضرت سمنون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ سے محبت رکھنے والے دنیا و آخرت میں شرف لے گئے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

''آدمی اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اسے محبت ہو۔''[1]

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے، حقیقی محبت وہ ہوتی ہے جو ظلم ہونے پر بھی کم نہ ہو اور نہ ہی بھلائی پر زیادہ ہو۔ نیز آپ نے فرمایا کہ جو شخص محبت کا دعویٰ تو رکھے لیکن اس کی حدود کا خیال نہ رکھے، وہ اپنی محبت میں صادق نہیں ہوتا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جب محبت صحیح اور واقعی ہوتی ہے تو ''ادب'' کے شرائط نہیں رہتے، استاد ابوعلی نے اسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''کسی قوم میں محبت صاف ستھری ہو اور دائمی ہو تو باہم تعریف کرنا اچھا نہیں لگتا۔''

☆ حضرت استاذ ابوعلی رحمہ اللہ ہی فرماتے تھے کہ باپ خواہ کتنا ہی شفیق اور مہربان کیوں نہ ہو کبھی نہیں دیکھا کہ اپنے بیٹے کا نام لیتے وقت، اس کی بڑائی ظاہر کرے، لوگ تو اس کا نام لیتے وقت بڑھا چڑھا کر لیتے ہیں لیکن باپ صرف یہ کہتا ہے: ارے فلاں (یا او فلانے)

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ فرماتے تھے محبت نام ہے محبوب کو ہر موقع پر ترجیح دینے کا۔

☆ حضرت حدّاد بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی نے مجنون ابن عامر کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے تم سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے بخش کر محبت کرنے والوں میں مجھے بطور مثال دکھایا ہے۔

☆ حضرت ابویعقوب سوسی رحمہ اللہ نے فرمایا، حقیقی محبت یہ ہوتی ہے کہ انسان اللہ سے ملے ہر حصے کو بھول جائے اور یونہی اس کے سامنے اپنی ضرورتیں بھی بھول جائے۔

---

[1] بخاری شریف، باب الادب، مسلم شریف، باب البر، ترمذی شریف، کتاب الزہد، دارمی شریف، کتاب الرقاق، مسند احمد بن حنبل

☆ حضرت حسین بن منصور رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ محبوب سے تمہاری محبت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے تمام اوصاف بالائے طاق رکھ دو۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ سے کہا گیا تمہارے دل میں کچھ محبت موجود نہیں ہے؟ آپ نے کہا: وہ لوگ، سچ کہتے ہیں، مگر مجھ میں وہ حسرتیں موجود ہیں جو محبت کرنے والوں میں ہوتی ہیں اور میں انہی کے اندر جل رہا ہوں۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی حال میں ترک محبت کا خیال نہ آنا، محبت کہلاتا ہے، پھر یہ شعر پڑھا:

''جو شخص لمبے عشق کی بنا پر ترک عشق کرتا ہے (وہ کرے) لیکن لیلیٰ کا عشق میں نہیں چھوڑوں گا، کیونکہ لیلیٰ کی محبت میں مجھے سب سے ملنے والی چیزیں، وہ آرزوئیں ہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی پوری نہیں ہوتیں۔''

☆ حضرت محمد بن فضل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محبت، محبوب کی محبت کے سوا دل سے ہر محبت نکالنے کا نام محبت ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بے مقصد کسی کی طرف بہت سا میلان رکھنا، محبت کہلاتا ہے۔

☆ کہا گیا ہے کہ محبوب کی طرف سے دلوں میں آنے والی تشویش کا نام محبت ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ محبوب کی طرف سے دلوں میں پیدا ہونے والے فتنہ وآزمائش کو محبت کہتے ہیں۔

ابن عطاء نے محبت کی ٹہنی لگائی:

☆ حضرت ابن عطاء اس مقصد کے لئے یہ شعر پڑھے تھے:

''میں نے اہل محبت کے لئے محبت کی ٹہنی لگا دی ہے جبکہ مجھ سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ اس کی ٹہنیوں کو پتے لگے اور عشق کا پھل بھی لگ گیا، اس کے بعد مجھے میٹھے پھل سے کڑواہٹ ملی چنانچہ عاشق اپنے عشق کا ذکر کرتے ہیں تو جڑ یہی ہوتا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ محبت ابتداء میں تو دھوکا ہی ہوتا ہے اور نتیجہ قتل۔

☆ میں نے استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان حُبُّكَ لِلشَّیْءِ یُعْمِی وَیُصِمُّ [1] (کسی شے سے تمہاری محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے) کے بارے میں سنا کہ یہ محبت غیرت کی بنا پر غیروں کی طرف سے دیکھنے نہیں دیتی اور محبوب سے اس کی ہیبت کی وجہ سے اندھا کر دیتی ہے، اور پھر یہ شعر پڑھا:

''محبوب جب سامنے آتا ہے تو میں اسے بہت عظیم خیال کرتا ہوں اور جب لوٹ آتا ہوں تو حالت پہلی ہی ہوتی ہے۔''

☆ حضرت حارث محاسبی کہتے ہیں کہ تمہارا کسی چیز کی طرف مکمل میلان محبت کہلاتا ہے اور یہ بھی محبت ہی میں داخل ہے کہ تم اپنے نفس، روح اور مال میں اسے اپنے آپ پر ترجیح دو پھر تمہیں ظاہر و باطن میں اس کے موافق ہونا چاہیے اور پھر بھی یہ اعتراف کرنا چاہیے کہ تمہاری اس سے محبت ناقص ہے۔''

☆ حضرت سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو شخصوں میں اس وقت تک محبت درست قرار نہیں دی جا سکتی جب تک دونوں ایک دوسرے کو آواز دیں تو ان کے منہ سے آواز نہ نکلے کہ ''او! میں''

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ محب جب خاموشی اختیار کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے اور عارف کی ہلاکت چپ نہ کرنے میں ہوتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ محبت دل میں بسی آگ کو کہتے ہیں جو محبوب کی مراد کے علاوہ ہر چیز کو جلا دیتی ہے۔

☆ یہ بھی کہتے ہیں کہ محبوب جو چاہے کرے لیکن تم اس کے لئے ہر قربانی دو' محبت یہ ہوگی۔

☆ حضرت نوری رحمہ اللہ نے فرمایا، محبث، پردے دور کرنے اور بھید کھول دینے کو کہتے ہیں۔

☆ حضرت ابو یعقوب سوسی رحمہ اللہ نے فرمایا، محبت اس وقت تک صحیح نہیں ہوتی جب تک انسان محبت کا علم بھلا کر محبوب کی طرف دیکھتا نہ رہے۔

☆ حضرت جعفر کہتے ہیں کہ حضرت جنید نے بتایا، حضرت سری نے میری طرف رقعہ پھینکا اور فرمایا کہ یہ تمہارے لئے سات سو قصوں اور اعلیٰ کہانیوں سے بہتر ہے، رقعہ کھولا تو اس میں یہ اشعار تھے:

''میں نے محبت کا دعویٰ کیا تو محبوبہ نے کہا تو جھوٹا ہے، اگر یوں ہوتا تو تمہارے اعضاء چھپا نہ سکتے، محبت میں دل انتڑیوں سے چمٹ جاتا ہے اور مرجھاتا یوں ہے کہ پکارنے والے کو جواب بھی نہیں دے سکتا، تم اس قدر لاغر ہو جاؤ کہ یہ محبت تمہاری آنکھوں کے سوا کچھ نہ چھوڑے، اسی کے ذریعے تو روئے اور اسی کے ذریعے بات کرے۔''

☆ حضرت ابن مسروق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سمنون کو دیکھا کہ محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے' اسی دوران دیکھا تو مسجد کی تمام قندیلیں ٹوٹ گئیں۔

محبت کا مارا پرندہ:

☆ حضرت ابراہیم بن مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سمنون کو سنا، مسجد میں بیٹھے محبت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، ایک چھوٹا سا پرندہ ان کے قریب آ بیٹھا پھر اور قریب ہوا اور ہوتے ہوتے وہ آپ کے ہاتھ پر آ بیٹھا پھر اس نے اپنی چونچ زمین پر ماری، خون بہا اور وہ مر گیا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا: جو محبت بھی کسی غرض کی بنا پر ہوتی ہے، غرض نکل جائے تو ختم ہو جاتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ ''مارستان'' میں قید ہو گئے تو آپ کے پاس ایک جماعت آئی، آپ نے پوچھا تم کون ہو؟ تو انہوں نے کہا اے ابو بکر! ہم تمہارے چاہنے والے ہیں، آپ نے انہیں پتھر مارنا شروع کر دیئے تو وہ بھاگ گئے۔ آپ نے فرمایا، تمہیں اگر میری محبت کا دعویٰ ہے تو میری طرف سے ملنے والی تکلیف پر صبر کرو اور پھر یہ شعر پڑھے:

''اے میرے مہربان سردار! تمہاری محبت میرے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ اے میری آنکھوں سے نیند اڑانے والے! تم جانتے ہو کہ میرے ساتھ کیا بیت رہی ہے۔''

☆ حضرت علی بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معاذ نے حضرت ابو یزید کو لکھا: ''تم نے محبت کے پیالے سے بہت پی لیا ہے اس لئے نشے میں ہو'' حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا: ''تمہارے سوا وہ بھی ہے، جس نے زمین و آسمان کے سمندر پی لئے اور ابھی تک سیر نہ ہو سکا، زبان نکلی ہوئی ہے اور اب بھی کہے جا رہا ہے: ''اور لاؤ'' کسی نے کہا:

''میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنا محبوب یاد ہے لیکن میں تو محبوب کو بھولا ہی نہیں کرتا کہ یاد کرنے کی ضرورت ہو۔ اے محبوب! تجھے یاد کرتا ہوں تو مر جاتا ہوں، پھر زندہ ہوتا ہوں اور تیرے بارے میں مجھے حسن ظن نہ ہو تو زندہ ہونے کا نام نہ لوں چنانچہ آرزوؤں میں زندہ ہوں اور موت شوقیہ ہے۔ یہ بتاؤ کہ میرا تمہارے لئے مرنا اور جینا کب تک چلتا رہے گا۔ میں نے تو محبت

کے پیالے پر پیالے پی لئے ہیں، نہ ہی شراب ختم ہوئی اور نہ میں سیر ہوا۔''

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میں جب اپنے بندے کے دل میں دیکھتا ہوں کہ اس کے اندر دنیا و آخرت سے محبت نہیں ہے تو اس کا دل اپنی محبت سے بھر دیتا ہوں۔

☆ میں نے حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کے قلم سے لکھا دیکھا ہے: آپ نے لکھا کہ ایک آسمانی کتاب میں لکھا ہوا ہے، ''اے میرے بندے! مجھے تمہارے حق کی قسم! میں تم سے محبت کرتا ہوں اور تجھے بھی میں اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ مجھ سے محبت کر۔''

☆ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس شخص کو محبت کا کچھ حصہ تو ملا لیکن اس قدر خوف الٰہی نہیں مل سکا تو وہ دھوکا کھائے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ محبت تمہارا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ محبت ایک نشہ ہے جو اس وقت تک نہیں اترتا جب تک محبّ اپنے محبوب کو نہیں دیکھ لیتا اور پھر محبوب کے ملنے پر جو نشہ آتا ہے وہ بیان سے باہر ہے، ؎ رنیہ کہتے ہیں۔

''قوم کو پیالے کے دور نے مست کر دیا لیکن میرا اسکر دور رہنے کی وجہ سے تھا۔''

☆ حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے:

''مجھے دو نشے حاصل ہیں لیکن میرے، ہم پیالہ لوگوں کو ایک ہی حاصل ہے، یہ ایک ایسا مقام ہے جو سب میں صرف مجھے حاصل ہے۔''

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبت اپنے آپ کو ہمیشہ عتاب کرنے کا نام ہے۔

☆ حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ کی ایک لونڈی تھی، نام فیروز تھا، آپ اس سے محبت کرتے کیونکہ وہ بڑی خدمت گذار تھی۔ میں نے حضرت استاذ سے سنا کہ ایک دن وہ لونڈی تکلیف دے رہی تھی اور زبان درازی کر رہی تھی، اسی اثناء میں ابو الحسن قاری نے کہا کہ تم اس شیخ کو کیوں تکلیف دیتی ہو؟ اس نے کہا: کیونکہ مجھے ان سے محبت ہے۔

محبت' ستر سالہ عبادت سے بڑھ کر:

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے محبت ستر سالہ عبادت سے کہیں زیادہ مجھے رائی بھر محبت اچھی لگتی ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ عید کے روز ایک نوجوان نے لوگوں کی طرف جھانکا اور یہ شعر پڑھا:

''جو عشق کی بنا پر مرنا چاہتا ہے وہ یوں مرے کیونکہ عشق میں اگر کوئی اچھی چیز ہے تو وہ موت ہے۔'' اور پھر بلند مقام سے اپنے آپ کو گرایا اور مر گیا۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک ہندی شخص کو کسی لڑکی سے پیار تھا، لڑکی نے کہیں جانے کا ارادہ کیا تو وہ نوجوان اسے چھوڑنے نکلا چنانچہ دو میں سے اس کی ایک آنکھ میں آنسو بھر آئے' آنسو نہ بہانے والی آنکھ کو اس نے چوراسی سال تک نہ کھولا یہ محبوب پر آنسو نہ بہانے کی سزا تھی، اسی سلسلے میں اس کے یہ شعر ہیں:

''محبوب کی جدائی کے دن صبح کو میری آنکھ نے آنسو بہائے لیکن دوسری آنکھ نے مجھ سے بخل کیا چنانچہ بخل کرنے والی آنکھ کو میں نے سزا دی کہ محبوب کی ملاقات کے دن ہی سے اسے بند کر لیا۔''

☆ کسی نے بتایا کہ ہم حضرت ذوالنون رحمہ اللہ کے پاس تھے کہ محبت کا ذکر چھڑا، حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ اس مسئلہ کو چھوڑ دو کہیں ایسا نہ ہو کہ سنتے ہی لوگ محبت کا دعویٰ نہ شروع کر دیں اور پھر یہ شعر پڑھ دیئے:

"جب ایک گناہگار عبادت کرنے لگے تو اسے خوف و غم کرنا چاہیے، محبت ان لوگوں کے لئے اچھی ہے جو صاحب تقویٰ ہو اور اسے بھی اچھی ہے جو میل کچیل سے صاف ہو۔"

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ نے فرمایا جو شخص محبت سے ناواقف لوگوں کے سامنے اس کا ذکر کرتا ہے وہ اپنی بات میں جھوٹا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی شخص کی خاطر جان دینے کا عہد کرلیا، اس نوجوان نے کہا، ایسا کیوں کرتے ہو؟ مجھ سے تو میرا بھائی چہرے مہرے میں بہت خوبصورت ہے؟ چنانچہ اس آدمی نے سر اٹھاتے ہوئے اس کے بھائی کی طرف دیکھا، دونوں ہی چھت پر تھے اور پھر نوجوان نے اسے گرادیا اور کہا: یہ ہے اس شخص کی سزا جو دعویٰ تو میری محبت کا کر رہا ہے مگر دیکھتا کسی اور کو ہے۔

☆ حضرت سمنون رحمہ اللہ محبت کو معرفت سے اول جانتے تھے جبکہ اکثر لوگ معرفت کو محبت سے اولیت دیتے ہیں۔ محققین کے نزدیک محبت یہ ہے کہ لذت میں اپنے آپ کو ہلاک کرلے اور معرفت یہ ہوتی ہے کہ حیرت میں مشاہدہ ہو اور مصیبت میں مرجائے۔

☆ حضرت ابوبکر کتانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک حج کے موقع پر مکہ میں محبت کے بارے میں سوال جواب ہونے لگے، مشائخ بحث کر رہے تھے، حضرت جنید عمر میں سب سے چھوٹے تھے، مشائخ نے آپ سے کہا، اے عراقی! کچھ تم بھی بولو، آپ نے سر جھکایا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے پھر کہا: ایک بندہ ہے جس نے اپنے آپ کو بھلا دیا، اللہ کا ذکر کرتا ہے، اس کے حقوق پورے کرتا ہے، دل سے اس کی طرف دیکھتا ہے، اس کی ذات کے انوار سے اپنے دل کو جلا رکھا ہے۔ اس کی محبت کی صاف شراب پیتا ہے، اللہ جبار پردوں میں سے اس کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے، وہ کلام کرتا ہے تو اللہ کے ساتھ، بولتا ہے تو اللہ کی طرف سے، حرکت کرتا ہے تو اللہ کے امر سے، سکون کرتا ہے تو اللہ کے ساتھ، لہذا وہ اللہ کے ساتھ بھی ہوا، اللہ کے واسطے بھی اور اللہ کے ساتھ بھی ہوا۔ یہ سن کر تمام مشائخ رو پڑے اور کہنے لگے: اس سے زیادہ اور نہیں کہا جا سکتا اللہ تمہیں بھرپور کردے اے تاج العارفین!

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! میں نے دلوں پر یہ حرام کر دیا ہے کہ میری محبت کے ہوتے ہوئے ان میں کسی اور کی محبت داخل ہو جائے۔

☆ حضرت فضیل بن عیاض کے خادم حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل کا پیشاب بند ہو گیا تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! اگر تو میرا پیشاب نہیں کھولتا ہے تو میں تجھے اپنی محبت کی قسم دوں گا، چنانچہ شام ہونے سے قبل ہی شفایاب ہو گئے۔

☆ کہتے ہیں کہ محبت ایثار کا نام ہے جیسے عزیز مصر کی بیوی محبت میں انتہاء کو پہنچ گئی تو کہنے لگی اَنَا رَاوَدتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ [1] (میں نے ان کا دل لبھانا چاہا اور وہ بے شک سچے ہیں) جبکہ ابتداء میں اس نے کہا تھا مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ یُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ [2] (کیا سزا اس کی جس نے تیرے گھر والی سے بدی چاہی مگر یہ کہ قید کیا جائے یا دکھ کی مار) چنانچہ ابتداء میں زلیخا نے غلطی حضرت یوسف علیہ السلام کے ذمے لگائی اور آخر میں اعتراف کیا کہ یہ خیانت میری طرف سے تھی۔

1۔ سورۂ یوسف، آیت 51 2۔ سورۂ یوسف، آیت 25

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کی یارسول اللہ! میری معذرت قبول فرمائیے کیونکہ اللہ کی محبت نے مجھے آپ کی محبت سے مشغول کئے رکھا! آپ نے فرمایا:

''اے برکت والے! جس نے اللہ سے محبت رکھی، اس نے میرے ساتھ رکھی۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت رابعہ رضی اللہ عنہا نے اللہ سے مناجات کرتے وقت عرض کی: اے اللہ! تو ایسے دل کو بھی آگ سے جلا دیتا ہے جو تجھ سے محبت کرتا ہے؟ انہیں غیب سے آواز آئی، ہم تو ایسا نہیں کیا کرتے لہذا ہمارے بارے میں بدگمانی مت کرو۔

محبت میں روح اور بدن ختم کرنا ہوتے ہیں:

☆ کہتے ہیں کہ ''محبت'' کے اصل میں دو حروف ہیں حاء اور باء اور اس میں اشارہ ہے کہ جو محبت کا ارادہ رکھتا ہے اسے اپنی روح اور بدن سے الگ ہونا ہوگا۔

صوفیہ کے اقوال سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا گویا اس بات پر اجماع ہے کہ محبت، دوسرے کے موافق ہونے کو کہتے ہیں اور سب سے زیادہ موافقت دل سے ہو سکتی ہے، محبت کا یہ کام ہے کہ جدا جدا ہونے کی نفی کرتی ہے کیونکہ محبّ تو ہمیشہ محبوب کے ساتھ ہوتا ہے اور یہی کچھ حدیث میں بھی آیا ہے۔

☆ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی گئی کہ ایک شخص ایسے لوگوں سے محبت رکھتا ہے جن سے ابھی ملاقات بھی نہیں کر سکا؟ آپ نے فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت ہوگی۔''

صوفیہ کے احوال میں خرابی کے وجوہ:

☆ حضرت ابوحفص رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صوفیہ کی خرابی کی عموماً تین وجوہ ہوتی ہیں:۔

1۔ عارف فاجر و فاسق ہو جائے

2۔ محبّ لوگ خیانت کرنے لگیں

3۔ مرید جھوٹ بولنا شروع کر دیں۔

حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''فسق عارفین'' یہ ہوتا ہے کہ ایک عارف اپنی نگاہ، زبان اور کانوں کو اسباب دنیا اور دنیا کے مفادات کی طرف لگا لے۔

''خیانۃ محبین'' یہ ہے کہ ایک عارف آنے والے واقعات میں اپنی خواہشات کو اللہ کی رضا سے مقدم جانے۔

''کذب مریدین'' یہ ہوتا ہے کہ ایک عارف اللہ کے ذکر کے مقابلے میں لوگوں کے ذکر اور ان کے دیکھنے کو مقدم جانے۔

☆ حضرت ابوعلی ممشاد بن سعید علکبری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک ابابیل نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے گنبد میں ایک مادہ ابابیل سے محبت کرنا چاہی لیکن اس نے انکار کر دیا، ابابیل نے کہا کہ تم مجھے کیوں روکتی ہو؟ چاہو تو ابھی میں اس گنبد کو سلیمان (علیہ السلام) پر گرا دوں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے بلایا اور فرمایا: یہ جو کچھ تم نے کہا ہے، کس کے کہنے پر کہا ہے؟ اس نے کہا اے اللہ کے نبی! عاشقوں کی باتوں میں مواخذہ نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا، تو نے سچ کہا ہے۔

باب

الشَّوْقِ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ (جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو اللہ کا مقرر کردہ آنے والا ہے)

حضرت سائب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ہمیں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے ایک نماز پڑھائی تو مختصر تلاوت کی، میں نے کہا، اے ابوالیقظان! آپ نے نماز میں تخفیف کر دی؟ آپ نے فرمایا، مجھ پر کوئی بار نہیں کیونکہ نماز میں میں نے وہی دعائیں مانگی ہیں جنہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے۔ جب وہ کھڑے ہو کر روانہ ہوئے تو ایک آدمی پیچھے چلا اور پوچھا کہ کونسی دعا ہے؟ آپ نے بتایا کہ یہ دعائیں ہیں:

''الٰہی! تیرے علم غیب اور اس قدرت کا واسطہ جو خلقت پر ہے، مجھے اس وقت زندگی دیئے رکھ جب تک یہ زندگی میرے لئے بہتر ہے اور موت اس وقت دے جب میرے لئے اس میں بہتری ہو، الٰہی! مجھے غیب اور شہادت کے وقت اپنا خوف عطا کر، میں کلمہ حق و رضا کا سوال کرتا ہوں، میں فقر و غنیٰ کی درمیانی راہ کا سوال کرتا ہوں، ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو باعث ہلاکت نہ ہوں، آنکھوں میں ایسی ٹھنڈک مانگتا ہوں جو تبدیل نہ ہو، قضا کے بعد تیری رضا کا سوال کرتا ہوں اور موت کے بعد سکون بخش زندگی کا سوال کرتا ہوں۔ تیرے چہرۂ پاک پر نظر کا سوال کرتا ہوں اور تیری ملاقات کا شوق مانگتا ہوں، میرا نقصان نہ ہو اور نہ گمراہ کرنے والی آزمائش، الٰہی ایمان کی زینت دے کر مزین کر دے اور ہمیں ایماندار بنا اور ہدایت یافتہ بنا۔''

☆ استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ محبوب کی ملاقات کے لئے دلوں میں جوش پیدا ہونا شوق کہلاتا ہے۔

شوق اور اشتیاق میں فرق:

حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ شوق اور اشتیاق میں فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شوق تو محبوب سے ملاقات اور اسے دیکھنے پر ختم ہو جایا کرتا ہے لیکن اشتیاق ملاقات سے زائل نہیں ہوا کرتا اور یہی مفہوم ان شعروں میں ہے:

''جب محبوب کو دیکھ لیتا ہوں تو دید کے وقت اشتیاق کی وجہ سے نظر اس سے نہیں ہٹتی کہ دوبارہ اس کی طرف اٹھے۔''

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر مخلوق مقام شوق تو رکھتی ہے، لیکن مقام اشتیاق انہیں حاصل نہیں ہوتا اور جب بندہ حالت اشتیاق میں پہنچ جاتا ہے تو حیرانی کا عالم ہوتا ہے، اس کا نام ونشان نہیں رہتا اور نہ اسے قرار ملتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ احمد بن حامد اسود حضرت عبداللہ بن منازل کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تم ایک سال بعد فوت ہو جاؤ گے چنانچہ اس کے لئے تیاری کرو! حضرت عبداللہ بن منازل نے فرمایا: تم نے مجھے ایک لمبی مدت بتا دی ہے، کیا میں ایک سال تک زندہ رہ سکوں گا؟ مجھے تو اس شعر سے محبت ہے جو میں نے اس ثقفی سے سن رکھا ہے (یعنی ابوعلی سے)

''اے وہ شخص جو اپنی ایک لمبی علیحدگی کی وجہ سے اپنے شوق کی شکایت کرنے والا ہے، صبر سے کام لے، امید ہے کہ کل تو اس سے ملاقات کرے گا جس سے تمہیں محبت ہے۔''

☆ حضرت ابوعثمان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوق کی علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان سکون والی موت سے محبت مانگتا ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ فرماتے ہیں شوق کی علامت یہ ہے کہ اعضاء کو خواہشات نفس سے الگ کر دیا جائے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اکیلے ایک دن جنگل کی طرف نکل گئے، اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے داؤد (علیہ السلام)! کیا بات ہے کہ میں تجھے تنہا دیکھ رہا ہوں؟ عرض کی، الٰہی! میرے دل پر تجھ سے ملاقات کا شوق غالب ہو گیا ہے اور وہ میرے اور مخلوق کے درمیان حائل ہو گیا ہے، اس پر اللہ نے دوبارہ وحی فرمائی کہ لوگوں کی طرف جاؤ کیونکہ اگر تم ان میں سے ایک نافرمان بندے کو بھی میرے پاس لے آؤ گے تو میں لوح محفوظ میں تمہارا نام جہبذ (پرکھنے والا) لکھ دوں گا۔

☆ کہتے ہیں ایک بڑھیا تھی جس کا ایک قریبی' سفر سے واپس آیا تو اس عورت کی قوم نے خوشی منائی لیکن وہ عورت رونے لگی۔ اس سے وجہ پوچھی گئی کہ کیوں روتی ہو؟ تو اس نے کہا کہ اس کے آنے نے تو مجھے وہ دن یاد دلا دیا ہے جب ہم اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے۔

☆ حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے شوق کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: انتڑیوں کا جل جانا، دلوں میں شعلے پیدا ہونا اور جگر کا ٹکڑے ٹکڑے ہو جانا شوق کی علامت ہے۔

☆ ایک مرتبہ پھر شوق ہی کے بارے میں سوال ہوا کہ شوق اعلیٰ ہوتا ہے یا محبت؟ آپ نے فرمایا: محبت اعلیٰ ہوتی ہے کیونکہ شوق اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

☆ کسی نے بتایا کہ شوق ایک شعلہ ہے جو جدائی کی وجہ سے انتڑیوں میں پیدا ہوتا ہے اور جب ملاقات ہو جاتی ہے تو بجھ جاتا ہے اور جب باطن پر محبوب کی دید غالب آ جاتی ہے تو پھر شوق باطن میں داخل نہیں ہوتا۔

☆ کسی صوفی سے پوچھا گیا کہ کیا تمہیں اشتیاق ہے؟ اس نے کہا نہیں کیونکہ اشتیاق تو کسی غائب کا ہوتا ہے اور اللہ تو موجود ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ، اللہ کے اس فرمان وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى [1] (الٰہی! میں نے تیری رضا کی خاطر تیری طرف آنے کی جلدی کی ہے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں نے شوق کی وجہ سے تیری طرف آنے کی جلدی کی اور لترضی کے لفظ سے اس شوق پر پردہ ڈال دیا ہے (یعنی تمیز کے طور پر شوقاً کا لفظ الیک کے بعد محذوف ہے)

☆ حضرت استاد رحمہ اللہ ہی کا فرمان ہے کہ شوق کی علامات میں سے یہ ہے کہ امن و عافیت کے ہوتے ہوئے موت کی آرزو کرے یہ ''شوق'' کہلاتا ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں ڈال دیئے گئے تو آپ نے توَفَّنِی (مجھے موت دے دے) نہیں کہا تھا، قید خانہ میں ڈالے گئے تو بھی توفنی نہیں کہا اور جب آپ کے والدین ان کے پاس آئے اور بھائی ان کے سامنے سجدے میں گر گئے اور یہ ملاقات کی نعمتیں پوری ہو گئیں تو عرض کی تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً (مجھے اسلام کی حالت میں موت دے دے) اسی معنی میں یہ شعر بھی پڑھتے ہیں:

---

[1] سورۂ طٰہٰ، آیت ۸۴

''ہم ویسے تو بہت خوشیاں منار ہے ہیں لیکن سرور وخوشی تمہارے بغیر پوری نہیں ہوتی ،اے مجھ سے محبت کرنے والو جس خوشی کی حالت میں ہم ہیں یہ کوئی اچھی نہیں بلکہ عیب ہے کیونکہ تم تو غائب ہو اور ہم موجود ہیں۔''

یہ شعر بھی اسی معنیٰ میں ہیں:

''جسے نئی عید اچھی لگتی ہے (تو لگے) لیکن میری خوشی اس سے پوری نہیں ہورہی ،میری خوشی تو تب پوری ہوتی ہے جب میرے دوست احباب بھی موجود ہوں۔''

☆ حضرت ابن خفیف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دلوں کے وجد کی بنا پر راحت پالینا اور اللہ کی جلد ملاقات کی محبت رکھنا شوق کہلاتا ہے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بندے ایسے بھی جنت میں ہوں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں اپنی دید سے حجاب میں کردے تو وہ اللہ سے دوزخ کے بارے میں یوں بچنے کی درخواست کریں گے جیسے اہل دوزخ ،دوزخ سے بچنے کی درخواست کریں گے۔

محبت الٰہی میں مست ٗمعروف کرخی:

☆ حضرت حسین انصاری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھی کہ گویا قیامت قائم ہوچکی ہے، اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔اے میرے فرشتو! یہ کون شخص ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں، اللہ ہی سب سے زیادہ جانتا ہے۔اللہ فرماتا ہے کہ یہ معروف کرخی ہے، یہ میری محبت میں مست ہے اور اسے اس وقت تک ہوش نہیں آئے گی جب تک میری ملاقات نہیں کرلیتا!

☆ اسی واقعہ،خواب کی طرح ایک اور حکایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ معروف کرخی ہے جو دنیا سے اشتیاق کی بنا پر اللہ کی طرف آیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اپنی طرف نظر کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔

☆ حضرت فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشتیاق الٰہی رکھنے والوں کے دل اللہ کے نور سے منور ہوتے ہیں، جب ان کے دلوں میں اشتیاق پیدا ہوتا ہے تو زمین وآسمان نور الٰہی سے روشن ہوجاتے ہیں، اس روشنی میں اللہ تعالیٰ انہیں فرشتوں کے سامنے لاتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ لوگ میرا اشتیاق رکھنے والے ہیں، اب میں تمہیں گواہ بنارہا ہوں کہ مجھے بھی ان کا بہت اشتیاق ہے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے اس فرمان رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اَسْئَلُکَ اِلٰی لِقَائِکَ (میں تیری ملاقات کا سوال کرتا ہوں) کی وضاحت سنی، فرمایا کہ شوق کے سو حصے تھے جن میں سے ننانوے حصے شوق خود اللہ میں ہے اور ایک حصہ ساری مخلوق میں بکھرا ہوا ہے، اس کا ارادہ ہوا کہ شوق کا یہ حصہ بھی خود ہی لے لے لیکن پھر غیرت کھائی کہ یوں تو شوق کا ذرہ بھر کسی اور کے حصے میں نہ آسکے گا۔

☆ کہا جاتا ہے کہ اللہ کے قرب والوں کا شوق اللہ کی طرف سے حجاب میں رکھے جانے والوں سے زیادہ مکمل ہوتا ہے اور اسی مناسبت سے یہ شعر کہتے ہیں:

''اور اس وقت کا شوق تکلیف دہ ہوتا ہے جب ہمارے خیمے محبوب کے خیموں کے قریب ہوجاتے ہیں۔''

☆ کہتے ہیں کہ اللہ کا اشتیاق رکھنے والے موت کی مٹھاس کا ذائقہ چکھتے ہیں جب وہ آجاتی ہے کیونکہ اس وقت ان کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اللہ سے ملاقات کی خوشی شہد سے بھی میٹھی ہوتی ہے۔

☆ حضرت سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوق، ایک عارف کا بلند مقام ہوتا ہے جب اس مقام پر وہ فائز ہوتا ہے تو وہ ان ساری اشیاء سے غفلت میں ہوتا ہے جو اسے اللہ کے اشتیاق سے رکاوٹ بنیں۔

☆ حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرمان الٰہی فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ [1] (اللہ کی (طرف سے) موت کا وقت آ کر رہے گا) کے بارے میں فرمایا کہ اس میں اشتیاق والوں کے لئے تسلی کا بیان ہے اور اس کا معنی یہ ہے کہ میں جانتا ہوں، تمہارا میری طرف اشتیاق بہت بڑھ چکا ہے، میں نے تو تمہاری ملاقات کے لئے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اور جس کا تمہیں اشتیاق ہے جلد تم اس کے پاس پہنچ جاؤ گے۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: بنی اسرائیل کے نوجوانوں سے کہہ دو کہ تم میرے غیر کے ساتھ مشغول کیوں ہو، میں تمہارا مشتاق ہوں لہذا جفا کا کیا مقصد؟

☆ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف اللہ نے وحی فرمائی: اگر مجھ سے منہ پھیر جانے والے یہ جان لیں کہ ان کے لئے میرا انتظار، ان پر میری مہربانی، ان سے میرا یہ اشتیاق کہ گناہوں سے رک جائیں، کتنا ہے تو وہ میری طرف آنے کے لئے شوق سے مرید اور ان کے جوڑ میری محبت کی بنا پر الگ ہو جائیں۔ اے داؤد (علیہ السلام)! میرا یہ ارادہ تو مجھ سے منہ موڑنے والے لوگوں کے لئے ہے اور جو میری طرف آنے والے ہیں، ان کے متعلق میرا ارادہ کتنا اچھا ہوگا؟

☆ کہتے ہیں کہ تورات میں یہ لکھا ہے: ''ہم نے تمہیں شوق دلایا مگر تم میں شوق پیدا نہ ہو سکا، ہم نے ڈرایا تو ڈرے نہیں ہو، میں نے تمہاری کارکردگی پر اظہار افسوس کیا، تو تم پر کوئی اثر نہیں ہوا۔''

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس حد تک روئے کہ بینائی جاتی رہی، اللہ تعالیٰ نے واپس فرمادی۔ پھر روئے اور دوبارہ بینائی چلی گئی، اللہ تعالیٰ نے پھر لوٹا دی، آپ پھر رونے لگے تو بینائی ختم ہوگئی۔ اب اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اگر یہ رونا دھونا جنت لینے کے لئے کر رہے ہو تو میں نے جنت دے دی اور اگر دوزخ کا ڈر ہے تو اس سے تمہیں پناہ دیتا ہوں، انہوں نے عرض کی کہ تیری ملاقات کے شوق میں رو رہا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اسی لئے تو میں نے اپنے نبی اور کلیم سے دس سال تک تمہاری خدمت کرائی۔

☆ کہتے ہیں کہ جو اللہ کا اشتیاق رکھتا ہے، ہر شے اس کا اشتیاق رکھنا شروع کر دیتی ہے۔

جنت تین شخصوں کا شوق رکھتی ہے:

☆ ایک حدیث پاک میں آتا ہے:

''جنت تین اشخاص کا اشتیاق رکھتی ہے، علی، عمار اور سلمان رضی اللہ عنہم کی۔''

☆ حضرت استاد ابوعلی رحمہ اللہ سے میں نے سنا، فرمایا، ایک شیخ نے کہا کہ میں نے جب شوق رکھنا شروع کیا تو ہر شے میری مشتاق نظر آنے لگی حالانکہ میں تو ہر شے سے آزاد ہو گیا ہوں۔

☆ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے توراۃ میں پڑھا تھا: ''(اے بنی اسرائیل) ہم نے تمہیں شوق اپنانے کو کہا تو تمہیں اشتیاق نہ ہوا، ہم نے انعامات کی بارش بھی کر دی لیکن تمہیں اس سے بھی سرور حاصل نہ ہو سکا۔''

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ جب ایک محبّ اپنے محبوب سے ملاقات کرتا ہے تو کس شے کی وجہ سے اسے خوشی ہوتی ہے؟ آپ نے بتایا کہ محبوب سے ملاقات اور اس کے انتہائی شوق کی وجہ سے پیدا ہونے والے وجد کی بنا پر رو دینے سے۔

☆ مجھے اس بات کا بھی پتہ چلا ہے کہ دو بھائی آپس میں بغل گیر ہوئے، ایک بولا: ہائے شوق! اور دوسرے نے کہا: ہائے وجد!

---

[1] سورۃ العنکبوت، آیت ۵

حِفظُ قُلُوبِ المَشَائِخِ وَ تَرْكُ الخِلَافِ عَلَيهِم

(دلہائے مشائخ کی پاسداری اوران کی مخالفت سے ممانعت)

اللہ تعالیٰ قصہء حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیہما السلام کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے: هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا[1] (کیا میں اس بات میں آپ کی تابعداری کروں کہ آپ مجھے وہ راست بتادیں گے جواللہ نے آپ کو بتائی ہے)

حضرت امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کی صحبت کا ارادہ کیا تو انہوں نے ادب کی شرائط کا لحاظ رکھا اور پہلے تو ان سے صحبت کی اجازت مانگی، چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام نے یہ شرط لگادی کہ آپ نہ تو ان کی مخالفت کرسکیں گے اور نہ کسی بات پر اعتراض کرسکیں گے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلی اور دوسری مرتبہ مخالفت کی تو حضرت خضر علیہ السلام نے انہیں معاف کردیا اور جب تیسری نوبت آئی اور چونکہ تین کا عدد، قلیل عدد کی حد ہے اور کثیر عدد کی ابتداء ہے تو آپ نے الگ الگ ہوجانے کو کہہ دیا اور کہا هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَ بَيْنِكَ[2] (اب آپ کے اور میرے راستے الگ الگ ہوگئے)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جب کوئی شخص بڑھاپے ہی بنا پر کسی شیخ کی عزت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑھاپے میں اس کی عزت کرنے کی خاطر کچھ لوگوں کو ذمہ دار اور گواہ بنادیتا ہے۔"[3]

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے میں نے سنا کہ "ہر گروہ میں مخالفت ہوسکتی ہے۔"

مقصد یہ بتانا تھا کہ جو شخص اپنے شیخ کی مخالفت پر اتر آتا ہے وہ اپنی راہ سے ہٹ جاتا ہے اور ان کے درمیان کوئی تعلق نہیں رہ جاتا خواہ وہ ایک ہی جگہ کیوں نہ رہ رہے ہوں چنانچہ جب کوئی شخص کسی شیخ کی صحبت میں رہا کرے اور اندر ہی اندر اس کی مخالفت شروع کردے تو گویا اس نے اس صحبت کا حق ادا نہ کیا چنانچہ اسے لازمی توبہ کرنا ہوگی جبکہ مشائخ نے تو یہاں تک کہہ رکھا ہے کہ استادوں کے بے فرمانی کرنے پر توبہ قبول نہیں ہوا کرتی۔

استاد پر "کیوں" کہہ کر اعتراض بے ادبی ہے:

☆ حضرت ابو عبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ نے مجھے بتایا کہ میں نے اپنے شیخ استاد ابوسہل صعلوکی کی زندگی میں "مرو" کا سفر کیا، میری روانگی سے قبل ہر جمعہ کی صبح کو ان کے ہاں دور قرآن اور ختم قرآن کی مجلس ہوا کرتی تھی لیکن جب میں واپس آیا ہوں تو مسجد میں وہ مجلس بند

ا۔ سورۂ کہف، آیت ٦٦ ۲۔ سورۂ کہف، آیت ۷۸ ۳۔ ترمذی شریف، باب البر

ہو چکی تھی اور اس کی جگہ اسی وقت حضرت ابوالغفانی کی طرف سے مجلس قول (مسائل پر گفتگو) شروع کر دی گئی تھی، مجھے اس سے دکھ ہوا اور میں دل ہی دل میں کہتا کہ ختم قرآن کی مجلس کی جگہ آخر مجلس قول کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ ایک دن ایسا ہوا کہ انہوں نے مجھے بلا کر پوچھا، ارے ابوعبدالرحمٰن! میرے متعلق لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے بتایا، وہ کہتے ہیں یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی کہ مجلس قرآن بند کر کے اس کی جگہ مجلس قول آخر کیوں شروع کر دی گئی ہے؟ اس پر انہوں نے فرمایا، جو شخص ''کیوں'' کہہ کر استاد پر اعتراض کرتا ہے وہ کبھی بھی نجات نہ پا سکے گا۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ کے بارے میں مشہور ہے کہ انہوں نے بتایا: ایک دن میں حضرت سری رحمہ اللہ کے پاس گیا، انہوں نے مجھے کوئی کام کہا تو میں نے جلد ان کی وہ ضرورت پوری کر دی، میں واپس ہوا تو انہوں نے مجھے ایک رقعہ دے کر کہا: یہ تمہارے جھٹ پٹ کام کر دینے کا صلہ ہے، میں نے رقعہ پڑھا تو اس میں یہ لکھا تھا: ''میں نے جنگل میں ایک شتربان کو یہ گنگناتے سنا تھا:

''میں رو رہا ہوں، جانتی ہو کہ کس وجہ سے روتا ہوں؟ اس خوف اور اندیشہ کی بنا پر رو رہا ہوں کہ کہیں مجھے چھوڑ نہ جاؤ اور تعلقات توڑ کر ہجر میں مبتلا نہ کر دو۔''

اپنے مشائخ کی دلداری لازم ہے:

☆ حضرت ابوالحسن ہمدانی علوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک رات میں جعفر خلدی کے ہاں پہنچا، مجھے یاد آیا کہ میں نے تو گھر والوں سے کہا تھا کہ پرندے کو تنور میں الٹا لٹکا دینا' میری توجہ اسی طرف تھی، اسی دوران حضرت جعفر نے مجھ سے کہہ دیا کہ آج یہیں قیام کرو لیکن میں بہانہ بنا کر وہاں سے چلا آیا چنانچہ وہ پرندہ تنور سے نکال کر کھانے کو میرے سامنے رکھ دیا گیا۔ گھر والوں کی غفلت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دروازے سے ایک کتا داخل ہوا اور وہ پرندہ اٹھا لے گیا، اب میٹھے چاول وغیرہ جو پیچھے بچ رہے تھے، میرے سامنے لائے گئے، اس سے خادمہ کا دامن الجھ گیا اور وہ گر کر بہہ گیا۔ صبح ہوئی تو میں حضرت جعفر کے ہاں گیا، مجھے دیکھتے ہی فرمایا، جو شخص مشائخ کی دلداری نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اسے تکلیف دینے کی خاطر کتا مسلط فرما دیتا ہے۔

بے ادبی کی سزا:

☆ حضرت بسطامی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میرے والد حضرت شقیق بلخی اور ابوتراب نخشبی ایک دن حضرت ابویزید کے پاس گئے، دستر خوان لگا دیا گیا، ایک نوجوان حضرت ابویزید کی خدمت میں مصروف تھا، دونوں نے خادم سے کہا، ارے نوجوان آؤ تم بھی ہمارے ساتھ مل کر کھاؤ۔ اس نے کہا، میں روزے سے ہوں حضرت ابوتراب نے فرمایا، کھاؤ تو سہی، تمہیں مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا، اس نے پھر بھی انکار کر دیا تو حضرت شقیق نے فرمایا، کھا لو، سال بھر کے روزوں کا ثواب ہوگا، اب بھی انکار کر دیا تو حضرت ابویزید نے فرمایا: آپ اسے آواز دے رہے ہیں جو اللہ کی نظروں سے گر چکا ہے چنانچہ ایک سال بعد اس نوجوان نے چوری شروع کر دی اور پھر اس کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے۔

☆ حضرت استاد ابوعلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ نے بصرہ کے ایک نانبائی کے بارے میں کہا کہ فلاں آدمی ولی اللہ ہے، حضرت سہل کے ایک مرید نے بھی یہ بات سن لی اور اس کی ملاقات کرنے کا شوق ہو گیا، وہ بصرہ پہنچا اور سیدھا نانبائی کی دکان پر گیا۔ دیکھا تو وہ روٹیاں پکا رہا تھا، چہرے پر کپڑا ایسے ڈالا ہوا تھا جیسے نانبائی ڈالا کرتے ہیں۔ اس شخص کے دل میں آیا، اگر یہ ولی

ہوتا تو نقاب کے بغیر بھی اسے بال جلنے کا اندیشہ نہ ہوتا۔ خیر! اس نے سلام کہہ کر کوئی سوال کر دیا۔ نابینائی نے کہا، تو نے مجھے حقیر سمجھا ہے تو سوال کا فائدہ کیا؟ اور پھر اس سے کلام نہ کی۔

☆ حضرت عبدالرحمٰن رازی رحمہ اللہ نے سنا کہ ابو عثمان حیری، محمد بن فضل بلخی کی تعریف کر رہے تھے چنانچہ ان کے دل میں شوق پیدا ہوا اور وہ ان کی زیارت کو نکل کھڑے ہوئے لیکن محمد بن فضل کے بارے میں جو اعتقاد رکھا تھا اس پر وہ پورا نہ اتر سکے، واپس ابو عثمان کے پاس آئے اور پوچھا، انہوں نے کہا: تمہیں کیسے لگے تھے؟ عبدالرحمٰن نے کہا، ویسے نہیں جیسے آپ نے بتائے تھے، اس پر ابو عثمان نے فرمایا، یہ اس لئے ہوا کہ تم نے انہیں حقیر جانا تھا اور جب بھی کوئی کسی کو حقیر جانتا ہے، اس سے فائدہ نہیں لے سکتا، اب پھر جاؤ اور دل میں احترام رکھنا ہوگا چنانچہ عبداللہ پھر گئے تو ان کی زیارت سے فائدہ ہوا۔

منصور کو سزا کی وجہ:

☆ یہ مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمر بن عثمان رحمہ اللہ نے حسین بن منصور کو کچھ لکھتے ہوئے دیکھا، پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، یہ دیکھو میں قرآن کے مقابلہ میں لکھ رہا ہوں۔ حضرت مکی بددعا کر کے واپس آ گئے۔ مشائخ کہتے ہیں کہ حسین بن منصور کو پیش آنے والا واقعہ اسی بددعا کا اثر تھا۔

☆ حضرت استاذ ابو علی دقاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اہل بلخ نے محمد بن فضل کو شہر بدر کر دیا تو انہوں نے ان پر بددعا کر دی اور فرمایا: اے اللہ! انہیں سچائی سے روک دے چنانچہ اس کے بعد وہاں سے کوئی بھی سچائی والا نہ نکل سکا۔

☆ حضرت احمد بن یحییٰ ابیوردی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس شخص کا شیخ اس پر راضی ہو جائے تو اس کا صلہ اسے اپنے شیخ کی زندگی میں نہیں دیا جاتا تاکہ اس کے دل سے کہیں شیخ کی تعظیم نہ نکل جائے اور جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی رضا کے بدلے کئی انعامات سے نواز دیتا ہے، یونہی اگر کسی کا شیخ ناراض ہو جائے تو اسے بھی شیخ کی زندگی میں سزا نہیں دی جاتی کہ کہیں شیخ کے دل میں نرمی نہ آ جائے اور پھر جب شیخ فوت ہو جاتا ہے تو اسے اس کا بدلہ ملتا ہے۔

باب

السّماع

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۱ (میرے ان بندوں کو خوشخبری دے دو جو بات سنتے ہیں تو اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں)

آیت میں ''القول'' پر داخل لام یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کے معنی میں عموم و استغراق ہو اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ان قولوں میں سے اچھے قول کی اتباع کا حکم فرمایا (جس کا مطلب یہ کہ قول کئی طرح کے ہوتے ہیں) ایک اور جگہ فرمایا: فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۲ (ان کی جنت میں فرش کر دیا جائے گا) تفسیر میں آیا ہے کہ اس خوشی سے مراد سماع کی خوشی ہے)

یقین رکھئے کہ ستھرے لب و لہجے اور لذیذ ساز کے ساتھ سماع کرنا جائز ہوتا ہے اور وہ بھی اس شرط پر کہ سننے والا ممنوع شے نہ سنے، شریعت کی طرف سے بری قرار دی گئی چیز نہ سنے، خواہشات نفسانی کے پیچھے نہ پڑے اور بے مقصد باتوں میں نہ پڑے۔

اس بات میں کسی کو اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بھی اشعار پڑھے گئے آپ خود سن رہے تھے، ان پر اعتراض نہیں فرمایا اور جب بغیر اچھے لب و لہجے کے ان کا سننا جائز قرار پایا تو جواز کا یہ حکم اچھے لب و لہجے سے سننے پر بھی نہیں بدلے گا اور یہ بالکل ظاہر بات ہے۔

مزید یہ کہ جو چیزیں سننے والے کو عبادت کا شوق دلائیں، انہیں بتائیں کہ اللہ تعالیٰ نے مقبول بندے کے لئے کیا کیا بلند درجات مہیا کئے ہیں، انہیں لغزشوں سے گریز پر مجبور کریں اور ان کے دلوں پر پاکیزہ اثرات چھوڑیں، وہ چیزیں دین میں اچھی شمار ہوں گی اور شریعت انہیں پسند کرے گی بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اطہر پر بھی ایسا کلام جاری ہوا جو طریقہ شعر کے قریب قریب تھا حالانکہ آپ کا یہ ارادہ بھی نہ تھا کہ وہ کلام شعر کی صورت اختیار کرے۔

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ انصار مدینہ خندق کھودتے جاتے تھے اور یہ شعر بھی گنگناتے جاتے تھے۔

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا
عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم ہی تو ہیں جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے، جہاد جاری رکھیں گے۔''

اس کا جواب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیا تھا:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَة فَاَكْرِمِ الْاَنْصَارَ وَالْمُهَاجِرَة

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ مبارکہ شعری وزن پر تو نہیں مگر شعر قریب قریب ضرور ہیں۔

۱۔ سورۂ زمر، آیت ۱۷ و ۱۸ ۲۔ سورۂ روم، آیت ۱۵

اکابر سماع سنتے رہے:

اکابر بزرگان سلف نے اچھے لہجے سے پڑھے جانے والے اشعار سنے ہیں چنانچہ ان میں سے جنہوں نے اسے جائز قرار دیا ہے ان میں حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ شامل ہیں اور اہل حجاز تو سارے کے سارے سماع کو جائز قرار دیتے ہیں اور پھر ''حدی خوانی'' پر سب کا اتفاق ہے، اس کے بارے بہت سی احادیث اور آثار ملتے ہیں۔

☆ حضرت ابن جریج رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ سماع کو جائز کہتے تھے۔آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ قیامت کے دن آپ کو لایا جائے گا، نیکیاں اور برائیاں بھی لائی جائیں گی تو آپ کا یہ سماع کس طرف رکھا ہونا چاہئے؟ آپ نے فرمایا نہ نیکیوں میں اور نہ ہی برائیوں میں۔آپ کا مقصد یہ تھا کہ یہ ایک جائز سا کام ہے۔

حضرت امام شافعی حرام نہیں فرماتے:

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سماع کو حرام نہیں کہتے تاہم عام لوگوں کے لئے سننا مکروہ شمار کرتے ہیں چنانچہ جو شخص پیشے کے طور پر اپنالے یا کھیل سمجھ کر ہمیشہ سننے کی عادت بنالے تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی۔امام شافعی اسے ان چیزوں میں شمار کرتے ہیں جن سے مروت میں فرق آجاتا ہے لیکن حرام کردہ چیزوں میں شمار نہیں کرتے۔اور ہماری کلام تو ایسے سماع کے بارے میں ہے، ہی نہیں کیونکہ صوفیہ کا مرتبہ ایسی لغو چیزیں سننے سے بلند ہے وہ تو بھول کر ایسے سماع میں نہیں بیٹھتے، نہ ہی دل میں بیہودہ مضمون آنے دیتے ہیں اور نہ ہی ایسے طریقے سے سنا کرتے ہیں جو ان کے لئے مناسب نہیں۔

☆ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی کچھ آثار ثابت ہیں جن سے سماع جائز ثابت ہوتا ہے یونہی عبداللہ بن جعفر بن ابو طالب سے بھی اور یونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ''حدی'' کے بارے میں جواز ثابت ہے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اشعار پڑھے گئے تو آپ نے سننے سے نہیں روکا بلکہ بعض اوقات اشعار سننے کی خواہش فرمائی۔یہ ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گھر تشریف لے گئے جہاں دو بچیاں گا رہی تھیں مگر آپ نے منع نہیں فرمایا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بتاتی ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے پاس آئے، اس وقت ان کے پاس دو بچیاں گا رہی تھیں۔یہ وہ اشعار تھے جو انصار نے جنگ بعاث میں ایک دوسرے کے خلاف پڑھے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''شیطان کی بانسری'' اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر! انہیں گانے دو، ہر قوم کا کوئی نہ کوئی یوم عید ہوتا ہے اور آج ہمارا یوم عید ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی کی شادی ایک انصاری سے کر دی۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو پوچھا کیا اس بچی کو کوئی ہدیہ دیا ہے؟ میں نے عرض کی ہاں، پھر فرمایا، کیا کسی گانے والی کو بلا بھیجا ہے؟ عرض کی نہیں۔اس پر آپ نے فرمایا: انصار کے ہاں رواج ہے کہ وہ غزلیں پڑھتے ہیں چنانچہ اگر تم کسی کو بلا لیتیں تو وہ کہتا نا! اَتَیۡنَاکُمۡ اَتَیۡنَاکُمۡ فَحَیُّوۡنَا نُحَیِّیۡکُمۡ (کہ ہم لوگ تمہارے پاس آئے ہیں تو تم ہمیں سلام و دعا کہو، ہم تمہیں کہیں گے)

☆ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''قرآن کو خوش آوازی سے

پڑھو کیونکہ خوبصورت آواز سے قرآن خوانی میں حسن آجاتا ہے۔" [1]

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ خوبصورت آواز بھی ایک فضیلت ہوتی ہے۔

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ہر چیز کی سجاوٹ کے لئے زیور ہوتا ہے اور قرآن کا زیور خوبصورت آواز ہے۔"

دو آوازوں پر لعنت:

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"دو آوازیں لعنت کا سبب بنتی ہیں، مصیبت کے موقع پر آہ وزاری کی آواز اور گاتے وقت مزمار (بانسری وغیرہ دوسرے ساز) کی آواز" [2]

حدیث کے اس خطاب سے پتہ چلتا ہے کہ مذکورہ احوال کے علاوہ دوسری چیزیں گانا جائز ہوں ورنہ اس تخصیص کا کیا فائدہ؟ اس سلسلہ میں بہت سی احادیث ملتی ہیں اور پھر اگر ہم اس قدر دلائل دے کر اس سے زیادہ روایات کا ذکر کرتے ہیں تو اختصار کی حد سے نکل جائیں گے۔

ایک روایت یہ ہے کہ ایک شخص نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ہوتے یہ اشعار پڑھے تھے:

"محبوبہ میری طرف آئی، دونوں رخسار موتیوں کی طرح چمک رہے تھے، پھر واپس ہوگئی تو دل میں جوش آیا اور میں نے کہا اگر تم سے مجھے عشق ہو جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟" سن کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسے اشعار نہیں پڑھا کرتے!

خوبصورت آواز بھی اللہ تعالیٰ کا ایک انعام ہوتا ہے جو ہر کسی کے حصے میں نہیں آتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَايَشَآءُ [3] (اللہ جس کو چاہتا ہے اسے کچھ زیادہ دے دیتا ہے) اس کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ اضافہ والی چیزوں میں "خوبصورت آواز" بھی شامل ہے جبکہ بری آواز کی مذمت کی گئی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ [4] (سب سے بدتر آواز گدھے کی ہوتی ہے)

دلوں کا اچھی آواز سے لذت حاصل کرنا، عمدہ آوازوں کا شوق رکھنا اور راحت لینا ایسی چیزیں ہیں جن کا انکار ممکن نہیں، دیکھئے بچہ بھی اچھی آواز سے سکون حاصل کرتا ہے اور اونٹ جب سفر کی تھکان اور بوجھ کی تکلیف سے بے چین ہوتا ہے تو "حدی خوانی" اس کے لئے سکون کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (لوگ دیکھتے نہیں کہ اونٹ کو کیسے پیدا کیا گیا۔")

☆ حضرت اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شافعی رحمہ اللہ کے ساتھ چلا جا رہا تھا، دوپہر کا وقت تھا، ہم ایک ایسے مقام سے گزرے جہاں ایک شخص کچھ کہہ رہا تھا۔ امام شافعی نے کہا، چلو ادھر چلیں، پھر اس شخص سے کہا، کیا تمہیں اس سے خوشی بھی ملتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس پر فرمایا، تمہارے اندر کوئی ذوق ہی نہیں۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

1۔ دارمی شریف، فضائل القرآن　　2۔ بزدر اور ضیا

3۔ سورۂ فاطر، آیت 1　　4۔ سورۂ لقمان، آیت 19

''اللہ تعالیٰ نے کسی کو یوں حکم نہیں فرمایا جیسے نبی کو خوبصورت آواز کا حکم دیا ہے وہ سریلی آواز سے قرآن پڑھے اور آواز بلند رکھے۔''

قراءتِ داؤدی:

☆ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب تورات پڑھتے تو جن وانس، پرندے اور جانور انہیں کان لگا کر سنتے۔ آپ کی آواز سن کر چار سو جنازے ان کی مجلس سے اٹھتے تھے جنہوں نے آپ کی قراءت سنی ہوتی تھی۔

☆ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمہ اللہ سے فرمایا تھا:

''ابوموسےٰ کو آل داؤد علیہ السلام کے مزامیر میں سے ایک مزمار دی گئی ہے۔''[1]

☆ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی:

''اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ سنیں گے تو میں اچھے طریقے سے کہتا۔''

☆ حضرت ابوبکر محمد بن داؤد دینوری دقّی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں تھا، عرب کے ایک قبیلہ کے ہاں آیا جن میں سے ایک شخص نے مجھے مہمان بنالیا، وہاں میں نے ایک سیاہ غلام قید میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ حویلی میں کچھ اونٹ مرے پڑے ہیں، اس غلام نے کہا، آج تو آپ ہمارے مہمان ہیں، میرے آقا آپ کی عزت کرتے ہیں، ہو سکے تو میری سفارش کر دیں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مالک اسے رد نہیں کرے گا۔

☆ میں نے گھر کے مالک سے کہا کہ جب تک آپ اس غلام کو چھوڑ نہیں دیتے، میں کھانا نہیں کھاؤں گا۔ مالک نے کہا کہ اس غلام نے تو مجھے تنگ کر دیا ہے اور سارا مال ضائع کر دیا ہے۔ میں نے پوچھا: کیا کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس کی آواز بڑی سریلی ہے، میں ان اونٹوں کی بار برداری پر گذر اوقات کرتا تھا، اس نے ان پر بھاری بوجھ لاد دیا اور ''حدی'' گاتا رہا، حتیٰ کہ اونٹوں نے تین دن کا سفر ایک دن میں کر لیا اور جب بوجھ اتار لیا گیا تو سب اونٹ مر چکے تھے، بایں ہمہ میں آپ کو اختیار دیتا ہوں چنانچہ اس نے بیڑیاں کھول دیں۔

صبح ہوئی تو میرا دل چاہا کہ اس کی آواز سنوں، میں نے اسے فرمائش کی چنانچہ اس نے ملازم سے کہا کہ اس اونٹ کے لئے ہدی گاؤ جو کھیتوں کو سیراب کرنے کے لئے اس کنوئیں پر رہٹ چلا رہا ہے۔ غلام نے حدی پڑھی تو اونٹ نے مستی کے عالم میں اپنی رسیاں کاٹ ڈالیں اور میرے خیال میں اس سے قبل میں نے اتنی خوبصورت نہیں سنی ہوگی، میں منہ کے بل گرا اور مالک مکان نے اسے چپ کرا دیا۔

سماع میں اضطراب کی وجہ:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ اچھا بھلا انسان سماع پر مضطرب کیوں ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے پہلے میثاق (پختہ عہد) کے موقع پر نسل آدم علیہ السلام سے یہ خطاب فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى [1] (کیا میں تمہارا رب نہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں) تو اللہ کے کلام کی مٹھاس نے سب ارواح کو نکال لیا کیونکہ جب انہوں نے آواز سنی تو اسی وقت حرکت کرنے لگے تھے۔

---

[1] بخاری شریف، فضائل قرآن۔ مسلم شریف، مسافرین، ترمذی شریف، مناقب، نسائی شریف، افتتاح، ابن ماجہ شریف، اقامہ، داری شریف، صلاۃ، مسند احمد بن حنبل

سماع کس کے لئے حرام اور کس کے لئے جائز؟

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عوام الناس کے لئے سماع حرام ہے کہ ان کے نفس باقی رہ سکیں، زاہدوں کے لئے مباح ہے کیونکہ انہیں مجاہدات حاصل ہیں اور عام مریدوں کے لئے مستحب ہے کہ ان کے دل زندہ رہ سکیں۔

تین چیزیں انسان کیلئے ضروری:

☆ حضرت ابو علی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان میں تین چیزیں ہوں تو اسے ان سے فائدہ ہوتا ہے لیکن ہم انہیں گم کر چکے ہیں۔

1۔ خوبصورت چہرہ جس کے ہمراہ پاک دامن بھی ہو

2۔ اچھی آواز جس کے ساتھ دیانتداری بھی ہو

3۔ اچھی دوستی جس کے ساتھ وفاداری بھی ہو

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے اچھی آواز کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اسی آواز میں کسی سے خطاب ہوتا ہے اور اشارے پائے جاتے ہیں، یہ آواز اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ مردوں اور عورتوں کو دے رکھی ہوتی ہے۔

☆ آپ ہی سے ایک مرتبہ پھر پوچھا گیا، تو فرمایا کہ سریلی آواز وارد ہونے والی کیفیت ہوتی ہے جو بے چین دلوں کو حق تعالیٰ کی طرف لے جاتی ہے چنانچہ جو اس کی طرف حق طریقے سے کان لگاتا ہے، وہ حق کو پالیتا ہے اور جو نفسانی خواہش کے لئے سنتا ہے وہ بے دین ہو جاتا ہے۔

رحمت حاصل کرنے کے لئے فقیر کے لئے تین مواقع:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تین ایسے مواقع ہیں جن میں فقراء پر رحمت خداوندی اترتی ہے۔

1۔ حالت سماع میں:

کیونکہ اس وقت وہ حق سن رہے ہوتے ہیں اور وجد میں بولتے ہیں۔

2۔ کھانا کھاتے وقت:

کیونکہ وہ فاقہ کی حالت میں کھاتے ہیں۔

3۔ علمی باتیں کرتے وقت:

کیونکہ اس وقت وہ اللہ کے دوستوں کی بات کرتے ہیں۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سماع اس شخص کے لئے فتنہ ہے جو اس کے پیچھے پڑے اور اس شخص کے لئے راحت ہے جسے یہ خود ملے۔

سماع میں تین چیزوں کی ضرورت:

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین چیزوں کا محتاج ہوتا ہے، زمانہ، مکان اور بھائی

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ سماع کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا: بظاہر یہ فتنہ ہے اور باطنی طور پر اس میں عبرت پائی جاتی ہے چنانچہ جو اشارہ کو پالیتا ہے اسے عبرت حاصل ہو جاتی ہے ورنہ وہ فتنہ و مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ سماع اسی کے لئے سننا جائز ہے جس کا نفس مردہ اور دل زندہ ہو کیونکہ نفس تو مجاہدہ کی تلوار سے ذبح ہونے والا ہوتا ہے، جبکہ دل شریعت کی موافقت کے نور سے زندہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت ایوب یعقوب نہرجوری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یہ ایک ایسی حالت ہوتی ہے جو اپنی جلن کی بناپر بتاتا ہے کہ اسرار الٰہیہ دل کی طرف آرہے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ سماع اہل معرفت کے دلوں کے لئے ایک لطیف غذا ہے۔

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سماع اگر شریعت کے موافق نہیں تو یہ ایک زنگ ہے اور حق کی طرف سے نہ ہو تو بے وقوفی اور اگر اس سے عبرت نہیں لیتا تو یہ فتنہ ہے۔

سماع کی دو قسمیں:

کہتے ہیں کہ سماع کی دو قسمیں ہوتی ہیں ایک تو وہ سماع ہے جس میں علم اور بیدار مغز ہونے کی ضرروت ہوتی ہے، اس قسم کا سماع سننے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسماء وصفات کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ خالص کفر میں پھنس جائے گا۔

دوسرا سماع یہ ہے کہ انسان صاحب حال ہو۔ اس کے لئے شرط یہ ہوتی ہے کہ حالات بشریہ کو فنا کر چکا ہو اور چونکہ باطن اس پر کھل چکا ہوتا ہے اس لئے خواہشِ نفس کی علامات سے بچے۔

کم سے کم قوالی والے لوگ:

☆ حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان سے سماع کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دو کی طرف سے ہونا چاہئے، گانے والا تنہا نہ ہو۔

☆ حضرت ابوالحسن رحمہ اللہ سے صوفی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا صوفی وہ ہوتا ہے جو سماع سنے اور اسباب کو ترجیح دے۔

☆ ایک دن حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: اے کاش! ہم مکمل طور پر اس سے نجات پا لیتے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس کا یہ دعویٰ ہو کہ وہ سماع کا قائل ہے اور پھر وہ پرندوں کی آواز سنے، دروازے کا چرچرانا، نہ سنے اور ہوا کی سرسراہٹ نہ سنے تو فقر کا صرف دعویدار ہی ہوگا (خالی)

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ کے مرید حضرت ابن زیری رحمہ اللہ ایک فاضل شیخ تھے، کبھی کبھی محفل سماع میں آتے، اچھا لگتا تو چادر ڈال کر بیٹھ جاتے اور یہ کہتے کہ صوفی اپنے دل کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر سماع پسند نہ آتا تو یوں کہتے کہ سماع تو دل والوں کے لئے ہوتا ہے۔ یہ

کہہ کر جوتا اٹھاتے اور چلے جاتے۔

سماع میں صوفی پر وجد کیوں؟

حضرت رویم رحمہ اللہ سے حالت سماع میں صوفی کو وجد آنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: صوفیہ ایک معانی کا مشاہدہ کرتے ہیں جو لوگوں کی پہنچ سے دور ہوتے ہیں چنانچہ وہ معانی انہیں پکارتے ہیں اور کہتے ہیں، ادھر آؤ، ادھر دیکھو! چنانچہ وہ خوشی سے انعام حاصل کرتے ہیں، پھر درمیان میں پردہ آجاتا ہے اور سرور و خوشی کٹ جاتی ہے تو یہ رونے میں بدل جاتی ہے چنانچہ اس حالت میں کچھ تو کپڑے پھاڑتے ہیں کچھ چیخ و پکار کرتے ہیں اور کچھ روتے ہیں، غرض ہر انسان اپنے اپنے مرتبے میں یہ کام کرتا ہے۔

☆ حضرت حصری رحمہ اللہ نے اپنے ایک کلام میں فرمایا تھا کہ ایسے سماع کو میں کیا کروں، جو سنانے والے کے بند کرنے پر ختم ہو جائے، سماع تو ایسا ہونا چاہئے جو مسلسل ہو اور رک نہ سکے۔

☆ حضرت حصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ سماع میں پیاس دائمی ہونی چاہئے چنانچہ جیسے جیسے (معرفت کے پیالے) پیتا جائے ویسے ہی مزید پیاسا ہوتا جائے۔

☆ قرآن کی آیہ مبارکہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ کی تفسیر میں حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد سماع ہے اور یہ سماع موٹی اور خوبصورت آنکھوں والی حوریں اپنی میٹھی آواز سے یوں سنائیں گی کہ:

نَحْنُ الْخَالِدَاتُ فَلَا نَمُوْتُ اَبَدًا

نَحْنُ النَّاعِمَاتُ فَلَا نَبْؤُسُ اَبَدًا

''ہم ہمیشہ سے جنت میں رہ رہی ہیں اور کبھی نہیں مریں گی، ہم نرم و نازک ہیں، ہم پر سختی نہ آسکے گی۔''

☆ کہتے ہیں کہ سماع تو ایک آواز ہوتی ہے اور وجد، ارادہ ہوتا ہے۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل حق کے دل بارگاہ الٰہی میں حاضر رہتے ہیں اور ان کے کان کھلے رہتے ہیں۔

☆ حضرت ابوسہل صعلوکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع سننے والے کی دو کیفیتیں ہوتی ہیں، اِستِتَار (چھپ جانا) اور تجلّی (ظاہر ہونا) چنانچہ اِستِتَار کے وقت دل میں شعلے اٹھتے ہیں اور تجلی سے آرام ہو جاتا ہے، اس اِستِتَار سے مریدوں کی حرکتیں پیدا ہوتی ہیں، یہ کمزوری اور عجز و انکسار کا مقام ہے اور تجلی سے واصل باللہ لوگوں کو سکون حاصل ہوتا ہے اور اس میں استقامت اور خود اعتمادی ہوتی ہے، یہ اللہ کی صفت ہوتی ہے، دبدبے والے واردات کے وقت پگھل جانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا (جب وہاں پہنچے تو کہا چپ رہو)

ابوعثمان حیری کے مطابق سماع کے تین اقسام:

حضرت ابوعثمان حیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین طرح کا ہوتا ہے:

1۔ ایک سماع مریدوں اور ابتدائی صوفیوں کا ہوتا ہے، یہ شریف لوف سماع سے احوال تلاش کرتے ہیں، اس میں ایسے لوگوں کے فتنہ اور ریاکاری میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

2۔ دوسری قسم صادقین کا سماع ہوتا ہے۔ صادق لوگ سماع کے ذریعے اپنی حالت میں ترقی مانگتے ہیں اور اپنی حالت کے مطابق غور سے سماع سنتے ہیں۔

3۔ تیسری قسم عارفوں میں درجہ استقامت والوں کا سماع ہے، یہ لوگ دل میں آنے والے حرکت وسکون کو ذات الٰہی پر ترجیح نہیں دیتے۔

☆ حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جس کا یہ خیال ہو سماع کو سمجھ کر مغلوب ہو جاتا ہے اور حرکات اس پر غالب آجاتی ہیں تو اس کا یوں پتہ چلتا ہے کہ جس مجلس میں وہ وجد کی حالت میں ہو گا وہ خوبصورت ہو جائے گا۔

حضرت شیخ ابو عبدالرحمٰن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حکایت کا ذکر میں نے ابو عثمان مغربی کے پاس کر دیا، اس پر انہوں نے فرمایا کہ ایسے شخص کا یہ درجہ کم ترین ہوتا ہے اور اس کی صحیح علامت یہ ہے کہ مجلس میں ہر اہل حق اس سے مانوس ہو جائے اور ہر اہل باطل اس سے وحشت زدہ ہو جائے۔

حضرت بندار کے ہاں سماع تین قسم:

☆ حضرت بندار بن حسین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع تین طرح کا ہوتا ہے۔

1۔ بعض لوگ اپنی طبیعت کے مطابق سننے والے ہوتے ہیں۔

2۔ کچھ اپنے حال کے مطابق سن رہے ہوتے ہیں۔

3۔ کچھ حق کو پیش نظر رکھ کر سنتے ہیں۔

☆ جو اپنی طبیعت کے مطابق سنتے ہیں، ان میں خاص وعام سب برابر ہیں کیونکہ انسانی طبیعت کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ خوبصورت آواز اسے پیاری لگتی ہے۔

☆ جو اپنے حال کے مطابق سنتا ہے، وہ اپنے اوپر وارد ہونے والی کیفیات میں سوچ بچار کرتا ہے جیسے وہ سوچتا ہے کہ عتاب کیسے ہوتی ہے، خطاب کیا ہوتا ہے، وصل کی موت کیا ہوتی ہے، جدائی کیا معنیٰ رکھتی ہے، قرب وبعد کیا ہوتا ہے، فوت ہونے والی چیز پر افسوس کیونکر ہوتا ہے، آنے والی چیز کی پیاس کیسے رکھی جاتی ہے، عہد کیسے پورا کیا جاتا ہے سچا وعدہ کیسے کیا جاتا ہے، عہد توڑنے سے کیا ہوتا ہے، پریشانی کی یاد کیسے ہوتی ہے، اشتیاق کسے کہتے ہیں، جدائی سے خوف کیسے ہوتا ہے، وصال پر خوشی کا مطلب کیا ہے، جدائی کا خطرہ کیا ہوتا ہے اور اسی طرح کے معاملات میں سوچ بچار کرتا چلا جاتا ہے۔

جو حق تعالیٰ کو سامنے رکھ کر سماع کرتا ہے اور صرف اللہ کے لئے کرتا ہے، اس کے سماع میں بشری دخل نہیں ہوتا کیونکہ ان میں کوتاہیاں ضرور ہوتی ہیں چنانچہ یہ لوگ خالص توحید الٰہی کے عقیدے سے سماع کرتے ہیں، نفسانی خواہشات درمیان میں آنے نہیں دیتے۔

اہل تصوف کے تین طبقے:

کہتے ہیں کہ اہل تصوف کے تین طبقے ہوتے ہیں:

1۔ ابناء حقائق:

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اپنے سماع کے دوران اللہ کو اپنے سے مخاطب ہوتا دیکھتے ہیں۔

2۔ دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو اپنے دلوں سے اللہ کے ساتھ ان معانی کے ذریعے مخاطب ہوتے ہیں جنہیں سماع میں سن رہے ہوتے ہیں چنانچہ یہ لوگ جس چیز کا اللہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اس کا حق کے ساتھ مطالبہ کرتے ہیں۔

3۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جو تن تنہا فقیر ہوتا ہے، دنیا اور آخرت کا تعلق توڑے ہوتا ہے، یہ لوگ نہایت اطمینان سے سماع سنتے ہیں اور سب سے زیادہ یہی لوگ امن میں ہوتے ہیں۔

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا: اس میں اسرار کھلتے ہیں جن کے ذریعے محبوب کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔

قرآن سننے پر وجد کیوں نہیں آتا؟

☆ حضرت خواص رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اس انسان کی حالت کیا ہے جو قرآن کے علاوہ کوئی کام سن کر وجد کرتا ہے لیکن قرآن کی تلاوت پر اسے وجد نہیں آتا؟ آپ نے فرمایا کہ تلاوت قرآن ایک زبردست ٹھوکر ہوتی ہے، کسی کی کیا مجال کہ اس میں حرکت کر سکے، وہ ٹھوکر بڑی شدید ہوتی ہے لیکن سماع قول کے وقت انسان کو راحت ملتی ہے چنانچہ وہ وجد میں آجاتا ہے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تم دیکھو کو مرید سماع (بلا شرائط) کا شوق رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ ابھی اس میں باطل خیالات موجود ہیں۔

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع ایک ایسا علم ہے جو اللہ کو پسند ہے اور اس کے سوا اس سے کوئی واقف نہیں۔

☆ حضرت احمد بن مقاتل مکی رحمہ اللہ نے بتایا کہ جب حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ بغداد میں پہنچے تو صوفیہ ان کے پاس آئے، ایک قوال بھی ان کے ہمراہ تھا، انہوں نے اجازت مانگی کہ قوال کچھ پڑھے آپ نے اجازت دی تو اس قوال نے یہاں سے شروع کیا:

''تمہاری تھوڑی سی محبت نے مجھے عذاب میں ڈال رکھا ہے اور اگر زیادہ ہو تو کیا بنے؟ تم نے میری مشترک محبت کو اپنے لئے اکٹھا کر لیا ہے۔

کیا تمہیں اس دکھیا پر ترس نہیں آتا جسے روتا دیکھ کر عشق سے عاری لوگ ہنستے ہیں۔''

کہتے ہیں کہ حضرت ذوالنون رحمہ اللہ یہ سن کر کھڑے ہوئے اور منہ کے بل دھڑام سے گر گئے، خون پیشانی سے تو جاری تھا مگر زمین پر نہ گرتا تھا، پھر ان صوفیہ میں سے ایک آدمی وجد کرتے ہوئے کھڑا ہو گیا، حضرت ذوالنون نے اسے فرمایا: اَلَّذِیْ یَرَاكَ حِیْنَ تَقُوْمُ (تم کھڑے ہوتے ہو تو وہ تمہیں دیکھتا ہے) چنانچہ وہ بیٹھ گیا۔

حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ذوالنون اس شخص سے مرتبہ میں زیادہ تھے چنانچہ اسی لئے آپ نے اسے تنبیہ کر دی کہ تمہارا یہ مقام نہیں اور پھر وہ شخص بھی انصاف پسند تھا کیونکہ اس نے آپ کی بات مان لی اور واپس ہٹ کر بیٹھ گیا۔

☆ حضرت ابن جلاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کسی مغربی ملک میں دو شیخ تھے، ان کے مرید اور شاگرد کافی تھے ان میں سے ایک کو ''جبلہ'' اور دوسرے کو ''رزیق'' کہا جاتا تھا، ایک دن رزیق اپنے مریدوں کے ہمراہ جبلہ سے ملنے گئے، رزیق کے کسی مرید نے کچھ پڑھا جس پر جبلہ کے ایک مرید نے چیخ ماری اور مر گیا، صبح ہوئی تو جبلہ نے رزیق سے کہا، وہ شخص کہاں ہے جس نے کل کچھ پڑھا تھا؟ اسے پڑھنے کو کہو، اس نے ایک آیت پڑھ دی تو جبلہ نے زوردار چیخ ماری جس سے قاری فوت ہو گیا اور پھر جبلہ نے کہا کہ ایک کے مقابلے میں تو ایک گیا، زیادہ ظلم اس کا ہے جس نے پہل کی۔

☆ حضرت ابراہیم مارستانی رحمہ اللہ سے سماع کے دوران وجد کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے امتیوں میں ایک قصہ بیان کیا تو' ان میں سے ایک نے تمہیں پھاڑ لی' اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: اسے کہہ دو کہ اپنا دل پھاڑ کر دکھائے' قمیص نہ پھاڑے۔''

☆ حضرت ابوعلی مغازی سے حضرت شبلی رحمہ اللہ نے سوال کیا تو فرمایا: کئی مرتبہ ایسے ہوتا ہے کہ قرآن کی کوئی آیت سنائی دیتی ہے جو مجھے چیزوں کا خیال چھوڑنے اور دنیا سے منہ موڑنے کا بتاتی ہے، پھر میں اپنی پہلی حالت پر آجاتا ہوں اور لوگوں کی طرف متوجہ ہوجاتا ہوں۔

اس پر حضرت شبلی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف کھینچتا ہے تو یہ اس کی طرف سے تم پر مہربانی اور لطف ہوتا ہے اور جب تمہیں پہلی حالت پر لایا جاتا ہے تو یہ اس کی شفقت ہوتی ہے کیونکہ اللہ کی طرف توجہ کرتے وقت قوت وطاقت سے تمہارا بری ہونا صحیح نہیں۔

☆ حضرت احمد بن مقاتل عکّی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات مسجد میں حضرت شبلی کے ساتھ تھا، ماہ رمضان تھا، آپ اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے، میں ان کے پہلو میں کھڑا تھا، امام نے یہ آیت پڑھی وَلَئِن شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ (اگر ہم چاہیں تو اس وحی کو واپس لے جائیں جو تم پر کی تھی) یہ آیت سن کر انہوں نے چیخ ماری، میں نے خیال کیا کہ ان کی روح پرواز کر گئی، وہ اس وقت پھڑک رہے تھے اور کہتے جاتے تھے ''دوستوں کو خطاب یونہی کیا جاتا ہے۔'' بار بار یہ الفاظ کہتے رہے۔

حضرت یعقوب کی بینائی کیسے واپس ہوئی؟

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا: میں ایک دن حضرت سری کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک آدمی پر غشی طاری ہے، میں نے پوچھا، اسے کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے کتاب اللہ میں سے ایک آیت سنی ہے۔ میں نے کہا، دوبارہ پڑھی جائے چنانچہ پھر پڑھی گئی تو اسے افاقہ ہوگیا۔ حضرت سری نے فرمایا، تم نے یہ کہاں سے معلوم کرلیا کہ ایسے یہ ہوش میں آجائے گا؟ میں نے دلیل یہ دی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی حضرت یوسف علیہ السلام کی اسی قمیص کی وجہ سے گئی تھی اور پھر اسی کی وجہ سے واپس آئی۔ حضرت سری نے اسے بہت پسند کیا۔

☆ حضرت عبدالواحد بن علوان رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک نوجوان حضرت جنید کی خدمت میں رہتا تھا، وہ جب بھی قرآن کریم سنتا، چیخ مارتا، ایک دن حضرت جنید نے اس سے کہا: اگر دوبارہ تم نے ایسا کیا تو میری صحبت میں نہیں رہ سکے گا۔ چنانچہ اس کے بعد وہ سنتا تو رنگ بدل جاتا لیکن وہ اپنے آپ کو قابو میں رکھتا اس کے روئیں روئیں سے قطرہ ٹپکتا اور پھر ایک دن اس نے یوں چیخ ماری کہ فوت ہوگیا۔

☆ حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے ایک بھائی نے ابوالحسین دراج سے سن کر بتایا انہوں نے کہا کہ میں نے بغداد سے حضرت یوسف بن حسین رازی کے پاس جانے کا ارادہ کیا، جب ''رے'' میں پہنچا تو لوگوں سے ان کے گھر کا پتہ پوچھا' میں جس سے بھی پوچھتا، مجھے یہ جواب ملتا کہ اس بے دین سے مل کر کیا کرو گے؟ انہوں نے مجھے تنگدل کر دیا اور میں واپسی کا سوچنے لگا۔ وہ رات تو میں نے ایک مسجد میں گزاری پھر میں نے سوچا کہ اس شہر میں آہی گیا ہوں تو کیوں نہ ان کی زیارت کرلوں چنانچہ پوچھتے پوچھتے میں ان کی مسجد میں جا پہنچا، وہ محراب میں بیٹھے تھے، سامنے رحل پر قرآن کریم رکھا تھا اور وہ تلاوت کر رہے تھے میں نے دیکھا تو وہ ایک خوشنما انسان تھے، ڈاڑھی بہت خوبصورت تھی۔ میں نے قریب ہو کر سلام عرض کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے

بتایا کہ بغداد سے آیا ہوں اور صرف آپ کی زیارت کرنے آیا ہوں پھر فرمایا: اگر کسی شہر میں کوئی انسان تجھے یہ کہتا کہ میرے پاس ٹھہرو، میں تمہارے لئے گھر یا لونڈی خرید کرتا ہوں، تو کیا تم میری زیارت سے رک جاتے؟ میں نے عرض کی، اے آقا! اب تک تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس آزمائش میں ڈالا ہی نہیں، اگر ایسا ہو جاتا تو میں نہیں جانتا کہ ایسے میں میری کیا حالت ہوتی؟

پھر فرمایا، کچھ کہنا پسند کرو گے؟ میں نے عرض کی ہاں کہہ دیتا ہوں چنانچہ میں نے یہ شعر پڑھا:

"میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھ سے تعلق ختم کرنے کی بنیاد رکھ رہے ہو، اگر سمجھدار ہوتے تو اس بنیاد ہی کو گرا دیتے۔"

انہوں نے قرآن کریم بند کر دیا اور رونے لگے اور پھر اتنا روئے کہ داڑھی اور کپڑے تر ہو گئے، مجھے ان کی یہ حالت دیکھ کر بہت ترس آیا۔ پھر مجھ سے فرمایا! بیٹے! اہل رے کو یہ کہنے پر برا بھلا نہ کہو کہ "یوسف بن حسین زندیق (بے دین) ہے۔" نماز کے وقت سے میں قرآن کریم پڑھ رہا تھا لیکن میری دونوں آنکھوں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکا تھا لیکن اس شعر نے تو مجھ پر قیامت ڈھا دی ہے۔

لڑکی کی آواز پر فقیر کیوں مرا

☆ حضرت دراج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اور ابن القوطی بصرہ اور ابلہ کے درمیان دجلہ پر سے گزر رہے تھے اچانک ایک خوبصورت محل پر نظر جم گئی، اس کی ایک کھڑکی تھی، ایک آدمی اس میں نظر آیا جس کے سامنے ایک لڑکی یہ شعر گا رہی تھی:

"راہ خدا میں میری محبت تمہاری خاطر خرچ ہوتی ہے لیکن روزانہ تمہارا رنگ بدلتا ہے، کوئی اور طریقہ اپناتے تو اچھا تھا۔"

اس کھڑکی کے نیچے دیکھا تو ایک نوجوان ہاتھ میں لوٹا لئے، چیتھڑے پہنے سن رہا ہے، کہنے لگا اے لونڈی! تمہیں تمہارے آقا کی قسم! یہ دوسرا شعر پھر پڑھو چنانچہ اس لڑکی نے دوبارہ پڑھا: اس فقیر نے پھر دہرانے کو کہا تو اسؔ نے پھر پڑھا، اس پر فقیر نے کہا: یہ دیکھو میرا حق تعالیٰ کے ساتھ رنگ بدلنا کیسا ہے؟ اور پھر زوردار چیخ ماری جس کے ساتھ ہی روح پرواز کر گئی۔

اس محل کے مالک نے لونڈی سے کہا کہ تم کو اللہ کے نام پر آزاد کرتا ہوں۔ پھر اہل بصرہ باہر نکلے۔ اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کر دیا۔ محل کے مالک نے کہا، تم مجھے نہیں جانتے، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو چیز بھی میری ملکیت میں ہے میں اسے راہ خدا میں دیتا ہوں۔ آج سے میرے سب غلام آزاد ہیں پھر اس نے ایک چادر پہنی اور ایک چادر اوپر اوڑھ لی۔ محل صدقہ کر دیا اور چل دیا، بعد ازاں نہ تو اس کی شکل دیکھنے میں آئی اور نہ ہی کوئی نشان تک ملا۔

☆ حضرت ابوسلمان دمشقی رحمہ اللہ نے ایک گھومنے والے شخص کو یہ آواز لگاتے سنا: یَا سَعْتَر بَرِّیْ! (لوگو! جنگلی پت پاپڑا لے لو) اسے سنتے ہی غش کھا کر گر گئے، جب اس بارے میں پوچھا گیا تو کہا، میں نے سمجھا تھا کہ یہ "اِسْعَ تَرَبِرِّیْ" (کوشش کرو تو میرا احسان دیکھ لو گے) کہہ رہا ہے۔

☆ حضرت عتبۃ الغلام رحمہ اللہ نے ایک غلام کو یہ کہتے سنا: پاک ہے آسمانوں کا رب، محبت کرنے والا مشکل میں ہوتا ہے۔ عتبہ نے کہا: تم نے سچ کہا لیکن یہ بات ایک اور شخص نے سنی تو کہا: تو نے جھوٹ بولا ہے، چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اسے اپنی حالت میں دیکھا۔

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ سے ان مشائخ کے بارے میں پوچھا گیا جو سماع میں جاتے تو ان سے ان کی ملاقات ہوتی، انہوں نے کہا ان کو ایسے جانو جیسے ایک ریوڑ میں بھیڑیا گھس گیا۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے علی بن موفق کو سماع میں دیکھا تو انہوں نے کہا "مجھے کھڑا کر دو" چنانچہ لوگوں

نے کھڑا کیا، وہ کھڑے اور وجد کرنے لگے اور اسی حالت میں کہا کہ ''میں رقص کرنے والا بوڑھا ہوں۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت رقی رحمہ اللہ ایک رات صبح ہونے تک کھڑے رہے، وہ شعر پڑھتے، اٹھتے اور گر جاتے، انہیں دیکھ کر لوگ روئے جا رہے تھے، شعر یہ تھے:

''خدارا! اس دکھیارے کا دل واپس کر دو جس کے لئے محبوب کا کوئی بول نہیں ہے۔''

☆ حضرت علی بن حسین بن محمد بن احمد تمیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا، فرماتے تھے کہ میں نے سالہا سال تک حضرت سہل بن عبداللہ کی خدمت کی، اس عرصہ میں میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا کہ کسی ذکر یا قرآن سننے سے ان کی حالت تبدیل ہوئی ہو لیکن جب اخیر عمر کو پہنچے تو ایک دن آپ کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنكُمْ فِدْيَةٌ (آج تم سے کسی قسم کا تاوان نہیں لیا جائے گا) تو میں نے دیکھا کہ آپ کا رنگ تبدیل ہو گیا اور کانپنے لگے، قریب تھا کہ گر پڑتے اور جب آپ اپنی اصل حالت پر آ گئے تو میں نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو فرمایا: پیارے! ہم کمزور ہو چکے ہیں۔

☆ حضرت ابن سالم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے انہیں دوبارہ دیکھا کہ آپ کے سامنے یہ آیت مبارکہ پڑھی گئی اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (درحقیقت اس دن حکومت رحمٰن کی ہوگی) تو آپ کا رنگ بدل گیا اور آپ گرنے ہی والے تھے کہ اسی حالت میں میں نے اس بارے میں پوچھا تو فرمایا: میں کمزور ہو چکا ہوں۔

یہ تو تھی اکابر صوفیہ کی حالت کہ اگر ان پر کوئی طاقت ور بھی آ جاتا تو وہ اس سے بھی طاقتور ہوتے۔

☆ حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابوعثمان مغربی کے ہاں گیا، دیکھا تو ایک آدمی کنوئیں کی چرخی پر اس سے پانی نکال رہا تھا، کہنے لگے اے ابوعبدالرحمٰن! جانتے ہو یہ چرخی کیا کہتی ہے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کہ یہ اللہ، اللہ کہتی ہے۔ ناقوس بجے تو کیا کہتا ہے؟

☆ حضرت رویم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آپ نے ناقوس بجنے کی آواز سنی تو اپنے ساتھیوں سے کہا، جانتے ہو کہ یہ ناقوس کیا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، آپ نے کہا یہ کہہ رہا ہے سُبْحٰنَ اللّٰهِ حَقًّا اِنَّ الْمَوْلٰى صَمَدٌ يَّبْقٰى

☆ حضرت احمد بن علی کرخی وجیہی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت حسن بن قزار کے گھر میں صوفیہ جمع تھے، ساتھ میں قوال بھی تھے، قوال پڑھتے اور لوگ وجد کرتے جاتے۔ ادھر سے حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ نے آ کر انہیں دیکھا تو وہ خاموش ہو گئے۔ آپ نے فرمایا، جو کچھ تم پڑھ رہے تھے، دوبارہ پڑھو، اگر میرے کانوں میں دنیا بھر کے لہو و لعب اور فضول باتیں بھی پڑ جائیں تو میرے ارادے کو بدل نہ سکیں گی اور نہ ہی میرے دل کو سکون دیں گی۔

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ اس معاملہ میں ہم اس مقام تک پہنچ چکے ہیں جو تلوار کی دھار جیسا ہے کہ ذرا ادھر کو ہوئے تو سیدھے جہنم میں گئے۔

☆ حضرت خیر النساء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قوم کو ایک قصہ سنایا تو ان میں سے ایک نے چیخ ماری، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے ڈانٹا تو اللہ کی طرف سے آپ کو وحی آئی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! یہ لوگ میری خوشبو سے خوشبودار ہیں، میری محبت ظاہر کرتے ہیں، میرے وجد سے چلاتے ہیں تو تم انہیں اجنبی کیوں جانتے ہو؟

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے ایک بولنے والے کو سنا کہ ''دس خیار (کھیرا) ایک دانق میں۔'' چنانچہ ان کی چیخ نکل گئی فرمایا: جب ایک دانق کے دس ''خیار'' ہیں تو ''شرار'' (برے لوگوں) کا کیا حال ہوگا؟

حوروں کے گانے سے جنتی درختوں میں پھول:

☆ کہتے ہیں کہ جب بڑی آنکھوں والی حوریں جنت میں گانا شروع کریں گی تو درختوں میں پھول آجائیں گے۔

☆ حضرت عون بن عبداللہ رحمہ اللہ ایک خوبصورت آواز والی لڑکی کو گانے کا حکم کرتے اور وہ دردناک آواز سے گاتی تو پوری قوم کو رلا دیتی۔

☆ حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ سے سماع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا، ہر ایسا دل جو خوبصورت آواز کو چاہتا ہے، کمزور شمار ہوتا ہے اس کے علاج کی ضرورت بالکل یونہی ہوتی ہے جیسے سوتے بچے کو تھپکی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابوسلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خوبصورت آواز دل کے اندر کوئی چیز ڈالتی نہیں بلکہ جو کچھ دل کے اندر پہلے سے موجود ہوتا ہے، اسے بھڑکاتی ہے۔ یہ سن کر ابن ابوالحواری نے کہا بخدا ابوسلیمان نے درست کہا ہے۔

☆ حضرت جریری رحمہ اللہ نے فرمایا: ربانی بن جاؤ یعنی صرف اللہ کے احکام سنا کرو اور اسی کی بات کیا کرو۔

☆ ایک صوفی سے پوچھا گیا کہ سماع کیا ہوتا ہے؟ تو فرمایا یہ گویا بجلیاں ہوتی ہیں، ادھر چمکی ادھر بجھ گئیں، انوار ہوتے ہیں جو ظاہر ہوتے اور پھر چھپ جاتے ہیں، اگر یہ انوار، صاحب انوار کے ساتھ کچھ دیر باقی رہیں تو کیا عالم ہو؟ اور پھر یہ اشعار پڑھے:

''باطنی طور پر محبوب کا خیال یوں آیا جیسے بجلی ہو جو چمکے اور ختم ہو جائے، اگر خیال محبوب ارادی طور پر آیا تھا تو یہ کیسی دید؟ کہ رک نہ سکا اور فوراً چل دیا۔''

سماع میں ہر عضو کی خوراک:

☆ کہتے ہیں کہ سماع میں انسان کے ہر عضو کے لئے خوراک ہوتی ہے۔ اگر آنکھ تک پہنچ جائے تو وہ رونے لگتی ہے، زبان تک پہنچے تو وہ چیختی چلاتی ہے۔ ہاتھ تک پہنچے تو وہ کپڑے پھاڑتا اور منہ پر طمانچے مارتا ہے اور اگر یہی خوراک پاؤں کو مل جائے تو وہ رقص کرتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک عجمی (ایرانی) بادشاہ مر گیا اور ایک چھوٹا سا بچہ پیچھے چھوڑ گیا، رعایا نے اس کی بیعت کا ارادہ کیا تو سوچنے لگے کہ اس کی سوجھ بوجھ کا اندازہ کیسے کیا جائے؟ پھر انہوں نے مل کر یہ طے کیا کہ ایک قوال کو لایا جائے جو کچھ کلام پڑھے، اگر اس نے کان دھر لئے تو سمجھ لیں گے کہ سیاست جانتا ہے چنانچہ وہ قوال کو لے آئے۔ قوال نے کچھ کلام پڑھا تو وہ بچہ ہنسنے لگا چنانچہ سب نے اس کے سامنے زمین چوم لی۔ اور سب نے بیعت کر لی۔

☆ حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ ابوعمرو بن جنید، نصر آبادی اور کچھ دوسرے صوفیہ ایک مقام پر اکٹھے ہوئے، نصر آبادی نے کہا، میں یہ کہتا ہوں کہ اگر لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں، ان میں سے ایک بات کرے اور دوسرے خاموشی سے سنیں تو یہ چغلیاں کھانے سے بہتر ہوتا ہے یہ سنا تو ابوعمرو بولے: سماع میں اپنی ایسی حالت دکھانا جو درحقیقت اس میں موجود نہیں تو تیس سال تک چغلیاں کرتے پھرنا اس سے بہتر ہوگا۔

سماع سننے والوں کی اقسام:

☆ حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سماع میں تین طرح کے لوگ ہوتے ہیں مُتَسَمِّعْ، مُسْتَمِعْ اور سَامِعْ۔ متسمع تو اپنے وقت میں سماع سنتا ہے، مستمع اپنے حال میں اور سامع حق کے ساتھ سنتا ہے۔

☆ میں نے حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ سے کئی بار سماع کی اجازت مانگی لیکن ہر بار آپ بہانہ بناتے، اشارہ یہ ہوتا کہ اس سے رکنا ہی بہتر ہے پھر جب میں نے بار بار اصرار کیا تو فرمایا، مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ ایسا سماع سننے میں حرج نہیں جو تمہارا دل اللہ کی طرف متوجہ کر دے۔

حضرت موسےٰ علیہ السلام کو نبی کریم ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم:

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)! میں نے تم میں دس ہزار کان بنائے تو تو میری بات سن سکا، دس ہزار زبان بنائی تو نے مجھ سے کلام کی تاہم تو میرا زیادہ پیارا اور زیادہ قریبی اس وقت ہوگا جب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر ڈھیروں درود بھیجے گا۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے سماع کے بارے میں فرمایا کہ اس میں اکثر کام غلط ہوتے ہیں (یا اکثر کو اس میں غلطی لگتی ہے)

ابلیس اور ابوالحارث اولاسی رحمہ اللہ:

☆ حضرت ابوالحارث اولاسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے لعنتی ابلیس کو خواب میں دیکھا کہ ''اولاس'' کی ایک چھت پر موجود ہے، دوسری چھت پر میں خود کھڑا ہوں، ایک گروہ اس کے دائیں اور ایک بائیں تھا، سب نے صاف ستھرے کپڑے پہن رکھے تھے، اس نے ایک گروہ سے کہا کہ گانا گاؤ! انہوں نے گانا شروع کر دیا، ایسا گایا کہ میں خود بہک گیا، دل نے چاہا کہ میں اپنے آپ کو چھت سے گرا دوں۔ پھر اس نے اسی گروہ سے کہا کہ رقص شروع کر دو چنانچہ انہوں نے بہترین رقص کیا۔ پھر شیطان مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اے ابوالحارث! تم لوگوں کو بہکانے کے لئے آج تک مجھے اس سے بہتر طریقہ ہاتھ نہیں آیا۔

☆ حضرت عبداللہ بن علی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک دن میں حضرت شبلی کے پاس ٹھہرا، قوال نے کچھ پڑھا تو حضرت شبلی چیخ اٹھے اور بیٹھے بیٹھے وجد کرنے لگے۔ آپ سے کہا گیا، اے ابوبکر! پوری جماعت تو کھڑے ہو کر رقص کر رہی ہے تم بیٹھے کیوں ہو؟ چنانچہ آپ بھی کھڑے ہو کر وجد کرنے لگے اور یہ شعر پڑھنا شروع کر دیا: ''میرے ہم مجلس لوگوں کو تو ایک ہی قسم کا نشہ ہوتا ہے مگر مجھے دو قسم کے ہوتے ہیں، یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو صرف مجھی کو حاصل ہے۔''

☆ حضرت ابوعلی روذباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک محل کے قریب سے گذرا تو ایک نوجوان کو دیکھا جو زمین پر گرا پڑا تھا، لوگ اس کے اردگرد جمع تھے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ یہ اس محل کے قریب سے گذر رہا تھا، اس میں ایک لڑکی نے یہ اشعار پڑھے ہیں: ''کیا آنکھ کے لئے اتنا ہی کافی نہیں کہ تجھے دیکھنے والی آنکھ کو دیکھ لے۔''

چنانچہ اس نے چیخ ماری ہے اور گرتے ہی فوت ہو گیا ہے۔

باب

كَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ (کرامات اولیاء)

جواز کرامت کی دلیل:

حضرت استاذ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی کرامتیں قابل تسلیم و جواز ہیں اور اس کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک وہم و گمان میں آنے والی چیز ہے اور دماغ میں اس کے آنے سے کوئی شرعی اصول نہیں ٹوٹتا لہٰذا یہ ضروری ہے، ہم بتائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے ایجاد کرنے کی قوت رکھتا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ اسے ایجاد کر دینا اللہ کی قدرت و قوت میں ہے تو اس کے جائز ہونے میں کوئی شے رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

کرامت پر دلیل:

کرامات کا ظاہر ہو جانا اس شخص کی سچی ولایت کی دلیل ہوتا ہے جس کی ایک خاص حالت کے ذریعے یہ واقع ہوتی ہے چنانچہ جو سچا ولی نہیں ہوگا، اس سے کرامت کا ظہور نہ ہو سکے گا۔ اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کا جو تعارف کرایا ہے وہ ایک وہم میں آنے والی چیز ہے جس کے ذریعے ہم پہچان سکتے ہیں کہ کون شخص اپنی حالت میں صحیح اور کون باطل پر ہے چنانچہ یہی کرامت اس پر دلیل بنے گی اور یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب اللہ تعالیٰ اپنے ایک ولی کو وہ کچھ دے دے جو ایک جھوٹے دعویدار ولایت کو حاصل نہیں اور یہی خصوصیت اس ولی کے لئے کرامت کہلاتی ہے جس خصوصیت کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

کرامت صرف دنیا میں واقع ہوتی ہے:

یہ بھی ضروری ہے کہ یہ کرامت ایک ایسا فعل مانا جائے جو اس دار تکلیف (دنیا) میں واقع ہو اور عام عادت کے خلاف ہو اور ایک ولی سے صادر ہو جو اس کی ولایت پر دلیل بنے۔

معجزہ و کرامت میں فرق:

صوفیہ نے کرامت اور معجزہ میں فرق پر یہ بحث کی ہے چنانچہ حضرت امام اسفرائنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معجزات انبیاء کے سچا نبی ہونے کی دلیل ہوتے ہیں اور نبوت کی کوئی دلیل کسی غیر نبی میں پائی نہیں جا سکتی جیسے عالم کے عالم ہونے پر مضبوط عقل دلیل بنتی ہے اور غیر عالم میں نہیں پائی جاتی آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ اولیاء سے سرزد ہونے والے کام "کرامت" کہلاتے ہیں جیسے ان کی دعا کا قبول ہو جانا لیکن یہ کرامات انبیاء سے سرزد ہونے والے کاموں کے ہم پلہ نہیں ہوتیں۔

☆ حضرت امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ معجزات، صدق کی دلیل ہوتے ہیں اور پھر اس سچائی کے دلائل والا شخص اگر

نبوت کا دعویدار ہے تو یہ معجزات اس کی ذاتی سچائی اور کلام کی سچائی پر دلیل ہوں گے اور اگر ایسا شخص ولایت کا دعویدار ہے تو یہ معجزات اس کی حالت کے مطابق اس کی تصدیق کریں گے اور یہ ان کی ''کرامت'' ہوگی۔ معجزہ نہ ہوگا اگرچہ یہ معجزات ہی کی جنس سے ہوگا کیونکہ ولی اور نبی کے کام میں فرق ہوتا ہے۔

معجزہ وکرامت میں ایک اور فرق:

حضرت امام ابوبکر فورک رحمہ اللہ فرماتے تھے، معجزات اور کرامات میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو تو معجزہ ظاہر کرنا لازم ہوتا ہے لیکن ولی کے لئے کرامت کو چھپانا ضروری ہوتا ہے، پھر اللہ کا نبی تو دعوے کے ساتھ اسے بیان کرتا ہے اور اس کو یقینی بنا کر دکھاتا ہے جبکہ ولی، کرامت کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور نہ اس کی کرامت قابل یقین ہوتی ہے، ممکن ہے وہ مکر ثابت ہو۔

معجزہ وکرامت کے بارے قاضی ابوبکر اشعری کی وضاحت:

فن تصوف میں اپنے دور کے یکتا حضرت قاضی ابوبکر اشعری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ معجزات صرف نبی سے ممکن ہوتے ہیں اور کرامات ایک ولی سے واقع ہوتی ہیں بعینہ ایسے ہی جیسے نبی سے معجزہ واقع ہوتا ہے، ولی سے معجزہ ممکن نہیں ہوتا اس لئے کہ معجزہ کے لئے نبی سے واقع ہونا شرط ہوتا ہے، معجزہ ذاتی طور پر معجزہ نہیں کہلاتا بلکہ معجزہ کہلانے کے لئے اس کے اور لوازمات بھی ہوتے ہیں اور جب ان لوازمات وشرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے، معجزہ نہیں بن سکتا اور ان شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ معجزہ دکھانے والا شخص دعویٰ نبوت کرے جبکہ ولی دعویٰ نبوت کر ہی نہیں سکتا چنانچہ جو کچھ اس سے ظاہر ہوگا معجزہ نہیں کہلائے گا۔

آپ کا یہی وہ قول ہے جس پر ہم اعتماد کرتے ہیں، یہی ہم بیان کرتے ہیں اور یہی ہمارا دین ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ کرامت میں وہ تمام شرائط یا اکثر شرائط پائے جاتے ہیں جو معجزہ میں ہوتے ہیں، صرف یہی ایک شرط نبوت نہیں ہوتی۔

کرامت کیا چیز ہے؟

کرامت ایک حادث چیز ہوتی ہے (جیسے معجزہ) کیونکہ جو چیز قدیم ہوتی ہے اس سے کسی فرد کا تعلق نہیں ہوتا، یہ ایک عادت کے خلاف ہونے والا کام ہوتا ہے۔ یہ دار تکالیف (دنیا) میں واقع ہوتی ہے۔ ایک بندے کی خصوصیت اور فضیلت بتایا کرتی ہے، کبھی تو اس کی دعاء اور اپنی پسند سے واقع ہوتی ہے اور کبھی ظاہر نہیں ہوا کرتی اور کبھی کبھی اس کے اختیار کے بغیر ہی واقع ہو جاتی ہے۔ ولی کو یہ حکم نہیں ہوتا کہ اپنے اعتراف کے لئے لوگوں سے کہے لیکن اگر وہ کسی اہل شخص کو یہ بتا دے تو جائز ہوتا ہے۔

کیا ولی اپنی ولایت کا علم رکھتا ہے؟

اہل حق اس بارے میں اختلاف رکھتے ہیں کہ ولی اپنی ولایت کو جانتا ہے یا نہیں؟ حضرت امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ نہیں جانتا کیونکہ اس صورت میں ولایت اسے بے خوف اور بے لگام کر دے گی جس سے وہ بے فکر ہو جائے گا لیکن حضرت استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ اس کے جواز کو مانتے ہیں اور یہی وہ بات ہے جسے ہم ترجیح دیتے اور بیان کرتے ہیں اور پھر یہ سب اولیاء میں لازمی نہیں حتیٰ کہ ہر ولی یہ جان لے کہ وہ لازماً ولی ہے بلکہ جائز ہے کہ کچھ لوگوں کو ویسے ہی علم ہو جیسے دوسروں کو علم نہ ہو اور اگر کوئی جان لے تو یہ

بات انفرادی طور پر اس کے لئے کرامت شمار ہوگی۔

کیا کرامت کا ظہور ضروری ہوتا ہے؟

یہ بھی ضروری نہیں کہ جو کرامت ایک ولی کو حاصل ہے وہی سب کو حاصل ہو بلکہ اگر کسی ولی کی ایک کرامت بھی ظاہر نہ ہو سکے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ولی ہی نہیں ہے، لیکن انبیاء علیہم السلام میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ ان کے لئے معجزات کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اسے مخلوق کی طرف بھیجا جاتا ہے مخلوق کو اس کے سچا ہونے پر دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور نبی کی سچائی معجزہ کے بغیر ممکن نہیں ہوتی لیکن ولی کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے کیونکہ اس کی تصدیق لوگوں پر لازم نہیں ہوتی بلکہ یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ولایت کا علم رکھتا ہو اور یہی وجہ (تصدیق) ہے کہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ان باتوں کی تصدیق کی تھی جو آپ نے انہیں بتادی تھیں کہ وہ جنتی ہیں۔

ان لوگوں کا جواب جو کہتے ہیں کہ ولی اپنی ولایت نہیں جانتا:

اور جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ ولی اپنی ولایت کا علم اس لئے نہیں رکھتا کہ اس طرح وہ بے خوف ہو جائے گا تو ہم کہتے ہیں اگر وہ اپنی تبدیل آخرت کا خوف رکھے تو اس میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ اللہ کے بارے ان کے دلوں کے اندر جو ہیبت خداوندی، اس کی تعظیم اور اس کی عظمت موجود ہوتی ہے، وہ اس خوف کے مقابلے میں زیادہ ہوا کرتی ہے۔

یاد رکھئے کہ ولی کو اپنی کرامت دکھانے کی محتاجی نہیں ہوتی اور نہ ہی وہ اس کی طرف دھیان دیتا ہے صرف یہ ہوتا ہے کہ کرامت کے واقع ہونے پر ان کا یقین مضبوط ہوتا اور بصیرت بڑھ جاتی ہے کہ یہ اللہ کا فعل ہے چنانچہ وہ اسے اپنے عقائد کی درستگی کا سبب جانتے ہیں۔

ولی کے ہاتھوں کرامت کا ظہور تسلیم کرنا واجب ہے:

بہر حال اولیاء کے ہاتھوں ظہور کرامت کو جائز سمجھنا واجب ہوتا ہے تمام اہل معرفت کا اس بات پر اتفاق ہے اور چونکہ اس قسم کی کرامات کے بارے میں احادیث اور حکایات کثرت سے ملتی ہیں چنانچہ اولیاء کے ہاتھوں ان کے واقع اور ظاہر ہونے کی بناء پر اتنا مضبوط علم حاصل ہو جاتا ہے جس سے شکوک وشبہات دور ہو جاتے ہیں اور جو شخص ان لوگوں کے قریب رہا کرتا ہے اور بے شمار حکایات و واقعات دیکھا کرتا ہے تو اسے اس بارے میں کوئی شبہ نہیں رہتا اور ان سب دلائل میں سے حضرت سلیمان علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بیان فرمایا ہے کہ: اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ (آپ کے پلک جھپکنے سے پہلے میں اسے آپ کے سامنے لا رکھتا ہوں) یہ بات اس شخص (آصف بن برخیا، ایک عالم، حضرت سلیمان علیہ السلام کا امتی) نے کہی تھی جو نبی نہ تھا۔

☆ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں صحیح اثر سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے بروز جمعہ دوران خطبہ یہ فرمایا تھا: یَاسَارِیَةُ الْجَبَلَ (اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے حفاظت کرو) چنانچہ فوری طور پر یہ آواز حضرت ساریہ تک پہنچی اور انہوں نے اسی وقت ان ستارات کا انتظام کرلیا جو دشمن کی کمین گاہ تھے (چھپنے کی جگہ)۔

کیا ولی، نبی سے بڑھ سکتا ہے؟

اگر یہ سوال کیا جائے کہ ان کرامات کا اظہار کیونکر جائز ہے جن میں انبیاء کے معجزات سے بھی بڑھ کر امتیاز پایا جاتا ہے؟ اور یہ کہ کیا اولیاء کو انبیاء پر فضیلت دی جاسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کرامات حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات ہی سے تعلق رکھتی ہیں کیونکہ جو شخص اپنے اسلام میں سچائی پر نہیں ہوتا، اس سے کرامت ظاہر نہیں ہوسکتی اور ہر ایسا نبی جس کی کرامت اس کی امت کے ایک فرد پر بھی صادق ہو جائے تو وہ اکیلی ہی اس کے معجزات میں شمار ہوگی کیونکہ اگر وہ نبی نہ ہوتا تو اس کے ایک بھی امتی پر وہ کرامت ظاہر نہ ہوتی۔ رہا اولیاء کا مرتبہ تو یہ انبیاء کے مرتبہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔

آیئے اب حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کا اس مسئلہ میں فیصلہ سنتے ہیں، آپ نے فرمایا: ''حضرات انبیاء علیہم السلام کو جو کچھ ملا ہے! اسے جاننے کے لئے شہد اور مشکیزہ کی مثال سامنے رکھئے جس سے ایک قطرہ ٹپکا ہو، بس یہ قطرہ تمام اولیاء کی حیثیت بتاتا ہے اور برتن میں موجود حصہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیثیت واضح کرتا ہے۔

فصل

ان کرامات کا اظہار کبھی یوں ہوتا ہے کہ ولی کی دعا قبول کی جاتی ہے، کبھی بھوک پیاس لگنے پر کھانا سامنے آجاتا ہے حالانکہ بظاہر کھانا مل جانے کا سبب کوئی نہیں ہوتا، یونہی پیاس لگنے پر پانی مل جاتا ہے، کبھی مختصر مدت میں آسانی سے طویل مسافت طے ہو جاتی ہے، کبھی جانی دشمن سے چھٹکارا مل جاتا ہے اور کبھی غیب سے آواز آجاتی ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب کام عام عادت کے خلاف ہوتے ہیں۔

یاد رکھئے کہ ایسی بہت سی چیزیں بھی اللہ کی قدرت سے وجود میں آتی ہیں جنہیں آج ہم ولی کی کرامت کے طور پر ظاہر نہیں کر سکتے ان کا علم ہمیں یقینی یا غیر یقینی جیسا ہو جاتا ہے جیسے کوئی انسان والدین کے بغیر پیدا ہو جائے یا جمادات میں سے کوئی چیز چوپایہ بن جائے اور اس کی بہت سی مثالیں مل سکتی ہیں۔

فصل

اگر یہ کہا جائے کہ ''ولی'' کا لفظ کس طرح سے بنا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لفظ یا تو فعیل کے وزن پر آتا ہے (کیونکہ ولی اصل میں وَلِيْيٌ ہوتا ہے) اور اس میں مبالغہ کا معنیٰ ہوتا ہے جیسے علیم اور قدیر وغیرہ تو مبالغہ کی صورت میں ولی کا معنیٰ یہ ہوگا کہ ولی وہ شخص ہوتا ہے جو عرصہ تک عبادات سے دوستی رکھے اور اس دوران اس سے گناہ سرزد نہ ہو۔

دوسری صورت یہ ہے کہ فعل کا وزن مفعول کے وزن پر شمار کیا جائے جیسے قتیل بمعنیٰ مقتول اور جریح بمعنیٰ مجروح ہوتا ہے اور اس صورت میں ولی کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ ایسا شخص ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اور مسلسل طریقے پر اس کی حفاظت و نگہداشت فرماتا ہے چنانچہ اس کے لئے ذلت کا مادہ پیدا ہی نہیں فرماتا جیسے گناہ کرنے پر قدرت نہیں دیتا، بلکہ ہمیشہ اسے توفیق دیتا ہے یعنی عبادت کی قدرت فراہم کرتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ [1] (وہ صالحین کا ولی بنتا ہے)

---

[1] سورۃ الاعراف، آیت ۱۹۶

فصل

اگر کہا جائے کہ کیا ولی معصوم ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگر تم انبیاء کی طرح کہو یہ لازمی طور پر معصوم ہوتا ہے تو یہ قابل تسلیم نہیں، ہاں اگر یہ کہہ دیا جائے کہ وہ غلطیوں سے محفوظ ہے بایں طور کہ سستی، مصیبت یا آزمائش کے وقت گناہوں سے بچتا ہے تو اسے محفوظ کہنے میں حرج نہیں۔

کسی نے حضرت جنید رحمہ اللہ سے پوچھا کہ اے ابو القاسم! کیا ایک عارف شخص زنا کا ارتکاب کرسکتا ہے؟ آپ نے کچھ دیر کے لئے سر جھکایا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا[1] (اللہ کا حکم ایک اندازے کے مطابق لکھا جا چکا ہے)

فصل

سوال: کیا اولیاء کا خوف جاتا رہتا ہے؟

جواب: اکابر صوفیہ پر تو خوف سوار ہی رہتا ہے لیکن پہلے قلیل تعداد میں جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ خوف نہیں بھی ہوتا تو ایسا ممکن ہے چنانچہ سری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، کوئی آدمی باغ میں چلا جائے جہاں بہت سے درخت موجود ہوں اور ہر درخت پر ایک پرندہ بیٹھا واضح زبان میں کہے، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا وَلِيَّ اللهِ تو اس وقت اگر یہ شخص مکر کا اندیشہ نہیں رکھے گا تو خود اس سے مکر ہو سکتا ہے اور صوفیہ کے ہاں ایسی بہت سی حکایات موجود ہیں۔

فصل

سوال: کیا کرامت کے طور پر اس دنیا میں سر کی آنکھوں سے، دیدار الٰہی ہو سکتا ہے؟

جواب: تو اس کا جواب قوی دلائل کی روشنی میں یہ ہے کہ ایسا ممکن نہیں کیونکہ اس پر اجماع ہو چکا ہے لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ امام ابوبکر بن فورک رحمہ اللہ نے حضرت ابو الحسن اشعری کے بارے میں بتایا تھا کہ اس سلسلے میں انہوں نے ''الرؤیۃ الکبیرۃ'' میں دونوں قول دیئے ہیں۔

فصل

سوال: کیا یہ ممکن ہے کہ ایک شخص حال وقت میں تو ولی ہو لیکن پھر آخر میں تبدیلی آجائے اور ولی نہ رہے؟

جواب: جن لوگوں نے ولایت کی شرط یہ لگائی ہے کہ وہ پورے حقوق ادا کر کے آخر تک ولی رہے، تو ان کے ہاں یہ تبدیلی جائز نہیں ہے لیکن جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ موجود وقت میں تو وہ شخص مومن ہے لیکن تبدیلی کا امکان ضرور ہے تو ان کے نزدیک حال میں تو وہ شخص سچ مچ ولی ہوگا لیکن پھر تبدیل ہو سکتا ہے اور ہم بھی اسی قول کو پسند کرتے ہیں۔

یہ بھی ممکن ہے کہ کرامات ولی میں یہ بھی شامل ہو کہ وہ اپنی آخرت تک حفاظت الٰہی میں رہے گا اور اس کی آخرت تبدیل نہ ہوگی تو اس طرح یہ مسئلہ اسی سے جا ملے گا جس کے بارے میں ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ ولی کا اپنی ولایت کے بارے میں علم رکھنا جائز ہے۔

---

[1] سورۃ الاحزاب، آیت ۳۸

فصل

سوال: کیا ولی سے مکر کا اندیشہ زائل ہو سکتا ہے؟

جواب: اگر وہ ولی اپنے مشہود (اللہ) میں کھویا ہوا ہے اور اپنے حال میں ہوتے ہوئے اسے کسی چیز کا احساس ہی نہیں تو ایسا شخص تو غلبہء حال کی بنا پر مُردوں جیسا ہو چکا ہے جبکہ خوف تو وہی کرتے ہیں جن میں احساس موجود ہو۔

فصل

سوال: ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے ولی پر کونسی خصلت کا غلبہ ہوتا ہے؟

جواب: ولی اللہ حقوق الٰہیہ کو صدق دل سے ادا کرتا ہے، اپنی ہر حالت میں مخلوق خدا پر نرمی و مہربان کرتا ہے ساری مخلوق کے لئے مہربانی کا دامن پھیلا دیتا ہے۔ اپنے اچھے اخلاق کی بدولت ہر ایک کی بات سہارتا ہے، لوگ سوال نہ بھی کریں تو از خود وہ اللہ سے اپنے طور پر احسان کرنے کی درخواست کرتا ہے، اس کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مخلوق نجات پا جائے، انتقام لینے سے کتراتا ہے، وہ اس چیز سے بچتا ہے کہ کہیں لوگ اس سے کینہ نہ رکھیں اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے مال پر للچائی نظر نہیں رکھتا، نیز ان سے کسی قسم کا طمع نہیں رکھتا، ان کی برائی سے اپنی زبان کو قابو میں رکھتا ہے۔ ان کی برائیوں پر نظر نہیں رکھتا اور نہ ہی وہ اس دنیا میں کسی سے جھگڑتا ہے جس کا نتیجہ آخرت میں دیکھنا پڑے۔

یاد رکھئے اولیاء کو حاصل شدہ کرامات میں سب سے برتر کرامت یہ ہے کہ اسے دائمی عبادت کی توفیق مل جائے اور یوں وہ گناہوں اور مخالف شریعت کاموں سے بچ جائے۔

قرآن سے ثبوتِ کرامت:

اولیاء کرام سے کرامات کے ظہور کے لئے حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں بیان کی گئی یہ قرآنی گواہی پڑھئے حالانکہ وہ نہ تو نبی تھیں، نہ رسول

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقاً (جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام ان کے پاس محراب میں جاتے تو رزق رکھا دیکھتے) اور فرماتے يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا (اے مریم! یہ کہاں سے آیا ہے؟) تو حضرت مریم علیہ السلام کہتیں هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے وَهُزِّيْ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَباً جَنِيًّا (کھجور کے تنے کو اپنی طرف حرکت دو تو تروتازہ کھجوریں گرائے گا) حالانکہ یہ تازہ کھجوروں کا زمانہ نہ تھا اور یونہی قصہء اصحابِ کہف ہے جس میں عجیب واقعات رونما ہوئے مثلاً کتے کا ان سے بولنا وغیرہ۔

انہی کرامات ہی میں سے قصہء ذوالقرنین بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ کام کرنے کی توفیق دی جو آج تک کوئی اور شخص نہیں کر سکا۔

ایسی ہی مثال حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ ہے جس میں دیوار قائم کرنے جیسے عجیب واقعات پائے جاتے ہیں اور یہ بھی ثبوت ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام وہ کچھ جانتے تھے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی معلوم نہ تھا چنانچہ یہ سب واقعات خلاف عادت ہوئے جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام سے کام لیا تھا حالانکہ وہ نبی نہ تھے بلکہ ایک کامل ولی تھے۔

تین شخص گود میں بولنے لگے تھے:

اس سلسلہ میں جو احادیث مبارکہ ملتی ہیں، ان میں سے ایک حدیث جریج راہب بھی ہے، (یہ حدیث دو سندوں سے مذکور ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''صرف تین ایسے شخص ہیں جنہوں نے گود میں بولنا شروع کیا تھا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، جریج کے دور میں ایک بچہ اور اس کے علاوہ ایک اور بچہ، رہے

عیسیٰ علیہ السلام تو ان کو تم جانتے ہی ہو۔

یہ جریج بنو اسرائیل میں ایک عبادت گذار شخص تھا، اس کی والدہ موجود تھی، ایک دن وہ نماز پڑھ رہا تھا کہ اس کی والدہ کو اس سے ملنے کا شوق ہوا، ماں نے آواز دی، اے جریج! اس نے دل ہی دل میں کہا: نماز کا خیال کروں یا ماں کی طرف آؤں؟ اور پھر نماز شروع کر دی۔ ماں نے پھر بلایا تو اس نے دل میں وہی کہا اور پھر نماز شروع کر دی، ماں کو اس سے دھچکا سا لگا تو اس کے منہ سے یہ بددعا نکل گئی: الٰہی! اسے زانیہ عورتوں کے چہرے دکھائے بغیر نہ مارنا، بنو اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت موجود تھی، اس نے لوگوں سے کہا کہ میں جریج کو بہکاؤں گی اور وہ زنا کرے گا، چنانچہ وہ اس کے پاس آئی لیکن کوئی برائی نہ کر سکی۔ وہاں ایک چرواہا تھا جو رات کو پناہ کی خاطر جریج کے کمرے کے پاس آتا تھا۔

جب وہ جریج سے مایوس ہو گئی تو اس چرواہے کو پھانس لیا، وہ اس سے ہم بستر ہوا جس کے نتیجے میں ایک بچہ پیدا ہو گیا، اس نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ جریج کا بچہ ہے۔ بنو اسرائیل جریج کے پاس آئے، اس کا کمرہ گرا دیا اور گالیاں دینے لگے۔ جریج نے نماز پڑھ کر دعا کی اور پھر اس بچے کو ہلایا۔

حضرت محمد بن سیرین کہتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ گویا اب بھی مجھے یاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے (جریج کی نقل اتارتے ہوئے) اپنے ہاتھ سے فرمایا تھا: ''اے غلام! تمہارا باپ کون ہے؟'' چنانچہ اس نے کہا کہ میرا باپ چرواہا ہے۔ اس پر بنو اسرائیل بہت شرمسار ہوئے اور جریج سے معذرت کرتے ہوئے کہا: ہم تمہارا عبادت خانہ سونے سے (راوی کو شک ہے کہ شاید) یا چاندی سے بنا دیتے ہیں لیکن اس نے انکار کر دیا چنانچہ انہوں نے پہلے جیسا بنا دیا۔

رہا دوسرا بچہ تو یہ ایک عورت کا تھا جسے دودھ پلاتی تھی، اسی دوران اس کے قریب سے ایک خوبصورت اور سڈول جسم کا نوجوان گذرا، اس نے دعا کی، الٰہی! میرا بچہ بھی ایسا ہو جائے، بچہ بولا، یا اللہ! مجھے اس جیسا نہ کرنا۔

حضرت محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بتاتے تھے، گویا کہ میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ دودھ پیتے بچے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔

اسی دوران وہاں سے ایک عورت گذری جس کے متعلق لوگ کہتے تھے کہ یہ چور ہے اور زانیہ ہے، نیز سزا یافتہ ہے۔ بچے کی ماں نے اسے دیکھ کر دعا کی کہ یا اللہ! میرے بچے کو اس عورت جیسا نہ کرنا۔ اس پر وہ بچہ بولا کہ اے اللہ! تو مجھے اس جیسا کر دے۔

ماں نے اپنے بیٹے سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ وہ نوجوان تو ایک جابر و ظالم شخص تھا اور یہ عورت جس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ زانیہ ہے، زانیہ نہیں، لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چوری کی تھی لیکن یہ چور نہیں، یہ تو صرف یہ کہا کرتی ہے کہ حَسْبِیَ اللّٰہُ (مجھے ہر معاملے میں اللہ کافی ہے)۔

یہ مذکورہ روایت صحیح احادیث کی کتابوں میں موجود ہے۔انہی میں غار والی حدیث بھی ہے جو صحیح احادیث کی کتابوں میں مشہور و معروف ہے۔

حدیث غار:

حضرت سالم رضی اللہ عنہ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
''تم سے پہلے لوگوں کے ایک قبیلہ میں سے تین شخص سفر پر روانہ ہوئے، رات ہوگئی تو انہیں ایک غار کی پناہ ملی، وہ اس میں داخل ہوگئے۔خدا کا کرنا کہ پہاڑ سے ایک پتھر لڑھکا اور اس نے غار کا منہ بند کر دیا، انہوں نے آپس میں کہا کہ بخدا! اس پتھر سے نجات تو تب تک ناممکن ہے جب تک تم نیک اعمال کے واسطہ سے بارگاہ الٰہی میں دعا نہیں مانگو گے، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا میرے والدین بوڑھے اور عمر رسیدہ تھے، میں اپنے والدین سے قبل کسی کو دودھ نہ پلاتا تھا، نہ بیوی بچوں اور نہ ہی غلام کو۔ایک دن درخت تلاش کرتے مجھے دیر ہوگئی، میں شام تک واپس نہ آیا تو وہ سو گئے، میں نے دودھ دوہا اور ان کے پاس پہنچا تو وہ ابھی تک سوئے پڑے تھے، میں نے بیدار کرنا اچھا نہ سمجھا اور ان سے پہلے بیوی بچوں اور غلام کو دودھ پلانا مناسب خیال نہ کیا چنانچہ ہاتھ میں پیالہ لئے کھڑا رہا اور اس انتظار میں رہا کہ ابھی جاگیں گے، اسی دوران صبح ہوگئی، اب وہ جاگے تو اپنے حصے کا دودھ پیا۔تو اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو جس مصیبت میں ہم گرفتار ہیں، اسے دور کر دے چنانچہ پتھر قدرے ہٹا لیکن نکلنے کا راستہ نہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا: کہ پھر دوسرا بولا: اے اللہ! میری ایک چچا زاد بہن تھی، مجھے بہت پیاری لگتی تھی، میں نے اسے بہکانے کی کوشش کی لیکن وہ انکاری ہوگئی، ایک سال وہ قحط میں مبتلا ہوگئی تو میرے پاس چلی آئی، میں نے اسے ایک سو بیس دینار اس شرط پر دینے کو کہا کہ اسے برائی کرنا ہوگی، وہ مان گئی، جب میں برائی پر قادر ہوا تو اس نے کہا: تمہارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ناحق مہر توڑ دو، چنانچہ میں برائی سے باز آیا اور پیچھے ہٹ گیا حالانکہ وہ مجھے ساری دنیا سے پیاری تھی، پھر میں نے اسے وہ سونا بھی چھوڑ دیا جو اسے دے چکا تھا، الٰہی! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے جس میں ہم گرفتار ہیں، پتھر کچھ مزید ہٹا لیکن یہ اب بھی نکل نہیں سکے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تیسرا بولا کہ: الٰہی! میں نے چند مزدوروں سے مزدوری پر کام لیا اور انہیں اجرت دے دی، صرف ایک آدمی ایسا تھا جس نے اپنی مزدوری نہ لی اور چلا گیا، اس کی وہ اجرت میرے پاس بڑھتی رہی چنانچہ کچھ عرصہ بعد وہ آیا اور مجھ سے اجرت مانگی، تو میں نے کہا، یہ اونٹ، بکریاں، گائے اور غلام جو کچھ بھی تم دیکھ رہے ہو، سب تمہارا ہے، اس نے کہا مجھ سے ٹھٹھا نہ کرو، میں نے کہا، ٹھٹھا نہیں کر رہا چنانچہ وہ سب مال ہانک کر لے گیا اور باقی کچھ بھی نہ چھوڑا۔الٰہی! اگر یہ کام میں نے صرف تیری رضا کے لئے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے جس میں ہم مبتلا ہیں! چنانچہ پتھر مکمل طور پر ہٹ گیا اور وہ غار سے نکل کر روانہ ہوگئے۔''

☆ انہی کرامات والی احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ گائے نے ان سے کلام کیا:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''ایک شخص بوجھ لادے گائے کو لئے جارہا تھا کہ گائے نے اس کی طرف توجہ کی اور کہا کہ میں اس کام کے لئے پیدا نہیں کی گئی، مجھے تو کھیتی باڑی کے لئے پیدا کیا گیا ہے، لوگوں نے کہا سبحان اللہ! اس پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ میں، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہم) اس بات کو مانتے ہیں۔''

انہی احادیث میں سے حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی ہے جس میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ان مشاہدات کا ذکر ہے جو حضرت اویس قرنی سے تعلق رکھتے ہیں، بعدازاں ان کا ھرم بن حیان سے ملاقات کرنا اور سلام کہنا حالانکہ اس سے قبل دونوں ایک دوسرے کو جانتے نہ تھے، یہ سب ایسے واقعات ہیں جو عادت کے خلاف ہیں، حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہم نے اس کی شہرت کی بنا پر ذکر نہیں کی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور پھر ان کے بعد کے بزرگوں سے اس قدر کرامات کا ظہور ہو چکا ہے کہ وہ حد شہرت تک پہنچ چکی ہیں۔

سلسلہء کرامات میں بہت سی کتابیں تصنیف ہو چکی ہیں، ہم یہاں انشاء اللہ چند کرامات کا ذکر کریں گے۔

کرامتِ ابن عمر رضی اللہ عنہما:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک سفر میں تھے، آپ ایک جماعت سے ملے جو درندے سے ڈر کر راستے میں کھڑے تھے، آپ نے اس درندے کو وہاں سے بھگا دیا اور پھر فرمایا کہ ابن آدم پر ایسی چیز کو مسلط کر دیا جاتا ہے جس سے وہ ڈرے اور اگر انسان اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا ہے تو اس پر کوئی چیز مسلط نہیں کی جاتی۔ یہ ایک معروف حدیث ہے۔

کرامت حضرت علاء الحضرمی:

(2) ایک روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علاء الحضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک جنگ میں بھیجا چنانچہ میدان جنگ اور ان کے درمیان کچھ دریائی حصہ آ گیا، چنانچہ حضرت علاء الحضرمی نے اسم اعظم کے وسیلہ سے دعا کی تو پانی پر چل کر پار نکل گئے۔

لاٹھی سے روشنی:

(3) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عتاب بن بشیر حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کے ہاں سے روانہ ہوئے تو ان دونوں میں سے ایک کی لاٹھی کا سرا روشنی دینے لگا۔

پیالہ کی تسبیح:

(4) ایک روایت میں ہے کہ حضرت سلمان اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے ایک پیالہ تھا جس نے تسبیح (سبحان اللہ) کہنا شروع کر دی۔

☆ یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی ایسے پراگندہ بالوں والے گرد آلود چہرے والے اور چیتھڑے پہنے لوگ ہوں گے، لوگ انہیں شمار میں نہیں لائیں گے، اگر وہ اللہ کو کسی کام کے بارے میں قسم دے دیں تو اللہ اسے پوری فرما دے گا۔
اس روایت میں خاص طور پر کسی چیز کے لئے مقرر نہیں کیا گیا کہ کس شے کے بارے میں قسم کھائیں گے۔
(نوٹ): چونکہ یہ روایات مشہور ہیں اس لئے ان کی سندیں دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

۴۰ دن صدق دل سے دنیا کو ترک کرنے سے کرامتوں کا ظہور:

☆ حضرت سہل بن عبد اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے چالیس دن تک صدق دل اور خلوص نیت سے دنیا کو ترک کر دیا تو اس سے کرامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور اگر ایسا نہ ہوا تو سمجھ لو کہ اس نے دنیا سے کنارہ کشی نہیں کی۔
حضرت سہل سے عرض کی گئی کہ کرامت اس سے کیسے ظاہر ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا ولی جو چاہے، لے لے، جیسے چاہے لے اور جہاں سے چاہے لے۔

بادل نے حکماً باغ سیراب کیا:

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص نے کوئی کلمہ کہہ دیا تو اس نے دل سے گرج سنی، پھر ایک آواز آئی کہ فلاں آدمی کے باغ کو سیراب کر دو! چنانچہ وہ بادل کھلے میدان میں آ کر برسا، یہ شخص بادل کے پیچھے چلا، اچانک دیکھا تو باغ میں کھڑا ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا، اس نے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے صحیح صحیح نام بتا دیا۔ اس نے پھر پوچھا: جب تو باغ کو کاٹتا ہے تو کیا کرتا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ سوال کیوں کرتے ہو؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں نے بادل سے یہ آواز سنی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ اس نمازی نے کہا، اگر تم نے پوچھ ہی لیا ہے تو میں بتایا ہوں کہ میں اس پھل کے تین حصے کرتا ہوں، اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے ایک تہائی رکھ لیتا ہوں، ایک تہائی باغ کے لئے اور ایک تہائی مساکین اور مسافروں کے لئے رکھتا ہوں۔

کرامت حضرت سہل بن عبد اللہ:

(6) حضرت ابو نصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم ''تستر'' پہنچے تو میں نے حضرت سہل بن عبد اللہ کے محل میں ایک مکان دیکھا جسے لوگ ''بیت السباع'' کہتے تھے، ہم نے یہ نام رکھنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ درندے حضرت سہل کے پاس آتے تو آپ انہیں اس گھر میں داخل کر دیتے جہاں گوشت وغیرہ سے ان کی مہمانی کرتے اور پھر انہیں جانے دیتے۔
حضرت ابو نصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل تستر اس واقعہ کی سچائی پر متفق ہیں، کوئی انکار نہیں کرتا حالانکہ لوگ بڑی تعداد

میں رہتے ہیں۔

کرامت ابوالخیر تینانی:

(7) حضرت حمزہ بن عبداللہ علوی تمیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابوالخیر تینانی کے پاس گیا، میرے دل میں خیال تھا کہ میں صرف سلام کر کے واپس آ جاؤں گا اور کھانا نہیں کھاؤں گا چنانچہ میں ان کے ہاں سے نکلا، ابھی تھوڑی دور ہی پہنچا تھا، کہ دیکھا وہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، ایک تھال اٹھا رکھا ہے جس میں کھانا تھا، فرمایا، ارے جوان! یہ کھانا کھا لو کیونکہ اب تو تم اپنے ارادے کو پورا کر چکے ہو۔

ولی درندوں پر غالب:

(8) حضرت ابراہیم رقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں انہیں (ابوالقینانی) کو سلام کرنے حاضر ہوا، انہوں نے مغرب کی نماز پڑھی تو صحیح طور پر سورۂ فاتحہ بھی نہ پڑھی، میں نے دل میں کہا کہ میرا سفر تو ضائع ہو گیا۔ میں نے سلام پھیرا تو اور قضائے حاجت کے لئے نکلا، ایک درندہ میرے پیچھے ہولیا، میں واپس ان کے پاس آیا اور عرض کی کہ درندہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔ آپ باہر نکلے اور درندے کو ڈانٹا اور فرمایا، میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ میرے مہمانوں کے پیچھے نہ پڑو چنانچہ درندہ چلا گیا اور میں طہارت کے لئے چلا گیا پھر جب واپس آیا تو انہوں نے فرمایا: تم اپنے ظاہر کو درست کرتے رہتے ہو لہٰذا درندے سے ڈر رہے ہو، ہم تو دل کو درست کرتے ہیں، اس لئے درندہ ہم سے ڈرتا ہے۔

کرامت حضرت جعفر خلدی:

(9) کہتے ہیں کہ حضرت جعفر خلدی رحمہ اللہ کے پاس ایک نگینہ تھا، ایک دن دریائے دجلہ میں جا گرا، انہیں ایک ایسی دعا یاد تھی جس سے گم شدہ چیز مل جاتی تھی چنانچہ انہوں نے دعا پڑھی تو تلاش کرتے کرتے پتوں میں سے وہ نگینہ مل گیا۔
حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ دعا یہ تھی: يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِجْمَعْ عَلَيَّ ضَالَّتِيْ (اے لوگوں کو یقینی آنے والے دن میں جمع فرمانے والے، میری گمشدہ چیز واپس کر دے)۔
ابونصر سراج رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالطیب مکی رحمہ اللہ نے مجھے ایک رسالہ دکھایا جس میں ایسے لوگوں کے نام درج تھے جنہوں نے اس دعا کو گمشدہ شے کے لئے پڑھا تو وہ چیز مل گئی، رسالے کے کافی اوراق تھے۔

کرامت احمد طابرانی:

(10) میں نے احمد طابرانی سرخسی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کیا آپ سے کوئی کرامت ظاہر ہوئی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ میں مرید ہوا تو اپنے ابتدائی دور میں بسا اوقات ایسا ہوتا کہ میں استنجا کے لئے پتھر ڈھونڈتا اور نہ ملتا تو میں ہوا سے کوئی شے لیتا۔ وہ سخت ہو جاتی تو میں اس سے استنجا کر کے اسے پھینک دیتا۔
پھر فرمایا کہ کرامت میں کیا عظمت رکھی ہے، اس کا مقصد تو صرف یہ ہوتا ہے کہ توحید کے بارے میں انسان کا یقین پختہ ہو

جائے چنانچہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو موجد (ایجاد کرنے والا) نہیں مانتا تو اس کے لئے عادت کے مطابق کام کر کے دکھانا اور عادت کے خلاف کر کے دکھانا ایک جیسا ہوتا ہے۔

کرامتِ فقیر:

(11) حضرت ابوالحسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''عبادان'' میں ایک سیاہ رنگ کا فقیر تھا، جو بیابان میں رہتا تھا، میں نے کچھ چیز اس کے لئے لی اور اسے تلاش کرنے لگا، جب اس کی نظر مجھ پر پڑی تو اس نے تبسم کیا اور ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کیا، میں نے دیکھا کہ ساری زمین سونے کی طرح چمک رہی تھی، پھر مجھ سے کہا کہ لاؤ جو کچھ لے کر آئے ہو، میں نے اسے وہ چیز تو دے دی لیکن مجھ پر خوف طاری ہو گیا اور میں وہاں سے بھاگ آیا۔

کرامت احمد بن عطاء روذباری:

(12) حضرت احمد بن عطاء روذباری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں طہارت کے بارے میں بہت زیادہ توجہ دیتا تھا، ایک رات میں تنگدل ہو گیا کیونکہ میں پانی بہت بہا چکا تھا، لیکن میرا دل ابھی تک مطمئن نہ تھا میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار! معاف فرما دے چنانچہ میں نے ہاتف سے سنا، اس نے کہا کہ معافی تو علم میں پائی جاتی ہے (اور تجھ میں علم ہے ہی نہیں) یہ سن کر میری بے چینی ختم ہو گئی۔

(13) حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں (احمد بن عطاء) ایک دن جنگل میں زمین پر بیٹھے دیکھا جہاں بھیڑ بکریوں کے نشان تھے (پیشاب وغیرہ) اور آپ مصلی کے بغیر بیٹھے تھے، میں نے کہا: اے شیخ! یہ دیکھو! بھیڑ بکریوں کے نشان ہیں، وہ بولے کہ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے (آپ کو اس مسئلہ کا علم آ گیا تھا کہ ایسی جگہ پاک ہے یا ناپاک)

کرامت حضرت ابوسلیمان خواص:

(14) حضرت ابوسلیمان خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گدھے پر سوار تھا، مکھیاں اسے تکلیف دے رہی تھیں، وہ سر نیچا کرتا تو میں ہاتھ میں پکڑی چھڑی سے اسے مارتا، گدھے نے سر اوپر اٹھا کر کہا: مارو، کیونکہ تم اپنے ہی سر کو مارے جا رہے ہو۔ حضرت حسین کہتے ہیں، میں نے ابوسلیمان سے پوچھا کہ یہ واقعہ آپ سے پیش آیا تھا؟ انہوں نے کہا ہاں، جیسے تم نے مجھ سے سن لیا ہے۔

کرامت حضرت ابوالحسن نوری:

(15) حضرت ابن عطاء رحمہ اللہ سے بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے ابوالحسن نوری سے سنا، فرماتے تھے: کہ میرے دل میں کرامتوں کے بارے میں کچھ شبہات تھے، میں نے بچوں سے ایک سرکنڈا پکڑا اور دو کشتیوں کے درمیان کھڑا ہو گیا اور پھر کہا: تیری عزت کی قسم! اگر میرے لئے تین رطل وزن کی مچھلی نہ نکلی تو میں اپنے آپ کو غرق کر لوں گا۔ وہ بتاتے ہیں، کہ ایک مچھلی پکڑی تو وہ پورے تین رطل کی تھی۔ یہ بات حضرت جنید رحمہ اللہ تک پہنچی تو انہوں نے فرمایا: چاہیے یہ تھا کہ سانپ نکل کر

اسے ڈس لیتا۔

کرامت حضرت ابو جعفر حداد:

(16) حضرت جنید رحمہ اللہ کے استاد حضرت ابو جعفر حدّاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں مکہ میں تھا، میرے بال بڑھ گئے تھے، میرے پاس لوہے کا کوئی ایسا ٹکڑا نہ تھا جس سے بال اتار لیتا، میں ایک حجام کے پاس گیا، میرا خیال تھا کہ وہ ایک نیک آدمی ہے۔ میں نے کہا: خدا کے لئے میرے بال کاٹ دو گے؟ اس نے کہا، ہاں: بڑی خوشی سے! اس کے آگے ایک دنیا دار بیٹھا تھا، انہوں نے اسے اٹھا دیا اور مجھے بٹھا لیا اور بال کاٹنے شروع کر دیئے: پھر مجھے ایک کاغذ پکڑایا جس میں کچھ درہم تھے اور کہا ان سے اپنی ضرورت پوری کرلو، میں نے لے لئے اور میں نے خیال کیا کہ جب بھی مجھے رقم ملتی ہے، میں یہ واپس کردوں گا۔
وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ کی مسجد میں چلا گیا تو مجھے ایک ساتھی ملا اور کہنے لگا کہ بصرہ سے آپ کا ایک بھائی ایک سے تھیلی لے کر آیا ہے جس میں تین سو دینار ہیں۔ حدّاد کہتے ہیں کہ میں نے وہ تھیلی لے لی اور لے کر اس حجام کے پاس چلا گیا اور کہا یہ لو تین سو درہم اور اپنی کسی ضرورت میں خرچ کرلو۔ اس نے کہا: اے شیخ! تمہیں حیا نہیں آتی، تم نے تو مجھے خدا کے نام پر بال اتارنے کو کہا تھا، میں یہ درہم کیسے لے لوں؟ چلے جاؤ اللہ تمہیں معاف کرے۔

کرامت حضرت ابوالحسین نوری:

(17) حضرت نوری رحمۃ اللہ ایک دن نکلے اور دریائے دجلہ کے کنارے جا پہنچے تو دیکھا کہ اس کے دونوں کنارے ملے ہوئے ہیں چنانچہ واپس آگئے اور کہا: تمہاری عزت کی قسم! میں کشتی کے بغیر اس کو پار نہیں کروں گا۔

کرامت ابوتراب نخشبی:

(18) حضرت محمد بن یوسف بناء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابوتراب نخشبی صاحب کرامات بزرگ تھے، میں سال بھر ان کے ہمراہ سفر میں رہا، آپ کے ساتھ چالیس افراد ہوتے تھے، ایک مرتبہ فاقہ کی نوبت آئی تو ابوتراب راستہ سے ہٹ کر ایک طرف گئے اور کھجور کا گچھا لے آئے چنانچہ مل کر ہم نے کھایا البتہ ایک نوجوان نے نہ کھایا، ابوتراب نے اسے کہا کہ کھاؤ، اس نے کہا: جس حال کے بارے میں میرا اعتقاد ہے وہ معلوم چیزوں کو ترک کرنا ہے اور چونکہ آپ بھی میرے معلوم ہوتے ہیں لہذا میں آج کے بعد آپ سے صحبت نہ رکھوں گا۔ یہ سن کر ابوتراب نے کہا: جیسے تمہاری مرضی۔

کرامت حضرت ابوعلی سندی:

(19) حضرت ابونصر سراج رحمہ اللہ حضرت ابویزید رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ میرے پاس میرے استاد ابو علی سندی آئے، ان کے ہاتھ میں ایک تھیلا تھا، انہوں نے اسے پلٹ دیا، دیکھا تو ہیرے جواہرات تھے۔ میں نے پوچھا، یہ کہاں سے لئے؟ انہوں نے کہا، میں اس نزدیکی وادی سے گذرا تو دیکھا کہ یہ چراغ کی طرح چمک رہے تھے چنانچہ میں نے اٹھا لئے۔ میں نے کہا وادی میں سے گذرتے وقت آپ کس حال میں تھے؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں وہاں سے گذرا ہوں

تو میری اپنی حالت دگرگوں تھی۔

☆ حضرت ابویزید رحمہ اللہ سے کسی نے کہا کہ فلاں شخص رات بھر میں مکہ پہنچ جایا کرتا ہے! آپ نے کہا کہ شیطان لعنتی ہونے کے باوجود لمحہ بھر میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتا ہے۔

☆ آپ سے یہ بھی کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلا کرتا ہے اور ہوا میں بھی اڑ لیتا ہے!
آپ نے فرمایا کہ ہوا میں اڑنا تو پرندوں کا کام ہے اور پانی پر تو مچھلی بھی تیر لیتی ہے!

☆ حضرت سہل بن عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ تو اپنے برے اخلاق کو بدل لے۔

پانی سونے چاندی کی سلاخیں بن گیا:

(20) حضرت سالم رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک آدمی جس کا نام عبدالرحمٰن بن احمد تھا جو سہل بن عبداللہ کی صحبت میں رہتا تھا، ایک دن اس نے کہا کہ میں کئی مرتبہ نماز کے لئے وضو کرتے وقت دیکھتا ہوں کہ پانی میرے سامنے سونے اور چاندی کی سلاخیں بن کر بہتا ہے۔ اس پر حضرت سہل نے کہا، تم نے دیکھا نہیں کہ جب بچے روتے ہیں تو انہیں خشخاس کے دانے دے دیئے جاتے ہیں کہ ان میں مشغول رہیں؟

حیرتناک چڑیا:

(21) حضرت جنید رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت سری رحمہ اللہ کے پاس ایک دن پہنچا تو انہوں نے کہا، میرے پاس روزانہ ایک چڑیا آیا کرتی تھی، میں روٹی مروڑ کر ذرے بناتا تو وہ میرے ہاتھوں پر بیٹھ کر کھایا کرتی، ایک وقت ایسا آیا کہ وہ میرے ہاتھ پر نہ بیٹھی میں نے دل میں سوچا کہ اس کی وجہ آخر کیا ہو سکتی ہے؟ مجھے یاد آیا کہ میں نے مصالحوں کے ساتھ نمک کھایا ہے چنانچہ میں نے دل میں تہیّہ کر لیا کہ آج کے بعد یہ نہیں کھاؤں گا، بس توبہ کرتا ہوں چنانچہ اس نے چڑیا میرے ہاتھ پر بیٹھ کر کھا لیا۔

(22) حضرت ابوعمر والانماطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک بیابان میں اپنے استاد کے ہمراہ تھا کہ ہمیں بارش نے گھیر لیا، ہم آرام کرنے ایک مسجد میں چلے گئے، مسجد ٹپک رہی تھی، ہم ایک چھڑی لے کر چھت درست کرنے کے لئے اوپر چڑھ گئے، چھڑی چونکہ چھوٹی تھی، دیوار تک نہیں جاتی تھی، استاد نے کہا کہ اسے کھینچو، میں نے اسے کھینچا تو اس دیوار سے اس دیوار پر چڑھ گیا۔

علم شریعت کے بغیر علم حقیقت کفر تک پہنچا دیتا ہے

حقیقت بغیر شریعت باعثِ کفر:

(23) حضرت ابوبکر دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں بنو اسرائیل کے جنگل میں سے گذر رہا تھا کہ میرے دل میں کھٹکا سا پیدا ہو گیا کہ علم حقیقت، علم شریعت سے ٹکراؤ کھاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایک درخت کے نیچے سے ہاتف نے آواز دی کہ ہر ایسی حقیقت جو شریعت کے سہارے کے بغیر ہوتی ہے، کفر ہوتی ہے۔

کرامت حضرت خیر النساج:

(24) ایک صوفی نے بتایا کہ میں حضرت خیر النساج کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا کہ ایک آدمی آ گیا اور کہنے لگا: اے شیخ! کل میں نے دیکھا تھا کہ آپ نے دو درہم میں سوت بیچا، میں آپ کے پیچھے ہولیا اور تہبند سے کھول کر نکال لئے تھے، درہم ہاتھ میں لیتے ہی میرے ہاتھ سکڑ گئے تھے۔ صوفی نے کہا کہ یہ سن کر آپ ہنس پڑے، میرے ہاتھ کی طرف اشارہ کیا تو وہ کھل گیا، پھر فرمایا: جاؤ اور ان درہموں سے اپنے اہل و عیال کے لئے خریداری کرلو، آئندہ ایسی حرکت نہ ہونے پائے۔

(25) صوفی احمد بن محمد کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے بتایا: میں ایک دن حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے ہاں حاضر ہوا، آپ کے سامنے سونے کا طشت رکھا تھا جس کے گرد اگرد خوشبودار لکڑی ند اور عنبر سلگ رہے تھے، مجھے دیکھ کر کہا، تم ان میں سے ہو جو بادشاہوں کے فراخی کے دنوں میں ان کے پاس جایا کرتے ہو؟ (ہم بھی کسی سے کم نہیں) پھر مجھے ایک درہم دیا جسے میں نے بلخ جانے تک خرچ کیا۔

(26) حضرت ابو سعید خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں ایک سفر میں تھا، ہر تین دن بعد کچھ مل جاتا تو میں اسے کھالیتا، ایک مرتبہ تین دن گذر گئے مگر کوئی چیز نہیں ملی تو انتہائی کمزور ہو گیا اور بیٹھ گیا، اتنے میں ہاتف نے آواز دی، کیا چاہتے ہو؟ اسباب کے ذریعے کام کرنا یا قوت کے ذریعے؟ میں نے کہا، قوت چاہتا ہوں چنانچہ میں اسی وقت اٹھ کھڑا ہوا، بارہ دن تک کچھ کھائے بغیر سفر کرتا رہا اور پھر کمزوری بھی نہ ہوئی۔

(27) حضرت خواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں کئی دن تک جنگل میں حیران پھرتا رہا، اسی دوران ایک آدمی آیا' مجھ کو سلام کیا اور پوچھا کہ راستہ سے بھٹکے پھرتے ہو؟ میں نے ہاں میں جواب دیا تو اس نے کہا، تجھے راستہ بتاؤں؟ پھر میرے آگے آگے چند قدم چلا اور پھر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک کھلے راستے پر ہوں، اس کے بعد میں راستہ سے نہیں بھٹکا، نہ ہی بھوک لگی اور نہ پیاس۔

(28) حضرت رقی رحمہ اللہ بتاتے ہیں ابن الجلاء نے مجھے بتایا کہ جب میرے والد نے وصال کیا تو تختے پر پڑے مسکرا دیئے، کسی کو نہلانے کی جرات نہ ہو رہی تھی، لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ زندہ ہیں چنانچہ ان کے ایک دوست نے آکر انہیں غسل دیا۔

(29) حضرت سہل بن عبداللہ کے ساتھی حضرت ملیحی رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت سہل رحمہ اللہ ستر دن تک کھانے سے صبر کر لیتے تھے، جب کھاتے تو کمزور ہو جاتے اور نہ کھاتے تو طاقتور ہو جاتے۔

(30) حضرت ابو عبید بسری رحمہ اللہ رمضان کی پہلی تاریخ کو گھر میں داخل ہو جاتے' بیوی سے کہہ دیتے کہ دروازہ کو مٹی لگا کر بند کر دو اور روزانہ روشن دان سے ایک روٹی اندر پھینک دیا کرو، عید کا دن آیا تو دروازہ کھول کر ان کی بیوی گھر میں داخل ہوئی، دیکھا تو گھر کے ایک کونے میں تیس روٹیاں پڑی تھیں، نہ آپ نے روٹی کھائی نہ ہی پانی پیا' نہ ہی سوئے اور نہ ہی کوئی رکعت قضا ہونے دی۔

(31) حضرت ابو الحارث اولاشی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ تیس سال تک میری زبان میرے دل سے سن کر بولتی رہی اور پھر تیس سال ایسے گذرے کہ میرا باطن اللہ سے سنا کرتا تھا۔

(32) حضرت علی بن سالم رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ آخری عمر میں اپاہج ہو گئے، جب بھی نماز کا وقت ہوتا، ہاتھ

پاؤں کھل جاتے اور نماز سے فارغ ہوتے ہی دوبارہ جڑ جاتے۔

(33) حضرت ابوعمران واسطی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں اور میری بیوی ایک تختہ پر رہ گئے، اسی حالت میں اس نے ایک بچی کو جنم دیا، میری بیوی نے چلا کر مجھے کہا کہ میں پیاس سے مر رہی ہوں، میں نے کہا کہ اللہ ہمارے حال کو دیکھ رہا ہے، اسی دوران میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ہوا میں ایک آدمی سونے کی زنجیر ہاتھ میں لئے ہوئے ہے جس میں سرخ یاقوت کا ایک آبخورہ ہے، مجھے کہہ رہا ہے کہ اسے پی لو۔ ابوعمران کہتے ہیں کہ میں نے وہ آبخورہ پکڑا اور دونوں ہاتھوں سے پانی پی لیا، پانی کیا تھا، کستوری سے زیادہ خوشبودار برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے میٹھا تھا۔ میں نے پوچھا، اللہ تم پر رحم کرے، بتاؤ تو سہی تم کون ہو؟ اس نے بتایا کہ تمہارے آقا کا ایک حقیر سا غلام ہوں! میں نے پھر پوچھا کہ اس مرتبہ پر کیسے پہنچے؟ اس نے کہا کہ میں نے آقا کی رضامندی کی خاطر خواہشات نفسانی کو خیر باد کہہ دیا تو اس نے مجھے ہوا میں بٹھا دیا اور پھر ایسا غائب ہوا کہ آج تک نہیں دیکھا۔

(34) حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خانہ کعبہ کے قریب ایک نوجوان دیکھا کہ کثرت سے رکوع و سجود کئے جا رہا ہے، میں اس کے قریب ہوا اور کہا، اتنے نوافل کیوں پڑھتے جا رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اس انتظار میں ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کب جانے کی اجازت دیتا ہے۔ حضرت جنید کہتے ہیں کہ میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس پر ایک رقعہ گرا، دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا: ''عزیز و غفور کی طرف سے میرے سچے بندے کی طرف، جا سکتے ہو کیونکہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کئے جا چکے ہیں۔''

(35) ایک صوفی نے بتایا کہ میں مدینہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں مسجد نبوی میں ایک گروہ کے ہمراہ بیٹھا تھا، ہم آیات قرآنی کا اجراء کر رہے تھے، قریب ہی بیٹھا ایک نابینا سب کچھ سن رہا تھا، اٹھ کر ہمارے پاس آ گیا اور کہا مجھے تمہاری تلاوت بہت اچھی لگی ہے۔ اب میری بات غور سے سنو! میری ایک بیٹی تھی، میں عیال دار تھا، میں بقیع سے لکڑیاں اکٹھی کرنے نکل جاتا تھا، ایک دن نکلا تو ایک نوجوان دیکھا جس نے سوتی قمیص پہن رکھی تھی اور جوتا انگلیوں میں ڈالا ہوا تھا، میں نے سمجھا کہ دیوانہ ہے۔ میں نے اس کے کپڑے چھین لینے کا ارادہ کر لیا اور کہا کہ یہ سارے کپڑے اتار دو، اس نے کہا، خیر سے چلے جاؤ! میں نے دوبارہ سہ بارہ کہا تو اس نے کہا، کیا ضرور اترواؤ گے؟ میں نے کہا، ہر صورت میں اتراؤں گا۔ اس نے دور ہی سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو دونوں نکل کر جا پڑیں۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم دیتا ہوں، یہ تو بتاؤ کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: ابراہیم بن خواص ہوں۔

(36) حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں کشتی میں سوار تھا کہ کسی کا کمبل چرا لیا گیا، لوگوں نے ایک شخص پر تہمت لگا دی۔ میں نے کہا اسے چھوڑ دو، میں نرمی سے پوچھ لوں گا۔ یکایک دیکھا تو ایک نوجوان چادر اوڑھے لیٹا تھا، اس نے چہرہ نکالا تو حضرت ذوالنون نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا، اس نے کہا، چوری کا الزام مجھ پر لگاتے ہو؟ (پھر آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا) اے پروردگار! میں تجھے قسم دے کر کہتا ہوں کہ کوئی مچھلی موتی لئے بغیر باہر نہ آئے۔ حضرت ذوالنون بتاتے ہیں، ہم نے دیکھا تو بے شمار مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں موتی لئے سمندر کی سطح پر آ چکی تھیں اور پھر اس نوجوان نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور کنارے تک جا پہنچا۔

(37) حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جنگل میں جارہا تھا کہ ایک نصرانی نظر پڑا، کمر میں زنار پہن رکھا تھا، اس نے میرے ساتھ ہونے کو کہا تو سات دن تک ہم نے اکٹھے سفر کیا، ایک دن کہا: اے مذہب اسلام کے راہب! کچھ پلے ہے تو لاؤ کیونکہ بھوک لگ چکی ہے! میں نے کہا: الٰہی! اس کافر کے سامنے مجھے رسوا نہ کر! یکایک میں نے دیکھا تو ایک طبق نظر آیا جس میں روٹی، بھنا گوشت، کھجوریں، اور ایک پھل کے علاوہ پانی بھی رکھا تھا، ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا اور سات دن تک سفر جاری رکھا۔ اب میں نے پہل کرتے ہوئے کہا، اے نصرانی راہب! کوئی کرامت ہے تو دکھاؤ کیونکہ اب تو تمہاری باری ہے! اس نے لاٹھی کا سہارا لیتے ہوئے دعا کی تو دو طبق اتر آئے جن میں میرے طبق سے کئی گنا زیادہ سامان تھا۔ میں نے دیکھا تو حیران رہ گیا، مارے شرم کے میرا رنگ تبدیل ہو رہا تھا اور میں نے کھانے سے انکار کر دیا، اس نے بہت اصرار کیا لیکن میں نے اس کی ایک نہ مانی۔ اس نے کہا، کھاؤ اور میں تمہیں دو بشارتیں بھی سناتا ہوں، ایک تو یہ کہ میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ پڑھتا ہوں اور پھر زنار کھول دیا۔

دوسری خوشخبری یہ ہے کہ دعا کرتے وقت میں نے یہ کہا تھا: اے اللہ! اگر اس بندے کی تمہارے ہاں کچھ عزت ہے تو اس کے صدقے میری دعا قبول کر لے چنانچہ یوں میری دعا قبول ہوئی ہے پھر ہم دونوں نے کھانا کھایا اور چل پڑے۔ اس نے حج کیا اور ایک سال تک ہم مکہ میں رہے پھر وہ فوت ہو گیا تو بطحاء میں دفن کر دیا گیا۔

انار نے حضرت ابراہیم بن ادھم سے اپنے انار کھانے کو کہا:

(38) حضرت محمد بن مبارک صوری رحمہ اللہ نے بتایا کہ بیت المقدس کو جاتے ہوئے میں حضرت ابراہیم بن ادھم کے ہمراہ تھا، قیلولہ کا وقت ہوا تو ہم انگور کے پیڑ کے نیچے جا رکے، کچھ نوافل ادا کئے، میں نے انار کی جڑ سے آواز سنی کہ اے ابو اسحٰق! براہ مہربانی میرے ساتھ لگا کچھ پھل کھائیے، حضرت ابراہیم نے سر جھکا لیا، درخت نے تین مرتبہ آواز دی، پھر کہا اے محمد! آپ ہی میری سفارش کر دیجئے کہ کچھ کھالیں۔ میں نے کہا اے ابو اسحٰق! آپ سن تو رہے ہیں چنانچہ وہ اٹھے اور دو انار توڑ لئے، ایک تو خود کھایا اور دوسرا مجھے دے دیا، میں نے کھایا تو وہ ترش تھا، درخت چھوٹے قد کا تھا، واپسی پر ہم پھر اسی درخت کے قریب آئے تو دیکھا کہ وہ بلند ہو چکا تھا اور انار میٹھے تھے، پتہ چلا کہ سال میں دو بار پھل دیتا ہے اور لوگوں نے اس کا نام ''رمانۃ العابدین'' رکھ دیا تھا کیونکہ عبادت گذار اس کے سایہ میں بیٹھا کرتے تھے۔

حضرت جابر رحبی نے شیر پر سواری کی:

(39) حضرت جابر رحبی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ اہل رحبہ نے میرے سامنے کرامات کا انکار کیا تو ایک دن میں شیر پر سوار ہو کر ان کے پاس گیا اور اعلان کر دیا کہ کون ہیں جو اولیاء کا انکار کرتے ہیں؟ حضرت جابر بتاتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا۔

حضرت عبد الرزاق بن ہمام حضرت خضر سے بڑھ کر:

(40) حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ کسی نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا تو پوچھا، کبھی اپنے سے بڑھ کر بھی کسی کو دیکھا

ہے؟ تو انہوں نے کہا، ہاں دیکھا ہے، یہ حضرت عبدالرزاق بن ہمام ہیں، مدینہ پاک میں احادیث بیان کرتے ہیں اور ارد گرد بیٹھے لوگ سنا کرتے ہیں۔ پھر میں نے ان سے کچھ فاصلے پر ایک نوجوان کو دیکھا جو گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھا تھا۔ میں نے اسے کہا ،ارے! عبدالرزاق تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث بیان کررہے ہیں، تم کیوں نہیں سنتے ؟اس نے کہا کہ یہ تو میت سے روایت کرتے ہیں جبکہ میں تو اللہ سے غائب ہوتا ہی نہیں۔ میں نے کہا، اگر تم یونہی ہو جیسے کہتے ہو تو بتاؤ، میں کون ہوں؟ اس نے سر اٹھایا اور کہا: تم میرے بھائی ابو العباس خضر ہو! تب مجھے پتہ چلا کہ اللہ کے ایسے بندے بھی موجود ہیں جو میرے علم میں نہیں ہیں۔

حضرت یحییٰ ہوا میں اڑتے:

(41) کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا ایک مرید تھا جسے یحییٰ کہتے تھے، ایک بالا خانے میں عبادت کرتا، نہ تو ادھر جانے کا کوئی راستہ تھا اور نہ اوپر چڑھنے کو سیڑھی، جب اسے طہارت کی ضرورت ہوتی تو بالا خانے کے دروازے پر آ کر پڑھتا **لا حول ولاقوۃ الا باللہ** اور پرندے کی طرح ہوا میں اڑ جاتا، پھر طہارت کر کے واپس آتا تو یونہی لاحول پڑھتا اور اپنے بالا خانے میں آجاتا۔

حضرت ابو عمر اصطخری دور دروازے جواب دیتے:

(42) حضرت ابو محمد جعفر حذاء شیرازی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں ابو عمر اصطخری سے متاثر تھا جب بھی دل میں کسی بات کا کھٹکا ہوتا تو میں اصطخر جا پہنچتا، اکثر ایسے ہوتا کہ میرے پوچھنے سے پہلے ہی میرے سوال کا جواب دے دیتے اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ پوچھنے پر بتاتے، پھر مصروفیت کی بناء پر وہاں جانے سے رک گیا تو میرے دل میں سوال ہونے پر وہ اصطخری میں بیٹھے جواب دیتے اور دل میں آنے والی ہر بات بتادیا کرتے۔

ایک فقیر اور اچانک روشنی:

(43) ایک صوفی نے بتایا کہ ایک فقیر کسی اندھیرے مکان میں فوت ہو گیا، ہم نے اسے نہلانے کا ارادہ کیا تو چراغ تلاش کرنے میں دشواری ہوئی، اسی دوران ایک روشندان سے روشنی ہوئی جس سے پورا گھر روشن ہو گیا چنانچہ ہم نے اسے غسل دے دیا، جب فارغ ہوئے تو روشنی یوں غائب ہوئی جیسے تھی ہی نہیں۔

مٹی ستو بن گئی:

(44) حضرت آدم بن ابو ایاس رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ہم عسقلان میں تھے کہ ایک نوجوان ہمارے پاس آیا کرتا، بیٹھا رہتا اور ہم سے گفتگو کیا کرتا، ہم فارغ ہو جاتے تو وہ نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا۔

آدم کہتے ہیں کہ آخری بار ہمارے پاس آیا اور کہا کہ میں اسکندریہ جا رہا ہوں، میں بھی اس کے ساتھ ہولیا اور چند درہم اسے دینے چاہے لیکن اس نے لینے سے انکار کر دیا، میں نے اصرار کیا تو اس نے اپنی چھاگل میں مٹھی بھر مٹی ڈال کر پانی ڈال دیا اور

کہا اسے کھالو، میں نے جو دیکھا تو وہ ستو تھے جن میں بہت سی شکر ڈالی گئی تھی پھر کہنے لگا جس کے پاس اس قسم کا انتظام ہو وہ تمہارے درہم لے کر کیا کرے گا؟ اور پھر یہ اشعار پڑھے:

''دوستو! تمہیں دوستی کی قسم! تم اس وجود کی بات سمجھو جسے اس وجود کے لئے اجنبی ہے، جو دل عشق کے پیچھے پڑ جائے اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حصہ ہونا حرام ہے۔''

ایک اور شاعر کے یہ اشعار ہیں:

''دل اور اس کی سوچ میں کوئی ایسی خالی جگہ نہیں ہے جس پر محبوب کی نظر پڑ سکے، یہی میری خواہش ہے، یہی آرزو اور یہی میری خوشی ہے اور جب تک میں زندہ ہوں میری زندگی کی بہتری کا سبب ہے، جب میرا دل مریض ہوتا ہے تو میرے حصے میں ایک طبیب ہوتا ہے۔''

یہودی کے کپڑے جل گئے لیکن ولی کے نہیں جلے:

(45) حضرت ابراہیم آجری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک یہودی میرے ہاں اپنے اس قرض کا مطالبہ کرنے آیا جو اس نے مجھے دے رکھا تھا، میں اس وقت بھٹی کے قریب بیٹھا اینٹوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا۔ یہودی نے کہا، اے ابراہیم! مجھے کوئی کرامت دکھاؤ تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں۔ میں نے کہا، واقعی مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا، ہاں چنانچہ میں نے کہا، اپنے کپڑے اتار دو، اس نے اتار دیئے، میں نے اس کے کپڑے لپیٹے اور ان پر اپنا کپڑا لپیٹ کر آگ میں پھینک دیئے، پھر میں بھٹی میں داخل ہوا اور آگ کے درمیان سے وہ کپڑے نکال لئے اور دوسرے دروازے سے نکل گیا، میرے کپڑے بالکل ویسے کے ویسے تھے ان پر آگ کا کوئی اثر نہ تھا لیکن اس کے کپڑے لپٹے ہونے کے باوجود اندر ہی اندر جل گئے چنانچہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

(46) کہتے ہیں کہ حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو بصرہ میں اور یوم عرفہ (۹ ذوالحجہ) کو عرفات میں ہوا کرتے۔

(47) حضرت احمد بن محمد بن عبداللہ فرغانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ خلیفہ عباس بن مہدی نے ایک خاتون سے شادی کی، شب زفاف اسے ندامت اٹھانی پڑی کیونکہ قریب ہونے پر اسے جھڑکیں پڑیں چنانچہ اس رات وہ قادر نہ ہو سکا اور باہر نکل آیا، تین دن کے بعد پتہ چلا کہ اس کا شوہر کوئی اور شخص ہے۔

حضرت استاد ابوعلی امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درحقیقت کرامت یہ ہے کہ احمد کے علم نے اس کی حفاظت کر دی۔

حضرت فضیل بن عیاض کا فرمان پہاڑ ہلنے لگا:

(48) حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ منیٰ کی پہاڑیوں میں سے ایک پہاڑی پر تھے کہ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی اس پہاڑ کو ہلنے کا کہہ دے تو لازماً حرکت کرنا شروع کر دے گا چنانچہ ان کے فرماتے ہی وہ حرکت کرنے لگا۔ اس پر آپ نے فرمایا، ٹھہر جاؤ کیونکہ اب تو حرکت کرنے کا نہیں، چنانچہ وہ فوراً ٹھہر گیا۔

(49) حضرت عبدالواحد بن زید نے ابو عاصم بصری سے کہا: جب تجھے حجاج نے پاس بلایا تھا تو تم نے کیا کہا تھا؟ اس نے کہا، میں بالاخانہ میں تھا تو انہوں نے دروازہ کو دستک دی اور اندر داخل ہو گئے، مجھے کسی نے دھکا دیا تو میں مکہ میں ابوقبیس پہاڑ پر پہنچ

گیا، عبدالواحد نے اسے کہا: کھاتے کہاں سے رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ایک بڑھیا افطاری کے وقت وہی دو روٹیاں لئے پہاڑ پر چڑ جاتی جنہیں میں بصرہ میں کھاتا تھا۔ یہ سن کر عبدالواحد نے کہا: یہی وہ دنیا ہے جسے اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ ابو عاصم کی خدمت کرے۔

(50) کہتے ہیں کہ عامر بن قبیس اپنا وظیفہ لیا کرتے تھے، راستے میں جو بھی سامنے آتا، اسے کچھ نہ کچھ دے دیتے، اور پھر جب گھر پہنچتے تو وہ درہم انہیں لوٹا دیئے جاتے اور پورے کے پورے ہوتے تھے، کچھ بھی کم نہ ہوتے۔

(51) حضرت ابوعمروز جاجی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمہ اللہ کے ہاں حاضر ہوا، ارادہ یہ تھا کہ حج کروں گا، انہوں نے مجھے ایک صحیح درہم دیا، میں نے اسے تہبند میں باندھ لیا، میں جہاں بھی جاتا، کچھ دوست مل جاتے اور درہم خرچ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ میں حج سے فارغ ہوا تو بغداد میں حضرت جنید سے ملا، انہوں نے ہاتھ پھیلا کر کہا، لاؤ تو میں نے درہم انہیں دے دیا۔ انہوں نے پوچھا، کیسے گذری؟ تو میں نے عرض کی کہ جیسے اللہ کا حکم تھا۔

(52) حضرت ابوجعفر اعور رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے پاس حاضر تھا ہم نے یہ گفتگو شروع کر دی کہ ہر شے ولی کی اطاعت گذار ہوتی ہے، حضرت ذوالنون نے فرمایا، یہ اطاعت ہی ہے کہ میں اس چارپائی سے کہہ دوں کہ کمرے کے چاروں کونوں میں گھوم کر واپس آجائے تو یہ ایسا ہی کرے گی، ابوجعفر کہتے ہیں کہ ان کے کہتے ہی چارپائی نے گھومنا شروع کر دیا اور واپس اپنے مقام پر آرکی۔ وہاں ایک جوان تھا جس نے رونا شروع کر دیا اور اسی وقت مر گیا۔

(53) کہتے ہیں کہ حضرت واصل احدب رحمہ اللہ نے پڑھا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ ۱؎ (تمہاری روزی اور جس چیز کا وعدہ ہو چکا، سب آسمانوں میں ہے) تو فرمایا، میرا رزق آسمان میں ہے اور میں اسے زمین میں تلاش کرتا پھر رہا ہوں؟ بخدا اب میں اسے تلاش نہیں کروں گا۔ یہ کہہ کر جنگل کو چلے گئے، دو دن گذر گئے لیکن کچھ کھانے کو نہ ملا، سخت کوفت ہوئی، تیسرا دن آیا تو کھجوروں کا بھرا ایک ٹوکرا سا آگیا، ان کا ایک اور بھائی تھا جس کی نیت اچھی تھی، وہ بھی آگیا تو دو ٹوکرے آگئے اور پھر مرتے دم تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

(54) ایک صوفی بتاتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے پاس حاضر ہوا، آپ باغ کی حفاظت میں مصروف تھے، آپ کو نیند آگئی، اچانک دیکھا تو ایک سانپ نرگس کا پنکھا لئے آپ کو ہوا دے رہا تھا۔

(55) کہتے ہیں کہ حضرت ایوب سجستانی رحمہ اللہ کے ہمراہ کچھ لوگ سفر کر رہے تھے، پانی کی تلاش نے انہیں تھکا دیا۔ حضرت ایوب نے کہا کہ میری زندگی بھر یہ بات چھپائے رکھو گے؟ انہوں نے کہا ہاں! چنانچہ آپ نے ایک دائرہ کھینچا تو اس کے اندر پانی پھوٹ پڑا چنانچہ ہم نے پی لیا۔

راوی کہتا ہے کہ جب وہ بصرہ پہنچے تو انہوں نے حماد بن زید سے یہ بات کھول دی۔ عبدالواحد بن زید کہتے ہیں کہ اس دن میں بھی اس کے ساتھ تھا۔

(56) حضرت بکر بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے بتایا کہ ہم ایک جنگل میں حضرت ذوالنون کے ہمراہ تھے۔ ہم ایک کیکر کے درخت کے نیچے گئے تو ہم نے کہا: کتنا اچھا مقام ہے، کاش یہاں تازہ کھجوریں مل جاتیں۔ یہ سن کر حضرت ذوالنون ہنسنے لگے، پھر فرمایا: کیا واقعی تازہ کھجوروں کی خواہش ہے؟ اور ساتھ ہی درخت کو ہلاتے انہوں نے کہا: تجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کر

کے درخت کی شکل دی، کھجوریں گرادو پھر درخت کو حرکت دی تو تازہ کھجوریں گرنے لگیں، ہم نے خوب پیٹ بھر کر کھائیں، پھر سو گئے، جاگے تو پھر حرکت کر دی تو کانٹے ہی گرے۔

(57) حضرت ابوالقاسم بن مروان نہاوندی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں اور ابوبکر وراق، ابوسعید خراز کے ہمراہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ ''حمیدا'' کو چلے جارہے تھے، ابوسعید نے دور سے ایک شخص کو دیکھا اور فرمایا بیٹھ جاؤ، لگتا ہے کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ کچھ دیر ہی گذری تھی کہ ایک خوبصورت نوجوان آپہنچا، ہاتھ میں لوٹا اور دوات پکڑ رکھے تھے، گودڑی اوپر ڈالے تھا، ابوسعید نے اسے حیرانی سے دیکھا کیونکہ دوات کے ساتھ ہی اس نے لوٹا لیا ہوا تھا، پوچھا اے نوجوان! اللہ سے ملنے کا کیا طریقہ ہے؟ اس نے کہا اے ابوسعید! مجھے اللہ تک رسائی کے دو طریقے یاد ہیں، ایک تو خاص طریقہ، دوسرا عام، عام طریقہ تو وہ جس پر تم چل رہے ہو، رہا خاص طریقہ، تو یہ دیکھو، یہ کہہ کر وہ پانی پر چلنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، یہ دیکھ کر ابوبکر حیران رہ گئے۔

(58) حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں پہنچا تو وہاں بہت سے فقراء کو آیات کے بارے میں گفتگو کرتے دیکھا، ایک فقیر نے ان میں سے کہا، میں ایسے شخص کو جانتا ہوں جو اس ستون سے کہہ دے کہ آدھا سونا اور آدھا چاندی بن جاؤ تو یہ بن کر رہے گا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا، وہ ستون آدھا سونے کا اور آدھا چاندی کا بن چکا تھا۔

(59) حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ حضرت شیبان راعی کے ساتھ حج کو روانہ ہوئے، راستے میں انہیں ایک شیر ملا حضرت سفیان نے حضرت شیبان سے کہا، تم نے شیر نہیں دیکھا؟ انہوں نے کہا، ڈرو مت، شیبان نے شیر کو کان سے پکڑ کر مروڑا تو چاپلوسی کرتے ہوئے چلانے لگا۔ یہ دیکھ کر سفیان نے کہا، یہ کیسی شہرت ہے؟ انہوں نے کہا اگر اس شہرت پسندی کا ڈر نہ ہوتا تو میں اپنا سفری سامان اس پر لاد کر مکہ تک لے جاتا۔

(60) کہتے ہیں کہ حضرت سری رحمہ اللہ نے تجارت چھوڑ دی تو آپ کی ہمشیرہ سوت کات کر آپ کا خرچہ پورا کرتیں، ایک دن تاخیر ہو گئی تو حضرت سری نے کہا، دیر کیوں کر دی؟ انہوں نے بتایا: کہ آج سوت بک نہیں سکا کیونکہ خریدار کہتے ہیں، اس میں ملاوٹ ہے۔ حضرت سری نے اسی دن سے ہمشیرہ سے کھانا چھوڑ دیا۔

کچھ عرصہ بعد آپ کی ہمشیرہ آپ کے پاس آئیں، دیکھا تو ایک بڑھیا آپ کے گھر کی صفائی کر رہی تھی وہ روزانہ دو روٹیاں آپ کو لا کر دیتی تھی۔ یہ دیکھ کر آپ کی ہمشیرہ نے حضرت امام احمد بن حنبل سے شکایت کر دی، حضرت امام احمد بن حنبل نے سری سے اس بارے میں بات کی تو انہوں نے کہا، جب سے میں نے ہمشیرہ کا کھانا چھوڑا ہے، تب سے اللہ تعالیٰ نے یہ بات مخلوق پر لازم کر دی ہے کہ مجھ پر خرچ کر کے میری خدمت کرے۔

(61) حضرت محمد بن منصور طوسی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں حضرت ابومحفوظ معروف کرخی رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ انہوں نے میری خاطر دعا کی، میں اگلے دن ان کے پاس واپس گیا تو آپ کے چہرے پر ایک نشان تھا، ایک شخص نے آپ سے پوچھ لیا کہ اے ابو محفوظ! کل ہم تمہارے پاس تھے، اس وقت تو یہ نشان نہ تھا، یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے کہا: اپنے مقصد تک رہو! اس پر اس نے کہا! تجھے اپنے معبود کی قسم! ضرور بتائیں۔ اس پر انہوں نے کہا: میں نے کل یہاں نماز پڑھی تھی، میرا ارادہ ہوا کہ بیت اللہ کا طواف کروں، میں مکہ پہنچا، طواف کیا اور زمزم کا پانی پینے مڑا تو دروازے سے پھسل گیا اور یہ نشان جو تم دیکھ رہے ہو، اسی وجہ

سے بڑا ہے۔

(62) حضرت عتبۃ الغلام رحمہ اللہ بیٹھ جاتے اور فرماتے، اے فاختہ! اگر تم مجھ سے زیادہ اللہ کی اطاعت گذار ہو تو آؤ اور میری ہتھیلی پر بیٹھو چنانچہ وہ فاختہ آئی اور ہتھیلی پر بیٹھ گئی۔

(63) حضرت ابو علی رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں ایک دن دریائے فرات پر سے گذرا تو میرے دل میں تازہ مچھلی کھانے کی خواہش پیدا ہوئی، یکا یک پانی نے ایک مچھلی میری طرف نکال پھینکی، دوسری طرف سے ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا کیا میں اسے بھون نہ دوں؟ میں نے کہا: ٹھیک ہے! چنانچہ اس نے بھون دی اور میں نے بیٹھ کر کھالی۔

(64) کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ دوستوں کے ہمراہ جا رہے تھے کہ راستے میں شیر مل گیا، دوستوں نے کہا اے ابو اسحاق! شیر نے راستہ روک لیا ہے، آپ آئے اور شیر سے کہا اے شیر! اگر تمہیں ہمارے بارے میں کوئی ضروری حکم ملا ہے تو اسے پورا کرو ورنہ واپس چلے جاؤ، وہ شیر فوراً راستہ سے ہٹ گیا اور وہ چل پڑے۔

(65) حضرت حامد الاسود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں حضرت خواص کے ہمراہ تھا، رات ہم ایک درخت کے پاس تھے کہ ایک شیر آ گیا، میں تو بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا اور رات بھر مجھے نیند نہ آ سکی، حضرت خواص سو رہے تھے، شیر نے سر سے لے کر پاؤں تک انہیں سونگھا اور پھر چلا گیا۔ دوسری رات آئی تو ہم نے ایک بستی میں رات گذاری، وہاں ایک مچھر نے آپ کے چہرے پر کاٹا۔ آپ نے رونا شروع کر دیا، میں نے دل میں کہا، یہ عجیب بات ہے کہ کل تو آپ شیر سے بھی نہیں گھبرائے لیکن آج ایک مچھر کاٹنے پر رونا شروع کر دیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: کل تو میری وہ حالت تھی کہ جب میں اللہ کے ساتھ ہوتا ہوں لیکن آج وہ حالت ہے جس میں اپنے نفس کے ساتھ ہوں۔

(66) حضرت عطاء ازرق رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کی بیوی نے سوت کاتنے کی قیمت دو درہم انہیں دیئے تا کہ کچھ آٹا خرید لائیں، آپ گھر سے نکلے تو ایک روتی ہوئی لونڈی سے ملے، آپ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا، میرے آقا نے مجھے سودا خریدنے کے لئے دو درہم دیئے تھے لیکن مجھ سے گر گئے ہیں، مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ وہ مجھے مارے گا۔ یہ سن کر آپ نے وہ دو درہم اسے دے دیئے اور چلتے بنے، آگے جا کر وہ ایک دوست کی دکان پر جا بیٹھے، وہ ساگوان کی لکڑی چیر رہا تھا، آپ نے اسے اپنی داستان سنائی اور بیوی کی ترش روئی کا ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ تھیلے میں یہ برادہ ڈال لو، امید ہے کہ تنور گرم کرتے وقت یہ تمہیں کام دے گا کیونکہ اس وقت میں آپ کی کوئی اور مدد کرنے کی ہمت نہیں رکھتا۔

انہوں نے برادہ اٹھا لیا اور جا کر گھر کا دروازہ کھولا، وہ تھیلا اندر رکھا، دروازہ بند کر دیا اور عشاء کے بعد تک کے لئے مسجد میں چلے گئے تا کہ گھر والے سو جائیں اور بیوی زبان درازی نہ کر سکے۔ واپس آ کر دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہ روٹیاں پکا رہی ہیں۔ آپ نے کہا کہ روٹیوں کا انتظام کیسے ہوا؟ تو گھر والوں نے بتایا، اس آٹے سے جو تھیلے میں موجود تھا۔ آئندہ اس آٹے کے بغیر کوئی اور آٹا نہ لایا کرو۔ آپ نے کہا: انشاء اللہ ایسا ہی کروں گا۔

(67) حضرت ابو جعفر بن برکات رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں فقراء کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا، کہیں سے ایک دینار میرے ہاتھ لگا تو خیال آیا کہ ان فقراء کو دوں گا، پھر دل میں کہا، ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کی ضرورت پڑے، اس کے ساتھ ہی میری ڈاڑھ میں درد شروع ہو گیا۔ میں نے دانت اکھاڑ پھینکا، پھر دوسرے میں درد اٹھا تو میں نے اسے بھی اکھاڑ پھینکا۔ اتنے میں ہاتف نے آواز دی کہ

اگر تم یہ دینار فقراء کو نہ دو گے تو تمہارے منہ میں ایک بھی دانت باقی نہ رہے گا۔

حضرت استاذ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ یہ اس سے زیادہ بہتر کرامت ہے کہ اللہ انہیں خرق عادت کے طور پر زیادہ درہم دے دیتا۔

(68) حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت عامر بن قیس شام کے سفر کو نکلے تو ان کے ہمراہ ایک خالی مشکیزہ تھا، آپ جب چاہتے، اس میں سے وضو کے لئے پانی انڈیل لیتے اور جب چاہتے پینے کے لئے دودھ انڈیل لیتے۔

(69) حضرت عثمان بن ابوالعاتکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم روم کی سرزمین کے ایک جنگل میں تھے، وہاں کے حکمراں نے اپنا لشکر کسی مقام پر روانہ کیا تھا اور واپسی کا وقت بھی مقرر کر دیا تھا۔ عثمان کہتے ہیں کہ وہ معیاد آ گئی لیکن لشکر واپس نہ آسکا۔ عین اس وقت جب ابو مسلم زمین میں نیزہ گاڑ کر اس کے سامنے نماز پڑھ رہے تھے تو یکا یک ایک پرندہ نیزہ کے سرے پر آ بیٹھا۔ اس نے بتایا کہ لشکر صحیح سلامت مال غنیمت حاصل کر چکا ہے اور فلاں دن، فلاں وقت تمہارے پاس پہنچ جائے گا۔ یہ سن کر ابو مسلم نے پوچھا، خدا تمہارا بھلا کرے، بتاؤ تو سہی، تم کون ہو؟ اس نے کہا میں مومنین کے دلوں سے غموں کو دور کرنے والا ہوں۔

ابو مسلم حکمران کے پاس پہنچے اور ساری اطلاع دے دی چنانچہ جب مقررہ دن آیا تو لشکر ویسے ہی واپس آیا جیسے اس نے بتایا تھا۔

(70) ایک صوفی نے بتایا کہ ہم ایک کشتی پر سوار تھے کہ ہمارا ایک ساتھی مر گیا، ہم نے کفن دیا اور ارادہ کیا کہ اسے دریا میں ڈالتے ہیں لیکن دریا خشک ہو گیا اور کشتی نیچے جا لگی، ہم کشتی سے اترے، اس کے لئے قبر کھودی اور دفن کر دیا۔ جب ہم فارغ ہو چکے تو پانی ویسے کا ویسا ہی ہو گیا، کشتی پانی پر بلند ہوئی تو ہم روانہ ہو گئے۔

(71) کہتے ہیں کہ بصری لوگ فاقہ میں گرفتار ہو گئے تو حبیب عجمی نے کھانے کا سامان ادھار خریدا اور مسکینوں میں بانٹ دیا پھر تھیلی لے کر سر کے نیچے رکھ لی۔ جب قرضہ لینے والے آئے اور رقم کا مطالبہ کیا تو انہوں نے تھیلی نکالی، وہ درہموں سے بھر چکی تھی چنانچہ اس میں سے آپ نے قرض ادا کر دیا۔

(72) کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے کشتی پر بیٹھنے کا ارادہ کیا لیکن کشتی والوں نے درہم لئے بغیر بٹھانے سے انکار کر دیا۔ آپ نے کنارے پر نفل ادا کر کے دعا کی کہ اے اللہ! ان لوگوں نے مجھ سے وہ کچھ مانگا ہے جو میرے پاس نہیں۔ دعا کا کرنا تھا کہ سامنے پڑی ریت دینار بن گئی۔

(73) حضرت ابو معاویہ اسود کے غلام ابوحمزہ نصر بن فرج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو معاویہ کی بینائی جاتی رہی، لیکن جب وہ قرآن کھولنے کا ارادہ کرتے تو اللہ بینائی واپس کر دیتا اور جب قرآن کریم بند کرتے، بینائی پھر چلی جاتی۔

(74) حضرت احمد بن ہیثم منطیب رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ بشر حافی نے مجھ سے کہا کہ معروف کرخی سے کہہ دو، جب آپ نماز پڑھ لیں تو میں آپ کے پاس آؤں گا۔ میں نے پیغام دیا اور انتظار کرنے لگا، ہم نے نماز ظہر پڑھی لیکن وہ نہ آئے۔ پھر نماز عصر پڑھی، پھر مغرب اور پھر عشاء بھی پڑھ لی۔ میں نے دل میں کہا، سبحان اللہ! بشر جیسا شخص ایک بات کہے اور پھر پورا نہ کر دکھائے؟ یہ جائز نہیں کہ وہ کام نہ کریں، پھر منتظر رہا۔ میں مسجد کے گھاٹ پر تھا، رات کا کچھ عرصہ گذر گیا تو بشر آ گئے، مصلی سر پر تھا، دجلہ کی طرف بڑھے اور پانی پر چلنے لگے، میں نے چھت سے اپنے آپ کو گرا دیا، ان کے ہاتھوں اور پاؤں کو چوما اور کہا کہ میرے لئے

دعا کیجئے، انہوں نے دعا کی اور کہا جو کچھ دیکھ چکے ہو، اسے چھپائے رکھنا۔ احمد نے کہا کہ میں نے اس وقت یہ بات نہیں کی جب تک وہ فوت نہیں ہوئے۔

(75) حضرت قاسم جرعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو طواف کرتے دیکھا جو صرف یہ دعا کر رہا تھا کہ الٰہی تو سب کی حاجتیں پوری کرتا ہے لیکن میری حاجت پوری نہیں کی ہے۔'' میں نے پوچھا کہ تم اس سے زیادہ دعا کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ میں ابھی بتلاتا ہوں (سنو)!

ہم مختلف شہروں سے سات افراد مل کر جہاد کے لئے روانہ ہوئے، رومیوں نے ہمیں قید کرلیا اور قتل کرنے کے لئے لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آسمان کے سات دروازے کھل گئے اور ہر دروازے پر ایک حور کھڑی تھی۔ ہم میں سے ایک کو آگے لایا گیا اور اس کی گردن اڑادی گئی، میں دیکھ رہا تھا کہ ان میں سے ایک حور زمین پر اتری، اس کے ہاتھ میں رومال تھا جس میں اس نے اس کی روح کو لے لیا اور پھر ایک ایک کر کے چھ آدمیوں کی گردنیں اڑادی گئیں۔ پھر ایک رومی نے مجھے مانگ لیا تو اس حور نے کہا: اے محروم! تجھ سے کونسی چیز رہ گئی اور پھر آسمان کے دروازے بند ہو گئے چنانچہ میرے بھائی! میں آج تک افسوس و حسرت میں ہوں کہ میں اس مرتبہ شہادت سے رہ گیا تھا۔

حضرت قاسم جرعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس رہ جانے والے کو ان چھ سے افضل سمجھتا ہوں کیونکہ اس نے وہ کچھ دیکھا جو وہ نہ دیکھ سکے اور پھر اسی شوق کی بناء پر اس نے اپنا کام جاری رکھا۔

(76) حضرت ابوبکر کتانی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں قحط کے دوران مکہ جارہا تھا کہ دیناروں سے بھری تھیلی دیکھی، دینار چمک رہے تھے۔ میں نے ارادہ کیا کہ انہیں اٹھا کر مکہ کے فقراء میں تقسیم کردوں، اسی دوران ہاتف نے آواز دی کہ اگر تم نے دینار پکڑ لئے تو ہم تمہارا فقر چھین لیں گے۔

(77) حضرت عباس شرقی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ہم ابوتراب نخشبی کے ہمراہ مکہ کے راستے میں تھے کہ آپ راستے کے ایک طرف مڑ گئے، آپ کے ایک مرید نے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ آپ نے اپنا اؤں زمین پر دے مارا چنانچہ میٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ اس پر اس نوجوان نے کہا کہ میں پیالے میں پینا چاہتا ہوں، انہوں نے زمین پر ہاتھ مارا اور شیشے کا ایک خوبصورت سفید پیالہ اسے دے دیا، اس نے خود پانی پیا اور ہمیں بھی پلایا، پھر مکہ جانے تک یہ پیالہ ہمارے پاس رہا۔ ایک دن ابوتراب نے مجھ سے کہا کہ تمہارے ساتھی اس مہربانی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمار کھی ہے؟ میں نے کہا: میں نے تو کسی کو ایسا نہیں دیکھا جو ان پر ایمان نہ رکھتا ہو۔ انہوں نے کہا، جو ان پر ایمان نہ لائے گا، کافر ہوگا۔ میں نے تو تم سے یہ پوچھا ہے کہ ان کے احوال کا طریق کیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں تو کچھ بھی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا، ہاں تمہارے ساتھی یہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے دھوکا یا مکر ہوتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، دھوکا اس صورت میں ممکن ہے کہ انسان ان سے سکون محسوس کرے مگر ایسا شخص جو آرزو نہیں کرتا اور نہ سکون محسوس کرتا ہے تو ایسے لوگ ''ربانی'' ہوتے ہیں۔

(78) حضرت عبداللہ بن جلاء رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ہم بغداد میں حضرت سری سقطی رحمہ اللہ کے بالا خانہ میں تھے، رات کا کچھ حصہ گذر گیا تو آپ نے قمیص، شلوار، چادر اور جوتا پہن لیا اور باہر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے، میں نے کہا، اس وقت آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ فتح موصلی کی عیادت کرنے چلا ہوں، جب وہ بغداد کے راستوں پر چل رہے تھے تو

پہرے داروں نے آپ کو پکڑ کر قید کر لیا، صبح ہوئی تو دوسرے قیدیوں کے ساتھ انہیں بھی مارنے کا حکم دیا۔ جب جلاد نے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا تو ہاتھ رک گیا اور ہاتھ کو ہلانے کی طاقت نہ رہی۔ جلاد سے کہا گیا مکہ مارو! تو اس نے کہا کہ میرے سامنے ایک بوڑھا کھڑا کہہ رہا ہے کہ اسے نہ مارو چنانچہ میرا ہاتھ حرکت نہیں کر رہا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ آدمی کون ہے تو اچانک وہ فتح موصلی تھے چنانچہ وہ مارنے سے رک گئے۔

(79) حضرت سعید بن یحییٰ بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قریش کے کچھ لوگ عبدالواحد بن زید کے پاس بیٹھتے تھے، ایک دن وہ ان کے پاس آئے اور کہا کہ ہمیں محتاجی اور تنگی کا خوف ہے، آپ نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور یوں دعا کی:

''الٰہی! میں تم سے ایسے بلند مرتبہ نام کے وسیلہ سے دعا کرتا ہوں جس نام کے ساتھ تو اپنے پسندیدہ ولی کو عزت دیتا ہے اور جسے برگزیدہ دوستوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے اپنی طرف سے ہمیں رزق عطا فرما جس کی بنا پر ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے دلوں سے شیطانی تعلق ختم ہو جائے، تو رحم فرمانے والا، احسان فرمانے والا اور قدیم الاحسان ہے، الٰہی! یہ دعا ابھی قبول فرما لے۔''

حضرت سعید بن یحییٰ کہتے ہیں کہ میں نے چھت کی کڑکڑاہٹ سنی اور پھر ہم پر دیناروں اور درہموں کی گویا بارش ہونے لگی۔ حضرت عبدالواحد بن زید نے کہا کہ استغفار کرو کسی غیر سے نہ کرو، سب نے درہم و دینار لے لئے لیکن عبدالواحد ابن زید نے نہ لئے۔

(80) حضرت کتانی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے ایک صوفی کو دیکھا جو اجنبی تھا جسے میں جانتا نہ تھا، وہ خانہ کعبہ کی طرف آیا اور کہنے لگا: اے اللہ! میں نہیں جانتا کہ یہ طواف کرنے والے کیا کہہ رہے ہیں، اسے کہا گیا، اس رقعہ میں دیکھو کہ کیا ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ وہ رقعہ ہوا میں اڑا اور غائب ہو گیا۔

(81) حضرت ابوعبداللہ بن جلاء رحمہ اللہ نے بتایا کہ میری والدہ نے ایک دن میرے والد سے مچھلی کی خواہش کی میرے والد بازار گئے، انہوں نے مچھلی خریدی اور اٹھا کر لانے والے کا انتظار کرنے لگے، ان کے سامنے ایک لڑکا دوسرے لڑکے کے ساتھ کھڑا تھا، اس بچے نے پوچھا کہ آپ کسی باربردار کی تلاش میں ہیں؟ میرے والد نے کہا، ہاں چنانچہ اس بچے نے مچھلی اٹھائی اور ہمارے ساتھ چل پڑا، ہم نے اذان سنی تو بچے نے کہا کہ اذان دینے والے نے اذان پڑھ دی ہے لہذا میں چاہتا ہوں کہ وضو کر کے نماز پڑھ لوں، آپ خوشی سے اجازت دیتے ہیں تو ٹھیک ورنہ یہ مچھلی اٹھالو چنانچہ لڑکے نے مچھلی رکھ دی اور چلا گیا۔

میرے والد نے کہا کہ مچھلی کے بارے میں اللہ پر بھروسہ کرنا ہمارا زیادہ حق ہے چنانچہ ہم بھی مسجد میں چلے گئے اور نماز پڑھی، وہ لڑکا بھی آ گیا اور اس نے بھی نماز پڑھ لی۔ ہم مسجد سے نکلے تو مچھلی اسی مقام پر پڑی تھی، اس لڑکے نے پھر اٹھالی اور گھر تک ہمارے ساتھ چلا آیا۔

میرے والد نے یہ قصہ میری والدہ کو بتایا تو انہوں نے کہا: اس بچے سے کہو کہ ہمارے پاس قیام کرے اور کھانا ہمارے ساتھ کھائے۔ ہم نے لڑکے سے کہا تو اس نے جواب دیا کہ میں روزے سے ہوں۔ ہم نے کہا تو پھر شام کو ہمارے پاس آ جانا۔ اس نے کہا کہ ایک بوجھ اٹھا کر پھر دوبارہ نہیں اٹھاؤں گا البتہ شام تک میں مسجد میں رہوں گا اور اس کے بعد آپ کے پاس آ جاؤں گا اور یہ کہہ کر چلا گیا۔

شام ہوئی تو وہ لڑکا آ گیا، ہم نے کھانا کھایا اور جب فارغ ہو گئے تو ہم نے اسے طہارت کی جگہ بتا دی، ہم ملاحظہ کر رہے تھے کہ وہ تنہائی پسند کرتا ہے چنانچہ ہم نے اسے کمرے میں چھوڑا جب رات کا کچھ حصہ گذر گیا تو قریب ہی ایک اپاہج لڑکی رہتی تھی، وہ چل کر آ گئی، ہم نے اس سے حال پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس نے اللہ سے دعا کی ہے کہ ہمارے اس مہمان کے وسیلے سے مجھے صحت عطا فرما چنانچہ میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

میری والدہ نے بتایا کہ ہم اس لڑکے کو ملنے گئے۔ دیکھا تو تمام دروازے بند تھے جیسے پہلے بند تھے لیکن لڑکا ہمیں نہ مل سکا۔ اس پر میرے والد نے کہا: یہ صوفی لوگ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔

(82) حضرت سعید بن یحییٰ بصری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں عبدالواحد بن زید کے پاس آیا۔ وہ سایہ میں بیٹھے تھے، میں نے کہا، اگر آپ اللہ تعالیٰ سے رزق کی فراخی کی دعا کر دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ ایسا کر دے گا۔ اس پر انہوں نے کہا: میرا رب اپنے بندوں کے مفادات کو بہتر جانتا ہے۔ اس کے بعد زمین سے کنکریاں اٹھائیں اور یہ دعا کی کہ: اے اللہ! اگر تو انہیں سونا بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے، بخدا ایکا یک دیکھا تو اس کے ہاتھ میں سونا بن گئی تھیں، انہوں نے میری طرف پھینک دیں اور کہا کہ انہیں خرچ کر لو اور فرمایا کہ آخرت کے لئے کی جانے والی نیکیوں کے بغیر دنیا میں کوئی بھلائی نہیں۔

(83) حضرت احمد بن منصور رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے استاد ابو یعقوب سوسی نے مجھے بتایا کہ میں نے اپنے ایک مرید کو غسل دینا شروع کیا تو اس نے میرا انگوٹھا تھام لیا، وہ غسل کے تختے پر لیٹا ہوا تھا۔ میں نے کہا، بیٹے! میرا ہاتھ چھوڑ دو، مجھے معلوم ہے کہ تم مردہ نہیں ہو، یہ موت تو ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال کا نام ہے چنانچہ اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔

(84) حضرت ابراہیم بن شیبان رحمہ اللہ نے بتایا کہ میرا ایک صحیح ارادت والا مرید میری صحبت میں تھا، وہ فوت ہوا تو مجھے اس کا سخت غم ہوا، خود اسے غسل دینا شروع کیا۔ جب میں نے اس کے ہاتھ دھونے کا ارادہ کیا اور دہشت کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے دھونا شروع کیا تو اس نے وہ ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور دایاں آگے کر دیا۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا، بیٹے! تم سچے ہو، مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔

(85) حضرت ابو یعقوب سوسی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میرے پاس مکہ میں ایک مرید آیا اور کہا اے استاد! کل میں ظہر کے وقت فوت ہو رہا ہوں۔ یہ ایک دینار مجھ سے لے لو، آدھے سے قبر تیار کرا دینا اور آدھے سے کفن۔ اگلا دن آیا تو اس نے آ کر طواف کیا اور پھر دور جا کر فوت ہو گیا چنانچہ میں نے اسے غسل دیا، کفن پہنایا اور قبر میں رکھ دیا، اس نے آنکھیں کھولیں تو میں نے کہا: کیا موت کے بعد بھی ابھی زندہ ہو؟ اس نے کہا: میں زندہ ہوں اور اللہ سے محبت رکھنے والا شخص زندہ ہوتا ہے۔

(86) حضرت ابو علی بن وصیف مئودب رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ نے ذکر الٰہی کے بارے میں وعظ فرمایا اور بتایا کہ اللہ کا حقیقی ذکر کرنے والا اگر مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ کرلے تو وہ اسے زندہ کر سکتا ہے، پھر انہوں نے اپنے سامنے پڑے بیمار پر اپنا ہاتھ پھیرا تو وہ تندرست ہو گیا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

(87) حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ حضرت عمرو بن عتبہ نماز پڑھتے تو بادل آپ پر سایہ کئے رہتا اور شیر آپ کے اردگرد دم ہلاتے پھرتے۔

(88) حضرت جنید رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میرے پاس چار درہم تھے، میں حضرت سری کے پاس گیا اور عرض کی کہ یہ چار درہم میں آپ کے لئے اٹھا لایا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: اے لڑکے! تمہیں اس بات کی بشارت دیتا ہوں کہ تم نجات پا جاؤ گے کیونکہ

مجھے چار درہموں کی ضرورت تھی تو میں نے یہ دعا کی تھی کہ یا اللہ! یہ درہم مجھ تک اس آدمی کے ہاتھوں بھیج دے جو تیرے ہاں نجات یافتہ ہے۔

(89) حضرت ابوابراہیم یمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کے ہمراہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ''غیضہ'' کے مقام پر پہنچے، وہاں خشک لکڑی کثرت سے پائی جاتی تھی اور اس کے قریب ہی ایک قلعہ بھی تھا۔ ہم نے ابراہیم بن ادھم سے کہا: ممکن ہے کہ ہم آج رات یہاں قیام کریں اور یہ خشک لکڑیاں جلائیں (سردی سے بچنے کے لئے) انہوں نے کہا، تمہاری مرضی! چنانچہ ہم نے قلعہ سے انگارا منگوایا اور آگ جلا دی۔ روٹیاں ہمارے پاس موجود تھیں، ہم نے نکالیں اور کھانا شروع کر دیں، ہم میں سے ایک بولا یہ انگارے کتنے اچھے ہیں، کاش ہمارے پاس آج گوشت ہوتا تو ہم بھون کر کھاتے! یہ سن کر حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تمہیں گوشت کھلا دے۔

ابوابراہیم کہتے ہیں، ہم ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ یکا یک ایک شیر، ہرن کو بھگاتا لے آیا، ہمارے قریب پہنچا تو گر گیا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی، یہ دیکھ کر حضرت ابراہیم بن ادھم اٹھے اور کہا اسے ذبح کر ڈالو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے کھانے کو بھیجا ہے۔ ہم نے اسے ذبح کیا اس کا گوشت بھونا اور شیر دیکھتا ہی رہ گیا۔

(90) حضرت حامد الاسود رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں جنگل میں حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ کے ہمراہ سات دن تک ایک ہی حالت میں رہا، ساتواں دن آیا تو میں کمزور ہو گیا بیٹھ گیا، انہوں نے میری طرف توجہ فرمائی اور فرمایا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کی کہ کمزور ہو گیا ہوں، فرمایا: کیا چاہتے ہو، پانی یا کھانا؟ میں نے عرض کی، پانی! آپ نے فرمایا: پانی تمہارے پیچھے موجود ہے، میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو نہایت شیریں دودھ جیسا پانی کا چشمہ موجود تھا، میں نے پیا بھی اور وضو وغیرہ بھی کر لیا، حضرت ابراہیم سب کچھ دیکھتے رہے لیکن قریب نہیں آئے۔ جب میں فارغ ہو کر اٹھا تو خیال کیا کہ کچھ ساتھ لیتا جاؤں، اتنے میں حضرت ابراہیم نے کہا، رک جاؤ کیونکہ اسے ساتھ نہیں لے جایا جا سکتا۔

(91) حضرت ابوالحسین نوری رحمہ اللہ کی خادمہ زیتونہ رحمہا اللہ کہتی تھیں کہ ایک سخت سردی کا دن تھا تو میں نے حضرت نوری سے کہا کیا آپ کے لئے کچھ لاؤں؟ انہوں نے کہا ہاں، لے آؤ! میں نے کہا، کیا لاؤں؟ انہوں نے کہا روٹی اور دودھ لے آؤ، میں لے کر آئی، آپ کے سامنے کوئلے پڑے تھے جنہیں الٹ پلٹ رہے تھے، ہاتھ مصروف تھا، آپ نے روٹی کھانا شروع کر دی، دودھ آپ کے ہاتھ میں بہہ رہا تھا، ہاتھ کوئلوں کی وجہ سے سیاہ تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ اے رب! تیرے یہ اولیاء کتنے گندے ہوتے ہیں، ان میں کوئی بھی صفائی والا نہیں ہوتا۔ زیتونہ کہتی ہیں کہ میں ان کے ہاں سے اٹھنے لگی تو ایک عورت مجھ سے چمٹ گئی اور کہنے لگی کہ میری کپڑوں کی گٹھڑی چوری ہو گئی ہے، لوگ مجھے پکڑ کر سپاہی کے پاس لے گئے، حضرت نوری کو بھی پتہ چل گیا۔ آپ آئے اور پولیس سے کہا کہ یہ تو اللہ کی ولیہ ہے، اسے نہ ستاؤ! سپاہی نے کہا میں کیا کروں؟ یہ عورت اسے چور بنا رہی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک لڑکی آئی اور اس کے پاس وہی مطلوب گٹھڑی تھی۔ حضرت نوری اس زیتونہ کو واپس لے آئے اور کہا، اب دوبارہ کہو گی کہ اولیاء کتنے گندے ہوتے ہیں؟ زیتونہ کہتی ہیں میں نے کہا کہ میں بارگاہ الٰہی میں توبہ کرتی ہوں۔

(92) حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں پیاسا ہوا اور مارے پیاس کے گر گیا، یکا یک میرے چہرے پر چھینٹے

پڑے، میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک خوبصورت نوجوان سامنے کھڑا تھا، سفید گھوڑے پر سوار تھا، اس نے مجھے پانی پلایا اور کہا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ، اس وقت میں حجاز میں تھا، ابھی تھوڑی گذری تھی کہ مجھے کہا، کیا دیکھ رہے ہو؟ میں نے کہا کہ مدینہ طیبہ نظر آ رہا ہے، انہوں نے کہا، نیچے اتر جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو میری طرف سے سلام کرنا اور عرض کر دینا کہ آپ کا بھائی خضر سلام عرض کرتا ہے۔

(93) حضرت مظفر جصاص رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں اور نصر خراط ایک رات کسی جگہ موجود تھے اور باہم علمی گفتگو کر رہے تھے، خراط نے کہا اللہ کی یاد کرنے والے کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ اسے یاد رکھتا ہے چنانچہ اس کا ذکر اللہ کے ذکر کی وجہ سے ہوتا ہے، مظفر کہتے ہیں کہ میں نے ان کی مخالفت کی تو انہوں نے کہا، اگر یہاں خضر علیہ السلام ہوتے تو اس بات کی تصدیق کر دیتے۔ مظفر کہتے ہیں، یکا یک ہم نے ایک بوڑھے شخص کو زمین و آسمان کے درمیان دیکھا، وہ ہمارے پاس آئے اور آ کر سلام کیا اور کہا، اس نے صحیح کہا ہے واقعی اللہ کا ذکر کرنے والا اس لئے اس کا ذکر کرتا ہے کیونکہ اللہ اس کا ذکر کرتا ہے، ہمیں اسی وقت معلوم ہو گیا کہ وہ خضر علیہ السلام ہیں۔

(94) حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سہل بن عبداللہ کے پاس آیا اور کہا لوگ آپ کے بارے میں کہتے ہیں کہ آپ پانی پر چلتے ہیں؟ انہوں نے کہا، محلّہ کے آدمی سے پوچھ لو کیونکہ وہ ایک نیک شخص ہیں، جھوٹ نہیں بولتے۔ اس نے کہا کہ میں نے مؤذن سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں یہ معاملہ تو نہیں جانتا البتہ چند دن ہوئے یہ حوض پر وضو کرنے آئے تھے، اس میں گر گئے تھے اور اگر میں وہاں نہیں ہوتا تو حوض ہی میں رہتے۔

حضرت استاد ابو دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سہل بیان کردہ حالت ہی میں تھے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کا پردہ رکھتا ہے چنانچہ یہاں مؤذن اور حوض کا واقعہ حضرت سہل کے حال کو چھپانے کے لئے تھا۔ حضرت سہل صاحب کرامات بزرگ تھے۔

حضرت ابوالحسین جرجانی رحمہ اللہ کی کرامت:

(95) حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ سے بھی اسی قسم کی حکایت مذکور ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوالحسین جرجانی کے ہاتھ کا لکھا ہوا واقعہ پڑھا ہے، وہ لکھتے ہیں، ایک مرتبہ میں نے مصر جانے کا ارادہ کیا میرے دل میں آیا کہ کشتی پر سوار ہوتا ہوں، پھر خیال آیا کہ وہاں لوگ مجھے پہچان جائیں گے لہذا مجھے شہرت سے ڈر لگا۔ اتنے میں ایک کشتی آتی دکھائی دی اور میں پانی پر چل کر کشتی تک پہنچا اور اس میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ لوگ دیکھ رہے تھے، کسی نے بھی اس بارے میں کچھ نہیں کہا کہ یہ خلاف عادت کام ہے یا نہیں، اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ ولی خواہ مشہور ہی کیوں نہ ہو، پھر بھی چھپے حال والا ہوتا ہے۔

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کی کرامت:

(96) حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ کے حالات کو جہاں تک ہم جانتے ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کو حرقۃ البول (پیشاب جل کر آنا) کی مرض تھی، گھنٹہ بھر میں انہیں کئی بار اٹھنا پڑتا اور دو فرض ادا کرنے کے لئے انہیں کئی بار وضو کرنا پڑتا، مجلس میں جاتے وقت بھی پانی کی بوتل ان کے ہمراہ ہوتی اور راستے میں جاتے آتے انہیں کئی بار اس کی ضرورت پڑتی اور جب وہ

کرسی پر بیٹھ کر وعظ شروع کر دیتے تو لمبے عرصے تک انہیں طہارت کی ضرورت نہ پڑتی، یہ معاملہ ہم سالہا سال تک ملاحظہ کرتے رہے، ہمیں ان کی زندگی میں اس بات کا احساس ہی نہ ہو سکا کہ ان کا یہ کام خلاف عادت واقع ہو رہا ہے، ان کے وصال کے بعد مجھے اس بات کا پتہ چلا۔

(97) اسی طرح کی ایک کرامت وہ ہے جو حضرت سہل بن عبداللہ کے بارے میں بیان کی جاتی ہے کہ آپ آخری عمر میں اپاہج ہو گئے تھے لیکن فرض ادا کرتے وقت ان میں قوت آجایا کرتی تھی جس کی بناء پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لیا کرتے تھے۔

(98) مشہور ہے کہ حضرت عبداللہ وزان اپاہج تھے لیکن جب سماع میں ان پر وجد طاری ہوتا تو وہ کھڑے ہو کر خوب سنتے۔

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمہ اللہ کی کرامت:

(99) حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں اور ابوسلیمان دارانی اکٹھے حج کو گئے، ہم چلے جا رہے تھے کہ میرا مشکیزہ گر گیا، میں نے ابوسلیمان سے کہا کہ میرا مشکیزہ گم ہو گیا ہے لہذا ہم پانی سے محروم ہو گئے ہیں، ادھر سردی بھی سخت تھی، یہ سن کر ابو سلیمان نے دعا کی کہ "اے گم شدہ چیزوں کو لوٹا دینے والے! اے گمراہوں کو راہ راست پر ڈالنے والے! ہماری گم شدہ چیز ہمیں واپس دلا دے۔"

اچانک نظر پڑی تو ایک شخص آواز دے رہا تھا کہ مشکیزہ کس کا گم ہوا ہے؟ میں نے کہا کہ میرا ہے، چنانچہ میں نے مشکیزہ لے لیا، سفر جاری تھا، سردی سے بچاؤ کے لئے ہم نے پوستینیں پہن رکھی تھیں کہ اس دوران ہم نے ایک انسان دیکھا جس نے دو پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور پسینے میں شرابور تھے، ابوسلیمان نے اسے آواز دی، ادھر آؤ، ہم تمہیں اپنے کپڑے دیتے ہیں، اس نے کہا اے ابوسلیمان! تم مجھے تو زہد کی تعلیم دے رہے ہو اور خود تمہاری حالت یہ ہے کہ سردی میں گرفتار ہو؟ مجھے تو اس جنگل میں پھرتے تیس سال کا عرصہ گذر گیا ہے لیکن کبھی ٹھٹھرا نہیں، سردیوں میں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی محبت کی گرمی عطا فرماتا ہے اور گرمیوں میں اپنی محبت کی سردی دیتا ہے۔ یہ کہا اور چل دیئے۔

(100) حضرت خواص رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ دوپہر کے وقت جنگل میں سفر کر رہا تھا، ایک درخت کے پاس پہنچا، پانی بھی اس کے قریب ہی تھا، میں وہاں ٹھہر گیا، دیکھا تو ایک بڑا شیر آ گیا، میں نے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کی اور اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا، شیر قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لنگڑا ہے، وہ ہنہناتے ہوئے میرے سامنے آ بیٹھا اور پاؤں میری جھولی میں رکھ دیئے۔ میں نے نظر ڈالی تو اس کا پاؤں پھولا ہوا تھا اور اس میں پیپ اور خون تھا۔ میں نے ایک لکڑی پکڑی اور پیپ والی ٹانگ چیر دی، اسے صاف کیا اور پٹی باندھ دی تو وہ چل دیا۔ ابھی ایک گھنٹہ ہی گذرا تھا کہ وہ پھر آ گیا، اب اس کے ساتھ دم ہلاتے ہوئے اس کے دو بچے بھی تھے جو میرے لئے ایک روٹی اٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت محمد بن سماک رحمہ اللہ کی کرامت:

(101) حضرت احمد بن ابوالحواری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ محمد بن سماک بیمار ہو گئے تو ہم ان کا قارورہ لے کر طبیب کے پاس گئے، وہ طبیب نصرانی تھا۔

احمد کہتے ہیں کہ ہم حیرہ اور کوفہ کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ راستے میں ہمیں ایک نوجوان ملا، چہرہ خوبصورت، خوشبو سے

مہکتا اور صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے تھا، ہم سے پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے بتایا کہ فلاں طبیب کے پاس جا رہے ہیں، اسے ابن سماک کا قارورہ دکھانا ہے۔ اس نے کہا سبحان اللہ! تم اللہ کے ولی کو چھوڑ کر اس کے دشمن کے پاس جا رہے ہو؟ اس قارورکو زمین پر دے مارو اور واپس جا کر ابن سماک سے کہو کہ وہ درد والی جگہ پر ہاتھ رکھ کر یہ پڑھے **وبالحق انزلناه وبالحق نزل**. یہ کہہ کر وہ غائب ہو گیا اور دوبارہ نظر نہ آیا۔

ہم ابن سماک کے پاس واپس آئے اور انہیں واقعہ سنایا، انہوں نے درد کے مقام پر اپنا ہاتھ رکھ کر وہی کچھ پڑھا جو اس شخص نے بتایا تھا تو درد فوراً ختم ہو گیا، پھر بتایا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(102) حضرت عبدالرحمٰن بن محمد صوفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا حضرت بسطامی رحمہ اللہ سے سنا، بتایا کہ ہم ایک مرتبہ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا: آؤ میرے ساتھ چلو اللہ کے ایک ولی کا استقبال کرتے ہیں۔ ہم ان کے ہمراہ ہو لئے۔ ہم کھلے راستے پر پہنچے تو ابراہیم بن شیبہ ہروی ملے۔ حضرت ابو یزید نے ان سے کہا، میں نے خیال کیا کہ آپ کا استقبال کروں اور آپ سے اپنی شفاعت کی درخواست کروں۔ اس پر ابراہیم نے کہا: آپ اگر ساری مخلوق کی سفارش کر دیں تو بھی کوئی بڑی بات نہ ہوگی۔ لوگ تو مٹی کے ٹکڑے ہیں۔ حضرت ابو یزید ان کا یہ جواب سن کر حیران رہ گئے۔

حضرت استاد ابو علی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سن کر فرمایا کہ اس معاملے میں حضرت ابراہیم کا شفاعت کو حقیر جاننا حضرت ابو یزید کی کرامت سے بڑی کرامت تھی کیونکہ انہوں نے اس وقت اپنی فراست کا مظاہرہ کیا تھا اور شفاعت کے بارے میں ان کی تصدیق کر دی تھی۔

(103) حضرت سالم مغربی رحمہ اللہ نے حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے ان کی اصل توبہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا، میں مصر سے نکل کر ایک بستی کی طرف گیا، راستے میں مجھے نیند آ گئی، بیدار ہو کر میں نے آنکھیں کھولیں تو چکاوک نامی اندھی چڑیا درخت سے زمین پر آ پڑی، اس کے گرتے ہی زمین پھٹ گئی اور اس میں سے دو آبخورے نکلے ہیں جن میں سے ایک تو سونے کا تھا اور دوسرا چاندی کا۔ ایک میں تل تھے اور دوسرے میں گلاب کا پانی چنانچہ ایک میں سے میں نے کھایا اور دوسرے سے پیا اور کہا، میرے لئے اللہ ہی کافی ہے میں نے توبہ کی اور اس اللہ کے در پر جم کر بیٹھ گیا تو اس نے مجھے قبول فرما لیا۔

(104) کہتے ہیں کہ حضرت عبدالواحد بن زید کو فالج ہو گیا، ادھر نماز کا وقت ہوا اور آپ کو وضو کی ضرورت پڑی، آپ نے کہا، یہاں کوئی ہے؟ لیکن کوئی نہ بولا، آپ کو وقت نکل جانے کی فکر ہوئی، آپ نے عرض کی، اے پروردگار! میری یہ بندش دور فرما دے تا کہ میں وضو کر سکوں اور پھر جیسے چاہو کر دینا، کہتے ہیں کہ آپ صحیح سلامت ہو گئے اور مکمل طہارت کی، پھر اپنے بستر پر آ کر لیٹے تو اسی طرح ہو گئے۔

(105) حضرت ابو ایوب حمال رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابو عبداللہ دیلمی سفر میں جب کسی جگہ قیام کرتے تو اپنے گدھے کے کان میں کہتے، میں تجھے باندھنا چاہتا تھا مگر نہیں باندھوں گا، تمہیں اس جنگل میں چھوڑتا ہوں تا کہ گھاس پھوس چر لو اور جب واپسی ہو گی تو چلے آنا چنانچہ جب کوچ کا ارادہ کرتے تو وہ گدھا واپس آ جاتا۔

(106) کہتے ہیں کہ حضرت ابو عبداللہ دیلمی رحمہ اللہ نے اپنی بیٹی کی شادی کا ارادہ کیا تو جہیز کی ضرورت پڑی، آپ کے پاس ایک کپڑا

تھا جسے ہر مرتبہ فروخت کرنے لے جاتے تھے تو وہ ایک دینار میں بک جاتا تھا، چنانچہ وہ کپڑا لے کر نکلے تو ایک گاہک نے کہا کہ میں ایک دینار سے زیادہ کا گاہک ہوں چنانچہ گاہک بولی دیتے رہے، قیمت بڑھاتے گئے تو وہ سو دینار تک پہنچ گئے چنانچہ بیچ کر آپ نے جہیز بنالیا۔

(107) حضرت نضر بن شمیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک تہبند خریدا، وہ چھوٹا نکلا تو میں نے اللہ سے دعا کی کہ اسے ایک ہاتھ بھر لمبا کردے چنانچہ لمبا ہوگیا۔ نضر بن شمیل کہتے ہیں کہ اگر میں اسے اور لمبا کردینے کی دعا کرتا تو لمبا ہوتا چلا جاتا۔

(108) حضرت عامر بن عبد قیس رحمہ اللہ نے دعا کی سردیوں میں ان کے لئے پاکیزگی حاصل کرنے میں آسانی ہو تو بخار کی حالت میں بھی انہیں آسانی ہوتی، پھر انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ عورت کی خواہش ان کے دل سے نکل جائے چنانچہ آپ عورتوں کی پرواہ نہ کیا کرتے پھر دعا کی کہ نماز کے اندر شیطان کو ان کے دل سے دور کردے تو اسے قبول نہیں کیا گیا۔

(109) حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا، اچانک ایک آدمی نظر آیا، میں نے پوچھا کون ہو؟ میری اجازت کے بغیر میرے گھر میں داخل ہوگئے ہو۔ اس نے کہا کہ تمہارا بھائی خضر ہوں۔ میں نے کہا: میرے لئے دعا کیجئے، انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ عبادت کو تمہارے لئے آسان کردے۔ میں نے کہا، کچھ مزید کیجئے انہوں نے کہا، اللہ تمہاری عبادت گذاری پر پردہ ڈالے رکھے۔

(110) حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک سفر کے دوران راہ مکہ میں میں جنگل کو چلا گیا، وہاں میں نے اچانک ایک بڑا شیر دیکھا، میں خوف کھا گیا، تو ہاتف نے آواز دی کہ ثابت قدم رہو کیونکہ تمہارے ارد گرد ستر ہزار فرشتے تمہاری حفاظت کر رہے ہیں۔

(111) حضرت جعفر دبیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت نوری پانی میں داخل ہوئے تو چور نے ان کے کپڑے اٹھالئے، پھر وہ واپس آیا، کپڑے ساتھ ہی تھے، اس کا ہاتھ سوکھ گیا تھا۔ حضرت نوری نے کہا الٰہی! اس نے میرے کپڑے واپس کردیئے تو تو اس کا ہاتھ پہلے جیسا کردے اور اس کا ہاتھ ٹھیک ہوگیا۔

(112) حضرت شبلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے یہ عہد کرلیا کہ حرام نہیں کھاؤں گا۔ میں ان دنوں جنگلوں میں گھوما کرتا تھا، اسی دوران انجیر کا ایک درخت دیکھا تو انجیر کھانے کے لئے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ درخت نے آواز دی کہ اپنا عہد نبھاؤ، مجھ سے کچھ نہ کھاؤ کیونکہ میں یہودی کی ملکیت ہوں۔

(113) حضرت ابو عبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں حج کا ارادہ کرکے بغداد میں داخل ہوا، میرے دماغ پر صوفی بننے کا بھوت سوار تھا، چالیس دن سے روٹی نہیں کھائی تھی، نہ ہی اس دوران حضرت جنید کے پاس گیا، میں نکلا اور زبالہ تک پہنچتے ہوئے پانی نہیں پیا، میں باوضو تھا، پھر ایک کنوئیں کے کنارے پر ایک ہرن کو پانی پیتے دیکھا، مجھے پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں کنوئیں کے نزدیک ہوا تو ہرن وہاں سے چلا گیا، دیکھا تو پانی کنوئیں کی تہ میں تھا، میں وہاں سے چل پڑا اور یہ کہا کہ: اے میرے سردار! میری تو اس ہرن جتنی بھی قدر نہیں میری پچھلی طرف سے آواز آئی: ہم تو تمہیں آزما رہے تھے لیکن تم نے صبر سے کام نہیں لیا، پیچھے مڑ کر پانی لے لو۔

میں پیچھے مڑا، دیکھا تو کنواں لبالب بھر گیا تھا، میں نے اپنا لوٹا بھرا، میں اسی سے پانی پیتا اور مدینہ پہنچنے تک اسی سے وضو وغیرہ

کرتا رہا لیکن پانی ختم نہ ہوا۔ جب میں پانی پی کر سیر ہو چکا تو میں نے ہاتف کی آواز سنی، اس نے کہا: ہرن تو لوٹے اور رسی کے بغیر پانی پی گیا لیکن تم لوٹا اور رسی لے کر آئے ہو؟
جب حج سے واپس ہو کر جامع مسجد میں گیا تو جیسے ہی حضرت جنید نے مجھے دیکھا' کہا: اگر تم صبر کر لیتے تو پانی تمہارے پاؤں کے نیچے سے بھی پھوٹ پڑتا، کاش کچھ دیر تم صبر کر لیتے۔

(114) حضرت محمد سعید بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میں بصرہ کے ایک راستے میں چلا جا رہا تھا تو اچانک میں نے دیکھا کہ ایک بدوی اونٹ کو ہانکے لے جا رہا ہے، مڑ کر جو میں نے دیکھا تو اونٹ مرا پڑا تھا، اس کا پالان بمع لکڑیاں نیچے پڑی تھیں، میں تھوڑی دور چلا اور دوبارہ مڑ کر دیکھا تو بدوی کہہ رہا تھا: اے ہر سبب پیدا کرنے والے اور ہر آرزو پوری کرنے والے! میرا اونٹ مجھے واپس کر دے تاکہ یہ پالان وغیرہ اٹھا لے جائے، یکا یک اونٹ اٹھ کھڑا ہوا اور پالان وغیرہ اسی طرح اس پر رکھے تھے۔

(115) کہتے ہیں کہ حضرت شبلی مروزی رحمہ اللہ کو گوشت کی خواہش ہوئی، انہوں نے آدھے درہم کا خرید لیا، راستے میں ایک چیل نے اسے اچک لیا، شبلی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں چلے گئے اور گھر واپس پہنچے تو ان کی بیوی نے پکا ہوا گوشت سامنے رکھا۔ شبلی نے کہا، یہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے کہا دو چیلیں آپس میں لڑ رہی تھیں کہ یہ دونوں کے پنجوں سے گر گیا۔ اس پر شبلی نے کہا: ''اس اللہ کا شکر ہے جو شبلی کو بھولا نہیں اگرچہ اکثر اوقات شبلی اسے بھولا رہتا ہے۔''

(116) حضرت ابو عبیدی بسری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک سال وہ ایک جنگ میں گئے، لشکر میں شامل تھے راستے میں آپ کی سواری کی گھوڑی مر گئی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: اے پروردگار! یہ گھوڑی مجھے ادھار کے طور پر دے دے تاکہ ہم اپنے گاؤں بسریٰ پہنچ سکیں، یکا یک وہ گھوڑی کھڑی ہو گئی۔ جب وہ جنگ سے واپس بسریٰ آئے تو کہا بیٹے! گھوڑی سے زین اتار لو، بیٹے نے کہا وہ تو پسینے سے شرابور ہے، اگر زین اتار لوں گا تو اسے ہوا لگ جائے گی۔ انہوں نے کہا: بیٹے! یہ عاریۃً لی ہوئی ہے، چنانچہ جب اس سے زین اتاری تو وہ مر گئی۔

(117) بتاتے ہیں کہ ایک شخص کفن چور تھا، ایک عورت فوت ہو گئی، لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی تو یہ شخص بھی اس کے جنازے میں شامل تھا، اس کا مقصد یہ تھا کہ قبر کو پہچان لے۔ جب رات چھا گئی تو اس نے قبر کھودی تو اس عورت نے آواز دی: سبحان اللہ! ایک بخشا ہوا شخص بخشی ہوئی عورت کا کفن چوری کرنے آیا ہے۔ کفن چور بولا، یہ مانتا ہوں کہ تمہیں اللہ نے بخش دیا ہو گا لیکن میں کیسے بخش دیا گیا ہوں؟ اس عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور ان سارے لوگوں کو بھی بخش دیا ہے جو میرے جنازے میں شامل ہوئے تھے اور تم نے بھی تو میرا جنازہ پڑھا تھا۔ چور نے کہا کہ میں نے اسے وہیں چھوڑا اور مٹی پھر سے ڈال دی۔ اس آدمی نے توبہ کی اور صحیح طور پر توبہ کی۔

(118) حضرت ابو محمد نعمان بن موسیٰ حیری رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری کو اس وقت دیکھا جب دو آدمی لڑ رہے تھے۔ ایک حکمران کا ساتھی تھا اور دوسرا عام آدمی۔ عام آدمی نے حملہ کر کے اس کا اگلا دانت توڑ دیا۔ سرکاری آدمی نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ میرا اور تمہارا فیصلہ حکمران ہی کرے گا۔ وہ حضرت ذوالنون کے قریب سے گذرے تو لوگوں نے کہا: شیخ سے فیصلہ کرا لو چنانچہ دونوں ان کے پاس چلے گئے اور واقعہ سنایا، آپ نے وہ دانت پکڑا اسے اپنا لعاب لگایا اور جہاں کا تھا وہیں لگا دیا، اس

شخص نے ہونٹوں سے دبا کر دیکھا تو اللہ کے حکم سے وہ جم چکا تھا، اس آدمی نے سارے دانت دیکھے لیکن سب یکساں دکھائی دے رہے تھے۔

(119) حضرت ابوسبرہ نخعی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک آدمی یمن سے آیا، ابھی راستے ہی میں تھا کہ اس کا گدھا مر گیا، وہ اٹھا، وضو کیا، دو رکعت نفل پڑھے اور پھر یوں دعا کی ''الٰہی! میں تیری رضا کی خاطر جہاد کی غرض سے چلا ہوں اور میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو مردہ زندہ کرتا ہے اور لوگوں کو قبروں سے اٹھائے گا، مجھے کسی کا ممنون احسان نہ بنا، آج میں چاہتا ہوں کہ میرا گدھا واپس کر دے۔'' چنانچہ اس کا گدھا کان جھاڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

(120) حضرت ابوبکر ہمدانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں حجاز کے ایک جنگل میں کئی دن تک رہا، اس دوران کچھ بھی نہیں کھایا، پھر مجھے گرم چنوں اور باب الطاق (عراق) کی روٹی کی خواہش ہوئی، پھر سوچا کہ میرے اور عراق کے درمیان تو لمبی مسافت ہے جبکہ میں جنگل میں ہوں۔ ابھی اسی شش و پنج میں تھا کہ دور ایک بدوی آواز دے رہا تھا: ''گرم چنے اور روٹی'' میں اس کی طرف لپکا اور پوچھا کہ تمہارے پاس چنے اور گرم روٹی موجود ہے؟ اس نے کہا: ہاں اور پھر دستر خوان بچھا دیا اور کہا کھالو' میں نے کھا لئے تو اس نے کہا اور کھالو' اور کھالو، میں نے پھر کھا لئے تو اس نے پھر کہا اور کھالو، میں نے اور کھا لئے اور جب چوتھی مرتبہ کہا تو میں نے پوچھا: تجھے اس ذات کی قسم ہے، جس نے تمہیں میری طرف بھیجا ہے، یہ بتا دو کہ تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں خضر ہوں اور پھر مجھ سے یوں غائب ہوئے کہ نظر نہیں آ سکے۔

(121) حضرت ابوجعفر حداد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں ''ثعلبیہ'' آیا، وہ ویران تھا، مجھے سات دن گذر چکے تھے کہ کھایا پیا کچھ نہ تھا، میں قبہ میں چلا گیا تو کچھ خراسانی لوگ تھکے ماندے وہاں آ گئے اور اس قبہ کے دروازے پر جا پڑے، اسی اثناء میں ایک بدوی سواری پر آیا اور ان کے آگے کھجوریں الٹ دیں چنانچہ وہ انہیں کھانے لگے اس مشغولیت کی بناء پر انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا، اس بدوی نے مجھے نہیں دیکھا، گھنٹہ بھر بعد وہ بدوی پھر آیا اور ان سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کوئی اور آدمی بھی ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں یہ ایک شخص قبہ میں موجود ہے۔ وہ بدوی میرے پاس آیا اور پوچھا: تم کون ہو؟ بولتے کیوں نہیں؟ پھر اس نے بتایا کہ جب یہاں سے میں چلا گیا تو راستے میں مجھے ایک انسان ملا اور کہنے لگا کہ تم ایک آدمی کو پیچھے چھوڑ آئے ہو۔
اب میرے لئے آگے جانا مشکل تھا کیونکہ لمبا سفر کر کے واپس آیا ہوں، یہ سفر کئی میل کا ہے۔ پھر اس نے بہت سی کھجوریں میرے آگے پلٹ دیں اور چلا گیا چنانچہ میں نے ان خراسانیوں کو بلا لیا، انہوں نے کھائیں اور میں نے بھی کھائیں۔

کرامت احمد بن عطاء:

(122) حضرت احمد بن عطاء رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ مکہ کے راستے میں ایک اونٹ نے مجھ سے کلام کی۔ میں نے کچھ اونٹ دیکھے جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ رات کو انہوں نے اپنی گردنیں زمین پر لمبی پھیلا رکھی تھیں۔ میں نے کہا: پاک ہے وہ ذات جو ان سے لدا ہوا بوجھ اتارا کرتا ہے۔ اونٹ نے میری طرف دیکھا اور کہا تم جل اللہ (اللہ بہت جلیل القدر ہے) کہو چنانچہ میں نے ''جل الله'' پڑھا۔

کرامت ابوزرعہ جنبی:

(123) حضرت ابوزرعہ جنبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے مجھ سے مکر کیا، مجھ سے کہا گیا گھر میں مریض کی عیادت کو نہیں آسکتے؟ میں اندر چلا گیا تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو گھر میں کوئی نہ تھا، میں سمجھ گیا کہ وہ کیا کرنا چاہتی ہے۔ میں نے دعا کی کہ الٰہی! اس کو سیاہ کر دے، وہ فوراً سیاہ ہوگئی اور میں دیکھ کر حیران رہ گیا، میں نے جلدی سے دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا پھر میں نے دعا کی کہ الٰہی اس کی وہی شکل بنا دے جو پہلے تھی۔ (چنانچہ وہ اپنی شکل پر آگئی)۔

کرامت معروف کرخی:

(124) حضرت ابوسلیمان رومی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خلیل صیاد کے بارے میں سنا، انہوں نے کہا کہ میرا بیٹا محمد گم ہوگیا، ہمیں اس کا شدید غم ہوا چنانچہ میں معروف کرخی کے پاس گیا اور کہا، اے ابو محفوظ! میرا بیٹا گم ہوگیا ہے اور اس کی ماں نہایت غمزدہ ہے۔ حضرت معروف نے کہا، کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا، دعا کیجئے کہ اللہ اسے واپس کر دے! آپ نے یہ دعا کی: الٰہی! یہ آسمان تیرے ہیں اور زمین بھی تیری ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ سب کچھ تیرا ہے لہٰذا تو اس محمد کو واپس لوٹا دے۔
خلیل کہتے ہیں کہ میں باب الشام پہنچا تو لڑکا وہاں کھڑا تھا۔ میں نے پوچھا، محمد! تم کہاں تھے؟ اس نے کہا: ابا جان! کچھ دیر پہلے تو میں ''انباء'' میں تھا۔
حضرت استاد ابوالقاسم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، یاد رکھئے کہ کرامات کے بارے میں حکایات گنتی میں بے شمار ہیں اور اس سے زیادہ کا ذکر ہمیں اختصار کے دائرہ سے باہر لے جائے گا۔ اس سلسلے میں اتنی ہی کافی ہیں۔

باب

رُؤیَا الْقَوْمِ (صوفیہ کے خواب)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَھُمُ الْبُشْریٰ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ[1] (دنیا وآخرت کی حیاتی میں ان کے لئے بشارت ہے) کہتے ہیں کہ "بشریٰ" سے مراد نیک خوابیں ہیں جنہیں انسان خود دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔

☆ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ تو آپ نے ارشاد فرمایا: "تم سے پہلے مجھ سے کسی نے بھی اس کے بارے میں نہیں پوچھا، اس سے مراد وہ خوابیں ہیں جنہیں انسان خود دیکھتا ہے یا اسے دکھائی جاتی ہیں۔"[2]

☆ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"نیک خواب تو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اور بری خواب شیطان کی طرف سے، جو شخص تم میں سے بری خواب دیکھے تو اسے بائیں طرف تھوک دینا چاہیے اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ پڑھنا چاہیے کیونکہ اس طرح وہ خواب اسے نقصان نہیں پہنچائے گی۔"[3]

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما بتاتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص مجھے خواب میں دیکھتا ہے تو واقعی مجھے دیکھتا ہے کیونکہ شیطان میری شکل نہیں بنا سکتا۔"[4]

اس حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ ایسی خواب سچائی پر مبنی ہوتی ہے، ایسی خواب کی تاویل وتفسیر بھی درست ہوتی ہے اور یہ بھی ایک کرامت ہوتی ہے۔

حقیقت خواب:

خواب کی حقیقت یہ ہے کہ یہ دل پر وارد ہونے والے خیالات ہوتے ہیں اور ایسے احوال ہوتے ہیں جو وہم میں اس وقت سماتے ہیں جب نیند شعور انسانی کو ختم نہیں کر دیتی چنانچہ انسان بیدار ہو کر یہ وہم کرتا ہے کہ یہ حقیقت میں سچی خواب تھی حالانکہ وہ مخلوق کے لئے تصور اور وہم ہوتے ہیں جو لوگوں کے دلوں میں ٹھکانا کرتے ہیں اور جب ان سے ظاہری احساس زائل ہو جاتا ہے تو پھر وہ اوہام ان معلومات سے مجرد اور خالی ہو جاتے ہیں جو کسی حس کے ذریعے یا بالبداہۃ معلوم ہوا کرتے ہیں چنانچہ یہ حالت خواب والے کے لئے قوی ہوتی ہے اور جب وہ شخص بیدار ہوتا ہے تو وہ احوال کمزور ہو جاتے ہیں جن کا تصور انسان، مشاہدات کا احساس کرنے والی حالت اور واضح

۱۔ سورۂ یونس، آیت ۶۴

۲۔ بخاری شریف، ابن ماجہ شریف، کتاب الرؤیا، باب الرؤیا، دارمی شریف، باب الرؤیا، مؤطا، باب الرؤیا، مسند احمد بن حنبل

۳۔ بخاری شریف، تعبیر، مسلم شریف، رؤیا، ابوداؤد شریف، ادب۔ ترمذی شریف، رؤیا، ابن ماجہ شریف، رؤیا، دارمی شریف، رؤیا، مؤطا، رؤیا، مسند احمد بن حنبل

۴۔ بخاری شریف، علم، مسلم شریف، رؤیا، ابوداؤد شریف، ادب، ترمذی شریف، رؤیا، دارمی شریف، رؤیا، احمد بن حنبل

طور پر حاصل ہونے والے علوم کے ذریعے کرتا ہے۔اس کی مثال سمجھنے کے لئے اس شخص کو دیکھئے جو رات کی تاریکی میں چراغ دیکھتا ہے اور پھر سورج نکلتا آتا ہے تو چراغ کی روشنی سورج کی روشنی کے سامنے مدھم پڑ جاتی ہے چنانچہ نیند والے کی مثال یوں سمجھئے جیسے وہ چراغ کی روشنی میں ہوتا ہے اور بیدار شخص کو یوں جانئے جیسے اس پر سورج طلوع ہو چکا ہے کیونکہ بیدار شخص ان چیزوں کو یاد رکھتا ہے جو اس کی خوابی حالت میں اس کے تصور میں آئی تھیں۔

خواب کیسے آتی ہے؟

پھر یہ باتیں اور واردات جو نیند کی حالت میں انسان کے دل پر وارد ہوتے ہیں، کبھی تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں، کبھی انسان کے دل میں آنے والے وسوسے سے ہوتے ہیں، کبھی فرشتے کی طرف سے وارد ہوتے ہیں اور کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کے دل میں ایسے حالات ڈال کر اسے تعلیم دی جاتی ہے اور ایسا ابتدائی صوفی کے لئے ہوتا چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

''تمہاری زیادہ سچی خوابیں اسی کی ہوا کریں گی جو سب سے زیادہ سچ بولا کرے گا۔'' [1]

نیند کی اقسام:

یاد رکھئے کہ نیند کئی طرح کی ہوتی ہے، غفلت کی نیند اور عادت والی نیند' ایسی نیند کو اچھا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسے ہر ایک جانتا ہے اور یہی موت کی بہن شمار ہوتی ہے چنانچہ ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ:

''نیند موت کی بہن ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: هُوَ الَّذِی یَتَوَفّٰكُم بِالَّیلِ وَیَعلَمُ مَاجَرَحتُم بِالنَّهَارِ (اللہ وہی ہے جو رات کو تمہیں وفات دیتا ہے اور جو کچھ تم دن کو کرتے ہو، اسے جانتا ہے) اور پھر فرماتا ہے اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الاَنفُسَ حِینَ مَوتِهَا وَالَّتِی لَم تَمُت فِی مَنَامِهَا [2] (اللہ نفسوں کو قبض کر لیتا ہے موت کے وقت اور اپنی نیند میں مری نہیں ہوتیں)

☆ کہتے ہیں کہ اگر نیند بہتر ہوتی تو یہ جنت میں بھی آیا کرتی۔

☆ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام پر نیند طاری کی تو حضرت حواء علیہا السلام کو ان سے نکالا اور پھر حضرت آدم علیہ السلام پر جو مشکل پڑی، انہی کی وجہ سے پڑی۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا: ''بیٹے! میں نے خواب دیکھی کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں۔'' تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کی: ''اے باپ! یہ اس شخص کی جزاء ہے جو اپنے حبیب سے سو جائے، آپ نہ سوتے تو بیٹے کے ذبح کا حکم نہ ہوتا۔''

☆ علماء بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی: ''جو میری محبت کا دعویٰ تو کرتا ہے لیکن رات آنے پر مجھ سے غافل ہو کر سو جاتا ہے، وہ جھوٹ بولتا ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ نیند، علم کا نقصان کرتی ہے اسی وجہ سے حضرت شبلی نے فرمایا کہ صرف ایک مرتبہ اونگھنا، ہزار سالہ زندگی کے لئے رسوائی کا سبب بن جاتا ہے۔

---

[1] مسلم شریف، رؤیا، ترمذی شریف، رؤیا

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا: ''جو شخص سو گیا، وہ غافل ہو گیا اور جو غافل ہو گیا وہ حجاب میں آ گیا۔'' اس کے بعد حضرت شبلی سرمہ کی جگہ آنکھوں میں نمک لگایا کرتے تا کہ نیند کا غلبہ نہ ہو، چنانچہ اسی مفہوم کو شاعر نے اس شعر میں ادا کیا ہے:

''بڑے تعجب کی بات ہے کہ محبّ ہو کر سو جایا کرتا ہے حالانکہ محبّ کے لئے تو ہر قسم کی نیند لینا حرام ہے۔''

☆ کہتے ہیں کہ مرید وہ ہوتا ہے جو کھانے کی جگہ فاقہ کیا کرے، اس پر واردات کا غلبہ نیند کے قائم مقام ہوتا ہے اور وہ صرف ضروری کلام کرتا ہے۔

☆ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام بارگاہ الٰہی میں حاضری کے وقت سوئے تو آپ سے کہا گیا، یہ رہی حواءؑ اس سے سکون حاصل کرو کیونکہ میری بارگاہ میں سونے والے کو ایسی ہی جزاء دی جاتی ہے اور پھر حضرت آدم علیہ السلام سے کہا گیا: اگر تو یہاں حاضر ہے تو تجھے سونا نہیں ہوگا کیونکہ اس بارگاہ میں سونا، ادب (الوہیت) کے خلاف ہے اور اگر غائب ہے تو یہ تمہارے لئے حسرت اور مصیبت کا باعث ہوگی، جو مصیبت میں ہوتا ہے اسے نیند نہیں آیا کرتی، رہے مجاہدہ کرنے والے لوگ تو انہیں نیند عطیہء الٰہی کے طور پر ملتی ہے اور ایسے بندے پر اللہ تعالیٰ فخر کرتا ہے جو سجدہ میں سو جاتا ہے، وہ فرماتا ہے: ''میرے اس بندے کو دیکھو، یہ سو رہا ہے لیکن اس کی روح میرے پاس ہے جبکہ اس کا جسم مجھے نظر آ رہا ہے۔''

حضرت استاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص (مجاہدہ والے) کی روح اللہ سے مناجات کر رہی ہوتی ہے اور اس کا بدن محو عبادت ہوتا ہے۔

☆ جو انسان وضو کر کے سویا کرتا ہے اس کی روح کو حکم ملتا ہے کہ عرش کا طواف کرو اور اللہ کو سجدہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا**[1] (ہم نے تمہاری نیند کو آرام قرار دے دیا ہے) (یعنی اس کا آرام یہ ہے کہ عرش کا طواف کرے اور اللہ کو سجدہ کرے)۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کسی شیخ کے پاس نیند زیادہ آنے کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا: جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں صحیح سلامت رکھا ہے کیونکہ کئی ایسے بھی مریض ہوتے ہیں کہ جس نیند کا تجھے شکوہ ہے، ایسی نیند پلک جھپکنے کی مقدار میں لینے کی خواہش رکھتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ شیطان پر سب سے بھاری وقت وہ ہوتا ہے جب ایک عاصی و گنہگار سو جاتا ہے، شیطان کہتا ہے کہ کب یہ بیدار ہو کر کھڑا ہو اور کب اللہ کی بے فرمانی کرے۔

کہتے ہیں کہ ایک گنہگار کی سب سے اچھی حالت وہ ہوتی ہے جس میں وہ سو جائے کیونکہ اگر نیند والا وقت اس کے فائدے میں نہیں تو نقصان میں بھی نہیں ہوتا۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ کرمانی اپنے آپ کو بیداری کی عادت ڈال رہے تھے کہ اسی دوران ایک مرتبہ نیند آ گئی، خوش قسمتی کہ آپ نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی، اب ہوتا یہ تھا کہ آپ زبردستی سونے کی کوشش کرتے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

ا۔ سورۃ النبا، آیت ۹

''میں نے دیکھ لیا ہے کہ نیند میں مجھے سرور حاصل ہوا ہے تبھی میں نے اونگھنا اور سونا پسند کر لیا ہے۔''

نیند بہتر یا بیداری:

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص کے دو شاگرد تھے، آپس میں ان کا اختلاف ہو گیا، ایک کہتا تھا کہ نیند بہتر ہوتی ہے کیونکہ اس حالت میں انسان اللہ کی بے فرمانی نہیں کر پاتا، دوسرا کہتا تھا کہ بیداری بہتر ہے کیونکہ اس حالت میں انسان اللہ کی معرفت حاصل کرتا ہے، دونوں اپنے شیخ کے پاس فیصلہ لے گئے تو انہوں نے کہا: تم جو نیند کو افضل کہتے ہو تو تمہارے لئے موت، زندگی سے بہتر ہے اور تم جو بیداری کو بہتر جانتے ہو تو تمہارے لئے موت سے زندگی بہتر ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کوئی لونڈی خرید لی، رات ہوئی تو اس نے کہا: بستر لگا دو: لونڈی نے کہا: اے میرے آقا! تمہارا کوئی آقا بھی ہے، انہوں نے کہا ہاں۔ اس نے پوچھا تو کیا وہ سوتا ہے؟ اس نے کہا، نہیں، لونڈی بولی، تمہیں شرم نہیں آتی کہ تم تو سونا چاہتے ہو جبکہ تمہارا آقا سویا نہیں کرتا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کی ایک چھوٹی سی بچی نے آپ سے پوچھا کہ آپ سوتے کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جہنم مجھے سونے کا موقع ہی نہیں دیتا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کی بیٹی نے آپ سے کہا، آپ سوتے کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا: کہ تمہارا باپ پہرے دار سے ڈرتا ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم عبادت میں کھڑے ستون معلوم ہوتے:

☆ بیان کرتے ہیں کہ جب ربیع بن خثیم رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو ایک چھوٹی سی بچی نے اپنے باپ سے کہا ''وہ ستون جو ہمارے پڑوسی کے گھر میں ہوتا تھا کہاں گیا؟ تو اس نے کہا وہ تو ہمارا پڑوسی تھا جو ایک نیک شخص تھا، وہ رات کے ابتدائی حصہ سے آخر تک کھڑا رہتا تھا۔

بچی کے ذہن میں یہی تھا کہ وہ ایک ستون ہے کیونکہ وہ صرف رات ہی کو چھت پر جاتی تھی اور انہیں کھڑا دیکھا کرتی تھی۔

مفادات نیند:

کچھ علماء کا خیال ہے کہ نیند میں کچھ فائدے ہوتے ہیں جو بیداری میں نہیں ہوتے، ان میں سے ایک تو یہ کہ اس میں (اکثر) حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین کی زیارت ہو جایا کرتی ہے اور بیداری میں انسان زیارت نہیں کیا کرتا یونہی خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی ہو جاتی ہے اور یہ ایک عظیم فضیلت ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکر آجری رحمہ اللہ نے خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت کی تھی، اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا تھا کہ اپنی ضرورت بتلاؤ تو آپ نے عرض کی تھی کہ یا اللہ! ساری امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو بخش دے، اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو میرا کام ہے، تم اپنی ضرورت بتاؤ۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا: جو

شخص اپنے اندر وہ بات ظاہر کرے جو اللہ کے علم میں حقیقۃً ویسی نہیں تو اللہ تعالیٰ اسے رسوا کر دیتا ہے۔

دل زندہ رکھنے کے لئے دعائے نبوی:

☆ آپ ہی نے فرمایا: کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور عرض کی، یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرا دل مردہ نہ کرے۔ آپ نے فرمایا: کہ روزانہ چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھا کرو: یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ، اللہ تمہارا دل زندہ رکھے گا۔

انگوٹھی پر کندہ کرانے کی دعا:

☆ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خواب میں زیارت کی تو عرض کی: میں ایک انگوٹھی بنوانا چاہتا ہوں، اس پر کیا کندہ کراؤں؟ آپ نے فرمایا: اس پر کندہ کراؤ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ کیونکہ انجیل میں سب سے آخری یہی دعا لکھی ملتی ہے۔

☆ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تو پوچھا کہ تیری طرف کا راستہ کونسا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے آپ کو چھوڑ دو اور پھر چلے آؤ۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت احمد بن خضرویہ رحمہ اللہ نے خواب میں اپنے پروردگار کی زیارت کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے احمد! سب لوگ مجھ سے طلب کرتے ہیں لیکن ابو یزید خود مجھی کو مانگتا ہے۔

☆ حضرت یحییٰ بن قطان رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی، عرض کی اے میرے رب! تو تو میری دعا سنتا ہی نہیں تو میں کب تک تمہیں پکارتا رہوں گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے یحییٰ! میں تو تمہاری آواز سننے کی خواہش رکھتا ہوں۔

☆ حضرت بشر بن حارث رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں امیر المؤمنین حضرت علی بن ابو طالب کرم اللہ وجہہ کی زیارت کی، میں نے عرض کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے، آپ نے فرمایا: ''یہ کتنی اچھی بات ہے کہ ثواب کی غرض سے امیر لوگ فقیروں پر رحم کر دیا کریں اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے فقیر لوگ امیروں کو اکڑ کر دکھایا کریں''، میں نے عرض کی، اے امیر المؤمنین! کچھ اور بھی فرمائیے تو آپ نے فرمایا:

''میں مردہ تھا تو زندہ ہو گیا، رجلد ہی مردہ ہو جاؤں گا، اس دنیائے فانی میں گھر کا قائم رہنا ناممکن ہے لہذا دار البقاء میں اپنا گھر بناؤ۔''

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو انہیں کہا گیا، آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے کہا کہ مجھ پر رحم فرما دیا ہے۔ پھر کہا گیا کہ عبد اللہ بن مبارک کا کیا حال ہے؟ انہوں نے بتایا کہ روزانہ دو بار اللہ کی بارگاہ میں حاضری دیتے ہیں۔

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ حضرت استاد ابو سہل صعلوکی نے حضرت ابو سہل زجاجی کو خواب میں دیکھا، حضرت زجاجی وعید ابدی کے قائل تھے صعلوکی نے زجاجی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ زجاجی نے کہا: جیسا ہمارا خیال تھا یہاں تو معاملہ اس سے آسان نظر آیا ہے۔

☆ حضرت حسن بن عاصم شیبار رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا سلوک کیا؟ انہوں نے

فرمایا وہی جو ایک کریم دوسرے کریم سے کیا کرتا ہے۔

☆ ایک بزرگ کسی کو خواب میں نظر آئے تو ان سے ان کا حال پوچھا گیا، انہوں نے یہ شعر پڑھ دیا:

''انہوں نے ہم سے محاسبہ کرنے میں خوب چھان بین کی مگر یہ احسان تھا کہ مجھے آزاد کر دیا۔''

☆ حضرت حبیب عجمی رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو ان سے کہا گیا: حبیب عجمی تم مر چکے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہائے افسوس، میرا عجمی ہونا باقی نہیں رہا' میں تو اللہ کے انعامات کے مزے لے رہا ہوں۔

☆ کہتے ہیں حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نماز مغرب پڑھنے کے لئے مسجد میں گئے، امام حبیب عجمی تھے، آپ نے ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی کیونکہ انہیں خوف تھا کہ عجمی ہونے کی بناء پر وہ قرآن میں غلطی کریں گے، انہوں نے اس رات خواب میں کسی کہنے والے کو دیکھا، وہ کہہ رہا تھا کہ تم نے ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھی؟ اگر تم ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے تو تمہارے پچھلے گناہ سب معاف ہو جاتے۔

☆ حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اللہ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ نے بخش دیا ہے اور اس کا سبب وہ کلمہ بنا ہے جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جنازہ دیکھ کر پڑھا کرتے تھے۔ سُبْحٰنَ الْحَيِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ. (میں بھی پڑھا کرتا تھا)۔

☆ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جس رات فوت ہوئے تھے، اس رات یہ دیکھا گیا کہ آسمان کے دروازے کھل گئے، ایک منادی آواز دے رہا تھا ''سن لو کہ حسن بصری رحمہ اللہ بارگاہ الٰہی میں پہنچ گئے اور اللہ ان پر بہت خوش ہے۔''

☆ حضرت ابوبکر بن اشکیب رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے حضرت ابوسہل صعلو کی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا حالت بہت اچھی تھی، میں نے کہا، اے استاذ! یہ مرتبہ آپ کو کس وجہ سے ملا؟ انہوں نے بتایا کہ ''میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھتا تھا۔''

☆ کہتے ہیں کہ جاحظ کو خواب میں دیکھا گیا، اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ تو اس نے بتایا:

''اپنے ہاتھ سے صرف ایسی شے لکھا کرو کہ جسے دیکھ کر قیامت کے دن تمہیں خوشی حاصل ہو۔''

☆ کہتے ہیں کہ حضرت جنید رحمہ اللہ نے شیطان کو خواب میں ننگا دیکھا تو اسے کہا، کیا تمہیں لوگوں سے شرم نہیں آتی؟ اس نے کہا'' یہ لوگ، لوگ کہلانے کے حق دار نہیں ہیں، لوگ کہلانے والے تو وہ ہیں جو مسجد شونیزیہ میں ٹھہرتے ہیں جنہوں نے میرا جسم لاغر کر دیا اور جگر جلا کر رکھ دیا ہے۔''

حضرت جنید کہتے ہیں کہ میں بیدار ہوا تو صبح سویرے مسجد میں جا پہنچا' وہاں بہت سے ایسے لوگ دیکھے جو اپنے سر گھٹنوں پر رکھے غور و فکر میں مصروف تھے، انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا کہ اس خبیث کی بات سے دھوکا نہ کھانا۔

☆ حضرت نصر آبادی رحمہ اللہ وصال کے بعد بحالت خواب مکہ میں دیکھے گئے تو ان سے پوچھا گیا' اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے شریف لوگوں جیسی سزا ملی، پھر مجھے آواز دی گئی کہ اے ابوالقاسم! کیا اتصال کے بعد انفصال بھی ہو جایا کرتا ہے؟ تو میں نے عرض کی، اے ذوالجلال ایسا نہیں ہوتا، میں تو لحد میں اتارے جانے سے قبل ہی تجھ سے مل گیا تھا۔

☆ حضرت ذوالنون مصری رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو ان سے پوچھا گیا، اللہ نے آپ سے کیا معاملہ فرمایا؟ انہوں نے کہا میں نے دنیا کے اندر اللہ سے تین حالتیں مانگی تھیں چنانچہ کچھ تو اس نے عطا فرما دیں اور مجھے امید ہے کہ باقی بھی دے گا۔

میں اللہ سے سوال کیا کرتا تھا کہ رضوان کے قبضے میں موجود دس چیزوں میں سے ایک مجھے دے دے، نیز اپنی طرف سے خود

دے، دوسری یہ کہ داروغہ جہنم کے اختیار والے عذاب سے مجھے دس گناہ زیادہ عذاب دے لیکن عذاب خود دے اور تیسرے یہ کہ میں اس کا ذکر ابد الآباد تک رہنے والی زبان سے کروں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا جبکہ آپ وصال فرما چکے تھے، آپ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میری کی گئی کسی دعا پر اعتراض نہیں کیا البتہ ایک دعا پر اعتراض کیا تھا اور وہ یہ کہ میں نے ایک دن یہ کہا تھا کہ جنت کا گھاٹا پڑنے اور دوزخ میں داخل ہونے سے بڑھ کر کوئی گھاٹا نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ میری ملاقات کے خسارہ سے بڑھ کر اور کونسا خسارہ ہوسکتا ہے؟

☆ حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ نے بتایا کہ حضرت جریری نے حضرت جنید کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اے ابو القاسم! آپ کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ وہ اشارات اور عبادات ہمارے کچھ کام نہ آئیں، صرف وہ تسبیحات کام آئیں جو ہم صبح و شام پڑھا کرتے تھے۔

☆ حضرت نباجی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک چیز کی طلب ہوئی چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی مجھے کہہ رہا ہے' کیا ایک آزاد رہنے والے مرید کو یہ بات اچھی لگتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو غلاموں کے سامنے ذلیل کرے حالانکہ وہ جو کچھ چاہے، اللہ سے لے سکتا ہے؟

☆ حضرت ابن الجلاء رحمہ اللہ کہتے ہیں، میں فاقہ کی حالت میں مدینہ طیبہ پہنچا' قبر انور کے قریب ہوا اور عرض کی، یا نبی اللہ! میں آپ کا مہمان ہوں، پھر میری آنکھ لگ گئی تو میں نے سوتے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ نے مجھے ایک روٹی دی، میں نے نصف کھالی اور میں بیدار ہوا تو دوسری نصف میرے ہاتھ ہی میں تھی۔

☆ ایک شخص نے بتایا کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی، آپ فرما رہے تھے کہ ابن عون کی زیارت کرو کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھتے ہیں۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت عتبۃ الغلام نے ایک حور کو خواب میں دیکھا، نہایت خوبصورت شکل میں تھی، اس نے کہا اے عتبہ! مجھے تم سے عشق ہے لہٰذا ایسا کام نہ کرو جو تمہارے اور میرے درمیان حائل ہو جائے، عتبہ نے اس سے کہا، میں نے اس دنیا کو تین طلاقیں دے دی ہیں، اب تم سے ملنے تک دنیا کو پسند نہیں کروں گا۔

☆ حضرت منصور مغربی رحمہ اللہ بتاتے تھے کہ میں نے شام میں ایک پروقار شیخ کو دیکھا، وہ اکثر گھٹے گھٹے سے رہتے تھے چنانچہ مجھ سے کہا گیا کہ اگر تم اس شیخ سے کھل کر باتیں کرنا پسند کرتے ہو تو انہیں سلام کہو اور یہ دعا دو کہ ''اللہ تعالیٰ تمہیں حور عین دے دے۔'' وہ اس دعا کی بنا پر تم سے راضی ہو جائیں گے۔ میں نے وجہ پوچھی تو مجھے بتایا گیا کہ انہوں نے خواب میں حور کی سی کوئی چیز دیکھی چنانچہ یہ اسے بھلا نہ سکے چنانچہ میں اس شیخ کی طرف گیا اور سلام کیا نیز کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کو موٹی آنکھوں والی حور عطا فرمائے، اس پر وہ شیخ مجھ سے کھل کر باتیں کرنے لگا۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ایوب سختیانی نے ایک خطا کار کا جنازہ جاتے دیکھا تو ڈیوڑھی میں جا گھسے تاکہ اس کا جنازہ نہ پڑھنا پڑے، کسی نے اس میت کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ اللہ نے مجھے بخش دیا ہے اور مجھے فرمایا ہے کہ ایوب سختیانی کو یہ آیت پڑھ کر سنا دو قُلْ لَّوْ انتم تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّىٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ

الْاِنْفَاقِ (آپ فرمادیجئے کہ اگر تم میرے رب کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو انہیں خرچ کے ڈر سے روک لیتے)

☆ کہتے ہیں کہ جس رات حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور کوئی شخص کہہ رہا تھا کہ سن لو! مالک بن دینار نے جنت میں سکونت کر لی ہے۔

☆ ایک بزرگ نے کہا کہ جس رات حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو میں نے ایک نور دیکھا نیز یہ دیکھا کہ فرشتے اوپر نیچے چلے جارہے ہیں، میں نے پوچھا کہ یہ رات کونسی ہے؟ لوگوں نے بتایا یہ وہ رات ہے جس میں حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کا وصال ہوا تھا اور چونکہ ان کی روح اہل جنت کی طرف جارہی تھی اس لئے جنت کو سجایا گیا۔

☆ حضرت استاذ امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ (مصنف کتاب ہذا) نے کہا کہ میں نے استاد ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں بخشش کوئی اتنی بڑی بات شمار نہیں ہوتی، یہاں ایک کم ترین مرتبہ کا بخشا ہوا انسان ہے، اسے بھی جنت کا بہت بڑا حصہ دے دیا گیا ہے۔ خواب ہی میں میں نے سوچا کہ جس شخص کی طرف آپ اشارہ کررہے ہیں، اس نے ایک انسان کو ناحق قتل کیا تھا۔

☆ کہتے ہیں کہ جب کرز بن دبرہ رحمہ اللہ کا وصال ہوا تو انہیں خواب مین دیکھا گیا' گویا اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل چکے ہیں اور انہوں نے سفید اور نئے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، کسی نے پوچھا یہ کیا ہے؟ تو بتایا گیا کہ اہل قبور نے نئے اور سفید کپڑے اس لئے پہن رکھے ہیں کہ حضرت کرز بن دبرہ ان کے پاس آرہے ہیں۔

☆ حضرت یوسف بن حسین کو خواب میں دیکھا گیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ آپ سے اللہ تعالیٰ نے کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے۔ پھر پوچھا گیا کہ کس بناپر؟ آپ نے بتایا اس لئے کہ میں نے جدو ہزل کو کبھی خلط ملط نہیں کیا۔ (یعنی اپنی کوشش میں ٹھٹھا شامل نہیں کیا تھا)۔

☆ حضرت ابوعبداللہ زرادر رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا؟ آپ نے بتایا کہ مجھے روک لیا گیا تھا اور پھر ہر وہ گناہ بخش دیا گیا جس کا میں نے دنیا میں اقرار کر لیا تھا، صرف ایک ایسا تھا کہ شرم کی وجہ سے میں نے اس کا اقرار نہیں کیا تھا، اس وجہ سے اللہ نے مجھے پسینے میں ٹھہرائے رکھا چنانچہ میرے چہرے کا گوشت گر گیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ وہ کونسی بات تھی؟ تو انہوں نے کہا میں نے ایک دن ایک خوبصورت شخص کو دیکھ لیا تھا چنانچہ مارے شرم کے میں نے اس کا اقرار نہیں کیا۔

☆ حضرت ابوسعید شحام رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے حضرت امام شیخ ابوالطیب سہل صعلوکی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا، اے شیخ! انہوں نے کہا: شیخ وغیرہ کہنا بند کرو! میں نے کہا، ان احوال کا کیا بنا، جن کا میں مشاہدہ کر چکا ہوں؟ انہوں نے کہا کہ کسی چیز نے فائدہ نہیں دیا۔ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے ان مسائل نے بچا لیا جو مجھ سے عورتیں آکر پوچھا کرتی تھیں اور میں ان کا جواب دیا کرتا تھا۔

☆ حضرت ابوبکر رشیدی فقیہ رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے محمد طوسی معلم کو خواب میں دیکھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ابوسعید صفار مؤدب سے جا کر کہو:

''ہم اس بات پر قائم تھے کہ عشق سے نہیں پھریں گے چنانچہ محبت کے دوام کی قسم! ہم تو اس وعدہ سے نہیں پھرے لیکن تم ہٹ چکے ہو۔

تم کسی اور سے محبت کر کے ہم سے منہ پھیر چکے ہو، تم نے علیحدگی کا اظہار کر دیا ہے جبکہ ہم ایسے نہیں ہیں۔
شاید وہ ذات جو اپنے علم سے ہر بات کا فیصلہ کرتی ہے، موت کے بعد ہمیں ویسے ہی اکٹھا کر دے جیسے ہم پہلے رہ چکے ہیں۔"

رشیدی فرماتے ہیں کہ میں بیدار ہوا تو ابو سعید صفار سے یہ بات کر دی، انہوں نے کہا کہ میں ہر جمعہ کو ان کی قبر پر زیارت کے لئے جاتا ہوں صرف اس جمعہ کو نہیں گیا تھا۔

☆ ایک صوفی بتاتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ایسے وقت میں کی کہ آپ کے اردگرد فقراء بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران آسمان سے دو فرشتے اترے، ایک کے ہاتھ میں طشت تھا اور دوسرے نے لوٹا پکڑ رکھا تھا، طشت تو اس نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دیا' آپ نے ہاتھ دھو لئے، پھر آپ نے حکم دیا تو قراء نے ہاتھ دھوئے، اس کے بعد وہ طشت میرے سامنے رکھ دیا گیا تو ان دو فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس کے ہاتھ پر پانی نہ ڈالو کیونکہ یہ ان میں شامل نہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی، یا رسول اللہ! کیا آپ کا یہ فرمان نہیں کہ "آدمی اسی کے ساتھ گنا جاتا ہے جس کے ساتھ اسے محبت ہو۔" آپ نے فرمایا، کیوں نہیں؟ میں نے عرض کی کہ میں بھی تو آپ سے محبت کرنے والا ہوں اور پھر میں ان فقراء سے بھی محبت کرتا ہوں، آپ نے فرشتوں سے فرمایا کہ اس کے ہاتھوں پر بھی پانی ڈال دو کیونکہ یہ بھی ان میں شمار ہوتا ہے۔

☆ ایک صوفی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ ہمیشہ معافی، معافی کہتے رہتے تھے۔ ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ میں ابتداء میں بار برداری (بوجھ اٹھانا) کا کام کرتا تھا، میں نے ایک دن کچھ آٹا اٹھایا ہوا تھا، آرام کرنے کے لئے نیچے اتار کر رکھ دیا، اس وقت میں کہہ رہا تھا کہ الٰہی! اگر بغیر مشقت کے تو مجھے دو روٹیاں دے دیا کرے تو مجھے وہی کافی ہوں گی۔ اچانک دیکھا تو دو آدمی آپس میں جھگڑ رہے تھے میں ان کی مصالحت کے لئے آگے بڑھا تو ان میں سے ایک نے میرے سر پر کچھ دے مارا، حالانکہ اس نے اپنے دشمن کو مارنا چاہا تھا، میرا چہرہ خون آلود ہوا، اتنے میں علاقہ کا تھانیدار آ گیا اور اس نے دونوں کو گرفتار کر لیا، اس نے مجھے خون آلود دیکھا تو اس بنا پر مجھے بھی گرفتار کر لیا کہ شاید میں جھگڑنے والوں ہی میں ہوں، اس نے مجھے بھی قید خانے میں داخل کر دیا، میں ایک عرصہ تک جیل میں رہا، روزانہ میرے لئے دو روٹیاں آ جایا کرتیں، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا، کوئی کہہ رہا تھا کہ تم نے دو روٹیاں بلا مشقت مانگی تھیں، عافیت اور معافی نہیں مانگی تھی لہذا اللہ نے تمہیں وہ کچھ دے دیا جو تم نے مانگا تھا، میں بیدار ہوا تو عافیت عافیت کہنا شروع کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ دروازہ پر دستک دی جا رہی ہے، اور آواز دی گئی کہ عمر حمال (بوجھ اٹھانے والا) کہاں ہے؟ چنانچہ انہوں نے مجھے رہا کر دیا اور قید خانے سے نکال دیا۔

☆ حضرت کتانی رحمہ اللہ نے بتایا ان کے پاس ایک آدمی تھا جس کی آنکھ میں درد تھا، اسے کہا گیا کہ تم اس کا علاج کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا کہ اس کے خود بخود ٹھیک ہونے کا انتظار کروں گا، علاج نہیں کروں گا، کتانی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ اگر یہ اتنا پختہ ارادہ دوزخیوں کو چھڑانے کا کر لیتے تو سب رہا کر دیئے جاتے۔

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ بتاتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کو وعظ کر رہا ہوں، اسی دوران ایک فرشتہ میرے سر پر آ کھڑا ہوا اور پوچھنے لگا، وہ کونسا عمل ہے جو اللہ کے قرب کے لئے قریب ترین ہے؟ میں نے کہا، ایسا عمل جو پوشیدہ طور پر کیا جائے لیکن پورا وزن رکھتا ہو، یہ سن کر فرشتہ چلا گیا اور جاتے جاتے یہ کہا کہ خدا کی قسم! ایسے لگتا ہے کہ یہ بات انہوں نے کسی سے سن کر کہہ دی ہے۔

☆ ایک شخص نے حضرت علاء بن زیاد سے کہا کہ میں نے خواب میں تجھے دیکھا ہے کہ جنتی ہو، انہوں نے کہا، ممکن ہے شیطان کا میرے بارے میں کوئی ارادہ ہو جس کا میں نے انکار کر دیا ہو اور پھر اس نے مجھ پر ایک آدمی کو بہکانے کے لئے مقرر کر دیا ہو۔

☆ کہتے ہیں کہ عطاء سلمی کو خواب میں دیکھا گیا تو انہیں کہا گیا کہ آپ تو عرصہ تک حالت غم میں رہے، اب اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس غم کے بدلے میں اللہ نے مجھے ہمیشہ کے لئے راحت و مسرت سے نواز دیا ہے ان سے پھر پوچھا گیا کہ اب تم کس درجہ میں ہوتے ہو؟ تو انہوں نے کہا: "مجھے ان لوگوں کے ساتھ رکھا گیا ہے جن کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے کہ: مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ الآية

☆ حضرت نباجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مجھے خواب میں کہا گیا کہ جسے رزق کے معاملے میں اللہ پر بھروسہ کی توفیق ہوگئی اس کے اخلاق عمدہ ہو جاتے ہیں، وہ راہ خدا میں خرچ کرنے لگتا ہے اور نماز میں اسے وسوسے نہیں پڑتے۔

☆ کہتے ہیں کہ زبیدہ (ہارون رشید کی بیوی) کسی کو خواب میں دکھائی دی تو اس سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے؟ اس نے کہا کہ اس نے مجھے بخش دیا ہے، پھر پوچھا گیا، کیا مکہ کے راستہ بنانے کی وجہ سے؟ انہوں نے کہا، نہیں اس راستے کا اجر تو اللہ نے بنانے والوں کو دیا ہے لیکن مجھے میری نیت کی وجہ سے بخش دیا ہے۔

☆ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ میرا پہلا قدم پل صراط پر پڑا اور دوسرا اٹھایا تو میں جنت میں تھا۔

☆ حضرت احمد بن ابو الحواری رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے ایک ایسی لڑکی جنت میں دیکھی جس جیسی پہلے نہیں دیکھی تھی، اس کے چہرے پر نور کی شعاعیں تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہارا چہرہ اتنا روشن کیونکر ہے؟ اس نے کہا، تمہیں وہ رات یاد ہے جب تم روئے تھے؟ میں نے کہا، ہاں یاد ہے، اس لڑکی نے کہا، تمہارے وہی آنسو میرے پاس لائے گئے تو میں نے چہرے پر مل لئے تھے چنانچہ ان کی وجہ سے روشنی یوں نظر آ رہی ہے۔

☆ بتایا جاتا ہے کہ حضرت یزید قرشی رحمہ اللہ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور تلاوت قرآن پاک سنائی، آپ نے فرمایا، یہ تلاوت تو ہوگئی، وہ آنسو کہاں گئے؟

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے اترے ہیں، ان میں سے ایک نے مجھے کہا: سچائی کیا چیز ہے؟ میں نے کہا: عہد پورا کرنا، یہ سن کر دوسرا بولا کہ اس نے ٹھیک بتا دیا ہے اور پھر دونوں اوپر چڑھ گئے۔

☆ حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا ہے؟ انہوں نے بتایا، مجھے بخش دیا ہے اور فرمایا ہے: اے بشر! مجھ سے اس قدر ڈرتے تمہیں شرم نہیں آیا کرتی تھی؟

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابو سلیمان دارانی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا تو ان سے پوچھا گیا، اللہ نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے بخش دیا ہے اور صوفیہ کے اشارات سے بڑھ کر کوئی اور چیز میرے لئے نقصان دہ ثابت نہیں ہوئی۔

☆ حضرت علی بن موفق رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے اہل و عیال اور ان کی فقیری کے متعلق سوچ بچار کر رہا تھا کہ خواب میں ایک رقعہ دیکھا جس میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے بعد لکھا تھا کہ اے ابن موفق! تم جانتے ہو کہ میں تمہارا رب ہوں تو پھر اپنی محتاجی کے بارے میں کیوں فکر کر رہے ہو؟

☆ بتاتے ہیں کہ حضرت اوزاعی رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں میں نے علماء اور پھر غمگین لوگوں سے بڑھ کر کسی کا درجہ نہیں دیکھا اور پھر رات کی تاریکی میں میرے پاس کوئی شخص پانچ ہزار دینار تھیلی میں لئے آیا اور کہا اے ضعیف یقین والے، یہ لو!

☆ حضرت جنید رحمہ اللہ نے بتایا، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا اے ابوالقاسم! یہ کلام جو تم کیا کرتے ہو، کہاں سے لی ہے؟ میں نے عرض کی، ہر بات سچائی پر مبنی ہونے کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا، تم سچ کہتے ہو۔

☆ حضرت ابوبکر کتانی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے خواب میں ایک ایسا نوجوان دیکھا جس جیسا پہلے نہیں دیکھا تھا، میں نے پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا، میں تقویٰ ہوں۔ میں نے پوچھا، کہاں رہتے ہو؟ اس نے کہا ہر غمزدہ کے دل میں۔ پھر میں نے ایک سیاہ رنگ کی ڈراؤنی عورت دیکھی تو اس سے پوچھا، تم کون ہو؟ اس نے کہا کہ ہنسی، میں نے پوچھا تمہارا ٹھکانہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ ہر خوش رہنے اور اکڑنے والے کے دل میں۔ کتانی بتاتے ہیں کہ پھر میں بیدار ہوا تو عہد کر لیا کہ ہنسی کے غلبہ کے بغیر کبھی ہنسوں گا نہیں۔

☆ حضرت ابوعبداللہ بن خفیف رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے سنا گویا مجھے فرما رہے تھے کہ جس نے اللہ کی طرف جانے کا راستہ معلوم کر لیا لیکن پھر اس سے پیچھے ہٹ گیا تو اسے اللہ تعالیٰ ایسا عذاب دے گا جیسا جہان میں کسی کو نہیں دیا۔

☆ حضرت شبلی رحمہ اللہ خواب میں دیکھے گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا سلوک کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ مجھ سے حساب و کتاب میں سختی ہوئی تو میں مایوس ہو گیا اور پھر اللہ نے میری مایوسی دیکھ کر مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیا۔

☆ حضرت ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا، گویا کوئی کہہ رہا ہے، اے عثمان! حالت فقر میں مجھ سے ڈرا کرو، خواہ تل کے برابر ہی ڈرو۔

☆ کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ کے ہاں ایک بیٹا تھا جو آپ سے پہلے فوت ہو گیا، آپ نے اسے خواب میں دیکھ کر کہا، بیٹے! مجھے کوئی وصیت کرو! اس نے کہا، اے والد گرامی! اللہ سے بزدلی کا طریقہ نہ اپناؤ۔ اس نے کہا، کچھ اور بتاؤ! بیٹے نے کہا: اللہ آپ سے جو مطالبہ کرتا ہے اس کی مخالفت نہ ہونے پائے، باپ نے کہا کچھ اور کہو، اس نے کہا، اللہ اور اپنے درمیان قمیص جیسی لازمی چیز کو بھی حائل نہ ہونے دو چنانچہ انہوں نے تیس سال تک قمیص نہیں پہنی۔

☆ کہتے ہیں کہ ایک بزرگ دعا کرتے وقت یہ کہا کرتے تھے کہ اے اللہ! جو چیز تمہیں بری نہیں لگتی اور ہمارے فائدے میں ہے، وہ ہم سے نہ روک لے۔ اس نے خواب میں سنا، کوئی کہہ رہا تھا: اور تم بھی سن لو، ایسی چیز جو تمہارے نقصان میں ہے اور فائدہ نہیں دیتی، اسے چھوڑ دو۔

☆ حضرت ابوالفضل اصفہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو عرض کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ میرا ایمان نہ چھینے، آپ نے فرمایا یہ ایسا معاملہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما چکا ہے۔

☆ حضرت ابوسعید خراز رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ خواب میں میں نے شیطان کو دیکھا تو لاٹھی پکڑی کہ اسے مارتا ہوں، مجھے کہا گیا کہ یہ اس سے ڈرتا نہیں، یہ تو دل میں موجود نور سے ڈرا کرتا ہے۔

☆ ایک صوفی نے کہا کہ میں حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا کے لئے دعائیں کیا کرتا تھا، ایک رات انہیں خواب میں دیکھا تو مجھ سے فرمایا کہ میرے پاس تمہارے تحفے طبق میں رکھ کر لائے جاتے ہیں جن پر نور ہی کے رومال رکھے ہوتے ہیں۔

☆ حضرت سماک بن حرب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری بینائی جاتی رہی تو میں نے ایک خواب دیکھی، مجھ سے کوئی کہہ رہا تھا کہ دریائے فرات پر آجاؤ اور غوطہ لگا کر آنکھیں کھول دو! انہوں نے بتایا، میں نے ایسا کیا تو میں دیکھنے لگا۔

☆ کہتے ہیں، حضرت بشر حافی رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا گیا اور ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے کیا برتاؤ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ جب میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو اس نے فرمایا: بشر! تمہارا آنا مبارک ہو! جب میں نے تمہاری جان قبض کی تو یہ کرنا ہی تھی لیکن زمین پر تم سے زیادہ مجھے کوئی پیارا نہیں لگ رہا تھا۔
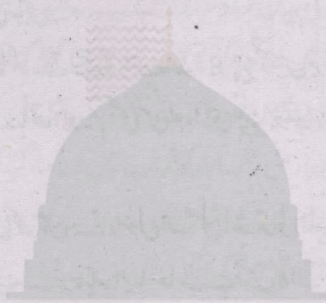
اَلْوَصِيَّۃُ لِلْمُرِیْدِ (مریدوں کو ہدایات)

حضرت استاد امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب جبکہ ہم صوفیہ کی سیرتیں بیان کر چکے اور ان کے ساتھ ہی کچھ باب، مقامات صوفیہ کے بارے میں لکھ چکے ہیں، ارادہ یہ ہے کہ یہ رسالہ مریدین کی ہدایات بیان کر کے ختم کریں اگر مریدین ان پر عمل درآمد کر لیں تو ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اچھے کاموں کی توفیق دے گا اور ہمیں بھی ان پر عمل سے محروم نہیں رکھے گا اور وہ یوں کہ کہیں یہ ہدایات قیامت میں ہمارے خلاف دلیل نہ بن جائیں۔

مرید کا ابتدائی قدم:

طریقہء صوفیہ میں مرید کے لئے سب سے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ وہ سچائی کا دامن تھام لے تا کہ اس راستے میں اسے ایک صحیح اصول کی بنیاد فراہم ہو سکے کیونکہ صوفیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے صحیح اصول نہیں اپنائے، اس راہ میں محروم وہی ہوئے ہیں۔

یونہی میں نے استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ سے بھی سنا تھا، فرماتے تھے، مرید کے لئے لازم ہے کہ اپنے اور اللہ کے درمیان عقیدہ کو صحیح رکھتے ہوئے اس راستے میں قدم رکھے، اس کے عقیدہ میں گمان اور شبہ کی کیفیت نہیں ہونی چاہئے۔ نہ اس میں گمراہی اور بدعتوں سے دلچسپی ہو بلکہ اس کا عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہونا چاہئے۔

مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مذہب صوفیہ کے علاوہ کسی اور مذہب سے تعلق نہ رکھے کیونکہ اگر ایک صوفی مذہب صوفیہ کو چھوڑ کر کسی اور مذہب سے تعلق رکھتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صوفیہ کے طریقہ سے واقف نہیں ہے۔ صوفیہ کے مسائل کے دلائل دوسرے مذاہب کے دلائل کے مقابلہ میں زیادہ واضح ہوتے ہیں اور یونہی ان کے مذہب کی بنیادیں دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں زیادہ مضبوط ہوتی ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے مذاہب یا تو نقل روایت سے کام چلاتے ہیں، عقل سے غور و فکر کرتے ہیں جبکہ صوفیہ ان سب سے بلند مقام رکھتے ہیں کیونکہ جو چیزیں دوسرے مذاہب کے سامنے غائب ہوتی ہیں، وہ ان کے سامنے بالکل ظاہر دکھائی دے رہی ہوتی ہیں پھر جس چیز کو دوسرے مذاہب پہچان کے ذریعے حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ وہ مقصد اللہ کی طرف سے موجود پاتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ دوسرے لوگ تو استدلال سے کام لیتے ہیں لیکن یہ لوگ وصال الٰہی کے ذریعے حاصل کر لیتے ہیں۔ ان لوگوں کی مثال یوں سمجھئے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

''میری رات تو تیرے چہرہ کو دیکھ کر روشن ہوتی ہے لیکن لوگوں میں تاریکی پھیلی ہوتی ہے چنانچہ لوگ تو سخت اندھیرے میں پڑے ہیں مگر ہم دن کی روشنی میں ہوتے ہیں۔''

دور اسلامی میں آج تک (۴۳۸ھ) کوئی ایسا وقت نہیں جس میں اس گروہ کا کوئی صوفی نہ رہا ہو، یہ صوفی علم توحید کے عالم اور قوم کے امام ہوتے رہے ہیں، ان اوقات میں ائمہ علماء ان کے سامنے سر تسلیم خم کرتے آئے ہیں، ان کے سامنے اظہار عجز و انکسار کرتے

رہے ہیں اور ان کے وجود کو باعث برکت جانتے چلے آئے ہیں اور اگر ان صوفیہ کرام کو خصوصی مراتب حاصل نہ ہوتے تو معاملہ اس کے برعکس ہوتا۔

امام احمد بن حنبل اور شیبان راعی کا واقعہ:

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایک دن حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ شیبان راعی آ گئے۔ حضرت امام احمد نے حضرت شافعی سے کہا، میرا خیال یہ ہے کہ اسے اس کی جہالت پر متنبہ کروں، شائد یہ کچھ علوم حاصل کر سکے۔ امام شافعی نے کہا، رہنے دو! امام احمد صبر نہ کر سکے اور شیبان سے پوچھا! اے شیبان! ایسے آدمی کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں جو پانچ نمازوں میں کسی ایک نماز کو بھول گیا اور پھر اسے یاد بھی نہیں کہ وہ کونسی نماز تھی تو ایسے شخص پر کونسی نماز کا ادا کرنا واجب ہوگا؟ شیبان نے کہا: اے احمد! اس شخص کا دل اللہ سے غافل ہے لہذا اسے تادیب (سزا) کرنی چاہیئے کہ آئندہ وہ اپنے مولا سے غافل نہ ہو سکے۔

یہ سن کر حضرت امام احمد پر غشی طاری ہوگئی، ہوش آیا تو امام شافعی رحمہ اللہ نے ان سے کہا، میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ انہیں نہ چھیڑو۔

چنانچہ یہ حالت تو اس صوفی کی تھی جو گروہ صوفیہ میں امی تھے اور پھر ائمہ صوفیہ کی حالت کیا ہوگی؟

فقیہ ابوعمران اور شبلی رحمہ اللہ:

کہتے ہیں جامع مسجد منصور میں ایک بڑے فقیہ کا حلقہ حضرت شبلی کے حلقے کے قریب تھا۔ فقیہ کا نام ابوعمران تھا، حضرت شبلی مسائل بیان فرماتے تو ابوعمران کا حلقہ ٹوٹ جایا کرتا چنانچہ ایک دن ابوعمران کے شاگردوں نے حضرت شبلی سے حیض کا ایک مسئلہ پوچھ لیا، مقصد انہیں شرمندہ کرنا تھا، حضرت شبلی نے نے اس بارے میں علماء کے اقوال بیان کئے اور پھر ان میں کے اختلاف کو واضح کیا، یہ سن کر ابو عمران اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت شبلی کے سر کو بوسہ دیا اور پھر کہا اے ابوبکر! آپ کے بیان سے میں نے دس ایسے مسائل سنے ہیں جن کو پہلے نہ جانتا تھا، صرف تین ان میں سے مجھے معلوم تھے۔

ابوالعباس بن سریج اور حضرت جنید کا واقعہ:

کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت فقیہ ابوالعباس بن سریج، حضرت جنید کی مجلس کے قریب سے گذرے تو ان کی گفتگو سنی، ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بتایا: میں یہ گفتگو نہیں سمجھ سکا لیکن ان کی بات میں اتنا وزن ہے جو ایک باطل شخص کی بات میں نہیں ہو سکتا۔

حضرت جنید اور عبداللہ بن سعید کا واقعہ:

کہتے ہیں کہ عبداللہ بن کلاب سے کہا گیا کہ آپ ہر ایک پر اعتراض کرتے رہتے ہیں، یہاں ایک آدمی رہتا ہے جسے جنید کہتے ہیں تو آؤ ان پر اعتراض کر کے دیکھو کہ کر سکتے ہو یا نہیں؟ عبداللہ ان کی مجلس میں چلے گئے، حضرت جنید سے توحید کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا جس پر عبداللہ حیران ہو گئے اور کہا، آپ اسے دوبارہ بیان کریں گے؟ حضرت جنید نے دوبارہ بیان کر دیا لیکن اس مرتبہ پہلے طریقے سے بیان نہ کیا، عبداللہ نے کہا، یہ کوئی دوسری بات ہے جسے میں نہیں جانتا، ایک بار دہرا دیجئے، حضرت جنید نے اب

نئے انداز سے بیان کی تو عبداللہ نے کہا، میں آپ کی بات سمجھنے سے قاصر ہوں، ہمیں لکھوا دیجئے حضرت جنید نے فرمایا کہ اگر آپ راہ سلوک طے کر چکے ہیں تو میں لکھ دیتا ہوں۔ اس پر عبداللہ نے کھڑے ہو کر آپ کی عظمت کا اعتراف کیا۔

جب اس گروہ صوفیہ کے اصول سب سے بہتر تسلیم ہو چکے، ان کے مشائخ لوگوں میں سے بڑے ہوئے، ان میں کے علماء سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں تو لازمی بات یہ ہے کہ ان پر اعتقاد رکھنے والا مرید اگر اہل سلوک میں شامل ہے اور تدریجاً ان کے مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے تو خصوصی طور پر ان صوفیہ میں پائے جانے والے مکاشفات غیب کا حصہ دار بن جائے گا، اسے اس راہ سے خارج لوگوں کی محتاجی نہ رہے گی تاہم اگر کوئی مرید کسی کی اتباع کرنا چاہتا ہے اور خود اس کی اپنی حالت مستقل نہیں ہوتی، وہ چاہتا ہے کہ جب تک وہ اہل تحقیق کا مقام حاصل نہیں کر سکتا، ان کی تقلید میں رہے تو اسے اپنے سلف صالحین کی تقلید کرنا ہوگی اور اس گروہ کے راستے پر چلنا ہوگا کیونکہ یہ صوفیہ دوسرے لوگوں سے بہر صورت بہتر ثابت ہوں گے۔

☆ میں نے شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی سے سنا: انہوں نے ابوبکر رازی سے اور انہوں نے حضرت شبلی رحمہ اللہ سے سنا، آپ نے فرمایا: جس علم کو عالم لوگ جانتے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ یہ علم تہمت کے برابر ہے؟

علم تصوف سب سے اعلیٰ درجہ رکھتا ہے:

حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں جس علم کے بارے میں ہم اپنے ساتھیوں اور بھائیوں سے گفتگو کیا کرتے ہیں، اگر مجھے پتہ چل جائے کہ آسمان کے نیچے اس سے بہتر کوئی اور علم موجود ہے تو ہم اسے حاصل کرنے کی کوشش کرتے اور اسی کا ارادہ رکھتے۔

علم شریعت کی ضرورت:

جب کوئی مرید راہ خدا پر چل نکلنے کا پختہ ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے لئے علم شریعت حاصل کرنا لازم ہو جاتا ہے خواہ وہ خود تحقیق کے لائق ہو یا ائمہ علماء سے پوچھ کر اپنے فرائض ادا کر سکے، اگر کسی مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف پایا جائے تو یہ احتیاط کا راستہ اپنائے اور اختلاف میں پڑنے سے گریز کرے کیونکہ شریعت میں رخصت تو صرف ان لوگوں کے لئے ہوتی ہے جو کمزور محتاج اور کام کاج میں مصروف ہوں، رہا گروہ صوفیہ تو انہیں حقوق الٰہیہ کی ادائیگی کے علاوہ اور کوئی کام ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جب کوئی فقیر درجہء حقیقت سے گر کر شریعت کی رخصت تلاش کرتا ہے تو سمجھ لو کہ اس نے اللہ سے جو کیا ہوا معاہدہ توڑ لیا اور ہر عہد و پیمان گنوا بیٹھا۔

مرید کے لئے شیخ کی ضرورت:

پھر مرید کے لئے یہ بھی لازم ہوتا ہے کہ وہ کسی شیخ سے آداب طریقت سیکھے کیونکہ اگر کوئی اس کا شیخ نہیں ہوگا' وہ کامیاب نہ ہو سکے گا چنانچہ یہ دیکھئے کہ حضرت ابو یزید رحمہ اللہ فرما رہے ہیں کہ جس مرید کا کوئی استاذ نہیں ہوگا، اس کا امام شیطان ہوتا ہے۔

پیر کے بغیر انسان بے پھل درخت جیسا ہوتا ہے:

حضرت استاد ابو علی دقاق رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ جب کوئی درخت کسی کے لگائے بغیر خود بخود اگ آتا ہے، اس کے پتے تو ہوتے ہیں لیکن پھل نہیں دیا کرتا، بعینہ یہی حال شیخ کے بغیر مرید کا ہوتا ہے، اسے تو شیخ کے ایک ایک سانس میں تعلیم حاصل کرنا ہوتی ہے

چنانچہ نہ ہونے کی صورت میں وہ خواہشات کا پجاری ہوگا، راہ راست پر نہ ہوگا۔

راہ سلوک میں چلنے کے لئے ہر ایک کو توبہ کرنا ضروری ہوتی ہے:

یہ سب کچھ کرنے کے بعد راہ سلوک پر چلنے والے کے لئے ہر لغزش سے توبہ کرنا ضروری ہوتا ہے، اسے ہر لغزش ترک کرنا ہوگی خواہ در پردہ کرتا ہو یا ظاہراً اور چھوٹی ہو یا بڑی۔

مرید کسی سے مخالفت نہ رکھے:

راہ سلوک کے مرید کے لئے لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے مخالفوں سے صلح کرے کیونکہ جو سالک اپنے مخالفوں کو راضی نہیں کرتا، وہ اس راہ سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور صوفیہ کرام اسی طریقہ پر کاربند چلے آرہے ہیں۔

مرید، دنیاوی تعلقات میں کمی کرے:

اس کے بعد اسے چاہئے کہ دنیاوی تعلقات اور مصروفیات کو ختم کرنے کی کوشش کرے کیونکہ راہ طریقت کی بنیاد دل کو ہر چیز سے فارغ کر لینے پر ہوتی ہے۔

حصری کو حضرت شبلی کی ہدایت:

حضرت حصری کے ابتدائی دور میں حضرت شبلی رحمہ اللہ انہیں ہدایت دیا کرتے تھے کہ اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک اگر تمہارے دل میں غیر اللہ کی طرف توجہ ہو جائے تو میرے پاس تمہاری حاضری حرام ہوگی۔

مرید، دنیوی ہر روکاوٹ دور کر دے:

سالک مرید جب دنیوی رکاوٹیں دور کرنے کا ارادہ کرلے تو سب سے پہلے مال و دولت سے تعلق توڑے کیونکہ یہی وہ چیز ہے جو اسے اللہ سے ہٹاتی ہے، ہم نے مال دنیا سے تعلق رکھنے والا ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جسے تھوڑے عرصہ بعد یہ بہکا کر وہیں نہ لے گیا ہو جہاں سے چلا تھا۔

☆ جب تک مرید کے لئے دنیا میں عزت پانا اور دھتکارا جانا یکساں نہ ہو، اس سالک سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا بلکہ ایک سالک کے لئے سب سے نقصان دہ چیز یہ ہوتی ہے کہ راہ تصوف سے عدم واقفیت کی بناء پر لوگ اسے ثابت قدم سمجھیں اور اس سے برکات حاصل کرنے کی کوشش کریں حالانکہ وہ ابھی تک صحیح ارادت مند بھی نہیں بنا ہوتا چہ جائیکہ اس سے تبرک حاصل کرنا صحیح ہو چنانچہ راہ سلوک والوں کے لئے رعب داری سے بچنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ رعب داری قتل کر دینے والی زہر ہوتی ہے۔

☆ جب سالک مال و جاہ سے نکل جائے تو اس کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ اپنے اور اللہ کے درمیان پختہ معاہدہ کرے۔

☆ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ ابتداء سلوک میں صوفی اپنے شیخ کے حکم کی مخالفت نہ کرے کیونکہ ایسے وقت میں اس کی مخالفت اس کے لئے نہایت نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ ابتدائی حالت ہی ساری زندگی کے لئے نمونہ بنتی ہے۔

☆ مرید کے لئے یہ بھی ایک شرط ہے کہ اس کے دل میں شیخ کے خلاف کوئی شکایت موجود نہ ہو۔

☆ جب مرید کے دل میں یہ بات آتی ہو کہ دنیا میں اس کی کوئی قدر و قیمت ہے یا اس کے ذہن میں یہ بات آئے کہ پوری زمین پر اس سے کم درجہ بھی کوئی ہے تو اسے صحیح مرید نہیں کہا جا سکتا، اس لئے کہ ایسے وقت میں اسے اپنے رب کی معرفت کے لئے مجاہدہ کرنا ہوتا ہے نہ کہ ''عزت و جاہ'' تلاش کرتا پھرے۔ چنانچہ ایسے دو شخصوں میں فرق پایا جاتا ہے جن میں ایک تو اللہ تعالیٰ کی خواہش رکھتا ہو اور دوسرا وہ جو دنیا و آخرت میں جاہ و جلال کا خواہش مند ہو۔

☆ مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے رازوں کو اپنے باطن میں محفوظ رکھے، البتہ شیخ سے نہ چھپائے کیونکہ اگر اس نے اپنے شیخ سے ایک سانس بھی چھپا لیا تو یہ اس کی طرف سے اپنے شیخ کے حق میں خیانت ہوگی۔

☆ اگر شیخ نے کوئی حکم دیا اور مرید سے اس کے خلاف کام ہو گیا تو اس کے لئے لازم ہے کہ فوراً اس کے سامنے اقرار کرلے اور شیخ اس جرم و مخالفت کی وجہ سے جو سزا بھی اس کے لئے تجویز کرے تسلیم کرلے خواہ سزا سفر کی شکل میں ہو یا کوئی اور تجویز کردے۔

شیخ اپنے مرید کی لغزش سے درگذر نہ کرے:

مشائخ کے لئے یہ صحیح نہیں ہوتا کہ وہ اپنے مرید کی کسی لغزش سے درگذر کریں کیونکہ اس کا درگذر کردینا اللہ کے حقوق کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا اور جب تک مرید ہر قسم کے تعلق کو ترک نہیں کردیتا، شیخ اسے کسی ذکر و فکر پر نہ لگائے اور پھر شیخ کے لئے ضروری ہے کہ اس سلسلے میں مرید کا تجربہ کرتا رہے اور تجربات کے بعد جب اسے معلوم ہو جائے کہ اس مرید کا عزم و ارادہ صحیح ہے تو اس پر یہ شرط لگا دے کہ راہ طریقت پر چلتے وقت اسے اللہ کے فیصلوں پر راضی رہنا ہوگا چنانچہ اس سے عہد لے کہ راہ طریقت سے وہ کسی صورت میں نہیں ہٹے گا خواہ اسے تنگی، ذلت، فقر، بیماری یا کوئی بھی دکھ پہنچے اور یہ عہد بھی لے کہ وہ تن آسانی تلاش نہیں کرے گا اور نہ ہی فاقہ یا غم کے دوران مجبوری کی وجہ سے رخصت پر عمل کرنے کی کوشش کرے گا، نہ سکون کا دھیان کرے گا' نہ ہی کسی سستی میں پڑے گا کیونکہ مرید کے کام میں وقفہ کا آجانا، ارادت توڑ دینے سے بھی برا ہوتا ہے۔

فترۃ اور وقفہ میں فرق:

فترۃ اور وقفہ میں فرق ہوتا ہے۔ ''فترۃ'' اسے کہتے ہیں کہ مرید اپنی ارادت توڑ بیٹھے اور اس سے نکل جائے (مریدی کا تعلق توڑ لے) اور ''وقفہ'' اسے کہتے ہیں کہ مرید کسی سستی کے حائل ہو جانے کی بنا پر اپنے سفر سلوک سے ٹھہر جائے (اور اسے جاری نہ رکھ سکے) کیونکہ جو مرید، مرید ہوتے ہی اپنے سفر میں رک جاتا ہے تو اسے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

مرید اپنے وظائف کب شروع کرے؟

جب شیخ اپنے مرید کا ہر طرح سے تجربہ کرلے تو اس پر لازم ہو جاتا ہے کہ اپنے مرید کی حالت کے مطابق اسے کسی ذکر و وظیفہ پر لگا دے چنانچہ جو اسم اسے بتائے اس کے بارے میں حکم دے کہ اسے زبان سے پڑھے، پھر اسے حکم کرے کہ زبان کے ساتھ ساتھ دل سے بھی ذکر کرے اور پھر اسے کہہ دے کہ یہ ذکر ہمیشہ جاری رکھے اور اپنے آپ کو یوں سمجھے کہ دل میں اپنے رب کے سامنے ہے اور جب تک ممکن ہو اس کی زبان پر اس کے علاوہ کئی اور اسم نہیں آنا چاہئے۔

☆ پھر شیخ اپنے مرید کو یہ حکم کرے کہ وہ ظاہری طہارت (وضو) ہر وقت رکھے اور نیند غالب ہو جانے پر سوئے۔

☆ پھر یہ بھی کہہ دے کہ اپنی غذا آہستہ آہستہ گھٹاتا جائے تاکہ اسے بھوک برداشت کرنے کی طاقت حاصل ہو جائے۔

☆ مرید کو یہ حکم نہ دے کہ اپنی عادتیں یک لخت ترک کر دے کیونکہ حدیث پاک میں آتا ہے اِنَّ الْمُنْبَتَ لَا اَرْضاً قَطَعَ وَلَا ظَهْراً اَبْقٰی یعنی جو شخص جانور کو اس کے تھک جانے تک چلاتا ہے وہ نہ تو سفر طے کر سکتا ہے اور نہ اپنے جانور کو صحیح سلامت رکھ سکتا ہے۔

☆ اس کے بعد شیخ اپنے مرید کو تنہائی اور گوشہ نشینی کا حکم دے اور اسے کہہ دے کہ دل سے برے خیالات کو نکال دے اور ایسے کاموں سے گریز کرے جو اس کے دل کو اللہ سے ہٹائیں۔

یہ بات ذہن نشین رکھیں، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء ارادت میں بحالت خلوت ایک مرید عقیدے میں وسوسوں سے بچ سکے اور خصوصاً صاف دل والا مرید بہت کم بچتا ہے اور ایسے مرید بہت کم ہوتے ہیں جو ابتداء ارادت میں اس حالت سے بچیں اور پھر ایسی حالت سے مرید دوچار ہو جایا کرتے ہیں تو ایسے وقت میں شیخ کو چاہیے کہ مرید کے سمجھدار ہونے کی صورت میں اسے عقلی دلائل دے کر سمجھائے کیونکہ ایک عارف ایسے وساوس سے علم کے ذریعہ خلاصی حاصل کر سکتا ہے۔

اگر شیخ اپنی فراست سے مرید کی قوت اور اس کی طریقت میں ثابت قدمی ملاحظہ کر لیتا ہے تو صبر کرنا سکھائے اور ذکر کو ہمیشہ جاری رکھنے کی ہدایت کرے تا کہ اس کے دل میں مقبولیت کا نور چمک جائے اور واصل باللہ ہونے کا سورج طلوع ہو جائے اور یہ صورت جلد ہی بن جایا کرتی ہے مگر یہ بات عام مریدوں میں پیدا نہیں ہوتی (بلکہ خاص خاص مرید ہی اسے حاصل کرتے ہیں) عام طور پر یہ ہوتا ہے انہیں آیات میں غور و فکر کرنے کی طرف لگایا جاتا ہے لیکن یہ غور و فکر اس وقت ممکن ہوتا ہے جب مرید کی ضرورت کے مطابق اسے اصولوں کا علم حاصل ہو۔

یاد رکھئے کہ سلوک کے اس مرتبہ میں مریدین کو خاص قسم کی مشکلات سے واسطہ پڑتا ہے، ایسا اس وقت ہوتا ہے جب تنہائی میں ذکر کرتے، سماع کی مجلسوں میں ہوتے یا اسی قسم کی اور مصروفیت میں ہوتے ہیں ایسے وقت میں ان کے دلوں کے اندر انوکھے خیال آتے ہیں جن کے بارے میں وہ یقینی طور پر جانتے ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے امور سے پاک ہے نیز انہیں اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہوتا کہ وہ خیالات باطن ہیں یہ سلسلہ دائمی طور پر ہوتا ہے جن سے مریدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے، وہ انہیں غلیظ گالیوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں، بری بات معلوم ہوتے اور بدترین خیالات کے قائم مقام ہوتے ہیں جنہیں مرید زبان پر لانا بھی گوارا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو بتانا مناسب سمجھتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے شدید ترین واقع ہوتی ہے، ایسے قت میں مریدین کے لئے لازم ہوتا ہے کہ دل میں آنے والے ان بدترین خیالات کی پرواہ نہ کرے اور مسلسل اپنا ذکر جاری رکھے اور بارگاہ الٰہی میں ان کو دفع کرنے کے لئے عجز و انکسار کے ساتھ دعا کرتا رہے، ایسے جتنے بھی وسوسے ہوتے ہیں، وہ شیطان کی طرف سے نہیں بلکہ اس کے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور جب بندہ ان سے بے پرواہ ہو کر ان کا مقابلہ شروع کر دیتا ہے تو یہ اس سے خود بخود دور ہو جاتے ہیں۔

آداب مرید:

یہ بات مرید کے ادب بلکہ اس کی حالت کے لحاظ سے اس کے لئے فرض کا درجہ رکھتی ہے کہ اپنے خلوت و تنہائی کے مقام سے نکلنے نہ پائے اور جب تک وہ دل سے اللہ تک نہیں پہنچ جاتا اور طریقت اسے پسند نہیں کرتی، سفر پر نہ جائے کیونکہ بے وقت سفر مرید کے لئے زہر قاتل ثابت ہوتا ہے اور جب وہ بے وقت سفر کرے گا تو جس مقصد کو وہ حاصل کرنا چاہتا ہے، حاصل نہیں ہو سکے گا۔

جب اللہ تعالیٰ کسی مرید کی بہتری کا ارادہ کرتا ہے تو ارادت کے ابتدائی وقت میں اسے ثابت قدمی عطا کر دیتا ہے اور جب اس کی برائی کا ارادہ کرتا ہے تو جس حالت اور جس پیشے سے وہ چلا تھا واپس اسی کی طرف لوٹا دیتا ہے اور جب وہ آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے تو

اسے سفر کا راستہ دکھا دیتا ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب مرید پہنچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر مرید جوان ہو تو اس کی طریقت یہ ہوتی ہے کہ ذاتی طور پر سب کے سامنے فقراء کی خدمت کیا کرے؟ ایسی خدمت میدان سلوک میں کم درجہ کی شمار ہوتی ہے چنانچہ یہ مرید اور اس جیسے دوسرے مرید ظاہری طور پر پہچانے ہوئے ہوں گے، یہ سفر کریں گے تو زیادہ سے زیادہ ایسی طریقت میں ان کا حصہ کچھ حج ہوں گے جو انہیں حاصل ہو سکیں گے یا جہاں جائیں گے وہاں کی زیارتیں کر سکیں گے یا شیوخ سے مل کر انہیں سلام کہیں گے چنانچہ یہ ظاہری چیزوں کا مشاہدہ کریں گے اور سفر پر اکتفاء کریں گے لہذا ان لوگوں کا سفر پر رہنا ہی لازمی ہوتا ہے تا کہ ان کی تن آسانی انہیں کسی منع شدہ کام کی طرف نہ لے جائے کیونکہ اکثر نوجوانوں کا یہ کام ہوتا ہے کہ جب وہ راحت اور تن آسانی میں پڑ جاتے ہیں تو اس کے فتنہ میں پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

مرید کے لئے خطرناک کام:

جب ایک مرید اپنی ابتدائی حالت میں فقیروں اور ساتھیوں کے اندر چلا جاتا ہے، تو یہ بات اس کے لئے بہت نقصان دہ ثابت ہوتی ہے اور اگر کوئی مرید اس امتحان میں پڑ جائے (اور فقیروں میں چلا جاتا ہے) تو اس کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ مشائخ کا احترام کرے، اپنے ساتھیوں کی خدمت کرے، ان کی مخالفت نہ کرے، ایسا کام کرے جس میں فقیروں کے لئے راحت کا سامان ہو اور یہ کوشش کرتا رہے کہ اس سے شیخ کے دل میں ملال نہ آئے۔

یہ بھی لازم ہے کہ فقیروں سے صحبت کے وقت فقیروں کی خاطر اپنے نفس کی مخالفت کرے نہ کہ اپنے نفس کی خاطر ان سے جھگڑے، اسے چاہئے کہ ان فقراء کی خدمت اپنے اوپر لازم جانے، اپنی خدمت کسی پر لازم نہ جانے۔

☆ مرید کے لئے لازم ہے کہ کسی کی مخالفت نہ کرے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ وہ حق پر ہے تو پھر خاموشی اختیار کرے اور ہر ایک کے ساتھ اتفاق و اتحاد کا اظہار کرے۔

☆ ہر ایسا مرید جس میں ہنسی مذاق کی عادت ہو، ضد کرتا ہو یا جھگڑتا ہو، اس سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

☆ جب بھی کوئی مرید فقیروں کے گروہ میں موجود ہو، خواہ سفر میں یا حضر میں تو اس کی طرف سے مخالفت ظاہر نہیں ہونی چاہئے، نہ کھاتے وقت، نہ حالت روزہ میں، نہ سکون کے وقت اور نہ حرکت کے وقت، اگر مخالفت کرنی ہی ہو تو پوشیدہ طور پر اور دل ہی دل میں کرے اور اپنا دل اللہ کے ساتھ لگائے رکھے اور اگر فقراء کھانے کا اشارہ کریں تو ایک دو لقمے کھائے اور اپنے نفس کے کہنے پر نہ چلے۔

مریدوں کے لئے ظاہری طور پر زیادہ وظیفے کرنا بہتر نہیں ہوتا' ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ دلوں سے وسوسے دور کریں۔ اخلاق درست کریں اور دلوں کی غفلت دور کریں۔ کثرت وظائف سے انہیں غرض نہیں ہوتی اور سب سے زیادہ ضروری یہ ہوتا ہے فرائض اور مؤکدہ سنتوں پر کاربند رہیں، رہا یہ کہ وہ کثرت سے نفل پڑھیں تو اس سے یہ بہتر ہے کہ ہمیشہ دل سے ذکر میں لگے رہیں۔

مرید کے لئے سب سے ضروری کام

مرید کی اصل پونجی یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کی بات برداشت کرے، آنے والی ہر مصیبت پر خوش رہے، تکلیف اور فاقہ میں صبر سے کام لے، سوال کی عادت چھوڑے، تھوڑی چیز ملنے پر نہ جھگڑے اور اپنے حصے سے زیادہ نہ مانگے، جو مرید ان چیزوں میں صبر سے کام نہیں لیتا، اسے بازار چلے جانا چاہئے کیونکہ جو مرید لوگوں جیسی خواہشات رکھتا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ وہیں سے اپنی خواہشات پوری کرے جہاں سے لوگ پوری کرتے ہیں، وہ قسمیں کھایا کرے اور پیشانی سے پسینہ پونچھتا رہے۔

جب مرید ہمیشہ ذکر کرتے رہنے کو لازم قرار دے لے اور گوشہ نشینی پر کاربند ہو جائے تو اگر وہ گوشہ نشینی کے وقت وہ کچھ حاصل کر لے جو پہلے اسے حاصل نہ تھا تو اس کی طرف دھیان نہ دے اور نہ اس میں سکون محسوس کرے، خواہ وہ چیز نیند میں حاصل ہو، خواہ بیداری میں، خواہ نیم خوابی میں یعنی اس سے کوئی بات کرے یا کوئی ایسا خیال ہو جو عادت کے خلاف ہو اور پھر ایسی چیزوں کے حاصل ہونے کا انتظار نہ رکھے کیونکہ یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ سے توجہ ہٹانے والی ہیں اور پھر یہ بھی لازم ہے کہ ایسے حالات اپنے پیر سے بیان کرتا رہے تا کہ ان چیزوں سے اس کا دل فارغ ہو جائے۔

شیخ پر کیا لازم ہے:

مرید کے شیخ پر لازم ہے کہ اپنے مرید کے راز کو محفوظ رکھے، کسی دوسرے کو نہ بتائے اور مرید کے سامنے ایسی چیزوں کو معمولی ظاہر کرے کیونکہ یہ سب چیزیں ایک آزمائش بن سکتی ہیں اور انہیں صحیح کہنے میں دھوکا ہو سکتا ہے چنانچہ مرید کو ان سے ڈرائے رکھے اور ان کی طرف دھیان دینے سے منع کرے اور اپنا ارادہ ان چیزوں سے بلند رکھے۔

مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز:

ایک مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ چیز یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے دل میں ڈالی جانے والی چیز کی طرف دھیان شروع کر دے، یہ تو اس کا احسان ہوتا ہے کہ اس نے تجھے یہ چیزیں دے کر خصوصی درجہ دے دیا ہے، جس کی وجہ سے تو اپنے جیسوں میں ممتاز ہو گیا ہے کیونکہ اگر وہ ایسی چیزوں کو ترک دے گا تو اسے ان چیزوں سے ہٹا کر مکاشفات حقیقت سے دور کر دیا جائے گا۔ ایسی چیزوں کی وضاحت کتابوں میں مشکل سے ہوتی ہے۔

شیخ کی تلاش کے لئے ہجرت کرنا:

☆ پھر مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر اسے ادب سکھانے والا نہ ملے تو وہاں سے ہجرت کر کے ایسے شخص کے پاس پہنچے جو مریدوں کو راہ راست دکھانے کے لئے مقرر ہے اور پھر اسی کے پاس مقیم ہو جائے اور اجازت ملنے سے قبل اس کا در نہ چھوڑے۔

معرفت الٰہیہ حج سے مقدم ہے:

یاد رکھئے خانہ کعبہ کے رب کی معرفت، زیارت بیت اللہ سے پہلے لازم ہے اور جب تک مرید معرفت الٰہیہ حاصل نہیں کرتا اس وقت تک بیت اللہ کی زیارت لازم نہیں۔ وہ نوجوان صوفی جو حج کے لئے نکل کر اور خانہ کعبہ کی زیارت کرتے ہیں اور شیخ سے اجازت نہیں لیتے تو یہ ان کی صرف نفسانی خواہش ہوتی ہے۔ ان کا طریقت پر چلنا محض رسمی ہوتا ہے، اس سفر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور اس کا ثبوت یہ چیز ہے کہ جوں جوں ان کا سفر بڑھتا جائے گا، ان کی دلی پریشانی زیادہ ہوتی جائے گی اور اگر یہ لوگ نفسانی خواہشات کو چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھاتے تو یہ ان کے لئے ہزار سفر سے بھی زیادہ اچھا ہوتا۔

شیخ کی خدمت میں حاضری کا طریقہ:

مرید کے لئے یہ شرط ہے کہ جب بھی اپنے شیخ کی زیارت کے لئے حاضری دے نہایت احترام سے جائے، نہایت عقیدت سے اسے دیکھے اور اگر شیخ اس سے کوئی خدمت لینا چاہے تو اسے اپنے لئے ایک عظیم نعمت شمار کرے۔

فصل

مرید کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اپنے شیخ کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ ایک معصوم شخص ہے، اسے لازم ہے کہ شیخ کو اس کے حال پر رہنے دے ہاں اس کے مقبول الٰہی ہونے کے متعلق اچھا گمان رکھے، شیخ، جن چیزوں پر مرید کو چلنے کا اشارہ دے، ان میں حدود الٰہیہ کا خیال رکھے، کسی امر کے اچھا ہونے یا نہ ہونے میں امتیاز کے لئے اس کا اپنا علم شریعت اسے کام دے گا۔

فصل

ہر ایسا مرید جس کے دل میں دنیا کے ساز و سامان کی تھوڑی سی بھی قدر و منزلت ہوگی، وہ صرف فرضی مرید ہوگا اور اگر مرید کسی دنیوی کام سے نکلنے کا ارادہ رکھتا ہے اور پھر ان میں سے کسی ایک قسم کو پسند کرتا ہے یا کسی ایک شخص سے اس کا تعلق جوڑتا ہے تو یہ اس کے لئے بالکل نامناسب کام ہوتا ہے' اس کے متعلق ہر وقت اس بات کا خطرہ رہے گا کہ وہ دنیوی مال کی طرف پھر متوجہ نہ ہو جائے کیونکہ مرید کا اصل مقصد تو یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسے کاموں سے بچ جائے، یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہ ایسی اعلیٰ نیکی تلاش کرتا پھرے۔

مرید کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ وہ اپنے جمع شدہ مال سے علیحدگی اختیار کرنے کے باوجود اپنے ایک خاص پیشے میں توجہ رکھے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کاروبار کا ہونا یا نہ ہونا اس کے سامنے ایک ہی حیثیت رکھتا ہو، اس مال کی بنا پر وہ کسی فقیر سے نفرت نہ کرے۔ نہ ہی اسے تنگ کرے خواہ وہ مجوسی ہی کیوں نہ ہو۔

فصل

اگر کسی شیخ کا دل مرید کو قبول کرلے (کہ اسے سالک بنائے) تو یہ بات اس مرید کے لئے نہایت بہترین ثبوت ہوگا کہ وہ مرید سعادت مند ہے اور اگر کسی شیخ کا دل اس مرید کو پسند نہ کرے تو یقیناً وہ مرید اس کا نتیجہ دیکھ لے گا اگرچہ کچھ ہی عرصہ بعد دیکھے۔ اگر کوئی مرید اپنے شیخ کا احترام نہ کرنے کی وجہ سے ذلیل ہو جائے تو گویا وہ بدبخت ہوگا اور یہ بات ثابت ہو کر رہے گی۔

فصل

مرید نوخیز بچوں میں بیٹھنے سے گریز کرے:

راہ سلوک میں ایک مرید کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ نوعمر بچوں میں بیٹھنا شروع کردے۔
اگر کوئی مرید نوعمر بچوں میں بیٹھنے سے باز نہیں آتا تو سب مشائخ نے اس کے متعلق یہ بات بالاتفاق کہی ہے کہ وہ ایسا شخص ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ذلیل و رسوا کر دیا ہے بلکہ وہ اپنے نفس سے غافل ہو چکا خواہ وہ لاکھ کرامت دکھانے والا ہو، ایسا شخص مرتبۂ شہادت پا کر بھی ذلیل ہی ہوتا ہے اور حدیث میں اس چیز کی طرف یوں اشارہ موجود ہے: ''کیا وہ شخص دنیا میں دل لگا کر اپنے دل سے غافل نہیں ہو گیا؟''

اس سلسلے میں سب سے بڑی مصیبت یہ ہوتی ہے کہ وہ دلی طور پر ذلیل ہو کر اس کام کو معمولی سمجھ لے حالانکہ اللہ تعالیٰ تو یہ فرماتا ہے کہ وَتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (تم اسے آسان کام سمجھتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ کام بہت بڑی بات ہے)

☆ حضرت واسطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو رسوا کرنا چاہتا ہے تو اسے ایسی بدبودار اور مردار جیسی حیثیت رکھنے والی چیزوں کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔

☆ حضرت فتح موصلی رحمہ اللہ بتاتے ہیں کہ میں نے تیس مشائخ کی صحبت میں رہنے کا موقع پایا، وہ سبھی لوگ ابدال اولیاء میں شمار ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک نے مجھے الوداع کرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ "نوعمر بچوں سے صحبت اور میل جول نہ رکھنا۔"

جو شخص فسق و فجور کی اس حالت سے ترقی کر جاتا ہے اور اسے روح کی آزمائش قرار دیتا ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ میل جول اسے نقصان نہیں دے گا' یہ صرف وسوسے ہوتے ہیں جو حضوری کے دعویداروں نے تیار کر رکھے ہیں اور پھر وہ مختلف مشائخ کی حکایات سناتے ہیں تو ان کیلئے بہتر یہ تھا ان مشائخ کی بظاہر کوتاہیوں پر پردہ ڈالتے کیونکہ ان کی ایسی جرات شرک اور کفر تک لے جا سکتی ہے۔

مختصر یہ کہ مرید کو نوعمروں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے، ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے کیونکہ یہ بظاہر معمولی کوتاہی' اس کی ذلت کا سبب بنے گی اور اس کی اللہ تعالیٰ سے دوری کی ابتداء ہوگی۔ ہم اللہ سے پناہ مانگتے ہیں کہ وہ ہماری اس برائی کا فیصلہ فرمائے۔

فصل

نقصان حسد:

مرید کے لئے نقصان دہ چیزوں میں سے ایک چیز حسد بھی ہے، وہ اپنے بھائیوں کے متعلق دل میں حسد شروع کر دے کہ جو انعام اللہ تعالیٰ نے اس کے بھائیوں کو دے دیا ہے، وہ اسے نہیں مل سکا۔

یاد رکھئے کہ انعامات کی تقسیم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، بندہ ایسے حسد سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ وہ اپنے اللہ پر بھروسہ کرے اور اسی کو اپنے لئے کافی سمجھے اور اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس سے زیادہ نزدیکی کر لیا ہے تو یہ اس کا انعام ہے لہذا اے مرید! تو جس شخص کو دیکھے کہ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو گیا ہے' تجھ سے مرتبہ میں بلند ہو گیا تو تجھے چاہئے کہ اس کا حلقہ نشین بن جا، کیونکہ صحیح ارادت مندوں کا یہی طریقہ رہا ہے۔

فصل

یاد رکھئے، جب مرید کسی گروہ میں چلا جائے تو اس کا حق یہ ہوتا ہے کہ سب کچھ قربان کر دے، بھوکے اور شکم سیر کو اپنے آپ سے مقدم جانے اور جو اسے شیخ بن کر دکھا رہا ہے، اس کے سامنے شاگردوں جیسا بن کر رہے اگرچہ یہ اس سے علم میں زیادہ کیوں نہ ہو اور یہ بات اسے اسی صورت میں حاصل ہو سکتی ہے جب یہ مرید چالاک اور ہوشیار بن کر نہ دکھائے، اس مرتبہ پر پہنچنا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ قوت اور احسان سے ممکن ہوتا ہے۔

فصل

سماع کے آداب:

سماع میں شامل ہونے پر مرید کے لئے جن آداب کی ضرورت ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اس کی کوئی حرکت اس کے اختیار میں نہ ہو۔ اگر اس پر حرکت وارد ہو جائے، اس میں قوت برداشت باقی نہ رہی ہو تو جتنا اس پر حالت کا غلبہ ہوا ہے، اس حد تک اس کی حرکت کو برا نہیں سمجھا جائے گا اور وہ حالت اس سے زائل ہو جائے تو اسے چاہئے کہ بالکل سکون سے بیٹھ جائے لیکن اگر وہ حالت کے غلبہ کے معدوم ہونے پر بھی وجد کو جائز سمجھتے ہوئے حرکت جاری رکھتا ہے تو یہ اس کے لئے صحیح نہیں ہوگا اور ایسی صورت میں حقائق اس پر منکشف نہیں ہوں گے، وہ پیچھے رہ جائے گا، یہ صرف دل کو خوش کرنے والی بات ہوگی۔

مختصر یہ کہ حرکت کرنے والا شیخ ہو یا مرید، یہ حرکت اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہے، ہاں یہ حرکت اگر کسی غیبی قوت یا اس کے دل پر وارد کے غلبہ سے ہوتی ہے تو الگ بات ہے اور اگر شیخ اسے حرکت کرنے کا اشارہ دے تو اس کے اشارہ پر حرکت کرنے میں حرج نہیں البتہ اس میں یہ ضروری ہے کہ شیخ اس قسم کے اشارہ کی صلاحیت رکھتا ہو۔ ہاں اگر اس کے ساتھی اسے حرکت کے لئے کہہ دیں تو یہ ان کی موافقت کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تا کہ وہ اس سے متنفر نہ ہو جائیں، اس کا صدق فقراء کو اس بات سے روکے گا کہ وہ اس پر اعتراض کریں کہ تم ہمارے ساتھ شامل کیوں نہ ہوئے۔

رہا یہ کہ مرید سماع میں اپنا خرقہ اتار پھینکے تو اس سلسلہ میں مرید کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا کہ وہ جس حالت سے نکل آیا ہے اس کی طرف لوٹے، ہاں اگر شیخ اسے حکم دے دے تو یہ بات الگ ہے، ایسے میں اسے یہی سمجھنا چاہئے کہ اس نے یہ خرقہ گویا عاریۃً دوبارہ لے لیا ہے اور پھر اسے اتارتے وقت ایسے طریقے سے اتارے کہ شیخ اس سے دل برداشتہ نہ ہو جائے۔

جب وہ ایسے لوگوں میں شامل ہو جائے جن کی عادت بن چکی ہو کہ خرقہ اتار دیتے ہیں اور پھر اٹھا بھی لیتے ہیں تو ایسی صورت میں اگر وہاں کوئی شیخ موجود نہیں تو اس کی عزت واحترام کا خیال کرے اور اگر چہ یہ خرقہ نہیں اتارا کرتا، اسے ان کی موافقت کرنی چاہئے اور جب دوسرے لوگ حرکت چھوڑ دیں تو اپنا خرقہ قوال کو دے دے اگر چہ اسے اتارنے کی عادت نہیں، جب اسے ساتھیوں کے بارے میں علم ہے کہ وہ پھینکے خرقے کو واپس اٹھا لیتے ہیں اور یہ ان کی عادت اچھی نہیں ہوتی تو اس کے لئے جائز ہے کہ یہ بھی ان کی موافقت کرے۔ بہتر یہی ہے کہ اس وقت تو یہ ان کی موافقت کرے اور پھر دوبارہ یہ کام نہ کرے۔

☆ مرید کے لئے یہ مناسب نہیں ہوتا کہ وہ قوال کو شعر دوبارہ دہرانے کا کہے کیونکہ اگر یہ اپنی سچی حالت میں ہے تو قوال خود بخود دہرا دے گا، یہ چاہے تو دوسروں کو شعر دہرانے کا کہہ سکتا ہے، حرکت مرید کے وقت اسے تبرک نہیں بنانا چاہئے کیونکہ یہ بات اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوگی کیونکہ اس کی قوت کمزور ہوتی ہے۔ اس وقت مرید کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ جاہ طلبی نہ کرے اور یہ بات وہ لوگ کہتے ہیں جو جاہ طلبی کو روکتے ہیں۔

فصل

اگر مرید جاہ و مرتبہ کی خواہش رکھنا شروع کر دے یا بچوں سے میل جول رکھے یا عورتوں کی طرف مائل ہو یا مال و زر کی رغبت رکھے اور اس مقام پر کوئی ایسا شیخ بھی نہ ہو جو اسے ان چیزوں میں رہنمائی کر سکے تو ایسے وقت میں اسے وہاں سے سفر کرنا اور وہ جگہ چھوڑ

دینا ہوگی تاکہ وہ اپنی اس بگڑی حالت کو سنوار سکے۔

جب تک مرید میں بشری تقاضے موجود ہوں اس وقت تک مرید کے لئے جاہ طلبی نہایت نقصان دہ ہوتی ہے۔

☆ مرید کے لئے یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اپنی حالت سے بڑھ کر اپنا علم ظاہر نہ کرے کیونکہ جب اس نے صوفیہ کی سیرت کا مطالعہ کرلیا اور تکلف کر کے ان کے مسائل اور احوال جان لئے حالانکہ پہلے اس مرتبہ پر نہیں پہنچا اور معانی تک پہنچنے کے بعد اسے چاہئے کہ اپنے مرتبہ تک رہے، اسی لئے صوفیہ نے کہا ہے کہ جب ایک عارف اپنی معرفت کی باتیں بتانا شروع کردے تو اسے جاہل سمجھو۔ کیونکہ اپنے مرتبے بتانا معرفت ہونے سے کم درجہ رکھتا ہے اور اگر کسی کا علم اس کے مرتبہ سے بڑھا ہوا لگتا ہے تو وہ صاحب علم ہے صاحب سلوک نہیں۔

فصل

مرید کا یہ بھی ایک ادب ہے کہ وہ اس کوشش میں نہ رہے کہ اس کے مرید اور شاگرد ہوں کیونکہ جب ایک مرید، مراد بن گیا حالانکہ ابھی تک بشری مادہ اس میں سے خارج نہیں ہوا اور نہ آفتیں دور ہوئیں تو وہ شخص حقیقت سے پردہ میں چلا جائے گا اور اس کا کوئی اشارہ اور تعلیم کسی کو فائدہ نہیں دے سکیں گے۔

فصل

جب ایک مرید فقراء کی خدمت پر کمربستہ ہوجاتا ہے تو ان کے دلوں سے اس کے لئے دعائیں نکلتی ہیں لہذا ایسے فقیروں کی اس کو مخالفت نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس کا دل پورے خلوص سے اور بقدر ہمت ان کے خدمت کرنے کو کہہ رہا ہوتا ہے۔

فصل

مرید کی حالت یہ ہونی چاہئے کہ وہ فقیروں کی خدمت کرتا رہے اور لوگ اس پر ظلم بھی کریں تو اس پر صبر کرے اور یہاں تک عقیدہ رکھے کہ اس کی جان بھی چلی جائے تو وہ ان کی خدمت سے نہیں رکے گا۔ علاوہ ازیں کوتاہی ہو تو ان سے معذرت کرے اور ان کے سامنے اپنے جرم کا اقرار کرے تاکہ ان فقراء کے دل اس سے مطمئن ہوں اگرچہ اسے معلوم ہو ہے کہ وہ بے گناہ ہے اور جیسے جیسے ظلم میں وہ لوگ زیادتی کریں، اتنی ہی زیادہ یہ ان کی خدمت کرے اور بھلائی سے پیش آئے۔

☆ حضرت امام ابوبکر بن فورک سے میں نے سنا آپ اس کی مثال دیتے ہوئے سمجھاتے تھے کہ جب تو ہتھوڑے کی چوٹ پر صبر نہیں کرسکتا تو اہرن بننے کی خواہش کیوں کرتا ہے (کیونکہ وہ تو ہوتا ہی چوٹ مارنے کے لئے) اسی موقع کی وضاحت کے لئے وہ یہ شعر پڑھتے ہیں:

''عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ میں اپنے گناہ جرم کی معذرت کرنے سے، پہلے ہی اس کے پاس چلا جاتا ہوں۔''

فصل

آداب طریقت کو بنیاد بنا کر مرید کا یہ کام ہوتا ہے کہ شریعت کے احکام پر کاربند ہو، حرام اور شک وشبہ والی چیزوں سے اپنا ہاتھ کھینچ لے، ممنوع چیزوں سے اپنے حواس کو بچائے، کوشش کرے کہ اس کا کوئی سانس اللہ سے غفلت میں نہ گزرے اور جب مرید کو حکم ہے کہ رائی بھر شبہ والی چیز کو بھی تکلیف کے وقت حلال نہ جانے تو راحت کے وقت وہ کیسے حلال جان سکتا ہے۔

یہ بھی مرید کی ایک خصوصیت ہونی چاہئے کہ خواہشات نفسانی کی مخالفت ہر وقت کرتا ہے کیونکہ جو خواہشات کے پیچھے پڑ جاتا ہے وہ اللہ کے ہاں امتیازی حیثیت حاصل نہیں کر سکتا۔

ایک مرید کے لئے یہ سب سے بری خصلت شمار ہوتی ہے کہ جب خواہش کو اللہ کی رضا میں ترک کر کے دوبارہ وہی خواہش کرنے لگے۔

فصل

مرید کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرے کیونکہ راہ طریقت میں اگر کوئی بندہ عہد توڑ دیتا ہے تو وہ ایسے ہوتا ہے جیسے علماء ظاہر کے ہاں مرتد۔ مرید کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ممکن حد تک وہ اللہ کے ساتھ خود اپنی مرضی سے کوئی معاہدہ کر لے کیونکہ جو کچھ شریعت نے نافذ کر دیا ہے اس کی طاقت کے مطابق وہی اس کے لئے کافی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی علامت بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: وَرَهْبَانِيَّةً نِابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنَاهَا عَلَيْكُمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ (اور راہب بنا تو یہ بات انہوں نے دین میں اپنی طرف سے نکالی، ہم نے ان پر مقرر نہ کی تھی، ہاں یہ بدعت انہوں نے اللہ کی رضا چاہنے کو پیدا کی)

فصل

مرید کی شان اس بات میں ہے کہ لمبی امیدیں لگانے کی طرف مائل نہ ہو کیونکہ فقیر تو ابن الوقت (اپنی موجودہ حالت پر گزارہ کرتا ہے) ہوتا ہے اور اگر وہ اپنے مستقبل پر امید لگاتا ہے، اپنے وقت کو چھوڑ کر اللہ کی طرف نہیں جاتا ہے اور نئے کام شروع کرنے کی امیدیں لگاتا ہے تو اس سے کوئی فائدہ نکلتا۔

فصل

مرید کی حالت ایسی ہونی چاہئے کہ اس کے پاس تھوڑا سا بھی مال و دولت نہ ہو اور خاص طور پر اس وقت جب فقراء میں موجود ہو کیونکہ مال و دولت کی تاریکی اس کے وقت کے نور کو بجھا دیتی ہے۔

فصل

صرف مرید ہی نہیں بلکہ مذہب تصوف کے تمام سالکوں کی یہ شان ہونی چاہئے کہ عورتوں کی نرم باتوں پر کان نہ دھریں اور پھر انہیں اپنی طرف کھینچ لینے کی اجازت کیسے دی جا سکتی ہے؟ مشائخ طریقت کا طریقہ یہی ہوتا چلا آیا ہے اور ان کی وصیتوں میں یہی کچھ ملتا ہے اور جس مرید نے اس بات کو حقیر جانا، عنقریب وہ ایسے امتحان دوچار ہوگا کہ وہ اسے ذلیل و خوار کر دیں گے۔

فصل

مرید کی عظمت اس بات میں ہے کہ وہ نرے دنیاداروں سے دور رہے کیونکہ یہ بات تجربہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ ان کی صحبت ایک زہر ہوتی ہے، دنیاداروں کو تو ان مریدوں سے فائدہ پہنچتا ہے جبکہ مرید کو نقصان ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا (آپ ان لوگوں کے پیچھے نہ پڑیں جن کے دلوں کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر رکھا ہے)

زاہد لوگ اپنے تھیلوں سے مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ ہمارا قرب حاصل کر سکیں اور جن کے دل صاف ستھرے ہیں وہ

اپنے دل سے خلق اور معارف کو نکالتے ہیں تا کہ اللہ کی حقیقت کو پالیں۔

حضرت استاذ امام ابوالقاسم عبدالکریم بن ھوازن قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہماری یہ وصیت مریدین کے لئے ہے، ہم اللہ کریم سے ان مریدوں کے لئے نصیحت پر عمل کی توفیق مانگتے ہیں اور یہ بھی سوال کرتے ہیں کہ ان وصیتوں کو ہم پر وبال جان نہ بنائے۔

ہم ۴۳۸ھ کے شروع میں اس رسالہ کو لکھنے سے فارغ ہوئے ہیں، اللہ کریم سے دعا ہے کہ اس رسالے کو ہمارے خلاف (بروز قیامت) بطور دلیل نہ بنائے اور نہ ہی اسے ہمارے لئے وبال جان بنائے بلکہ یہ ہمارے لئے وسیلہ اور انعام ثابت ہو۔ فضل و کرم کی الفت وہی فرماتا ہے اور اسی کو عَفُوٌّ (درگذر کرنے والا) کہا جاتا ہے۔

حمد و تعریف کا صحیح حقدار وہی اللہ ہے۔ اللہ کی عنایات، اس کی برکتیں اور رحمتیں اس کے خاص رسول ہمارے سردار غیب کی خبریں دینے والے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوتی رہیں، جن کا لقب اُمی ہے، یہ سب آپ کی پاکیزہ آل اور منتخب نیک صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نازل ہوتی رہیں اور پھر اللہ سے درخواست ہے کہ نہایت کثرت سے ان پر خوب سلام بھیجتا رہے۔

الحمد للہ یہ ترجمہ ۹ جنوری ۲۰۰۷ء بروز منگل شام چھ بج کر پچاس منٹ پر مکمل ہوا۔

ایک پر تقصیر، ادنیٰ غلام حضور قشیری رحمہ اللہ

شاہ محمد چشتی

الرسالة القشيرية
ادارہ پیغام القرآن
پیغام القرآن
IDARA PEGHAM-UL-QURAN
۴۰۔ اردو بازار ○ لاہور ☎ 042-7323241